تحقیق وتخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

# سبیل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
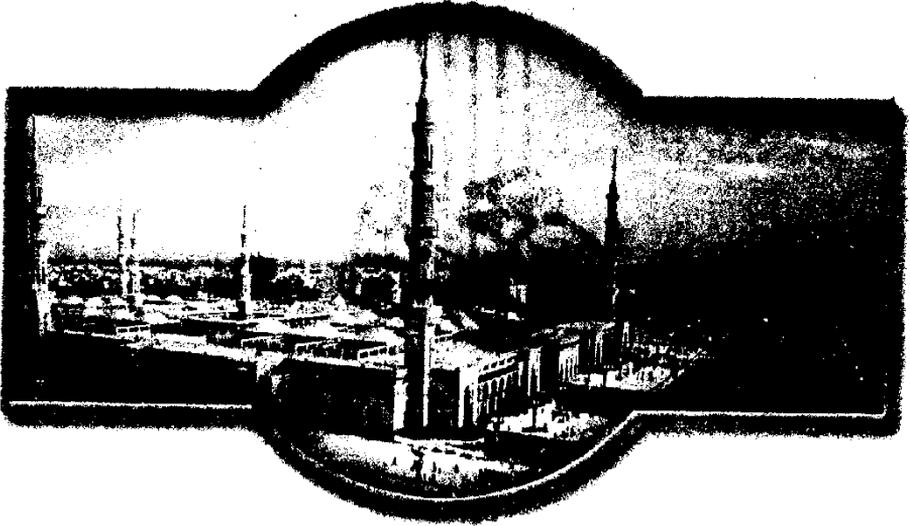
(مع جواب "سبیل الرسول ﷺ پر ایک نظر")



مؤلفہ
حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

تحقیق وافادات:
ابو صہیب مولانا محمد داؤد ارشد مدظلہ العالی

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور (پاکستان)

نام کتاب

# سبیل الرسول ﷺ

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

تحقیق وافادات:

ابوصہیب مولانا محمد داؤد ارشد مدظلہ العالی


تاریخ اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۴ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

ملنے کا پتہ

e-mail: [illegible]@hotmail.[illegible]

۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

تحقیق وتخریج کے ساتھ (اضافہ شدہ ایڈیشن)

(مع جواب "سبیل الرسول ﷺ پر ایک نظر")

تحقیق وافادات:
ابو صہیب مولانا محمد داود ارشد مدظلہ العالی

مؤلفہ
حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی



# نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-7321865
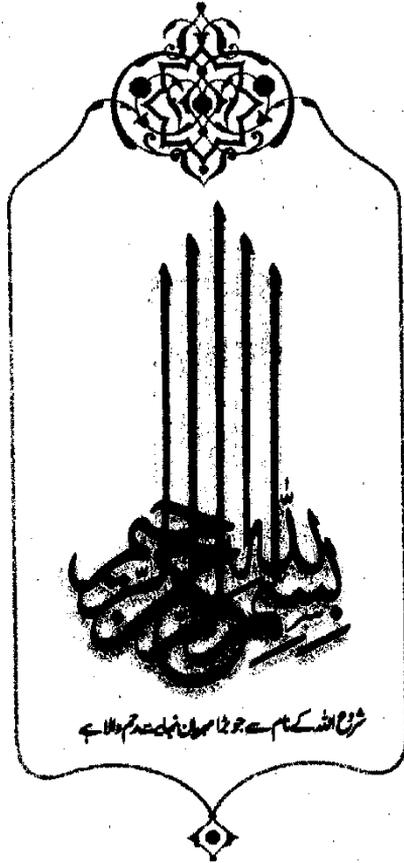
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

منزل ملی، مراد ملی، مدعا ملا
سب کچھ ملا مجھ کو ترا نقش پا ملا

# فہرست مضامین

## ضمیمہ سبیل الرسول ﷺ

# سخن ناشر

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے سے اُجالے کو پیدا کیا مخصوص فرشتوں اور انسانوں کو اپنا قاصد اور پیغامبر بنا کران پر عظیم تر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے تا کہ اللہ کا دین اللہ کے بندوں تک پہنچے۔ اور انہیں دنیا کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں سے صرف اسی کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر مرنے کے بعد جینے کا آرام اور سچی خوشی ملے۔

❀ ہر آن اور ہر گھڑی تا بہ ابد درود و سلام ہو رحمت عالم ﷺ' سرور دو عالم ﷺ پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے ازل سے اپنا محبوب اور آخری نبی اور رسول ہونے کا شرف بخشا اور ان کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے والوں کو داورِ محشر روز حشر ''لواء حمد'' ''مقام محمود'' اور ''حوضِ کوثر'' پر آپ ﷺ کی سپردگی عطاء فرمائی۔

❀ رحمت حق کا سایہ ہو آپ ﷺ کی پاک اور برگزیدہ آل اولاد پر اور آپ ﷺ کے تمام جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر' اور تا قیامت آنے والے ان تمام اللہ کے بندوں پر جنہوں نے راستی اور اخلاص کے ساتھ آپ ﷺ کی کامل پیروی میں اپنی عمریں کھپا دیں۔ حد سے زیادہ مخلص اور بے لوث ثابت ہوئے' اپنی نیکوکاری' پرہیزگاری' علمی قابلیت کا دنیا والوں سے لوہا منوا لیا۔

❀ ایسے ہی بندوں میں ایک نام برصغیر پاک و ہند میں مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ کا ہے۔ آپ سیالکوٹ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب آسان سلیس اردو زبان میں کتاب و سُنت کی روشنی میں عام فہم لوگوں کی ضرورتوں کے مطابق دینی مسائل معاملات پر لٹریچر کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی تھی۔ آپؒ نے اس خلاء کو محسوس کرتے ہوئے ان تمام دینی مسائل پر اپنا قلم اُٹھانے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور ان کی طباعت و نشر و اشاعت کی خدمت مکمل طور پر والد گرامی (بشیر احمد نعمانی رحمہ اللہ مدیرِ اعلیٰ نعمانی کتب خانہ لاہور پاکستان) کے سپرد کر دی۔ یہ ان بزرگوں کے اخلاص نیت کا صلہ تھا کہ انتہائی محدود مالی وسائل اور نامساعد حالات کے باوجود قرآن حکیم' حدیث' نماز' حج' روزہ' زکوٰۃ اور دیگر اہم ترین موضوعات پر یہ علمی تصانیف ایک ایک کر کے ہمارے ادارے نعمانی کتب خانہ لاہور پاکستان سے پوری آب و تاب سے شائع ہونے لگیں۔ آسان سلیس اردو زبان میں عام فہم انداز لیے دلائل و شواہد کے ساتھ جا بجا قرآن پاک اور احادیث مقدسہ کی قندیلوں اور ان کے جلو میں عقل و قیاس اور روزمرہ کی مثالوں' مشاہدوں پر مشتمل یہ کتب عوام الناس کے ضمیر کو جلاء بخشتی ہوئی راست دلوں میں اترتی چلی گئیں آج یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی تصانیف نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ برطانیہ' یورپ کے دیگر ممالک اور سعودی عرب کی لائبریریوں کی زینت

ہیں۔اور ہزاروں لاکھوں لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انقلاب برپا کر رہی ہیں۔

❀ اسلام اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع اساسی اور بنیادی شے ہے۔ دین اسلام پر چلنے کے لیے سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کے راستے کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے صرف احادیث نبوی ﷺ کی مشعل اور سنن ہدیٰ کے چراغ ہی قرآن مجید کی راہِ عمل کے چراغ ہیں یہی وہ موضوع ہے جو زیر نظر کتاب (سبیل الرسولؐ) میں برصغیر پاک و ہند کے مشہور مؤلف جناب حضرت مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کے زیر قلم آیا۔ یہ کتاب متذکرہ موضوع پر مولانا موصوف کے سنجیدہ اور عالمانہ انداز میں نہایت حسن و خوبی اور دلائل کے ساتھ ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب کی یہ خوبی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس کے پڑھنے سے رسول اکرم کی صحبت اور اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سلیس عبارت، دلکش طرزِ تحریر اور موقع بہ موقع موزوں اشعار سے مزین ہوتا ہے۔

الحمدللہ ہم اب مؤلف رحمہ اللہ کی اپنے ادارے کی جانب سے شائع شدہ کم وبیش بتیس (۳۲) کتب کو ازسرنو حوالہ جات میں احادیث کی تحقیق وتخریج اور تعلیق کے ساتھ جدید کمپیوٹرائزڈ کتابت کرا کے نعمانی کتب خانہ کے مخصوص طباعتی معیار کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اس اہم کتاب پر تحقیقی کام محترم جناب مولانا محمد داؤد ارشد حفظہ اللہ نے کیا ہے۔ جو کہ علومِ قرآن، علوم حدیث سے بہرہ ور، وسیع النظر، وسیع المطالعہ نوجوان ہیں۔ جن کی کئی تحقیقی کتب بہترین فن نگارش کی احسن ترین مثال ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اس کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر "سبیل الرسولؐ" پر تنقید کے حوالے سے جو مواد شائع ہو چکا تھا ان کی دلائل حق سے وضاحت کر کے اس کے بالمقابل مسائل صحیحہ کی وضاحت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس کاوش کو سراہتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ اور اس کتاب میں کسی قسم کی لغزش پائیں تو اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

طالب دُعا

ضیاء الحق نعمانی

# مقدمہ

**الحمدللہ وحدہ و الصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ**

قارئین کرام! بلاشبہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہی امت اسلامیہ کے لیے ہر خیر و برکت اور ہر رشد و ہدایت کا منبع اور سرچشمہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اتحاد امت کے اسی ربانی منہج کے مطابق صحابۂ کرام کی تربیت کی تھی۔ آپ ﷺ نے ہر موقع و محل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں صحیح اسلامی عقیدہ اور اتباع قرآن و سنت کی بنیادوں پر اخوت اسلامی کے قیام کا درس دیا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی جڑیں ان کے دلوں کی گہرائیوں تک اترتی چلی گئیں' اور اس کے اچھے اثرات ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پوری طرح نظر آنے لگے۔

ان کی زندگیوں میں دور دور تک کفر و شرک اور بدعت کا نام و نشان نہیں تھا۔ ان تمام نفوس قدسیہ کا ایک ہی عقیدہ' عقیدۂ توحید خالص اور ایک ہی منہج' منہج قرآن و سنت تھا' وہ سبھی حضرات ایمان کے دیگر ارکان پر بغیر تاویل و تحریف یقین رکھتے تھے' بعینہٖ اسی طرح جس طرح قرآنِ کریم اور نبی کریم ﷺ کی سنت میں ثابت ہے ان سب نے مل کر اللہ کی مضبوط رسی قرآن کریم اور سنت نبویہ کو تھام رکھا تھا۔ اس بارے میں ان کے درمیان قطعی طور پر دورائے نہیں تھی' اور نہ ان کے نزدیک اس سلسلہ میں کسی اختلاف رائے کی گنجائش تھی۔

صحابۂ کرام اسی سچی اخوت کے زیر سایہ پروان چڑھے' اور اسی صاف ستھرے عقیدہ و منہج کی بنیاد پر انہوں نے ایک ایسی قوی اور مضبوط امت کی بنیاد رکھی جس نے چٹان بن کر ہر باطل' ہر مکار دشمن اور ہر دھوکہ باز منافق کا مقابلہ کیا' دشمنانِ اسلام ان کی وحدت کی دیوار میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے' لیکن ان کی ایک نہ چلی' انہوں نے قرآن و سنت کے خلاف شبہات پھیلانے کی بہت کوشش کی' لیکن ان کی سازشیں ناکام ہوتی رہیں' صحابہ کرام' تابعین عظام اور تبع تابعین کے دور تک بہرحال مسلمانوں کے ذہنوں پر صحیح اسلام حکومت کرتا رہا' امت اسلامیہ صحیح اسلامی عقیدہ اور منہج قرآن و سنت سے جڑی رہی۔

لیکن مذکورہ بالا تین قرون اولیٰ کے بعد اسلام کے خلاف سازشیں گہری ہوتی گئیں' باطل فرقوں نے سر اُٹھانا شروع کیا' گمراہ کن نظریات و مذاہب نے اسلام سے منافقانہ طور پر اپنا رشتہ جوڑنے والوں کے دلوں اور دماغوں

میں گھر کر لیا' اسلامی اخوت کے تار پود بکھرنے لگے' مرض نے جڑ پکڑ لیا' مرورِ زمانہ کے ساتھ مسلمانوں کی قوت کمزوری میں بدل گئی' ان کا شیرازہ بکھر گیا' اور مختلف مذہبوں اور ٹولیوں میں بٹ گئے' اور ہر فرقہ دوسرے کے ساتھ دست بہ گریباں ہونے لگا۔ امتِ اسلامیہ کے اس زوال کے اسباب کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس زوال کا بنیادی سبب یہی تھا کہ مسلمان اس صحیح اسلامی عقیدہ اور راہِ عمل سے دور ہو گئے جس کی بنیاد قرآن وسنت پر تھی اور جس کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام کو دی تھی اور جس کے بارے میں آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا تھا کہ "میں تمہیں ایک ایسی شاہراہ پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات دن کے مانند روشن ہے' اس شاہراہ کو چھوڑ کر جو کوئی بھی کسی پگڈنڈی پر چلنے کی کوشش کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔" چنانچہ امت اسلامیہ آہستہ آہستہ شاہراہِ اسلام کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر چلنے لگی' اور قرآن وسنت سے شعوری یا غیر شعوری طور پر دور ہوتی گئی' اور مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم ہوتی گئی' پہلے باطل عقائد کی بنیاد پر تقسیم ہوئی' خوارج' شریعۃ' زنادقہ' معتزلہ' جہمیہ' قدریہ' اشاعرہ' ماتریدیہ اور اسی طرح کی بہت ساری گمراہ جماعتیں پیدا ہوتی گئیں۔ اور ان سب فرقوں کے وجود کا سبب واحد قرآن وسنت سے دوری تھی۔ جس فرقہ نے جتنی دوری اختیار کی اتنی ہی شاہراہِ اسلام سے دور ہوتا گیا۔

تیسری صدی کے اواخر میں امت فقہی مذاہب کی بنیاد پر مزید تقسیم ہونے لگی۔ کسی نے اپنے آپ کو حنفی کہا' کسی نے مالکی' کسی نے شافعی اور کسی نے اپنے آپ کو حنبلی کہا' اور اس مبغوض تقسیم کا بنیادی سبب بھی یہی تھا کہ مسلمان اس اسلام سے دور ہوتے گئے جس پر صحابۂ کرام قائم رہے' اور جس پر چل کر انہوں نے رب العالمین سے اس کی رضا وخوشنودی کی شہادت حاصل کی' اس اسلام سے رشتہ جوڑنے لگے جس کے لیے "اتھارٹی" امت کے غیر معصوم افراد کو بنا لیا گیا۔ ائمہ کرام کو "معصوم عن الخطأ" قرار دینے کے لیے' اور ان کے فقہی مذاہب کو امت کے درمیان رواج دینے کے لیے جھوٹی حدیثیں گھڑی گئیں' اور پوری دیدہ دلیری کے ساتھ انہیں امت میں پھیلایا گیا: بعض فقہی مذہب کے ماننے والوں نے دوسرے مذہب کے امام کو شیطان اور ابلیس تک کہا' مسجدیں الگ الگ بنائی گئیں۔ ایک ہی مسجد میں الگ الگ چار مصلے بنائے گئے۔ ان تمام مبغوض ومکروہ کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان زندگی بھر انہی فقہی مذاہب کے گھروندوں میں بند رہے' ان سے نکل کر کھلے دل ودماغ کے ساتھ انہیں کبھی قرآن وسنت کی طرف جھانکنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی' کبھی انہیں محض قرآن وسنت کی اتباع کرنے والے علماء ودعاۃ سے ملنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اور عہد نبوی سے جتنا زمانہ دور ہوتا گیا' اتنا ہی یہ فقہی منافرت بڑھتی گئی' بغض وعداوت کی دیوار موٹی سے موٹی ہوتی گئی۔

جادۂ مستقیم سے امت اسلامیہ کا انحراف یہیں نہیں رک گیا' بلکہ انتہائی گہری سازش کے مطابق اسے "تصوف" کے نام سے بھی تقسیم کیا گیا' اور نبی کریم ﷺ کے سلوک وعبادت کے طریقہ سے ہٹ کر امت کو اللہ سے رشتہ جوڑنے کے دوسرے طریقے دیئے گئے' اور ان طریقوں کی صحت وصداقت کی یہ جھوٹی اور من گھڑت دلیل دی گئی

کہ ان پیروں اور صوفیوں کی مثال طبیبوں کی ہے' جو اپنے قدیم تجربات کی بنیاد پر کچھ ایسی چیزیں بھی کھانے کی اجازت دیتے ہیں جن کا ذکر اصل طبی نسخہ میں نہیں ہوتا۔ اور بے چارے سیدھے مسلمان ان دامِ ہم رنگِ زمین میں پھنس جاتے ہیں۔ انہیں یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا کہ کیا خاتم النبیین کے لائے ہوئے دین اور ان کے بتائے ہوئے طریقۂ سلوک و عبادت میں کوئی کمی رہ گئی تھی' جس کی تکمیل نام نہاد صوفیاء اور پیرانِ طریقت کرتے ہیں۔

تصوف کے نام پر اسلام کو ظاہر و باطن میں تقسیم کیا گیا' جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں خیانت نہیں ہو سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تیئس سالہ دعوتی زندگی میں ایک کلمہ کے ذریعہ بھی امت کو نہیں بتایا کہ اسلام کے ظاہر و باطن دو حصے ہیں۔ ظاہر وہ ہے جو قرآن و سنت میں موجود ہے' اور باطن کی تعلیم کے اہل امت کے سبھی افراد نہیں ہیں' اس لیے میں نے وہ باطنی تعلیم پوشیدہ طور پر کچھ صحابہ کو سکھا دیا ہے' جن کے ذریعہ اس باطنی اسلام کی تعلیم میری امت میں جاری رہے گی۔

میں اپنے پورے ایمان وایقان کے ساتھ کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ پر شاید اس سے بڑا بہتان نہیں لگایا گیا ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے تو وفات سے پہلے امت کو یہ کہا کہ ''میں تمہارے درمیان صرف دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں' اگر تم انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔'' معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کی تقسیم دشمنانِ اسلام نے کی' تا کہ اسلام کی بیخ کنی کی جائے' اور امت تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جائے۔ چنانچہ سب کو معلوم ہے کہ ہر پیرِ طریقت کی الگ راہ ہوتی ہے جو اس کے نام سے یا اس کے شہر اور ملک کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ چشتیہ' قادریہ' نقشبندیہ' سہروردیہ' نظامیہ' تیجانیہ' اور نہ جانے کیسے کیسے اور کتنے عجیب وغریب ناموں کے ذریعہ امت کو تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر ایک کے سلوک و عبادت کا طریقہ الگ الگ ہے' جو طریقہ نبوی سے بالکل ہٹ کر ہے' اور ان مذاہب کے ماننے والوں کے نزدیک ان کی صداقت کی یہ دلیل کافی سمجھی جاتی ہے کہ پیر طریقت نے انہیں ایسا ہی سکھایا ہے' انہیں قرآن و سنت سے کوئی مطلب نہیں

بہ مے سجادہ رنگین کن اگر پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا

''اگر پیر مغاں کہتا ہے کہ مصلی پر شراب انڈیل دو' تو ایسا کر گزرو' اور دلیل نہ مانگو' کیونکہ پیرِ طریقت منزلوں کی راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔''

ان صوفیاء میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ولی کا مقام نبی سے ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے' اس لیے کہ نبی کو جو کچھ ملا جبریل کی وساطت سے ملا' اور ولی کا تعلق اللہ سے بلا واسطہ ہوتا ہے' اسے دربارِ الٰہی سے احکام بالواسطۂ جبریل ملتے رہتے ہیں' اور یہ کہ یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہوا اور نہ بند ہو گا۔ اسلام کے خلاف یہ خطرناک سازش اس لیے کی گئ تا کہ امت کو قرآن و سنت والے اسلام سے بالکل ہی دور کر دیا جائے' چنانچہ اس گروہِ باطل پرست نے امت

درمیان اس فکر کو رواج دیا کہ جو شخص اس طریقۂ تصوف پر چلے گا' چلتا چلتا ایسے مرحلہ میں داخل ہو جائے گا جہاں پہنچنے کے بعد وہ نماز اور دیگر احکام شریعت سے آزاد ہو جائے گا!!

اسلام کے خلاف تصوف کے نام سے اس گہری سازش نے حقائق کو بدل ڈالا' انہوں نے زہر ہلاہل کو خالص شہد کا نام دے دیا' اور امتِ مسلمہ کے درمیان اس گمراہی کو خوب عام کیا کہ قرآن وسنت میں تو صرف ظاہری دین ہے' باطنی اسلام اور دین کا مغز تو مشائخ طریقت کے پاس ہے' اور ان کے ان اوراد و وظائف سے اور قبروں کے پاس مراقبہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے جن کی تعلیم وہ اپنے مریدوں کو دیتے ہیں' اور جن میں اللہ کے بجائے ان مُردوں کا تصور کرتے ہیں جو ان قبروں میں مدفون ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان قبروں کے پاس مراقبہ کر کے ان مدفون مردوں سے کسبِ فیض کرتے ہیں۔ کیا اسلام کی طرف اپنی نسبت کرنے والے ان لوگوں کے پاس قرآن وسنت سے اس کی کوئی دلیل موجود ہے؟ کیا صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس ایسا کیا؟ کیا نبی کریم ﷺ کی کوئی ایسی حدیث موجود ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر کے پاس بیٹھ کر مجھ سے کسبِ فیض کرنا؟

اُن کے اس خود ساختہ اسلام نے امت اسلامیہ کو شرک و بدعت کی وادیوں میں بھٹکتا چھوڑ دیا ہے۔ قرآن و سنت سے ان کا رشتہ کاٹ دیا ہے۔ ان سے توحید خالص جیسی نعمت عظمیٰ چھین لی ہے' اور پھر بھی اپنے آپ کو بڑے موحد' بڑے پارسا اور بڑے متقی و صالح سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ زہد و پارسائی کی پُر فریب چادر اوڑھ کرامت کو گمراہ کر رہے ہیں' اور قرآن وسنت کی دعوت دینے والوں کے بارے میں سیدھے سادھے مسلمانوں کے درمیان پھیلاتے ہیں کہ ان کے پاس تو صرف چھلکا رہ گیا ہے' یہ بے عمل ہیں' یہ گستاخ ہیں' یہ صوفیائے کرام کا احترام نہیں کرتے اور نہ جانے کیسی کیسی غلط باتیں علمائے سلف کے بارے میں کرتے ہیں۔ میں نے تاریخ کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب دہلی میں انیسویں صدی کے اوائل اور نصف میں شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین بہاری دہلوی رحمہ اللہ کی مجلس علم کا شہرہ ہند و بیرونِ ہند عام تھا۔ تشنگانِ علمِ قرآن وسنت دور دور سے آ آ کر ان سے استفادہ کر رہے تھے' ہر طرف انہی کی علمی مجلسوں کا چرچا تھا' تو ایک صوفی روزگار نے ایک خواب گھڑ کر لوگوں میں عام کیا کہ میں نے بھی ارادہ کیا کہ دہلی جا کر میاں نذیر حسین سے حدیث پڑھوں تو خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ وہاں تمہیں کیا ملے گا؟ وہاں تو صرف چھاچھ بٹتی ہے یعنی مغز و حقیقت کا فقدان ہے۔ چنانچہ میں نے وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس جھوٹے خواب کی نشر و اشاعت کا مقصد حدیث نبوی کو صوفیاء کے اصول کے مطابق علم ظاہر' چھاچھ' چھلکا اور بے مغز بتانا تھا' تا کہ حدیث نبوی کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے سیلِ رواں کے سامنے بند باندھا جائے۔

قرآن وسنت کے جادۂ مستقیم سے انحراف کرنے والوں نے اُن احادیث کو رد کرنے کے لیے جو ان کے فقہی مذہب کی تائید نہیں کرتی تھیں' صحابہ کرام کو فقیہ اور غیر فقیہ دو جماعتوں میں بانٹا۔ محدثین کرام کے بارے میں کہا کہ ان کی حیثیت صیادلہ کی ہے جو دوائیں تو بیچتے ہیں' لیکن ان دواؤں کے اثرات و حقائق سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ حقائق

شناسی کا کام فقہاء کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ اکثر و بیشتر وہ لوگ جو اپنی نسبت فقہ اسلامی کی طرف کرتے ہیں ان کی مثال اس آدمی کی ہوتی ہے جو رات میں جنگل سے لکڑیاں جمع کرتا ہے' اور لکڑی کے ساتھ سانپ اور بچھو بھی باندھ کر اپنے گھر لے آتا ہے!! انہیں صحیح وضعیف احادیث کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ بسا اوقات یہ لوگ جھوٹی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں' اور مسائل در مسائل نکالتے جاتے ہیں' اور ہندی کی چندی اڑاتے جاتے ہیں' اور انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول کی حدیثیں نہیں' یہ تو سانپ اور بچھو ہیں جنہیں رات میں لکڑیاں جمع کرنے والا لکڑیوں کے ساتھ باندھ کر اپنے گھر لے آیا ہے۔

مسلمانانِ برصغیر کو اس وقت ایسے علماء اور زعماء مخلصین کی ضرورت ہے جو جزوی اختلافات سے بالاتر ہو کر' انہیں توحید خالص اور اتباع قرآن وسنت کی بنیاد پر جمع کریں' اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دیں' ہر اذیت برداشت کرنے کے لیے تیار رہیں۔

اور مسلمانوں میں ایسی کتابوں کو پھیلائیں جو انہی تمام عصبیتوں سے بالاتر ہو کر محض قرآن وسنت کی بنیاد پر متحد ومتفق ہونے کی دعوت دیں' اور پوری صراحت کے ساتھ اعلان کریں کہ اسلام صرف قرآن وسنت کا نام ہے' یہی ہمارا اصل سرمایہ ہے' امت اسلامیہ صرف انہی دونوں بنیادوں پر متحد ہو سکتی ہے۔

دورِ حاضر میں توحید خالص اور قرآن وسنت پر عمل کی دعوت دینے والے جو علمائے کرام سرخیل مانے جاتے ہیں' ان میں مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں' بلکہ اس جماعت حقہ کے ہراول دستہ کے ایک فرد خاص ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی تصنیفات کی تعداد تیس سے زیادہ ہے' جن میں آپ نے اتباع قرآن و سنت کی دعوت کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے' انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

''سبیل الرسولؐ'' مؤلف رحمہ اللہ کی اہم کتب میں سے ہے جس کی اشاعت کے سلسلہ میں جناب ضیا الحق نعمانی (مدیر نعمانی کتب خانہ لاہور' پاکستان) کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے' ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے اور اس ایڈیشن کو قبول عام عطا کرے۔ (آمین)

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی

# تبصرے

## اخبار ''اہلحدیث'' دہلی

مولانا حکیم مُحمد صادق صاحب ان علماء میں سے ایک ہیں جو ہمیشہ مسلک عمل بالحدیث کی تبلیغ و اِشاعت عملی طور پر کرتے رہے ہیں۔ مولانا نے اس وقت تک جس قدر کتابیں لکھی ہیں وہ سب قابل قدر ہیں' مگر ''سبیلِ رسول ﷺ'' میں مولانا نے جو کچھ اِشاعت توحید وسُنت پر لکھا ہے وہ انہیں کا حق ہے۔ شرک وبدعتِ مروّجہ کی تردید جس پیرایہ میں کی ہے وہ بہت خوب ہے۔ تقلید اور بدعات کا ردّ ایسے پیرائے میں کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے اور گراں نہیں گزرتا۔ کتاب اس قابل ہے کہ ہر لائبریری میں پہنچائی جائے!

''اہلحدیث'' دہلی/ یکم فروری ۱۹۵۶ء

## اخبار ''اہلحدیث'' سوہدرہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْ کی جامع تفسیر' سنتِ رسول ﷺ کا مکمل نقشہ' مسائل صحیحہ کا خوب ترین گلدستہ' متبعین سُنت کیلئے بہترین تحفہ۔ حکیم مُحمد صادق صاحب سیالکوٹی کی محنت کا آخری ثمرہ...... سبیل الرسول ﷺ ہے۔

''اہلحدیث'' سوہدرہ/ یکم فروری ۱۹۵۶ء

## سہ روزہ ''منہاج'' لاہور

''سبیل الرسول ﷺ'' اپنے مباحث میں ایک دلچسپ' اور جامع کتاب ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے رسول اللہ ﷺ کا دامن پکڑنا انتہائی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے

رستہ کے سوا اور کوئی رستہ ایسا نہیں جو مسلمان کو صاف ستھرے اسلام کی طرف لے جا سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی اتباع و فرمانبرداری اِسلام میں اصل شے ہے۔ جو شخص براہ راست حضور ﷺ کے ارشادات و فرامین کا تتبع نہیں کرتا ہے اور کچھ درمیانی راستوں کا متلاشی ہے وہ اِسلام اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ قران حکیم کو سمجھنے کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت و اتباع اساسی اور بنیادی شے ہے اگر مسلمان کے ہاتھ میں سُنت رسول اللہ ﷺ کی شمع ہوگی تو اس کے راستے کے تمام اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہو جائیں گے اور وہ کامیابی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا' لیکن اگر بدقسمتی سے اس نعمت سے محروم ہے تو اس کی کامیابی کی صورت کوئی نہیں ہے۔

اِس کتاب میں وہ تمام مسائل بہت اچھے انداز میں آ گئے ہیں جو سُنت کے عین مطابق ہیں۔ کتاب کی یہ بحث بڑی عمدہ ہے۔ کہ اہلحدیث فرقہ نہیں بلکہ اصل دین یہی ہے۔ یعنی ایک شخص جب یہ کہتا ہے کہ میں اہلحدیث ہوں تو وہ اپنے آپ کو کسی فرقہ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ ایسا مسلمان ہے جو تمام حد بندیوں اور فرقہ بندیوں سے بالا ہے اور اس کی وابستگی صرف احکام اِسلام سے ہے۔

''سبیلِ رسول ﷺ'' کے مطالعہ سے ذہن و دماغ کی بہت سی گرہیں خود بخود کھل جاتی ہیں۔

''منہاج'' لاہور/ ۲۸ فروری ۱۹۵۹ء

# ''نوائے ملت'' مردان

حضرت مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے حال ہی میں ''سبیل الرسول ﷺ'' کے نام سے ایک قابل قدر علمی کتاب شائع کی ہے۔ جس میں قرآن و حدیث کے استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ دِین اِسلام پر چلنے کے لئے سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف احادیث نبوی ﷺ کی مشعل اور سُنن ھدیٰ کے چراغ ہی قرآن مجید کی راہِ عمل کے اجالے ہیں۔

اس کتاب میں یہ موضوع نہایت حسن و خوبی اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کی تشریح و تبیین کے لئے احادیث نبوی ﷺ ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق...... قرآن شریف لوگوں کو سنایا' اور ہر ہر حکم پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے عمل سے راستہ متعین فرمایا۔ اگر حضور ﷺ ہمیں قرآن پر عمل کر کے نہ دکھاتے اور اللہ کے احکام پر چلنے کی راہ نہ دکھاتے تو ہم راہ پر نہ آتے ٹھیک اصل ہدایت قرآن ہی ہے لیکن اس ہدایت پر عمل کرنے کا طریقہ بھی تو چاہئے۔ وہ طریقہ ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ ہی سے مل سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب متذکرہ موضوع پر ایک جامع' مدلل اور دلنشیں پیرائے میں لکھی گئی ہے اور نہایت مفید ہے۔ کتاب کی ہمہ گیری اس سے ظاہر ہے کہ اس میں دو سو چھبیس عنوانات پر بحث کی گئی ہے اور ہر عنوان مطلب خیز اور

جاذبِ توجہ ہے۔

''نوائے ملت'' مردان/ یکم جنوری ۱۹۵۶ء

## روزنامہ ''احسان'' لاہور

دینیات کی یہ کتاب تقریباً ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں قرآن مجید اور احادیث کے استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ دینِ اسلام پر چلنے کے لئے حضرت رسول اللہ ﷺ کے راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف احادیث خیرالوریٰ کے دیپ اور سنن ہدیٰ کے چراغ ہی قرآن کی راہ عمل کے اُجالے ہیں۔ جس کو پڑھتے وقت قاری کا ذہن نہیں تھکتا۔ مولانا مُحمد صادق صاحب کا انداز سنجیدہ اور عالمانہ ہے۔ انہوں نے بعض نظریات کے متعلق مشہور مصنفین سے بھی استفادہ کیا ہے۔

''احسان'' لاہور/ یکم جنوری ۱۹۵۵ء

## ''نوائے وقت'' لاہور

حکیم صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ ''صلوٰۃ الرسول ﷺ'' اور اسی نوع کی متعدد دینی و تبلیغی کتب کے مصنف ہیں۔ زیرِ نظر کتاب دراصل اقبال رحمہ اللہ کے شعر۔

بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نر سیدی تمام بولہبی است!

کی تفسیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ ساری دُنیا کے لئے ایک نمونہ اِنسانیت بن کر تشریف لائے تھے۔ ایک رسول ﷺ ' ایک آقا' ایک باپ۔ ایک دوست' ایک بھائی' ایک جنرل...... غرض آپ نے ہر حیثیت سے ایک مثالی زندگی گذاری۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی آج بھی گمراہ اِنسانیت کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں مسلمانوں کو سرور کائنات کی زندگی سے قابل تقلید مثال نہ ملتی ہو' اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل آپ ﷺ نے پیش نہ کیا ہو۔

مصنف کے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کا قول' فعل' سنت' حدیث' سیرت' اسوۂ اَخلاق اور کردار ہی سبیل الرسول ﷺ ہے۔ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا اور زندگی بھر کر کے دکھایا...... یہی حضور ﷺ کی راہ ہے۔ سُنت کی شمعیں' حدیث کے چراغ' سیرت کی قندیلیں...... اسوۂ حسنہ کے فانوس' اخلاق اور کردار کے اُجالے بہشتِ بریں کی راہ کو روشن کر رہے ہیں۔ فاضل مصنف نے احادیث وغیرہ نقل کر کے فقہ کے بعض مسائل اور ائمہ کے بعض اِرشادات کا ان سے تضاد اور اختلاف بھی دکھایا ہے۔

''نوائے وقت'' لاہور/۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء

## ''ترجمان'' دہلی

مولانا مُحمد صادق صاحب سیالکوٹی کی یہ دوسری تصنیف ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ انسانی ہدایت کے لئے کامل و مکمل نمونہ رسول ﷺ کی ذاتِ ہی میں ہے۔ غلط راستوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ سے ہٹ کر ملتِ صد پارہ کے خطرناک نتائج بھی بتا دیئے گئے ہیں۔ بدعات پر جگہ جگہ ضرب لگائی گئی ہے۔ تقلید پر سیر حاصل بحث کے بعد مسلک اہلحدیث کا تسلسل بتایا گیا ہے۔ یہ بحث بڑی دلچسپ ہے کہ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں بلکہ ''جماعت'' ہے۔ جس کیلئے بشارت آنحضور ﷺ کے کلام سے ملی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی دعوت حق کا بیان بھی موجود ہے۔

''ترجمان'' دہلی/ جون ۱۹۵۶ء

## تنظیم اہلحدیث' لاہور

مولانا مُحمد صادق صاحب سیالکوٹی اہل علم حلقوں میں عموماً اور اہل قلم حلقوں میں خصوصاً اور جماعت اہلحدیث میں بالخصوص متعارف شخصیت ہیں۔ بدعت اور الحاد کے اس دور میں جس انداز سے وہ تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور جو عنوانات انہوں نے اپنی تحریری مساعی کے لئے تجویز کئے ہیں۔ اور جس جدوجہد سے انہیں پایہ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں' اس گئے گذرے زمانے میں اس کی حیثیت جہاد بالقلم سے کم نہیں۔ آج کا دور ہوش ربا گرانی کا دَور ہے اور آج تصنیف و تالیف کا کام کرنے کے لئے جس قدر اسباب و وسائل کی ضرورت ہے اس سے ہر صاحب علم آگاہ ہے۔ لیکن حیرانی ہے کہ برادر مکرم مولانا مُحمد صادق صاحب سیالکوٹی تن تنہا یکے بعد دیگرے چند سال میں ایک درجن سے زیادہ علمی اور ضخیم کتابیں نہایت عمدگی سے پبلک میں لے آئے ہیں۔ سچ ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اللہ تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے راہ کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

آج دُنیا مذہب سے بہت دور جا چکی ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ کے مطالعہ کے محبوب ترین موضوع افسانہ' ڈرامہ' تاریخ اور جاسوسی ناول کے علاوہ نفسیات اور جنسیات رہ گئے ہیں۔ اس غربت اِسلام کے دَور میں توحید و سُنت اور ارکانِ اِسلام اور اِسلامی اَخلاق جیسے خشک اور غیر مانوس لیکن بنیادی مسائل کو موضوع تصنیف بنانا اسی شخص کا کام ہے جسے توفیق ایزدی نے اپنے دِین کی خدمت کے لئے چن لیا ہو۔

''تنظیم اہلحدیث'' کے کسی گذشتہ شمارے میں موصوف کی تین کتب کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ ''سبیلِ رسول

ﷺ'' بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔اس کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔اس کتاب میں ''سبیل الرسول ﷺ '' اور''صراطِ مستقیم'' کی وضاحت کی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں اتباعِ سُنت کی فرضیت اور فضیلت پر بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کے حصول کے لئے ہر نماز کی ہر رکعت میں دُعا کی جاتی ہے۔اس کے بعد عہدِ صحابہؓ اور عہدِ تابعین ؒ کا طرزِ عمل پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ خیر القرون میں مسلمانوں کا طرزِ عمل کتاب وسُنت کے علاوہ کسی تیسری چیز پر نہ تھا اور تقلید کا رواج چوتھی صدی سے پیشتر کہیں نہ تھا' اس کے بعد اِسلام میں فرقہ بندی کی تاریخ بیان کی گئی ہے' اور اس ضمن میں ائمہ اربعہ کی خدمات کا تذکرہ ہے اور تاریخ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ اِن حضرات کا مسلک محض کتاب وسُنت کا اتباع تھا اور ان کی تعلیم بھی یہی تھی کہ حدیث رسول ﷺ کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی شخصیت کے قول واقوال کی پروا نہ کی جائے۔

اس کے بعد کتب فقہ کی تاریخ تصنیف اور فقہ کی تالیف وتدوین کے سلسلہ میں معلومات فراہم کی گئی ہیں اور ان بیسیوں مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جو حدیث رسول ﷺ سے متصادم ہیں لیکن امام ابوحنیفہ ؒ کے معتقدین برابر ان پر عمل پیرا ہیں' نہ حدیث کی پروا کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے امام صاحب کے اِرشادات کی۔

کتاب کے آخر میں محدثین کی خدمات کا اجمالی تذکرہ اور لفظ ''اہلحدیث'' کی تاریخی حیثیت پر مفید معلومات جمع کی گئی ہیں...... حاصل کلام یہ کہ کتاب اپنے موضوع پر کامیاب ہے۔طرزِ تحریر دلکش ہے۔موقع بہ موقع موزوں اشعار سے کتاب کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہوگیا ہے۔

''تنظیم اہلحدیث'' لاہور/۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

## ''صحیفہ اہلحدیث'' کراچی

''سبیلِ رسول ﷺ'' فاضل محترم حضرت العلام مولانا مُحمد صادق صاحب سیالکوٹی کی وہ معرکۃ الآ راء' بصیرت افروز اور مشہور ومقبول کتاب ہے' جس میں آیات واحادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ دِین اسلام پر چلنے کے لئے اللہ کے آخری رسول ﷺ حضرت مُحمد ﷺ کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔نجاتِ آخرت اور بہشت صرف سُنت اور حدیث پاک کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے سے ملتی ہے۔جو کوئی آپ ﷺ کے قول وفعل کی شمع لیکر راستہ تلاش کرے گا' اسے یقیناً ہدایت نصیب ہوگی اور وہ کامیابی کی منزل مقصود کو پالے گا اور اگر حضور اکرم ﷺ کے اِرشاد سے ہٹ کر عمل کرے گا یا غیر مسنون طریق پر چلے گا تو اِس کا وہ عمل بارگاہ رب العزت میں قبول نہیں ہوگا۔

اس کتاب میں راہِ رسول ﷺ بتانے کے سلسلہ میں توحید کا اثبات کر کے شرک اور بدعت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی گئی ہیں۔کلمہ طیبہ کا مفہوم نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔حضور اکرم ﷺ کی دعوت' اِطاعت'

اتباع اور استجابت پر دلائل کی رُو سے از حد زور دیا گیا ہے۔ ''حضرت محمد ﷺ کے وزن'' کے زیر عنوان رسول پاک ﷺ کا مقام اور مرتبہ بیان کر کے اُمت کو ''بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست'' کی تاکید کی گئی ہے اور تمام اُمت کی نجات کا دارو مدار ''بہ مصطفیٰ برساں'' بتایا گیا ہے۔ اور آیات واحادیث کی روشنی میں ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾ کی شاہراہ بہشت کو ایسا واضح کیا ہے کہ فرقوں کی خود ساختہ راہیں جدا نظر آ رہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت الی اللہ...... شاہراہ بہشت کی نشان دہی...... ناجی جماعت...... دعوت رسول ﷺ سے زندگی...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اتباع رسول ﷺ کرتے...... بدعات سے بچنے کی وصیت...... شیطان کی پیشوائی' رحمت عالم ﷺ کا وزن' رسالت کا کام امتیوں سے لینا' اسلام کی حد بندی...... اِسلام میں فرقہ بندی' ٹیڑھی راہیں' کلمہ سوچ کر پڑھیں...... بعض مسلمانوں کے شرکیہ عقیدے...... تین بہتر زمانے...... صحابہؓ اہلسنت اہلحدیث تھے' تقلید کا دور۔ تقلید جامد کے کارنامے' ملت واحدہ اہلحدیث...... قیامت تک حق پر رہنے والی جماعت...... شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا نعرۂ حق...... دِین کے حصے بخرے...... بادہ پیاؤں کے سلیقے وغیرہ...... کتاب کی اہمیت کو اجاگر کر رہے ہیں۔ تمام کتاب کے اندر ایسے ہی تقریباً ۲۲۶ بصیرت افروز عنوان ہیں۔ جن کے تحت بیش بہا معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب اس لائق ہے کہ ہر اہل سنت' اہل حدیث کے گھر میں موجود ہو اور سب مسلمان اسے پڑھیں۔

کتاب کی یہ خوبی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اسکے پڑھنے سے رسول اکرم ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ عبارت سلیس' عام فہم اور آسان ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب جواہرات سے تولنے کے لائق ہے۔

''صحیفہ اہلحدیث'' کراچی/۳ دسمبر ۱۹۵۹ء
مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## خطبہ رحمت للعالمین ﷺ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ[1] نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَاَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ[2] اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں (اس لئے) ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم اس (رب العالمین) سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُسی (پاک ذات) پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی) اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ (یقین مانو) کہ جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے دھتکار دے اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہوسکتا اور ہم (تہ دِل سے) گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور (اسی طرح تہ دِل سے) ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ

---

(۱) مسند احمد ۳۹۲/۲ و ترمذی کتاب النکاح (۹) باب ماجاء فی خطبة النکاح (۱۶) الحدیث ۱۱۰۵ و ابوداؤد کتاب النکاح (۱۲) باب فی خطبة النکاح (۳۳) الحدیث (۲۱۱۸) و نسائی کتاب النکاح (۲۶) باب ما یستحب من الکلام عند النکاح (۳۹) الحدیث (۳۲۷۹) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ترمذی اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ (صحیح ترمذی ۸۸۲) لیکن اس میں 'نحمدہ' کا لفظ نہیں اسے مسلم کتاب الجمعة (۷) باب تخفیف الصلاة و الخطبة (۱۷۸) الحدیث ۲۰۰۸ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔

(۲) مسلم کتاب الجمعة (۷) باب تخفیف الصلاة و الخطبة (۱۷۸) الحدیث ۲۰۰۵۔ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

اِس کے خاص بندے اور (آخری) رسول ﷺ ہیں۔"

حمد وصلوٰۃ کے بعد (یقینا) تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ مُحمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں جو اللہ کے دِین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں۔ (یادرکھو) دِین میں جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانیوالی ہے۔

# پیش کلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اسے بہشت میں جگہ دی اور فرمایا:

﴿يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾(پ ۱ : ع ۴)

''اے آدم علیہ السلام! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں بسو اور اس میں جہاں کہیں سے تمہارا دِل چاہے بافراغت کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ جانا۔ (اگر گئے) تو ظالموں سے ہو جاؤ گے۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں میاں بیوی کو اِرشاد فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں رہ کر خوب کھائیں' پئیں' مزے سے زندگی گزاریں لیکن ایک درخت سے بچیں۔ اس کے قریب نہ جائیں' ہرگز ہرگز اس کا پھل نہ کھائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہو گئی۔ انہوں اس درخت کا پھل چکھ لیا۔ جیسا کہ اللہ نے اِرشاد فرمایا:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَالَمِنَ النّٰصِحِيْنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾(پ۸ : ع ۹)

''پھر شیطان نے دونوں (میاں بیوی) کو بہکایا تا کہ ظاہر کر دے واسطے ان کے' جو کچھ کہ چھپایا گیا تھا ان سے' ان کی شرمگاہوں سے اور کہنے لگا: تمہارے پروردگار نے جو تمہیں اس درخت (کے پھل) سے منع کیا تھا تو اس کا سبب یہ ہے کہ کہیں (ایسا نہ ہو) تم دونوں فرشتے بن جاؤ' یا دونوں ہمیشہ زندہ رہو' اور ان کے

آ گے قسم کھائی کہ میں بلاشبہ تمہارا خیر خواہ ہوں۔ پھر دھوکے فریب سے ان کو مائل کر لیا تو جونہی انہوں نے درخت (کے پھل) کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں' اور پھر بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا منع نہ کیا تھا میں نے تم کو اس درخت سے اور نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔"

جب ہمارے جد اعلیٰ' حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان کے جھانسے میں آ کر شجرِ ممنوعہ کو کھالیا۔ بقول قرآن:

﴿عَصٰى اٰدَمُ رَبَّه﴾ (پ ۱۶ : ع ۱۶)

"آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔"(۱)

تو پھر اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (پ ۱ : ع ۴)

"پھر ہم نے کہا کہ تم (آدم علیہ السلام' حوا علیہا السلام اور اولاد جو تمہاری پشت میں ہے سب (کے سب) یہاں (بہشت) سے اتر جاؤ۔"(۲)

---

(۱) اللہ کی ذات پر قربان جائیں۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کی توفیق بھی دے دی اور خود ہی استغفار کے کلمات سکھا کر معاف کر دیا:

﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّه كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّه هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

"پس سیکھ لیں آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ باتیں"

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

"بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔"

(۲) حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور ان کو بہشت سے نکلنا پڑا۔ اس عبرت ناک واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

ولما قسی قلبی وضاقت مذاهبی — جعلت رجائی نحو عفوک سلما

"اور جب میرا دل سخت ہوا اور میرے راستے تنگ ہوئے تو میں نے اپنی امید کو تیری عفو کی طرف سیڑھی بنایا۔"

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته — بعفوک ربی کان عفوک اعظما

"میرا گناہ مجھ کو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر میں نے جب اس کا تیرے عفو کے ساتھ اندازہ کیا تو تیرے عفو کو بھاری پایا۔"

فمازلت ذاعفو عن الذنب لم تزل — تجود و تعفو منة و تکرما

"تو ہمیشہ گناہوں سے درگزر کرنیوالا' بخشش اور مہربانی اور احسان کرنیوالا ہے۔"

=

''(اور یاد رکھو کہ) جو ہماری طرف سے تُم لوگوں کے پاس ہدایت آئے گی (اس پر چلنا۔ کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے۔ ان پر (آخرت میں) نہ تو (کسی قسم کا) خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔''

آپ سمجھ گئے کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام ایک غلطی کے سبب اپنے اصلی وطن ...... گھر (بہشت) سے نکالے گئے۔ گویا وہ مسافر بن کر دُنیا میں آ گئے۔ اور ہم بھی جو ان کی پشت میں ساتھ ہی جلاوطن ہو گئے۔ اب ہماری دُنیا کی زندگی جلاوطنی کی زندگی ہے۔ ہمارا اصل وطن آخرت ہے' وہی بہشت ہے جہاں سے نکالے گئے ہیں۔ ہم نے دُنیا کے قید خانے سے نکل کر پھر اپنے ''وطن'' کو جانا ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ ہم مسافر ہیں۔ اس سفر کو ختم کر کے گھر جانا ہے۔

چونکہ ہم مسافر ہیں اور راہی ہیں اس لئے ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنے سفر میں بڑی احتیاط اور غور و فکر سے اس راہ کو اختیار کریں۔ اس راستے پر چلیں جو ہماری منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو لیکن اس راستے کو ہم از خود متعین نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمیں اس کی تعیین اور تجویز کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ اس دُنیا میں اپنے پاس سے ہدایت بھیجی تا کہ ہم اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کریں اور پھر سے اپنے گھر جا بسیں۔ ذات برحق نے اِرشاد فرمایا:[1]

---

= فلو لاک لم یسلم من ابلیس عابد — و کیف و قد اغوی صعیک ادما

''اگر تیرا فضل نہ ہو تو شیطان سے کوئی عابد بھی نہ بچ سکے کیونکہ جب اس نے تیرے برگزیدہ آدم علیہ السلام کو بہکا دیا تھا تو پھر اور کسی کا کیا کہنا ہے۔'' (ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال ۱۷۴)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ از راہ عبرت نفس فرماتے ہیں:

عصی ابوالعالم وھو الذی — من طینہ صورہ اللہ

واسجد الاملاک من اجلہ — وصیر الجنۃ ماواہ

اغواہ ابلیس فمن ذا انا — المسکین ان ابلیس اغواہ

''جہان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کا حکم ٹال دیا اور وہ وہ ہیں جن کا اللہ نے مٹی سے نقشہ کھینچا اور فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور بہشت کو ان کا ٹھکانا بنایا۔ انھیں ابلیس نے بہکا دیا تو پھر مجھ عاجز کی کیا حقیقت ہے اگر ابلیس نے مجھ کو بہکا دیا۔''

(ترجمہ القرآن بہ لطائف البیان پ۱۶ ص۵۲۳)

(۱) حضور انور ﷺ نے فرمایا ہے: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ (مسلم کتاب الامارۃ (۳۳) باب النھی عن طلب الامارۃ والحرص علیھا (۵۶) الحدیث (۴۷۱۷) عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ''دُنیا مومن کا قید خانہ ہے۔'' (مشکوٰۃ) مطلب یہ کہ نافرمانی کے سبب اللہ نے ہمیں ہمارے گھر سے نکال کر دُنیا کے قید خانے میں بھیج دیا۔ اس قید خانے میں جو اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔ اب اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے' ''شجر ممنوعہ'' (اللہ کی نافرمانیاں) کو مکرر نہ چکھیں گے تو مرنے کے بعد اس قید خانے سے چھوٹ کر اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔ گھر آ جائیں گے۔ اپنے باپ کی چھنی ہوئی وراثت پالیں گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ امن چین کی زندگی بسر کریں گے۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہیں وہ کارواں تو ہے

﴿فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (پ ۱ : ع ۴)

”جو ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس ہدایت آئے گی (پھر) جو ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے' ان پر (آخرت میں) نہ تو (کسی قسم کا) خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔“

معلوم ہوا کہ اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا سیدھی راہ پر چلنا ہے جو ہمیں بہشت میں لے جائے گی۔ وہ اللہ کی ہدایت...... تورات' انجیل زبور اور دیگر صحیفوں کی صورت میں انبیاء کے ذریعے لوگوں کو پہنچائی گئی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ ہدایت قرآن کی شکل میں حضرت ختم المرسلین' شفیع المذنبین' رحمت للعالمین' اکرم الاولین' اکرم الآخرین جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ' ﷺ پر نازل ہوئی چنانچہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

﴿کَذٰلِکَ اَرْسَلْنٰکَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ﴾ ...... (پ ۱۳ : ع ۱۰)

”(اے پیغمبر)! اسی طرح بھیجا ہم نے تجھ کو بیچ اُمت کے' تحقیق کہ گزر گئیں پہلے اس سے بہت امتیں (اور تیرے بھیجنے کی غرض یہ ہے) کہ جو (قرآن) تجھ پر وحی کے ذریعے ہم نے اتارا ہے وہ ان کو پڑھ کر سنادو۔“

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق قرآن مجید لوگوں کو سنایا اور ہر ہر حکم پر عمل کر کے دکھایا۔ اپنے عمل سے راستہ متعین فرمایا۔ اگر حضور ﷺ ہمیں قرآن پر عمل کر کے نہ دکھاتے' اللہ کے احکام پر چلنے کی راہ نہ دکھاتے تو ہم راہ پر نہ آتے۔ بیشک اصل ہدایت قرآن ہی ہے لیکن اس ہدایت پر عمل کرنے کا طریقہ بھی تو چاہئے۔ وہ طریقہ ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ سے ہی مل سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (پ ۵ : ع ۸)

”یعنی رسول اللہ ﷺ کی تابعداری میں اللہ کی حکم برداری ہے۔“

﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ...... (پ ۵ : ع ۵)

کا بھی یہی مطلب ہے کہ حقیقی مطاع...... اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر اس کی اطاعت' رسول رحمت ﷺ کی راہ اختیار کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اپنی ہدایت نازل کر کے ساتھ ہی اس نے یہ حکم بھی دے دیا:

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ (پ ۳ : ع ۱۲)

”(اے پیغمبر ﷺ)! لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔“

یعنی میری راہ پر چلو' میرا راستہ اختیار کرو۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے راہ رسول ﷺ اختیار کرنی ضروری ہے۔ قرآن پر عمل کرنے کے لئے حضور ﷺ کا راستہ پکڑنا لازمی ہے۔ مثلاً اللہ نے

حکم دیا:

﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾

''نماز قائم کرو۔''

اب ہم نماز کس طرح قائم کریں؟ قرآن مجید میں قیام نماز کی کوئی ہیئت بیان نہیں کی گئی تو لامحالہ ہم نماز ادا کرنے کا طریقہ رسول اللہ ﷺ ہی سے سیکھیں گے۔ خود اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ﴾ (پ۲۸ : ع۴)

''اور جو (طریقہ عملی) دے تم کو رسول ﷺ پس پکڑ لو اس کو۔''

یعنی میرے احکام کی عملی صورت رسول اللہ ﷺ سے حاصل کرو تو اللہ کے اس حکم سے ہمیں نماز حضور ﷺ کے طریقے پر پڑھنی ہوگی۔

اگر غیر مسنون طریقے پر نماز پڑھیں گے تو قبول نہ ہوگی یقیناً مردود ہوگی۔ ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ نجات کے لئے سبیل الرسول ﷺ کو اختیار کرنا ازبس ضروری ہے۔ اِرشادِ خداوندی ہوتا ہے:

﴿قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ (پ۱۳ : ع۶)

''کہہ (اے پیغمبر ﷺ) یہ ہے راہ میری (توحید کی) پکارتا ہوں میں (اس راہ سے تم کو) طرف اللہ کی۔ اُوپر بینائی کے ہوں میں۔ اور جس نے تابعداری کی میری۔ اور پاکی بیان کرتا ہوں میں واسطے اللہ کے (شرک سے) اور نہیں ہوں میں شریک لانے والوں سے۔''

اس آیت میں صاف طور پر اللہ نے حکم دیا ہے کہ اے میرے پیغمبر ﷺ! لوگوں کو کہہ دیجئے! ﴿ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ﴾ کہ یہ ہے میری سبیل' میری راہ! ﴿اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ﴾ پکارتا ہوں طرف اللہ کی۔۔۔ یعنی جس راہ پر میں چل رہا ہوں' اسی راہ پر چلنے کے لئے تم کو بلاتا ہوں۔ یہی میری دعوت ہے کہ میری راہ پر چلو۔

﴿عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا﴾...... اوپر بصیرت کے ہوں میں...... یعنی میرا راہ پر چلنا اور اس راہ پر چلنے کی تمہیں دعوت دینا علی وجہ البصیرت ہے اندھیرے میں تیر نہیں مار رہا ہوں۔ اٹکل پچو باتیں نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرا راہ پر چلنا اور تمہیں چلانا بینائی' دانائی اور بصیرت پر ہے...... وحی الٰہی کی روشنی میں ہے۔

﴿وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ﴾ اور جس نے تابعداری کی میری...... یعنی جس نے میری متابعت کی جو میری راہ پر چلا' وہ بھی بصیرت[1] پر ہے' نور ہدایت پر ہے میرے قدم پر قدم رکھنے والے کی دل کی آنکھیں روشن ہیں...... معلوم ہوا کہ

(۱) مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ یہ ہے۔ ﴿عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ﴾ ''میں دلیل پر قائم ہوں' میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی' یعنی حضور ﷺ اور صحابہؓ بصیرت پر تھے۔ تفسیر خازن میں ہے۔ ﴿ثم استانف علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی =

حضور ﷺ کے صحابہؓ کے سینے آپ ﷺ کی پیروی کے سبب روشن تھے۔ ہدایت کے نور سے معمور تھے اور اسی طرح حضور ﷺ کے ہر تابع سچے متبع کو دینی بصیرت اور قرآنی نور ملتا ہے۔

﴿وَ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ﴾ پاکی بیان کرتا ہوں میں واسطے اللہ کے، یعنی حضور ﷺ نے تمام زندگی شرک کو مٹانے اور توحید کو پھیلانے میں صرف کی۔

﴿وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ﴾ اور نہیں ہوں میں شریک لانے والوں میں سے۔'' یعنی آپ ﷺ نے اپنی قوم، برادری اور سارے جہان کو کہہ دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قولی، بدنی، مالی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہیں بناتا۔ اور شرک سے ہر طرح نافر اور بیزار ہوں۔

اس آیت کریمہ میں راہِ رسول ﷺ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ صرف حضور ﷺ ہی کی وہ راہ ہے جو سیدھی بہشت کو جاتی ہے۔ راہی کو اس کے وطن میں پہنچاتی ہے تو پھر ضروری ہے کہ ہم حضور انور ﷺ کی راہ اختیار کریں۔ سبیل الرسول ﷺ پر چل کر منزل مقصود کو پالیں۔

گو شمع میارید دریں بزم کہ امشب!
در مجلس ما ماہِ رخِ دوست تمام است

محمد صادق سیالکوٹی
جنوری ۱۹۵۵ء

❀❀❀

---

= اناعلی بصیرة ومن اتبعنی ایضاعلی بصیرة قال ابن عباس ان محمدا ﷺ واصحابه کانوا علی احسن طریقه وافضل هدایة وهم معدن العلم و کنزالایمان و جند الرحمن﴾ (خازن سورہ یوسف ص۴۶) یعنی حضور ﷺ بھی بصیرت پر تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بصیرت اور روشنی پر تھے۔ اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے۔ او انا مبتدا او علی بصیرة خبر مقام و من اتبعنی عطف علی انا بانه، ومن اتبعنی علی حجة و برهان (تفسیر مدارک برحاشیہ خازن سورہ یوسف ص۴۶) مطلب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کے پیرو بصیرت، برہان دلیل اور روشنی پر تھے۔

# رسول اللہ ﷺ کی دعوت الی اللہ

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ (پ ۱۳)

"کہہ (اے پیغمبر ﷺ)! یہ ہے میری راہ۔ پکارتا ہوں میں طرف اللہ کی۔"

رسول اللہ ﷺ نے قرآنی ہدایت پر پہلے آپ عمل کیا۔ پھر اس ہدایت کی دعوت اپنی راہِ عمل پر دی۔ یعنی پہلے خود عمل کر کے راہ متعین کی' پھر اس پر چلنے کے لئے لوگوں کو پکارا کہ آ جاؤ! یہ ہے میری راہ' اس پر چلو۔ اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ اسلام میں سب سے پہلے موحد' سب سے پہلے مومن اور سب سے پہلے مسلمان ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (پ ۸ : ع ۷)

"کہہ (اے پیغمبر ﷺ)! تحقیق میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت واسطے اللہ رب العالمین کے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو ایسا (عقیدہ رکھنے کا) ہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں۔"

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور اول المسلمین ہیں۔ سب سے پہلے اللہ کے فرماں بردار ہیں۔ جب آپ اللہ کے حکموں کو ماننے والوں میں پہلے حکم بردار' فرمانبردار ہوئے تو سب سے پہلے عامل قرآن ہوئے۔ حضور ﷺ کا عمل پہلے اور دعوت پیچھے ہے' آپ راہ بنا کر پھر بلاتے ہیں اس لحاظ سے حضور ﷺ اپنی اُمت کے واحد پیشوا' اکیلے رہبر اور تنہا امام ہیں۔ اللہ کی ہدایت کے مطابق صرف آپ ﷺ ہی آخرت کی راہ متعین کرنے والے ہیں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم' تابعین رحمہم اللہ' تبع تابعین رحمہم اللہ' محدثین رحمہم اللہ' فقہا رحمہم اللہ' اولیاء اللہ رحمہم اللہ اور سب صالحین رحمہم اللہ حضور ﷺ ہی کی راہ پر بلا مداخلت چل کر اللہ کے مقرب ہوئے اور آپ ہی کی راہ پر چلنا ہر شخص کی نجات کے لئے شرط ہے۔ آپ ﷺ کا طریقہ ہی اُمت کی فلاح کا ضامن ہے!

# سبیل الرسول ﷺ کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کا قول' فعل' سنت' حدیث' سیرت' اسوہ' اخلاق اور کردار ہی سبیل الرسول ﷺ ہے جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا اور زندگی بھر کر کے دکھایا' یہی حضور ﷺ کی راہ ہے۔ سنت کی شمعیں' حدیث کے چراغ' سیرت کی قندیلیں' اسوہ حسنہ کے فانوس' عادت' اخلاق اور کردار کے اجالے' بہشت بریں کی راہ کو روشن کر رہے ہیں' پتہ دے رہے ہیں کہ ہادی عالم ﷺ اس راہ سے گزرے ہیں۔ مرورِ حیات کے انوار' جنت فردوس کی بہار ہیں۔

# دعوت قبول کرنے کا پھل

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ تْ مَلٰئِكَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَه مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّه نَائِمٌ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُه كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَادُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ فَقَالُوْا اَوِّلُوْ هَالَهٗ يَفْقَهُهَا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّه نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ.ؕ (بخاری شریف)[1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرشتے رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور حضور ﷺ سوتے تھے...... فرشتوں نے آپس میں کہا کہ تمہارے اس صاحب (حضرت محمد ﷺ) کے لئے مثل (کہاوت) ہے۔ پھر آپ ﷺ کے لئے وہ مثل بیان کر دو (یعنی وہ کہاوت آپ ﷺ کو سناؤ...... تاکہ آپ ﷺ اپنی اُمت کو سنائیں) بعض فرشتے کہنے لگے: حضور ﷺ سو رہے ہیں (پھر بیان کرنے سے کیا حاصل؟) بعضوں نے کہا کہ (آپ ﷺ کی) آنکھ سوتی ہے اور دِل جاگتا ہے (اسلئے مثل اور کہاوت بیان کرنی چاہئے)۔ پھر فرشتوں نے کہا مثل ان کی اس شخص کی مثل کی مانند ہے جس نے گھر بنایا۔ اور پھر اس میں کھانا کھلانا (دعوت کرنا) ٹھیرایا اور بھیجا بلانے والے کو' پھر جس نے بلانے والے کو مانا (یعنی اس کی دعوت قبول کر لی) وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے نہ قبول کیا بلانے والے کو (یعنی دعوت اس کی قبول نہ کی) وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا۔ پھر بعض فرشتوں

(۱) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ (۹۶) باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ' الحدیث (۷۲۸۱)

نے کہا کہ اس مثل کو بیان کرو...... (یعنی اس کا مطلب بتاؤ) تا کہ حضور ﷺ سمجھ لیں۔ بعض فرشتے کہنے لگے آپ ﷺ سوتے ہیں۔ بعض نے کہا (آپ ﷺ کی) آنکھ سوتی ہے۔" اور دِل جاگتا ہے (اس لئے مطلب بیان کر دینا چاہئے۔ پھر فرشتوں نے کہا: (اس کہاوت کا مطلب یہ ہے) کہ مراد گھر سے بہشت ہے اور (مراد) بلانے والے سے مُحمد ﷺ ہیں۔ پس جس نے (دعوت قبول کر کے) فرمانبرداری کی مُحمد ﷺ کی اس نے فرمانبرداری کی اللہ تعالیٰ کی اور جس نے (دعوت نہ قبول کر کے) نافرمانی کی مُحمد ﷺ کی اس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی اور مُحمد ﷺ فرق کرنے والے ہیں (حق اور باطل میں) درمیان لوگوں کے۔"

## تشریح

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گھر یعنی بہشت بنایا' اور اس میں کھانے کا بندوبست کیا پھر حضرت مُحمد ﷺ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ لوگوں کو بہشت کے کھانے کی طرف دعوت دو۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو بہشت کی دعوت دیتے رہے' اللہ کی طرف بلاتے رہے...... جنہوں نے حضور کی دعوت (پکار) کو قبول کر لیا ﴿لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ صدقِ دِل سے پڑھ کر آپ کی تابعداری میں زندگی گزاری' وہ اس گھر میں...... بہشت میں داخل ہو کر اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہوں گے' بہشت کے کھانے کھائیں گے اور جو آپ ﷺ کی پکار...... دعوت کو نہ مانیں گے وہ گھر میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس گھر (بہشت) کا کھانا کھائیں گے۔

## اللہ تعالیٰ کی ضیافت

فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ حضور ﷺ کے بلانے کو قبول کرنے والے حضور ﷺ کے فرمانبردار' اللہ کے فرمانبردار ہیں اور آپ ﷺ کے بلانے کو قبول نہ کرنے والے' آپ ﷺ کے نافرمان اللہ کے نافرمان ہیں۔ پھر حضور ﷺ کے بلانے اور پکارنے کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کو مان کر آپ ﷺ کے اقوال و افعال کو اپنایا جائے۔ دُنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب جانا جائے اور ہر قیمت پر انہیں عمل میں لایا جائے۔ آپ ﷺ کے اقوال کو سن کر عمل کی شاہراہ کو پکڑا جائے۔

غور کریں کہ اللہ نے فرشتوں کو بھیجا کہ وہ حضور ﷺ کے ذریعے لوگوں کو بتا دیں کہ حضور انور ﷺ "داعی الی اللہ" ہیں۔ خلقت کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ جو لوگ حضور ﷺ کے بلانے کو قبول کریں گے یعنی نبوت کو مان کر موحد ہو کر تا زیست آپ ﷺ کی فرمانبرداری میں رہیں گے وہ اللہ کے بنائے ہوئے گھر میں اس کا تیار کیا ہوا

کھانا کھائیں گے۔ دُنیا میں حضور ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے والے آخرت میں اللہ کی دعوت (ضیافت) کا مزا پائیں گے اور فرشتوں نے اللہ کی زبانی یہ بھی سنا دیا کہ حضور ﷺ کی دعوت پر کان نہ دھرنے والے...... آپ ﷺ کے نافرمان اللہ کے نافرمان ہیں۔

جہاں دُنیا میں تمام غیر مذاہب والوں پر حضور انور ﷺ کی دعوتِ نبوت کو قبول کرنا فرض ہے۔ وہاں نبوت کے ماننے والوں کو بھی چاہئے کہ وہ حضور ﷺ کی کسی سُنت اور حدیث کا اِنکار نہ کریں' بلکہ قبول کر کے عمل کریں۔ آپ ﷺ کی کسی پکار' آواز' ندا' نوا' صدا کو رائیگاں نہ جانے دیں' اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھیں کہ دِین میں صرف آپ ﷺ ہی کی آواز کو قابل لبیک جانیں...... کسی اور کی صدا پر کان نہ دھریں۔ ہاں اگر کوئی حضور ﷺ ہی کی ندا سنائے تو ہمہ تن گوش بن جائیں...... کیونکہ صاحبِ وحی و کتاب آپ ﷺ ہی ہیں اور صرف آپ ﷺ کی زبان سے دِین نکلتا ہے۔

در مجلس ما عطر میامیز کہ جاں را
ہر لحظہ بہ گیسوئی تو خوشبوئی مشام است

## مسلمانوں کو دعوتِ رسول ﷺ قبول کرنے کا حکم!

صحیح میں ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا کہ اتنے میں آنحضرت ﷺ نے مجھے پکارا' پس میں نے استجابت نہ کی۔ پھر میں نماز سے فارغ ہو کر آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھتا تھا۔ تو فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ﴾ (پ ۹ : ع ۱۶)

"جب رسول ﷺ بلائے تو قبول کرو۔"

اور ایک حدیث میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا[2] اور اس میں جب حضور ﷺ نے کہا کہ تجھے معلوم نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ حکم بھیجا کہ:

﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ﴾ (پ ۹ : ع ۱۶)

"یعنی جب رسول ﷺ پکارے و بلائے تو استجابت کرو۔"

---

(۱) بخاری کتاب التفسیر (۶۵) باب یایھا الذین امنوا استجیبو اللہ (الانفال ۲۴) الحدیث (۴۶۴۷)

(۲) ترمذی کتاب التفسیر (۴۲) باب ماجاء فی فضل فاتحۃ (۱) الحدیث (۲۸۷۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ امام ترمذی اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے صحیح ترمذی (۲۳۰۷) یہ حدیث مختصر نسائی کتاب الافتتاح (۱۱) باب تاویل قول اللہ عزوجل ولقد اتینک سبعا من المثانی...... الحدیث (۹۱۴) و مسند احمد ۲/ ۳۵۷ و مستدرک للحاکم ۲/ ۲۵۸ میں بھی مروی ہے۔

پس ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم تو تھا مگر خطا ہوئی' انشاء اللہ اب ایسا نہ کروں گا۔
حضرت حنظلہ بن صفوان رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ نے اپنی بیوی سے صحبت کی کہ اتنے میں جہاد احد کے واسطے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پکار ہوئی اور اس وجہ سے نہ نہائے کہ استجابت میں تاخیر ہوگی' لہٰذا اسی طرح جا کر شہید ہوئے اور ملائکہ نے جب ان کو غسل دیا...... تو حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا کیا حال تھا کہ ملائکہ اس کو غسل دیتے ہیں۔ اس کی جورو سے دریافت کیا جائے۔ پس اس سے یہ سب حال معلوم ہوا۔
حضور ﷺ کا دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمانا کہ میرے پکارنے پر تمہیں نماز توڑ کر استجابت ضروری ہے اور اوپر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پکار کو سنکر بلا تاخیر جہاد میں شریک ہوگئے...... اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جوامر کہ مطلق ہو' کسی قید کے ساتھ نہ ہو تو فی الفور حضور ﷺ کی تعمیل کیلئے ہوتا ہے...... الحاصل آیت مذکورہ اور حدیث بالا کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی استجابت فوراً چاہئے' اور چونکہ اب آپ ﷺ خود تشریف نہیں رکھتے۔ لہٰذا سنت سے جو حکم ثابت ہو اس کی استجابت فی الفور واجب ہے کہ حدیث اور سنت حضور ﷺ کی دعوت اور پکار ہے۔

# دعوت قبول نہ کرنے کی سزا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّامَنْ اَبٰی قِيْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی (بخاری شریف)[1]

''حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تمام اُمت بہشت میں داخل ہوگی مگر جس نے (مجھے) قبول نہ کیا۔ (صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا) اور کس نے (حضور ﷺ کو) قبول نہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے تابعداری کی میری' وہ (میری پکار کو قبول کر کے) بہشت میں داخل ہوا' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً (میری پکار کو) قبول نہ کیا۔''

## تشریح

اس ارشاد پاک سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تابعداری آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنا ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی آپ ﷺ کی دعوت کو مسترد کرنا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اگر ایک طرف حدیث رسول

(۱) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ (۹۶) باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ (۲) الحدیث (۷۲۸۵) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

ﷺ (دعوت سید الکونین) ہو اور دوسری طرف امتی کا قول ہو۔ پھر جو شخص دانستہ حدیث کو چھوڑ کر اس کے خلاف امتی کے قول کو مانتا اور اس پر عمل کرتا ہے...... وہ بھی حضور انور ﷺ کا نافرمان اور آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کرنے والا ہے۔

## مولانا شاہ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی تشریح

مذکورہ حدیثِ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾ ہمہ اُمت من می در آیند بہشت را۔ ﴿اِلَّا مَنْ اَبٰى﴾ مگر کسے کہ سرکشی کرد۔ ﴿قِيْلَ مَنْ اَبٰى﴾ گفتہ شد کہ سرکشی کرد قال: گفت: ﴿مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ کسے کہ فرمانبرداری کند۔ مراد چنگ درزند بکتاب وسُنت در آید بہشت را۔ ﴿وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى﴾ وکسی کہ بے فرمانی کند و بدعت ورزد و تابع ہوائے نفس گردد پس بہ تحقیق سرکشی کرد و در نیاید بہشت را۔'' (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۲۶)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مَنْ اَطَاعَنِيْ کا مطلب کتاب وسُنت کو مضبوط پکڑنا بتایا ہے جس میں اُمت اجابت داخل ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری صحیح حدیث میں فرمایا: ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ تم ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے جب تک ان دونوں کو مضبوط تھامے رہو گے! ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت'' یہ کتاب وسُنت بھی اُمت اجابت کو دی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى﴾ کے متعلق اوپر فرمایا ہے: جس نے نافرمانی کی اور بدعت کو اختیار کیا اور تابع ہوائے نفس ہوا اس نے سرکشی کی۔'' گویا سرکشی سے مراد نافرمانی...... اور بدعت لی گئی ہے۔

مسلمان بھائیو! حضور ﷺ کی نافرمانی مت کرو آپ ﷺ کی سنتوں اور حدیثوں پر دل وجان سے عمل کرو اور بدعت سے بچو!

## نبی کریم ﷺ آگ سے کھینچتے ہیں

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ كَمَثَلِ رَجُلِ نِ اسْتَوْ قَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَ تْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفِرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِيْ تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيْهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَ يَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيْهَا فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ

فِیْهَا﴾(بخاری شریف)[۱]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اس شخص کی مثال کی مانند ہے کہ جس نے آگ جلائی پھر جب آگ نے اپنا اردگرد روشن کیا' پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں گرنا شروع کیا اور آگ جلانے والے نے انہیں (آگ میں گرنے سے) روکنا شروع کیا' اور وہ غالب آتے ہیں اس پر (یعنی اسکے روکنے سے نہیں رکتے) اور داخل ہوتے جاتے ہیں آگ میں۔ پس (اسی طرح میں مُحمد رسول اللہ ﷺ) پکڑتا ہوں کمریں تمہاری کہ بچاؤں تمہیں آگ سے اور تم (مجھ سے کمریں چھڑا چھڑا کر) داخل ہوتے ہو آگ میں۔''

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے پکار پکار کر لوگوں کو کہا کہ ادھر آؤ میری طرف' دعوت پر دعوت دی کہ میری راہ چلو۔ حتی کہ کمریں پکڑ پکڑ کر کھینچا' یعنی بے حد تبلیغ کی۔ ہر قیمت پر اللہ کے احکام سنائے۔ عذابِ جہنم سے پکار پکار کر ڈرایا لیکن بدبختوں نے کمریں چھڑا چھڑا کر دوزخ میں چھلانگیں لگائیں...... آپ ﷺ کی پکار...... آواز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوزخ کی طرف منہ کیا۔

مسلمانو! کلمہ پڑھنے والے پیارے بھائیو! صرف ایک ہی پکار' حضور ﷺ کی پکار سنو! اور باقی سب مقابلے کی ''پکاروں'' سے بہرے ہو جاؤ...... دِین کے مقتداؤں سے عرض کرو کہ وہ آپ کو حضور ﷺ ہی کی ''پکاریں'' سنائیں۔

وہ دانائے سبل' ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

## شاہراہ بہشت کی نشاندہی

﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطاً عَنْ يَّمِيْنِه وَ عَنْ شِمَالِه وَ قَالَ هٰذِه سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطٰنٌ يَّدْعُوا اِلَيْهِ وَقَرَأَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الْاٰيَةَ﴾ ...... (احمد' نسائی' دارمی)[۲]

---

(۱) بخاری کتاب الرقاق (۸۱) باب الانتھاء عن المعاصی (۲۶) الحدیث (۶۴۸۳) و مسلم کتاب الفضائل (۴۳) باب شفقتہ ﷺ علی امتہ و مبالغتہ فی تحذیرھم مما یضرھم (۶) الحدیث (۵۹۵۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

(۲) مسند احمد ۱/۴۳۵' ۴۶۵) و سنن دارمی (۱/۷۸) المقدمة باب فی کراھیة اخذ الرای (۲۳) الحدیث (۲۰۲) و النسائی فی السنن الکبریٰ' علی ما ذکرہ المذی فی' تحفة الاشراف (۷/۲۵' الترجمه (۹۲۱۵) و (۷/۴۹' =

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا۔ پھر فرمایا: یہ راہ اللہ کی ہے (یعنی اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے)۔ پھر آپ ﷺ نے اس (سیدھے) خط کے دائیں اور بائیں چند (ترچھے) خط کھینچے اور فرمایا: یہ راہیں ہیں۔۔۔ ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے پکارتا ہے اس راہ کی طرف۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ اور تحقیق! یہ ہے راہ میری سیدھی، پس پیروی کرو اس کی۔"

## سیدھی راہ

رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت کے بڑے خیر خواہ تھے حضور ﷺ نے ہر طریق سے اُمت کو نیکی کی طرف بلایا...... بھلائی کی دعوت دی اور سیدھی راہ بتائی۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس لکیر کے داہنے ترچھی لکیریں کھینچیں اور بائیں بھی ترچھی لکیریں کھینچیں۔

## اِس طرح

اللہ کی راہ

شیطان کی راہیں

شیطان کی راہیں
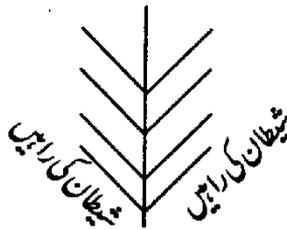
ایک حدیث یوں بھی آئی ہے:

﴿عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَّ خَطًّا وَ خَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَمِيْنِه وَ خَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَسَارِه ثُمَّ وَضَعَ يَدَه فِی الْخَطِّ الْاَوْسَطِ فَقَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ﴾ (ابن

== الترجمه (۹۴۸۱) والدر المنثور ۳/۵۵و۵۶) و ابن حبان رقم الحدیث ۶ و ۷ و مستدرك للحاکم ۲/۳۱۸ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ حاکم وذھبی اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے اور البانی نے حسن قرار دیا ہے (المشکوۃ ۱۶۶)

ماجہ[۱]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے...... ایک سیدھی لکیر کھینچی۔ پھر دو لکیریں (ترچھی) اس کے داہنے اور دو لکیریں (ترچھی) اس کے بائیں کھینچیں۔ پھر درمیانی (سیدھی) لکیر پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا: یہ اللہ کی راہ ہے۔۔۔ (باقی چاروں اللہ کی نہیں)

## وہ نقشہ اِس طرح ہے۔
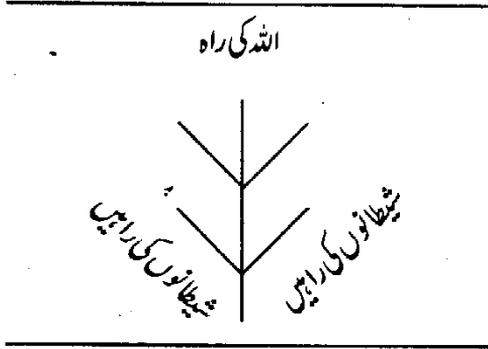
دونوں شکلوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضور ﷺ نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ کہا' یعنی وہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے۔ یہی نجات پانے والوں...... نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور نیکوکاروں کی راہ ہے۔۔۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ حضرت مُحمد ﷺ کی راہ۔۔۔ راہِ عمل ہے۔ سید المرسلین' خاتم النبین اس راہ پر چل گئے ہیں۔ چنانچہ اس راہ کی شناخت حدیث ذیل میں یوں کرائی گئی ہے:

﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِىْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّه عَلَانِيَةً لَكَانَ فِىْ اُمَّتِىْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَّ تَفْتَرِقُ اُمَّتِىْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِىَ يَارَسُوْلَ

(۱) مسند احمد ۳/۳۹۷' و ابن ماجة ' المقدمة ' باب اتباع سنة رسول الله ﷺ (۱) الحديث ۱۱۔ عن جابر رضی اللہ عنہ' اس کی سند میں مجالد بن سعید' راوی متکلم فیہ ہے' لیکن شواہد کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔

اللّٰہ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ﴾ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)[1]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت پر زمانہ آئے گا جیسے زمانہ آیا بنی اسرائیل پر' برابر[2] پاپوش کے ساتھ پاپوش کے (یعنی ہو بہو زمانہ بنی اسرائیل کے) یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی آتا تھا اپنی (سوتیلی) ماں کے پاس علانیہ (بدفعلی کے لئے) البتہ ہوگا میری اُمت میں بھی ایسا شخص جو کرے گا یہ (ہاں۔ ہاں) بیشک بنی اسرائیل (برے پیروں اور مولویوں کی شرارت سے) متفرق ہوئے اوپر بہتر فرقوں کے' اور (آہ) متفرق ہوگی میری اُمت (علماءِ سوء کی فتنہ انگیزی سے) اوپر تہتر فرقوں کے' (سنو)! سب فرقے دوزخ میں جائینگے سوائے ایک گروہ (جماعت) کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ گروہ کونسا ہوگا؟ (یعنی اسکی پہچان کیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾...... جس (راہ) پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم''

یعنی نجات پانے والی جماعت میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے گی۔ ان کا وہی عقیدہ اور عمل ہوگا جو میرا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔

## ناجی جماعت ہے فرقہ محدثہ نہیں'

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت احمد اور ابوداؤد میں یوں آئی ہے:

﴿عَنْ مُعَاوِیَةَ ثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَ وَاحِدُ فِی الْجَنَّةِ وَهِیَ الْجَمَاعَةُ وَاِنَّه سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِهِمْ تِلْکَ الْاَهْوَاءُ کَمَا یَتَجَارَی الْکَلْبُ بِصَاحِبِه لَا یَبْقٰی مِنْهُ عِرْقٌ

(۱) ترمذی کتاب الایمان (۳۸) باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ (۱۸) الحدیث ۲۶۴۱۔ اس کی سند میں' عبدالرحمٰن بن زید افریقی راوی متکلم فیہ ہے' اور شواہد کی وجہ سے امام ترمذی اور علامہ البانی نے' حسن' کہا ہے' صحیح ترمذی ۲۱۲۹۔

(۲) برابر پاپوش کے ساتھ پاپوش کے یعنی بجنسہ بعینہ مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ سے خبر پا کر اپنی اُمت کو تنبیہہ کی ہے کہ اس پر ایک پر آشوب زمانہ بنی اسرائیل کے زمانہ کی مانند آئے گا بالکل اسی طرح کہ جیسے وہ مذہبی فرقوں کی لعنت میں گرفتار ہو گئے ایسے ہی یہ اُمت بھی فرقوں میں بٹ جائے گی۔ بالکل یہودیوں کی طرح ہو جائے گی۔ حتی کہ یہودیوں میں سے اگر کوئی شخص اپنی (سوتیلی) ماں سے بدفعلی کرتا تھا تو اس اُمت میں بھی یہ کام ہوگا۔ یعنی مذہبی طور پر فرقے بندیوں کی وباء سے اُمت برباد ہوگی۔ اور اخلاقی طور پر بے حیائی اور بدکاری کی انتہا ہوگی کہ سوتیلی (ماں) تک سے بدفعلی ہونے لگے گی۔ یعنی نہ مذہب رہے گا نہ اخلاق۔ فرقے بندی مذہب کا دیوالیہ نکال دے گی اور بدفعلی کی انتہا اخلاق کو مٹا دے گی۔ یہ خبر اُمت کے کان کھولنے کے لئے دی گئی ہے کہ اُمت ایسے پرفتن دور میں اللہ کا خوف کرے' ہوش کرے' پھونک کر قدم رکھے اور اپنے مذہب اور اخلاق کی حفاظت کرے۔ صرف سبیل الرسول ﷺ پر چل کر مذہب کو بچائے' فرقے بندی سے پرہیز کرے اور بے حیائی اور بدکاری کے محرکات اور مقدمات سے دور رہ کر اخلاق کی چادر کو کالا نہ کرے۔......
(محمد صادق) "

﴿وَلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَه﴾ (رواہ ابو داؤد)[1]

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) بہتر گروہ دوزخ میں ہوں گے اور ایک گروہ بہشت میں اور وہ گروہ' جماعت ہے اور بے شک میری اُمت میں کئی قومیں نکلیں گی کہ سرایت کریں گی ان میں خواہشیں (یعنی ان کے عقائد اور اعمال میں بدعتیں (چلیں گی) جیسے سرایت کرتی ہے ہڑک (باؤلے کتے کا زہر) ہڑک والے کو کہ اس کے رگ وریشہ اور جوڑ جوڑ میں داخل ہوتی ہے۔''[2]

## مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ

حضور ﷺ نے ناجی جماعت کی پہچان یہ بتائی کہ وہ لوگ میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوں گے۔ یعنی ان کی راہ وہی راہ ہوگی جس پر میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں۔ پیچھے آپ سیدھی لکیر کا ذکر پڑھ آئے ہیں تو وہ سیدھی لکیر جو حضور ﷺ نے کھینچی اور اُسے اللہ کی راہ کہا...... یہ اللہ کی راہ۔۔۔وہی راہ ہے' جس پر سرور کائنات ﷺ گام فرسا رہے ہیں۔ اور اسی راستے پر سوالاکھ سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی ہے۔ ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ﴾ کا مطلب یہی ہے کہ جس (مذہب۔ طریقے۔ عقیدت اور عمل) پر میں (اللہ کا رسول ﷺ) ہوں۔ اور میری پیروی میں' اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ نجات پانے والی جماعت بھی بالکل میرے ہی طریقے' عقیدے اور عمل پر ہوگی' میرے صحابہؓ کی سی چال چلے گی۔

## رسول اللہ ﷺ کا طریقہ

اب آپ انصاف سے کہیے: اللہ کے ڈر سے سچ سچ بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور عمل کو سُنت نہیں کہتے؟ آپ ﷺ کے قول اور فرمان کو حدیث نہیں کہتے؟ جب آپ ﷺ کا طریقہ عمل اور قول سُنت اور حدیث ہے تو کیا ہر مسلمان کا مذہب سُنت اور حدیث نہیں ہونا چاہیے؟ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم صرف حدیث اور سُنت پر ہی چلتے تھے تو کیا ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال نہیں چاہیے...... جو دراصل پیروی رسول ﷺ ہے!

خوب یاد رکھیں! اور ﴿ما انا علیه﴾ کی دلیل سے یاد رکھیں۔۔۔کہ حضور انور ﷺ کی حدیث اور سُنت ہی

---

(۱) مسند احمد ۱۰۲/۴ و ابو داؤد کتاب السنة (۳۹) باب شرح السنة (۱) الحدیث ۴۵۹۷ و دارمی ۳۱۴/۲ کتاب السیر (۱۷) باب فی افتراق هذه الامة (۷۵) الحدیث ۲۵۱۸۔ منذری نے' الترغیب ۸۴/۱ میں اس کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے' اور علامہ البانی نے' صحیح الجامع ۳۷۵/۲ میں صحیح کہا ہے۔

(۲) حضور ﷺ نے نجات پانے والوں کو جماعت کے نام سے یاد فرمایا ہے فرقہ نہیں کہا جماعت میں جمع' اکٹھ' اتفاق اور اتحاد کا مفہوم پایا جاتا ہے اور فرقہ جدائی' علیحدگی' پھوٹ اور انتشار کے معنی رکھتا ہے۔ اللہ فرقہ بندی سے بچائے۔ (آمین)

سیدھی راہ ہے۔ یہی اللہ کا راستہ ہے، نجات کا ذریعہ ہے، بہشت کا موجب ہے۔ آپ کے قول وفعل پر ہی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کاربند تھے۔ سب کا مذہب حدیث اور سنت ہی تھا۔ پھر آپ بھی عہد کریں کہ صرف حدیث اور سنت پر ہی عمل کریں گے۔ احادیث کے خلاف اقوال رجال مسترد کر دیں گے۔ بغیر دلیل حدیث کے کوئی عقیدہ۔۔۔ عمل اور طریقہ قبول نہ کریں گے۔

## سنت کو زندہ کرنے کا حکم

اللہ کے سچے رسول ﷺ حضرت محمد ﷺ کے قول وفعل کا نام ہی دین ہے۔ اگر آپ ﷺ کا کوئی فعل ترک کر دیا جائے، بھلا دیا جائے تو اتنا ہی دین میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے اپنی سنتوں کو جو گم ہو گئی ہوں...... زندہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور انہیں پھیلانے اور شائع کرنے پر بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا اِرشاد ہے:

﴿وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيٰى سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا﴾ ...... (ترمذی، ابن ماجه)[1]

"حضرت بلال بن حارث مزنی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے زندہ کیا (رواج دیا) میری ایسی سنت کو جو چھوڑ دی گئی تھی بعد میرے، پس اس سنت کو جاری کرنے والے کے لئے اتنا ثواب ہے جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے لوگوں کے لئے ہے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔"

مسلمان بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرو! انہیں رواج دو، جتنے لوگ ان پر عمل کر کے ثواب پائیں گے۔ ان لوگوں کے ثواب کے برابر آپ کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ نماز میں جتنی سنتیں چھوڑ دی گئی ہیں۔ انہیں زندہ کر کے رحمت عالم ﷺ کی بشارت لو! ایسے ہی دوسری عبادتوں میں ترک کردہ سنتوں کو عمل میں لا کر احیائے سنت کا رتبہ پاؤ اور زندگی کے ہر ہر شعبے میں احادیث وسنن کی شمعیں جگاؤ!

---

(۱) ترمذی کتاب العلم (۳۹) باب ماجاء فی الاخذ بالسنة و اجتناب البدعة (۱۶) الحدیث ۲۶۷۷ و ابن ماجة، المقدمة، باب من احیاء سنة قدامیت (۱۵) الحدیث ۲۰۹ و ۲۱۰) اس کی سند میں کثیر بن عبداللہ راوی ضعیف ہے بلکہ بعض آئمہ نے اسے کذب سے متہم کیا ہے، تقریب ص ۲۸۵، علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، ضعیف ابن ماجه (۲۱۰) و ضعیف ترمذی (۲۸۳۰)

# نمازِ جنازہ میں ترکِ فاتحہ

تقلید جامد کی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے امام نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے..... حالانکہ حضور ﷺ نے حدیث شریف میں فرمایا:

﴿لا صلوٰۃ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَ أْبِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ﴾ (بخاری' مُسلم)[1]

"بغیر الحمد شریف کے (کوئی) نماز نہیں ہوتی۔"

یعنی سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نہ فرض نماز ہوتی ہے نہ سنت' نہ نفل' تہجد' اشراق' استخارہ' کسوف' خسوف' عیدین' استسقاء' تسبیح' جنازہ وغیرہ ہر نماز میں ضرور ضرور فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اماموں نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا چھوڑ دیا ہوا ہے' اور ان کی تقلید میں عوام فاتحہ الکتاب کا پڑھنا بھول چکے ہیں۔

آؤ دیکھیں کہ حضور انور ﷺ نے نمازِ جنازہ کس طرح پڑھائی؟ نماز جنازہ میں حضور ﷺ کی دعوت اور پکار کیا ہے؟ ﴿دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ﴾ (پ:۹) حضور انور ﷺ پکارتے ہیں تم کو کہ زندہ کریں تمہیں..... یہ ہے پکار رسول اللہ ﷺ' حصن حصین میں جنازہ کے بیان میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاِذَا صَلّٰی عَلَیْهِ کَبَّرَ ثُمَّ قَرَأَ الْفَاتِحَۃَ﴾ (حصن حصین)[2]

"اور جب حضور نماز پڑھتے' میت پر تکبیر کہتے پھر سورہ فاتحہ پڑھتے۔"

آپ وہ پڑھ آئے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ کی پکار قبول کرو..... "تو کیا ہم نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کی پکارِ رسول قبول کی ہوئی ہے؟..... نہیں! تو پھر کس طرح ہمیں اور ہماری میتوں کو وہ "زندگی" ملے گی جس کا ملنا استجابت رسول ﷺ پر موقوف ہے۔ جتنا ہم حضور کی پکاروں (حدیثوں) کی استجابت سے غافل رہیں گے: اتنا ہی ہم اپنے دین کا نقصان کریں گے۔۔۔ مسلمان بھائیو! حضور ﷺ کی حدیث کے مطابق نماز جنازہ میں ضرور ضرور سورۃ فاتحہ پڑھا کرو!

---

(۱) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب وجوب القرأۃ للامام و الماموم فی الصلوٰت کلھا ..... (۹۵) الحدیث ۷۵۶؛ مسلم کتاب الصلاۃ (۴) باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ (۱۱) الحدیث ۳۹۴'۸۷۴ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔

(۲) مؤلف مرحوم نے اس حدیث کو 'حصن حصین' کے حوالے سے درج کیا ہے' اور 'حصن حصین' میں درج ذیل حدیث بیان کی گئی ہے۔ شرحبیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابواء کے مقام پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی آپ نے تکبیر کہہ کر سورہ فاتحہ کی تلاوت کی' پھر درود پڑھا اس کے بعد دعا کی' اور فارغ ہو کر کہا کہ میں نے سورہ فاتحہ اس لیے جہری تلاوت کی ہے تا کہ تمہیں علم ہو جائے کہ یہ سنت ہے' اس کو حاکم نے مستدرک ۱/۳۵۹ اور بیہقی نے 'السنن الکبریٰ ۴/۴۲ میں روایت کیا ہے' مگر یہ موسیٰ بن یعقوب زمعی' راوی کی وجہ سے ضعیف ہے' مگر اس کا ایک صحیح شاہد موجود ہے (دیکھئے بخاری کتاب الجنائز (۲۳) باب قرأۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ (۶۵) الحدیث ۱۳۳۵۔ جس کی وجہ سے یہ صحیح ہے۔

﴿وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ عَلَی الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ﴾ (اِبن ماجه)(۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنازے کی نماز میں (تکبیر اولیٰ کے بعد) سورہ فاتحہ پڑھی۔''

حضرت ام شریک انصاریہ سے بھی روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔'' (ابن ماجہ)(۲)

برادرانِ اسلام! دیکھا آپ نے کہ حضور ﷺ نے جنازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔۔۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھی لیکن ہم نے چھوڑ رکھی ہے۔ اصل فاتحہ چھوڑ کر رسمِ فاتحہ پر اتر آئے ہیں۔ افسوس۔

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

ترکِ حدیث کی ہم نے یہ ایک مثال دی ہے۔ ایسی ہی بہت سی حدیثیں ہم نے کورانہ تقلید کی بنا پر اقوالِ رجال کی نذر کر رکھی ہیں ہمیں چاہئے کہ حضور ﷺ کی تمام حدیثوں کو زندہ کریں اور خوب پھیلائیں۔ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں تاکہ لوگوں کو ''زندگی'' ملے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ...... (پ ۹ : ع ۱۷)

''اے ایمان والو! پکارنا قبول کرو واسطے اللہ کے اور واسطے رسول ﷺ کے جب پکارے تم کو واسطے اس کے کہ زندہ کرے تم کو اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور (جان لو) کہ تم اللہ کے پاس حاضر کئے جاؤ گے۔''

---

(۱) ابن ماجه كتاب الجنائز (٦) باب ماجاء فی القرأة علی الجنازة (٢٢) الحديث ١٤٩٥ و ترمذی كتاب الجنائز (٨) باب ماجاء فی القراة علی الجنازة بفاتحة الكتاب (٣٩) الحديث ١٠٢٦ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان راوی سخت ضعیف ہے' لیکن صحیح شاہد ہونے کی وجہ سے صحیح ہے' جیسا کہ صفحہ نمبر ۵۱ حاشیہ نمبر ۲ میں بیان ہوا ہے۔

(۲) ابن ماجۃ الحدیث ۱۴۹۶۔ باب سابق' مگر اس کے متن اور سند میں اختلاف کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے' سند میں اختلاف یہ ہے کہ طبرانی کبیر ۲۴/۱۶۲ (۴۱۳) میں یہی روایت مروی ہے جس میں راوی محمد بن حمران نے ام شریک کی بجائے اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے اور متن میں اختلاف یوں ہے کہ یہاں پڑھنے کا حکم بیان ہوا ہے' جبکہ ابن عدی ۲/۶۵۶ اور طبرانی کبیر ۲۵/۹۷ میں حکم کی بجائے پڑھنے کا ذکر ہے' علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے' ضعیف ابن ماجہ (۱۴۹۶)

## دعوتِ رسول ﷺ سے زندگی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت' پکارنا اور بلانا مسلمانوں کے لئے پیغامِ حیات ہے جو شخص آپ ﷺ کی پکار کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اللہ اس کو زندگی...... روح کی پاکیزگی عطا کرتا ہے! مسلمان بھائیو! سوچو! سُنت اور حدیث کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا کتنا فائدہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿یُحْیِیْکُمْ﴾ رسول ﷺ تم کو (میری مشیت کے ماتحت) زندہ کرتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی پکار ہماری روح کی زندگی ہے۔ دِل کی اور ایمان کی زندگی ہے۔ جب ہم آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کریں گے' سُنت اور حدیث پر عمل کریں گے تو اللہ ہمیں روحانی زندگی عطا کرے گا۔ یاد رکھیں یہی روحانی زندگی مرنے کے بعد کام آنے والی چیز ہے۔

## ضد اور ہٹ کا نتیجہ

اللہ نے جب فرما دیا کہ "رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو قبول کرو" آپ کی حدیث پر عمل کرو تو ہر مخلص اور انصاف پسند مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو مان کر اپنی زندگی رحمت عالم ﷺ کی زندگی کے مطابق گزارے۔ عقائد میں' اعمال میں زندگی کے ہر ہر گوشے اور زاویے میں اتباعِ رسول ﷺ کی شمع جگائے' اور استجابت رسول ﷺ میں کوئی شخص ضد اور ہٹ نہ کرے۔ کاہلی' سستی اور دیر نہ کرے۔ موقع کو غنیمت جان کر ابھی سے لبیک کہہ دے۔ چونکہ دِل اللہ کے قبضے میں ہے۔ شروع شروع میں اللہ کسی کے دِل کو قبول حق سے نہیں روکتا اس لئے پکار رسول ﷺ کو سنتے ہی آمنا و صدقنا کہہ کر جلد عمل کرنا چاہئے۔

اور اگر حضور ﷺ آوازوں پر آوازیں دیں تو ان کی آوازوں (حدیثوں) پر کان نہ دھرا جائے۔ حضور ﷺ پکارتے چلے جائیں...... ادھر توجہ نہ کی جائے' آپ ﷺ کے پیغام پر پیغام آئیں۔۔۔ کوئی جواب نہ دیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لاپروا' کاہل اور نافرمان لوگوں سے ناراض ہو جاتا ہے اور اس ناراضی میں توفیقِ خیر سے محروم کر دیتا ہے۔ ایسے لاپروا آدمی اور اس کے دِل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے' روک بن جاتا ہے۔ اس کے دِل پر کفرانِ نعمت کی پاداش میں مہر کر دیتا ہے۔ آیت مذکورہ میں یہی چیز بیان کی گئی ہے۔ پھر سنیں!

﴿وَاعْلَمُوْا﴾ اور (رسول اللہ ﷺ کی پکاروں کی پروا نہ کرنے والو) جان لو!

﴿اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِه﴾

"(کہ اللہ اپنی قدرت سے)" آدمی اور اس کے دِل میں آڑے آ جاتا ہے۔"

جب اللہ بندے اور اُس کے دِل میں آڑے آ گیا۔ حائل ہو گیا' روک بن گیا تو وہ بدنصیب بندہ پھر کیا کر

سکے گا؟ کیا حق کو قبول کرے گا؟ عمل کی توفیق پائے گا؟ ہرگز نہیں......اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر تم نے میرے رسول اللہ ﷺ کی پکار[1] کو نہ سنا' نہ مانا' نہ عمل کیا تو اس لاپرواہی' سستی' مخالفت' ضد اور اباء کی سزا میں تمہارے دِل کے کواڑ بند کردوں گا جو زندگی استجابت رسول ﷺ سے تمہیں ملنی تھی (نبوت کی نعمت کی ناشکری کے سبب) اس سے محروم کردوں گا۔ مردہ دِل ہو کر رہ جاؤ گے'' مر جاؤ گے۔''

مسلمان بھائیو! یقین جانو کہ حضور انور ﷺ کی آواز پر لبیک کہنے میں دِل کی زندگی ہے اور انکار میں دِل کی موت ہے۔ پھر جس نے حدیث مصطفیٰ کو اپنا مذہب بنا کر سُنت کے آبِ حیات سے زندگی پائی' وہ شخص دراصل زندہ جاوید ہو گیا

دست از مس وجود جو مردانِ راہ بشوئے
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی!

## رسول اللہ ﷺ کی معیّت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ﴾ ...... (مشکوٰۃ شریف)[2]

''جس نے دوست رکھا میری سُنت کو' اس نے دوست رکھا مجھ کو' اور جس نے دوست رکھا مجھ کو' ہوگا میرے ساتھ بہشت میں۔''

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی سُنت اور حدیث سے محبت کرنا' رحمت دوعالم ﷺ کی رفاقت اور معیّت کا موجب عمل بالحدیث بہشت کا باعث ہے۔ پھر آپ کو چاہئے کہ سنتوں۔۔۔ اور حدیثوں پر عمل کیا کریں کہ یہی راہ نجات ہے!

---

(۱) حضور ﷺ کے زندگی بھر کے قول و فعل حضور ﷺ کی پکار ہے۔ (محمد صادق)

(۲) ترمذی کتاب العلم (۳۹) باب ماجاء فی الاخذ بالسنة و اجتناب البدعة (۱۲) الحدیث ۲۶۷۸ عن انس رضی اللہ عنہ' سند میں علی بن زید ابن جدعان راوی ضعیف ہے' تقریب' علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے' ضعیف ترمذی ص ۳۱۸ واضح رہے کہ مؤلف مرحوم نے (مشکوٰۃ رقم الحدیث ۱۷۵) پر اعتماد کی وجہ سے لفظ' من احب' نقل کیے ہیں حالانکہ ترمذی میں' من احیاء' کے الفاظ ہیں۔

# حضرتِ موسیٰ علیہ السلام بھی اِتباعِ رسول ﷺ کرتے

﴿وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرٰى بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهٖ لَوْبَدَا لَكُمْ مُّوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَلَوْكَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَّ اَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَا تَّبَعَنِيْ﴾ (مشکوٰۃ شریف)[1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نسخہ تورات کا لائے اور کہا: حضور ﷺ! یہ نسخہ تورات کا ہے! حضور اکرم ﷺ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پڑھنے لگ گئے اور حضور ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو کہا: گم کریں[2] تجھ کو گم کرنیوالیاں کیا نہیں دیکھتا تو وہ چیز جو حضور ﷺ کے چہرے پر (ظاہر ہوئی) ہے؟ (یعنی حضور ﷺ غضب ناک ہوگئے ہیں۔) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھا (کانپ گئے) ۔۔۔اور کہنے لگے: (حضور ﷺ)! پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ اللہ کے' اللہ کے غضب سے اور اللہ کے رسول ﷺ کے غضب سے' راضی ہوئے ہم ساتھ اللہ کے رب ہونے پر اور ساتھ اسلام کے دین ہونے پر' اور ساتھ مُحمد ﷺ کے نبی ہونے پر (یعنی اللہ کے سوا ہمیں کسی رب کی ضرورت نہیں۔ اسلام کے سوا کسی دین کی ضرورت نہیں۔ مُحمد ﷺ کے سوا کسی نبی کی ضرورت نہیں) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں مُحمد ﷺ کی جان ہے اگر ظاہر ہوتے تمہارے لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام

---

(۱) سنن دارمی ۱/۱۲۶ (المقدمة) باب ما يتقى من تفسير حديث النبي ﷺ و قول غيره عند قوله ﷺ (۳۹) الحديث ۴۳۵۔ عن جابر رضی اللہ عنہ سند صحیح ہے' علامہ البانی نے حسن کہا ہے' المشکوٰۃ (۱۹۴) یہ روایت مختصر' مسند احمد ۳/۳۳۸ و السنن الكبرىٰ للبيهقي ۲/۱۱ و شعب الایمان ۱/۲۰۰ رقم الحديث ۱۷۹ و ابو يعلى ۴/۴۲۶ (رقم الحديث ۲۱۳۴) میں بھی مروی ہے۔

(۲) عرب اپنے محاورے میں اس جملہ کو مقام تعجب پر بولتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کے کہنے کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہوگیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ! تعجب ہے کہ تو یہ بات نہیں سمجھتا۔ (محمد صادق)

(آج) پھر پیروی کرتے تم ان کی اور چھوڑ دیتے تم مجھ کو البتہ گمراہ ہوتے تم...... سیدھی راہ سے۔ (سنو)! اگر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام (آج) زندہ ہوتے اور پاتے میری نبوت کو تو ضرور پیروی کرتے میری (ہی)۔"

## تورات دیکھنے کی اجازت نہ ملی

مذکورہ حدیث پڑھ کر مسلمانوں کو بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نسخہ تورات دیکھ کر رحمت عالم ﷺ غضب ناک ہو گئے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نیت سے تورات کی ورق گردانی نہیں کر رہے تھے کہ وہ اس کی تعلیم کے مطابق عبادات بجا لائیں گے' زندگی گزاریں گے' شریعت موسوی پر چلیں گے۔ دراصل بات یہ تھی کہ تورات انہیں اتفاقاً مل گئی' اور وہ اسے یونہی سرِ راہے دیکھ رہے تھے۔ حضور انور ﷺ نے قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے تورات (اللہ کی نازل کردہ برحق کتاب) کو جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیکھ کر اس لئے غصے کا اظہار فرمایا کہ کہیں عمر رضی اللہ عنہ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کتاب و سُنت کے علاوہ مذہب میں دوسری کتابوں' بزرگوں کی بے سند باتوں' قصوں' کہانیوں کی طرف نہ رجوع کرنے لگ جائیں اور رفتہ رفتہ غیر کتاب و سُنت چیزیں اسلام میں بار نہ پانے لگ جائیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سوائے قرآن و حدیث کے کسی چیز کو دِین اور مذہب میں دخل حاصل نہیں جب تورات تک پڑھنے کی اجازت نہیں ملتی تو "قال اللہ اور قال الرسول" کے سوا کس کتاب کے پڑھنے اور کس امتی کی بات ماننے کی اجازت ہو سکتی ہے؟ پھر یقین کر لیں کہ دِین صرف نام ہے قرآن اور قرآن پر عمل رسول ﷺ کا۔ جو شخص بحیثیت مسلمان اِسلام پر چلنا چاہے اسے صرف سبیلِ الرسول ﷺ ہی اِختیار کرنی چاہئے۔ [1]

## حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا طلب عفو

حضور ﷺ کو غضبناک پا کر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے اسکے غضب اور اسکے رسول ﷺ کے غضب سے پناہ چاہی۔ پھر عرض کیا: حضور ﷺ! میں اللہ کو رب مان کر' اِسلام کو دِین اور مُحمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں...... یعنی میں تمام زندگی بحیثیت مسلمان صرف اللہ کا حکم مانوں گا اور اس کے حکم پر' صرف آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق چلوں گا۔ قرآن اور حدیث کے سوا تیسری کسی بات کی طرف رجوع نہ کروں گا' اور نہ اسے دِین کی چیز

(۱) حضور ﷺ کے قول و فعل' سُنت اور حدیث کے ہوتے ہوئے تورات کو دیکھنا' پڑھنا غضب رسول ﷺ کا سبب ہے تو دانستہ حدیث چھوڑ کر اس کے خلاف امتی کے قول پر عمل کرنا کس قدر رسول اللہ ﷺ کے غصے کا موجب ہو سکتا ہے۔ جو لوگ جان بوجھ کر خلاف حدیث اقوالِ رجال پر چل رہے ہیں یقیناً وہ غضب رسول ﷺ مول لے رہے ہیں۔ انہیں بڑی جلد توبہ کر کے عامل بالحدیث ہو جانا چاہئے۔ (محمد صادق)

تصور کروں گا۔

مسلمان بھائیو! کیا آپ بھی حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی طرح اِقرار کرتے ہیں کہ صرف سبیل الرسول ﷺ پر ہی چلیں گے۔ دِین صرف اللہ کی کتاب اور حدیث نبوی ﷺ کو ہی مانیں گے اور بلاسند و دلیل اندھا دھند کسی کے قول و فعل کو دین میں قابل قبول نہ جانیں گے؟ جب حضرت عُمر رضی اللہ عنہ تورات کی صرف ورق گردانی پر حضور انور ﷺ کو غضبناک پا کر آپ ﷺ سے معافی مانگتے ہیں تو کیا آپ ﷺ کو اللہ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے خوف کھا کر کتاب و سُنت کے معارضے کی ہر چیز سے دست بردار نہیں ہو جانا چاہئے؟ اور حدیث کے مقابلہ میں اقوالِ رجال سُنت کے معارضہ میں بزرگوں کی بے سند باتوں کو تیاگ نہیں دینا چاہئے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی پر قدغن

حدیث بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں مُحمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر ظاہر ہوتے تمہارے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام (آج) پھر پیروی کرتے تُم ان [1] کی اور چھوڑ دیتے تُم مجھ کو البتہ گمراہ ہوتے تُم سیدھی راہ سے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آج میری (مُحمد رسول اللہ ﷺ) کی موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بالفرض آ جائیں تو تُم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاؤ۔ میری باتیں ماننے کی بجائے ان کی ماننے لگو۔ میری حدیثوں کے مقابلے میں ان کے اقوال پر چلنے لگو۔۔۔ میری سنتوں کو پس پشت ڈال کر ان کی روش اِختیار کرو تو قسم اللہ کی تُم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے!

اللہ اکبر! موسیٰ علیہ السلام! جو کہ رسول اللہ ہیں، کی پیروی حدیث اور سُنت کے مقابلہ میں گمراہی ہے۔

مسلمان بھائیو! سوچو! رحمت عالم ﷺ کی حدیث اور سُنت کے ہوتے ہوئے اللہ کے سچے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہیں ہے، تو آج سُنت اور حدیث کے مقابلہ میں جو کتابوں کے انبار لگ چکے ہیں اور ان انباروں کے نیچے حدیث کی کتابیں دب چکی ہیں اور مسلمان ان حدیث کی کتابوں کی بجائے انباروں

(۱) اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص شان نہیں ہو سکتی اور نہ حضور ﷺ نے اپنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لحاظ سے مقابلہ کیا ہے، بلکہ حضور ﷺ پر نور نے اُمت کو سبق سکھایا ہے کہ پہلی شریعتیں اپنے اپنے وقت کیلئے تھیں۔ اب اِسلام میں صرف میرا طریقہ، میری راہ، روش، حدیث، سُنت اور میری سبیل پر چلنا ہی نجات کا موجب ہے۔۔۔۔ میری موجودگی میں، حدیث و سُنت کے آفتاب کی نصف النہاری میں کسی پیغمبر کی شمع نبوت نہیں جل سکتی۔ گویا اللہ کے حکم سے اُمت کو مسئلہ بتایا کہ حدیث کے مقابلہ میں ہر چیز کو چھوڑ دینا چاہئے۔
(مُحمد صادق)

کی طرف لپک رہے ہیں۔۔۔ حدیث کی بہ نسبت قول سے زیادہ پیار ہے۔ ایسے لوگ یقیناً اللہ اور رسول ﷺ کے غصے کے لائق ہیں۔ ان بھائیوں کو چاہیے کہ مغائر احادیث' اقوال و اساطیر کو چھوڑ کر سُنت کے نور میں زندگی گزاریں۔

## ترکِ حدیث کی چند مثالیں

﴿عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَ اَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ﴾(مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت بحوالہ صحیح مسلم)[1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت (قبہ' گنبد' مینار وغیرہ) بنانے اور اس پر (مجاور' معتکف' چلہ کش وغیرہ بن کر) بیٹھنے سے منع فرمایا۔''

## قبروں کو پختہ نہ بناؤ!

اس حدیث میں حضور ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے' ان پر ہر قسم کی بنا بنانے' عمارت کھڑی کرنے' پھر ان پر ہر طرح کی نشست ...... مجاوری چلہ کشی' اعتکاف وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ کیا حضور ﷺ کے اس حکم ...... حدیث پاک کے خلاف قبریں پختہ نہیں بنائی جا رہی ہیں؟ اور بناتے کون ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے وارث بنے ہوئے ہیں ...... علماء' مشائخ طریقت' پیرانِ عظام! بزرگوں کی قبروں پر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ قبے اور گنبد بنتے ہیں۔ ایسا کرانے والے ''بزرگ'' اور ان کے ہزاروں مرید ...... کیا حضور انور ﷺ کی حدیث' آپ ﷺ کے فرمان پاک کو دانستہ نہیں چھوڑتے ہیں؟ پھر مریدانِ باصفا جو حضور ﷺ کے حکم کو ترک کر کے ان ''بزرگوں'' کے حکم کو مانتے ہیں' کیا وہ رب اور رسول ﷺ کو ناراض نہیں کرتے ہیں؟ اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات تو شریعت محمدیہ میں نہ مانی جائے بلکہ اس ماننے کو نبی اکرم ﷺ گمراہی قرار دیں' لیکن حدیث کے خلاف ان اُمتیوں کی بات کو مان لیا جائے۔ کتنا اندھیر ہے۔ مسلمان بھائیو! خدارا اپنے پیارے رسول ﷺ' سہارے نبی حضرت محمد ﷺ کے فرمان کو سرآنکھوں پر رکھو ان کے خلاف کسی کی بات مت مانو۔

از چشم شوخش اے دل' ایمان خود نگہدار!
کاں جادوئے کماں کش' بر عزم غارت آمد

(۱) مسلم کتاب الجنائز (۱۱) باب النہی عن تجصیص القبر و البناء علیہ (۳۲) الحدیث ۲۲۴۵۔

# امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ

سرورِ دو عالم ﷺ نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی سخت تاکید کی ہے۔ یہاں تک فرمایا:

**﴿لا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ﴾ (بخاری، مسلم)[1]**

''الحمد شریف پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔''

یعنی امام پڑھے، مقتدی پڑھے، منفرد پڑھے اور نماز فرض ہو یا نفل ہو کوئی ہو...... بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہوتی!

ایک دن حضور ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر پوچھا: کیا تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟ مقتدیوں نے عرض کیا: ہاں حضور ﷺ ہم پڑھا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

**﴿لا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَاِنَّہٗ لا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِھَا﴾**

''سورۃ فاتحہ کے سوا اور کچھ (یعنی اگلی قرأت) نہ پڑھو اس لئے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

**(ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، مسند احمد)[2]**

حضور ﷺ کے اس حکم سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے ضرور ضرور سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ اگر نہ پڑھیں گے تو نماز نہیں ہوگی۔۔۔ کون کہتا ہے، نہیں ہوگی؟ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں: نہیں ہوگی۔ لیکن بہت سے لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ ان سے پوچھو، تو کہتے ہیں ہمارے امام صاحب رحمہ اللہ نے ہمیں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے اس لئے ہم نہیں پڑھتے۔ عوام تو درکنار، بعض علماء لوگوں کو کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے منع[3] کیا

(۱) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب وجوب القرأۃ الإمام والماموم فی الصلوۃ کلھا ...... (۹۵) الحدیث ۷۵۶ و مسلم کتاب الصلاۃ (۴) باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ و انہ اذا لم یحسن ...... (۱۱) الحدیث ۸۷۴ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ

(۲) مسند احمد ۳۱۶/۵، ۳۲۲ و ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب من ترک القراۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب (۱۳۲) الحدیث ۸۲۳ و ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب ماجاء فی القراۃ خلف الامام (۱۱۸) الحدیث ۳۱۱۔ و ابن خذیمہ ۳۶/۳ الحدیث ۱۵۸۱۔ و ابن حبان (موارد) ص ۱۲۷ الحدیث (۴۶۰ و ۴۲۱) مستدرک للحاکم ۲۳۸/۱ و بیھقی ۱۶۴/۲ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ ترمذی نے حسن، حاکم نے مستقیم، اور ابن حبان، ابن خذیمہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

(۳) ہمارا تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بڑا نیک گمان ہے کہ وہ ہرگز حدیث رسول ﷺ کے مقابلہ میں اپنے قول پیش نہیں کرتے تھے۔ یہ سب کچھ امام صاحب رحمہ اللہ کے انوکھے کچھوں کی تراشی ہوئی باتیں ہیں جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ﴾ ''صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔'' (عقید الجید) تو جب صحیح حدیث میں سورۃ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا ثابت ہو گیا تو امام صاحب کا مذہب بھی یہی ہو گیا۔ کہ امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھو۔ پھر امام صاحب نے تو اپنی بریت یہاں تک کردی ہے فرمایا۔ ﴿وَاِذَا رَأَیْتُمْ کَلَامِیْ یُخَالِفُ الْحَدِیْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِیْثِ =

ہے۔اس لئے امام کے پیچھے الحمد شریف مت پڑھو۔اب آپ ازراہ انصاف غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں: سورۃ فاتحہ ضرور پڑھو'نہ پڑھو گے تو نماز نہیں ہوگی اور لوگوں نے حضور ﷺ کے حکم کو بالائے طاق رکھ کر امام رحمۃ اللہ علیہ کی بات پر عمل کرلیا ہے کہ خلف امام الحمد شریف نہیں پڑھتے۔[1] ایسے لوگوں کو ٹھنڈے دِل سے اس کوتاہی پر غور کرنا چاہئے۔

زمصحفِ رُخِ دلدار آیتے برخواں!
نہ ایں مقام مقالاتِ کشّ و کشاف است

# تشہد میں انگلی اٹھانا

رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو تشہد کے اندر ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہتے وقت انگلی اٹھاتے تھے تا کہ زبان کی قولی شہادت وحدانیت کے ساتھ فعلی شہادت بھی ہو جائے۔حضور ﷺ کی اس سُنت مئوکدہ پر سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم عمل کرتے رہے اور تمام محدثین رحمہم اللہ اور فقہا رحمہم اللہ کا بھی اس پر عمل رہا۔لیکن بہت سے مولوی صاحبان لوگوں کو اس سُنت سے روکتے ہیں اور اس حد تک مسلمانوں کو اس سُنت پاک کے خلاف اکسار کھا ہے کہ انگلی اٹھانے والوں کے ساتھ کئی لڑائیاں اور جھگڑے ہو چکے ہیں۔ہم مسلمانوں کے سامنے حضور انور ﷺ کی سُنت رفع سبابہ پیش کرتے ہیں:

﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِاِصْبَعِهِ اِذَا دَعَا﴾

---

= وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِي الْحَائِطِ﴾ "اور جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو (خبردار) حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر ماردو۔" (عقد الجید) اس کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض اگر میرا قول حدیث نہ ملنے کی وجہ سے حدیث کے خلاف ہو جائے اور تم کو میرے قول کے خلاف حدیث مل جائے تو تم ضرور ضرور حدیث پر ہی عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر ماردو۔سبحان اللہ! امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنے عاشق حدیث تھے۔لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے امام صاحب کے قول (الحمد نہ پڑھو) کو پلے باندھ لیا ہے اور حدیث رسول ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔یہ روش اچھی نہیں ہے ان بھائیوں کو چاہئے کہ وہ حضور سید المرسلین ﷺ کی حدیث پاک پر عمل کر کے خلف امام ضرور سورۃ فاتحہ پڑھا کریں ایسا کرنے سے وہ عامل حدیث ہو کر حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی تابعدار ہو جائیں گے کہ ان کا فرمان ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔تم بھی حدیث پر عمل کرو۔(محمد صادق)

(۱) تین عظیم الشان مجتہد یعنی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو۔اور اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں: ﴿فَاِنَّ قِرَاْتَهَا فَرِيْضَةٌ وَهِيَ رُكْنٌ تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ بِتَرْكِهَا﴾ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہ نماز کا رکن ہے اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔" جب سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض اور رکن ہوا۔تو پھر امام اور مقتدی دونوں کے لئے لازمی ہو گیا۔جس طرح وضو فرض ہے۔امام بھی کرے اور مقتدی بھی کرے پس سب بھائیوں کو خلف امام فاتحہ ضرور پڑھنی چاہئے۔

...... (ابوداؤد' نسائی)[1]

''حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اشارہ کرتے تھے اپنی انگلی کے ساتھ جس وقت (تشہد میں) دُعا مانگتے تھے۔''

حضور ﷺ کا فعل...... سُنت پاک آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے انگلی مبارک اٹھائی' سُنت ثابت ہوگئی۔ حضور ﷺ نے اپنی اس سُنت سے آپ کو حکم دیا کہ انگلی اٹھاؤ۔ بعض مولوی صاحبان کہتے ہیں: نہ اٹھاؤ! آپ کو کس کی بات ماننی چاہیے؟ جن کی رسالت کا آپ نے کلمہ پڑھا ہے ان کا ہی حکم ماننا چاہیے نا؟ پھر جو لوگ حضور ﷺ کا حکم ترک کر کے امتیوں کا حکم مان لیتے ہیں سُنت کو ان کے کہنے پر ترک کر دیتے ہیں۔ ایسے تابع اور متبوع اللہ کے نزدیک کتنے قصوروار ہیں؟

# قبروں پر چراغ جلانا

ایک اور حکم رسول اللہ ﷺ کا سنئے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

﴿لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ﴾ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)[2]

''رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں[3] پر لعنت فرمائی اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی۔''

---

(۱) ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب الاشارۃ فی التشھد (۱۸۰و۱۸۱) الحدیث ۹۸۹ و نسائی کتاب السھو (۱۳) باب موضع البصر عند الاشارۃ و تحریک السبابۃ (۳۹) الحدیث (۱۲۷۶ او ابو عوانہ ۲/۲۲۶ و بیھقی ۲/۱۳۱' ۱۳۲' عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ علامہ البانی نے حسن کہا ہے' المشکوٰۃ ۹۱۲)

(۲) ابوداؤد کتاب الجنائز (۲۰) باب فی زیارۃ النساء القبور (۷۶و۷۷) الحدیث ۳۲۳۶ و ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجداً' (۱۲۱) الحدیث ۳۲۰ و نسائی کتاب الجنائز (۲۱) باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبر (۱۰۴) الحدیث ۲۰۴۵ و مسند احمد ۱/۲۲۹و۲۸۷ و ابن حبان (موارد) ۷۸۸ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ترمذی نے حسن اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے' لیکن یہ روایت بوجہ ابوصالح باذان کے ضعیف ہے' علامہ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے (الضعیفہ ۲۲۵)

(۳) قبروں کی زیارت کی ممانعت عورتوں کو ہے' مردوں کو نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ﴿فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ﴾ (مسلم کتاب الجنائز باب (۱۱) باب استئذان النبی ﷺ ربہ عز و جل' فی زیارۃ قبر امہ (۳۶) الحدیث ۲۲۵۹ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) پس (اے مردو!) تم زیارت کرو قبروں کی' کیونکہ زیارت کرنی قبروں کی موت کو یاد دلاتی ہے۔'' (صحیح مسلم) یہ جو قبروں کی زیارت کی اجازت دی گئی ہے یہ بھی موت کو یاد کرنے کے لئے کہ قبروں کو دیکھ کر اپنی قبر کا تصور کر کے بدیوں سے بچو اور نیکیاں کرو۔ نہ کہ اہل قبور سے حاجتیں مانگنے اور مرادیں چاہنے کے لئے!

غور کیا آپ نے! حضور ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔ لیکن ایک مذہبی طبقہ ...... کئی علماء اور گدی نشین حضرات مسلمانوں کو کہہ کر قبروں پر چراغ جلوا رہے ہیں۔ اس کام کو ثواب کا کام بتا رہے ہیں۔ استغفر اللہ حضور ﷺ جس کام پر لعنت بھیجیں' علماء و مشائخ اسے کارِ ثواب بتائیں' سوچ لیں کیا حشر ہوگا ایسے مسلمانوں کا! مسلمان بھائیو! خدارا حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے اِرشاد کے آگے سرِ تسلیم خم کرو' آپ کی پکار کو سنو اور قبول کرو!

## عورتوں کا قبروں پر جانا

حدیث مذکور میں حضور ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ پھر قبروں کے عرسوں پر جو عورتوں کے جھمگٹے ہوتے ہیں' کیوں ہوتے ہیں؟ کیا یہ حضور ﷺ کی صریح نافرمانی نہیں ہے؟ آپ ﷺ کی آواز اور پکار کو نہ سننا نہیں ہے؟ جو علماء اور مشائخ عورتوں کو قبروں کے عرسوں پر بلاتے ہیں اور جو عورتیں وہاں جاتی ہیں' یہ رحمت عالم ﷺ کی نافرمانی کرتے وقت کانپ کیوں نہیں جاتیں؟ مسلمان بھائیو! رسول اللہ کی پکار سنو اور مانو۔ آپ ﷺ کی پکار کے خلاف کسی کی آواز پر کان نہ دھرو۔ سرورِ دنیا و دیں بزمِ امکاں کے امیر' ہادی بحر و بر حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے اِرشاد کو بسر و چشم قبول کرو کہ یہی مسلمانی ہے۔

## قبروں پر مسجدیں بنانا

حدیث بالا میں قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر بھی حضور ﷺ نے لعنت کی ہے۔ قبر پر مسجد بنانے کا ایک مطلب تو واضح ہے کہ قبر کے پاس مسجد کی تعمیر کی جائے۔ حضور نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ''اتخاذ المساجد'' کا یہ مفہوم بھی ہے کہ جو کام مسجد میں اللہ کے لئے کیے جاتے ہیں وہ کام قبروں پر کیے جائیں۔ مثلاً قیام' اعتکاف' رکوع' سجدہ' دعا' نذر' نیاز وغیرہ۔ یہ سب کام عبادت کے ہیں۔ ان کو قبروں پر بجالانا حرام ہے۔ بقول خلاصۂ خاصانِ رسل ﷺ لعنتی کا کام ہے۔ پھر جو حاجات اللہ ہی پوری کرسکتا ہے' جو مشکلات رب ہی حل کر سکتا ہے ان کے لئے اہل قبر سے التجا کرنا' قبر کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ آجکل ہزاروں لوگ یہ کام قبروں پر کر رہے ہیں' حالانکہ رسول پاک ﷺ قبروں پر ان کاموں کو کرنے سے روک رہے ہیں۔ افسوس! ان لوگوں کو علماء و مشائخ کی شہ ہے۔ یہ ''بزرگ'' انہیں ان کاموں کی رغبت دلاتے ہیں۔ ''استمداد از اہل قبور'' کا موضوع مقرر کرکے عوام کو وعظ سناتے ہیں۔ پھر عوام ان حضرات کے کہنے پر لگ جاتے ہیں اور رحمت للعالمین ﷺ کے حکم پر کان نہیں دھرتے ان لوگوں کو حشر کے دِن پتہ چلے گا کہ حضرات انور ﷺ کی نافرمانی کا کیا حشر ہوا ہے؟

علماء و مشائخ کے کہنے پر حدیثوں کو چھوڑ دینے کی ہم نے صرف یہ چند مثالیں پیش کی ہیں کہ سادہ دلوں کو معلوم

ہو جائے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ان سے کیا کرایا جا رہا ہے؟

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طریقہ

اوپر آپ حدیث میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ پڑھ آئے ہیں:

﴿وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَّ اَدْرَكَ نُبُوَّتِىْ لَا تَّبَعَنِىْ﴾ (۱)

''اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور پاتے میری نبوت کو تو پیروی کرتے میری۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر حضور انور ﷺ کی نبوت کو پاتے تو وہ ضرور ضرور حضور ﷺ کے طریقے پر چلتے' سُنت اور حدیث پر ہی عمل کرتے' وہ خود کو کسی امتی کی طرف منسوب نہ کرتے۔ کسی فرقے میں شامل نہ ہوتے۔ تقلید جامد نہ کرتے بلکہ براہ راست صحابہؓ کی طرح سرورِ رسولاں ﷺ کے قول و فعل پر چلتے۔ سبیل الرسول ﷺ پکڑتے۔

مسلمان بھائیو! سوچو کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوائے اتباع رسول ﷺ کے کسی امتی کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہ ہوتا۔ جو حکم حضور اکرم ﷺ دیتے صرف اسی کو پکڑتے.... پھر اگر آپ حدیث اور سُنت رسول ﷺ کو ترک کر کے مولویوں' پیروں' بزرگوں کی بے سند باتوں کو دِین مانیں گے۔۔۔ ان پر عمل کریں گے تو آپ کا کیا انجام ہوگا؟ سوچ سمجھ لیں! آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو بڑے نہیں ہیں۔ حدیث اور سُنت کے سامنے کسی پیغمبر کی سنت نہیں چل سکتی تو کیا اقوالِ رجال کام آسکتے ہیں؟ حدیث خیر الوریٰ ﷺ کے سامنے نبوت انبیاء کا سکوت تو آپ مانیں' لیکن علماء و مشائخ کے اقوال کے سامنے حدیث کا خون روا رکھیں

بہوش باش کہ ہنگام باد استغناء<br>
ہزار خرمن طاعت بہ نیم جو بدہند

## صحابہ کو رُلا دینے والا اِرشاد!

﴿وَعَنِ الْعِرْبَاضِ ابْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِه فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِه مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّه مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا

(۱) صحیح ہے تفصیل حاشیہ نمبر ۲۰ میں گزر چکی ہے۔

بِالنَّوَاجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. ......

(مشکوۃ' باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)[۱]

''عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک روز رسول ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی پھر آپ ہماری جانب متوجہ ہوئے اور مؤثر نصیحت فرمائی۔ (یہ) نصیحت سن کر ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دِل لرز گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ نصیحت تو ایسی (معلوم ہوتی) ہے: جیسے کسی رخصت کرنے والے کی ہوتی ہے۔ (حضور ﷺ) ہم کو (مزید خاص) نصیحت فرمایئے (جو زندگی بھر کام آئے)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (سنو)! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے سردار کی بات سننا اور ماننا۔ اگرچہ (سنانے والا) غلام حبشی ہو (ہاں ہاں یاد رکھنا میرے بعد جو تُم میں سے زندہ رہے گا وہ (مذہب میں) بہت اِختلاف دیکھے گا (کہ بندگان حرص و آز علماءِ سوء فرقے بندی پیدا کریں گے' اور اپنے اپنے اقوال و آراء پر عوام کو چلائیں گے۔ خبردار)! تُم اسوقت میری سُنت اور خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا' مضبوط پکڑنا...... اور دانتوں سے پکڑے رکھنا۔ (صرف حدیث' سُنت اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم پر جم جانا) اور (دین کے اندر) نئے نئے کاموں (بدعتوں کے جاری کرنے) سے بچتے رہنا۔ کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

## معیارِ حق

سرورِ رسولاں ختم نبیاں ﷺ نے اس حدیث شریف میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو رلا دینے والا' اُمت کو لرزا دینے والا خطبہ' قیامت تک روشن رہنے والی شمع کے اجالے میں صداقت کی وہ راہ دکھائی ہے۔ طالب حق کو سیدھا راستہ بتایا ہے کہ جس کا راہی کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا' کبھی راہ نہیں بھول سکتا۔

حضورِ انور ﷺ نے اس رخصتانہ وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ مذہب میں اِختلاف کثیر ہوگا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ مذہب میں فرقے بندیاں اور گروہ سازیاں ہوں گی۔ دِین میں نئے نئے طریقے جاری ہوں گے۔ کئی مذہب نکل آئیں گے' فتنے جاگیں گے' فساد سر اٹھائیں گے' اُمت ٹولے ٹولے ہو جائے گی۔ ہاں تو ایسے نازک وقت میں اپنے اِیمان کو بچانے کے لئے صرف سنت مصطفیٰ ﷺ ہی کام آئے گی۔ تمام جھگڑوں' فتنوں' فسادوں' اِختلافوں میں

(۱) مسند احمد ۱۲۶/۴ و ۱۲۷ و الدارمی ۵۷/۱ (المقدمة) باب اتباع السنة (۱۶) الحديث ۹۵ ابو داؤد كتاب السنة (۳۹) باب فی لذوم السنة (۵) الحديث ۴۶۰۷ و ترمذی کتاب العلم (۳۹) باب ماجاء فی الاخذ بالسنة و احتناب البدعة (۱۶) الحدیث ۲۶۷۶ و ابن ماجة المقدمة' باب اتباع السنه الخلفاء الراشدين المهديين (۶) الحديث ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و مسند للحاكم ۹۶/۱ و ۹۷ حاکم' ذہبی' ترمذی اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے صحیح ترمذی ۲۱۵۷۔

سچائی کی کسوٹی اور حق کا معیار صرف حضور خواجہ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث ہی ہوگی اور اگر حدیث و سُنت کی عملی صورت دیکھنی ہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ معلوم کرنا چاہیے۔

پس ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾ ہی سلامتی کا راستہ ہوا۔ یہی راہ...... راہ نجات ٹھہری' اور مسلمان وہ قرار پایا جو سُنت اور اس پر عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کو نگاہ میں رکھے' اسی کو دِین جانے' معیار حق قرار دے اور جھگڑوں میں منصف مانے۔

## بدعات سے بچنے کی وصیت

ایمان کے جواہر اور ہیروں کے ساتھ تولنے والی مذکورہ حدیث پاک میں حضور پُر نُور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِیَّاکُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ﴾

''اور بچو تم نئے نئے کاموں سے۔''

یعنی دِین مکمل ہو چکا ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو میں نے تمہیں بتا نہیں دیا۔ یاد رکھو! میں نے تمہیں دِین کی روشنی میں چھوڑا ہے جہاں کوئی تاریکی نہیں ہے۔ اس لئے خبردار! تم خود دِین میں مسئلے گھڑنے شروع نہ کر دینا۔ نفس کی ٹکسال سے نئے نئے سکے ڈھالنے نہ لگ جانا۔ خبردار خبردار! ایسا ہرگز نہ کرنا...... کوئی نیا کام' نیا طریقہ' نیا مسئلہ' نئی بات' بدعت' میری مکمل شریعت میں جاری نہ کرنا۔ سنو! سنو!! ﴿فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ﴾ بیشک بیشک ہر نئی بات جو دِین میں نکالی جائے' کار ثواب بتائی جاتی ہے۔۔۔ مسئلہ کہہ کر سنائی جائے وہ بدعت ہوگی ﴿وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾ اور ہر بدعت گمراہی ہے یعنی بدعت پر عمل کرنے والا راہ گم کر لے گا...... راہ راست سے ہٹ جائے گا۔ اس سے صراط مستقیم چھوٹ جائیگی۔ وہ ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾ کی شاہراہ سے بھٹک کر شیطان کی پگڈنڈی پر چلنے لگے گا۔ بدعت کے عامل کی مہار شیطان کے ہاتھ میں ہوگی۔

## شیطان کی پیشوائی

اس فرمان ہدیٰ سے ثابت ہوا کہ سُنت اور حدیث پر چلنے والے کے پیشوا اور ہادی حضرت محمد ﷺ ہیں اور بدعت پر چلنے والے کا پیشوا اور ہادی شیطان لعین ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ سُنت اور بدعت میں تمیز کریں' دونوں کو پہچانیں۔ اس طرح کہ جو کام حضور سید العرب والعجم ﷺ نے کیا ہے یا کرنے کو کہا ہے وہ سُنت اور حدیث ہے اور جو کام مہبط وحی والہام ﷺ نے نہ کیا ہے' نہ کرنے کو کہا ہے۔۔۔ بلکہ اُمت کے لوگوں نے اسے دِین کے نام سے ایجاد کیا ہے وہ بدعت اور گمراہی ہے۔ شیطان کی پیشوائی ہے۔ آگ کا انگارا ہے۔ دوزخ کا شعلہ ہے۔ اس سے بچو'

پھر بچو، کنارا کرو، الگ رہو!

# حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وزن

بساط کہکشاں پر ہے کمند ارتقاء تیری!
تری راہ معیّن سے نہ آگے بڑھ سکے رہرو
(ثمر)

﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الغِفَارِیِّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ عَلِمْتَ اَنَّکَ نَبِیٌّ حَتّٰی اسْتَیْقَنْتَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَتَانِیْ مَلَکَانِ وَاَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَکَّةَ فَوَقَعَ اَحَدُهُمَا اِلَی الْاَرْضِ وَکَانَ الْاٰخَرُبَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِه اَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِه فَوُزِنْتُ بِه فَوَزَنْتُه ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِمِاَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِاَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَنْتَثِرُوْنَ عَلَیَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِیْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِه لَوْ وَزَنْتَه بِاُمَّتِه لَرَجَحَهَا﴾ (مشکوٰۃ شریف)(۱)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے کس طرح جان لیا کہ آپ ﷺ نبی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: (سنو)! میں بطحاء مکہ کی ایک جانب تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان دونوں فرشتوں میں سے ایک تو زمین کی طرف اتر آیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان (ٹھہرا)۔ پھر دونوں میں سے ایک نے اپنے دوست کو کہا' کیا وہ یہی ہے؟ کہا: ہاں وہی ہے۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا: تول اس کو اس کی اُمت کے ایک مرد کے ساتھ (تاکہ لوگ اسکی قدر جانیں اور اس کے قول و فعل کے مقابل دُنیا و مافیہا کو ہیچ سمجھیں)۔ (ترازو لگ جاتی ہے ایک پلڑے میں حضور کو بٹھا دیا جاتا ہے اور دوسرے پلڑے میں ایک مرد رکھ دیا جاتا ہے) پھر میں تولا گیا اس مرد کے ساتھ اور میں غالب آیا اس پر۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا: تول اس کو دس مردوں کے ساتھ۔ پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ اور غالب آیا ان پر۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا: تول اس کو سو مردوں کے ساتھ۔ پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ اور غالب آیا ان پر' پھر اس نے کہا تول اس کو ہزار مردوں

(۱) سنن دارمی ۲۱/۱ (المقدمۃ) باب کیف کان اول شان النبی ﷺ (۳) الحدیث (۱۴) اس کی سند میں' جعفر بن عبداللہ القرشی' راوی ہے' امام عقیلی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث میں وھم اور اضطراب ہے' الضعفاء الکبیر ۱۸۳/۱ جبکہ امام احمد نے ثقہ کہا ہے اور ابوحاتم نے اس ثقات پر خاموشی کی ہے' لسان المیزان ۱۱۷/۲ الغرض روایت حسن درجہ کی ہے۔

کے ساتھ' پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ۔ اور غالب آیا ان پر' اور (اس دفعہ) کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ہزار مرد اپنا پلڑا ہلکا ہونے کے سبب مجھ پر گرے ہیں (یعنی ان کا پلڑا باوجود اتنے بوجھ کے اونچا ہو گیا) پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اگر تو اس (حضرت محمد ﷺ) کو اس کی ساری اُمت کے ساتھ تولے تو یقیناً یہ اپنی ساری اُمت پر غالب آئے گا!"

## نبی کریم ﷺ کے وزن کا غلبہ

حدیثِ بالا میں جو حضور انور ﷺ کو اللہ کے حکم سے فرشتوں نے تولا تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کا مرتبہ اور درجہ اُمت کو بتایا گیا ہے کہ نہ صرف فرداً فرداً ہی کوئی ان کے مقابلہ کا ہے بلکہ ساری اُمت آپ ﷺ کے مقابلہ میں جسمانی اور روحانی طور پر بے وزن ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ کے قول و فعل کے مقابل آپ ﷺ کی سُنت اور حدیث کے سامنے تمام اُمت میں سے کسی کا قول و فعل کچھ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ پائے استحقار سے ٹھکرا دینے کے لائق ہے۔ اگر حضور ﷺ کے وزن کے مقابل ساری اُمت بے وزن ہے تو حضور ﷺ کے قول و فعل کے مقابل بھی ساری اُمت کا قول و فعل بے وزن ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ حضور ﷺ کے مرتبہ کا کوئی اِنسان کوئی رسول نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے وزن کی کوئی ہستی نہیں ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کے مقابلہ میں اُمتی کا قول لے لیتا ہے اور حدیث چھوڑ دیتا ہے تو اس نے اُمتی کا مرتبہ حضور سید الانبیاء ﷺ کے مرتبہ سے معاذ اللہ بڑا مانا۔ حضور ﷺ سے امتی کو وزنی سمجھا اور اس کے عمل نے اسکے زبانی دعویٰ پر پانی پھیر دیا۔ یاد رکھیں کہ جو شخص سرور رُسولاں ﷺ کے قول و فعل' سُنت اور حدیث کے مقابلہ یا تبادلہ میں کسی امتی کے قول و فعل یا رائے قیاس کو دِین میں دانستہ عمل میں لاتا ہے تو وہ نہ صرف حضور ﷺ کا نافرمان اور بے ادب ہے بلکہ حضور انور ﷺ کی رسالت کے متوازی ایک رسالت کھڑی کرتا ہے رسالت کھڑی کرنے کا قائل نہ سہی فاعل ضرور ہے۔ بھائیو! حضور ﷺ کے مرتبے کو پہچانو اور اس کی قدر کرو۔ اس طرح کہ "اِرشادِ سید الکونین ﷺ کے سامنے ہر چیز آپ کو گرد راہ دکھائی دے۔"

## ساری اُمت پر غالب

حدیث مذکور پر ایک بار پھر غور کریں کہ جب فرشتوں نے ایک پلڑے میں سرور کائنات کو بٹھا کر دوسرے پلڑے میں اُمت کا ایک آدمی رکھا تو حضور ﷺ غالب آئے۔ پھر دس آدمیوں پر بھی غالب' پھر ہزار پر بھی غالب ہوئے۔ اب فرشتہ کہتا ہے۔ ﴿لَوْ وَزَنْتَه بِاُمَّتِه لَرَجَحَهَا﴾ اگر تو حضور ﷺ کو ان کی ساری اُمت کے ساتھ

تو لے گا تو پھر بھی آپ غالب آئیں گے' سب پر وزنی ہوں گے' ان کی ساری اُمت مجموعی طور پر آپ کے وزن کو ہلا نہ سکے گی' یعنی آپ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں ساری اُمت کے اقوال بے وزن اور لاشئے ہیں۔

جب رحمت عالم' حضور خاتم النبین ﷺ کی رسالت کے مقابل رسالت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو صاحب ﴿مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ کی احادیث کے مقابل اور معارض اقوالِ رجال کیوں ہوں؟ پھر جو لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ترازو کے ایک پلڑے میں حضرت سید المرسلین ﷺ کو بٹھا کر دوسرے پلڑے میں ائمہ و مشائخ کو بٹھا رکھا ہے اور ان کے پلڑے کو معاذ اللہ وزنی بنا رکھا ہے' اندھا دھند احادیث کے خلاف باتیں مانتے ہیں۔ یہ لوگ کیسے مسلمان ہیں؟ اور کس منہ سے ﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ پڑھتے ہیں؟

## رسالت کا کام اُمتیوں سے لینا

حضرت سرور عالم ﷺ نے جو اپنے تُلنے کا حال بیان فرمایا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے تولنے کے لئے کوئی بات نہیں ہے۔ یعنی اُمت کے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ حضور کو ہرگز نہ تولنا۔ آپ ﷺ کے مقابل کے پلڑے میں خبردار! کوئی بات نہ رکھنا۔ حدیث اور سنت کا مقابلہ نہ کرنا۔ لیکن افسوس! بہت سے مسلمان رتیوں[1] ماشوں' تولوں' چھٹانکوں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تول[2] رہے ہیں اور پھر سپوتوں نے اپنے زعم میں ان "باٹوں" کے پلڑے کو بھاری[3] کر رکھا ہے..... حدیثوں کے مقابلہ میں اقوال رجال پر عمل کر رہے ہیں۔ پیر کی بات مان لیتے ہیں۔ اور سُنت کا اِنکار کر دیتے ہیں تو کیا یہ لوگ حضور ﷺ کے مقابل کے پلڑے کو بھاری کرنے والے نہیں ہیں؟ قولاً حضور ﷺ کی رسالت کو مانتے ہیں لیکن عملاً رسالت کا کام اُمتیوں سے بھی لیتے ہیں۔

## حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ اِمَامَكَ وَانْظُرْ فِيهِمَا بِتَأَمُّلٍ وَّتَدَبُّرٍ وَّاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ وَ الْقِيلِ وَالْهَوَسِ﴾

(فتوح الغیب)

---

(۱) حضور ﷺ پر نور تو نبوت کا ایک پہاڑ ہیں' جس سے وحی الٰہی کے ہیرے' نیلم اور لعل نکلتے ہیں اور اُمت کے امام' مجتہد وغیرہ اس پہاڑ کے آگے رتیاں' ماشے اور تولے ہیں جو بالکل بے وزن ہیں۔

(۲) حدیثوں کے مقابلہ میں اقوال رجال کو لینا' ان کی تبلیغ کرنا' نبوت کے پہاڑ کو رتیوں' ماشوں اور تولوں کے ساتھ تولنا ہے۔

(۳) حدیث کو چھوڑ دینا اور اسکے خلاف امتی کے قول پر عمل کرنا۔۔۔ امتی کے پلڑے کو حضور ﷺ کے پلڑے کے مقابلہ میں بھاری کرنا ہے۔

''اور کتاب اور سنت کو اپنا امام (پیشوا) بنالے اور دونوں کو غور اور تدبر سے پڑھا کر (خبردار) ان دونوں پر (ہی) عمل کرنا' کسی کے قول' قیاس' رائے پر نہ چلنا۔''

حضرت پیر جیلانی رحمہ اللہ کا اِرشاد بھی آپ نے پڑھ لیا کہ سوائے قرآن وحدیث کے دِین میں کسی کی رائے' قیاس اور قول وفعل پرمت چلو۔ آپ مزید اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ لَنَا نَبِيٌّ غَيْرُه فَنَتَّبِعَه وَلَا كِتَابٌ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ فَنَعْمَلَ بِه فَلَا تَخْرُجْ عَنْهُمَا فَتَهْلِكَ فَيُضِلَّ هَوَاكَ وَ الشَّيْطٰنُ﴾

(فتوح الغیب)

''سوائے حضرت محمد ﷺ کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اتباع کریں۔ سوائے قرآن کے ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس پر ہم عمل کریں۔ خبردار! اگر تو نے قرآن اور حدیث کے سوا کسی اور چیز کی طرف رخ کیا تو برباد اور ہلاک ہو جائے گا' خواہش نفس اور شیطان تجھے گمراہ کر دیں گے۔''

اِس اِرشاد میں بھی حضرت پیر جیلانی رحمہ اللہ نے صرف قرآن وحدیث پر جم جانے کی تلقین کی ہے اور قرآن و حدیث سے اِدھر اُدھر ہونے کو گمراہی کہا ہے۔ آپ مزید وضاحت فرماتے ہیں:

﴿وَالسَّلَامَةُ مَعَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْهَلَاكُ مَعَ غَيْرِهِمَا بِهِمَا يَرْتَقِى الْعَبْدُ اِلٰى حَالَةِ الْوَلَايَةِ وَالْبَدَلِيَّةِ﴾ (فتوح الغیب)

''خبردار! سلامتی صرف کتاب وسنت (قرآن وحدیث) پر عمل کرنے میں ہے اور ان دونوں کے سوا کسی اور چیز پر عمل کرنے میں بربادی اور ہلاکت ہے (میرے مرید یاد رکھ)! اولیاء اللہ اور ابدال بننے کے مرتبے صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔''

## حضور ﷺ پُرنور کو مت تولو

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ان ارشادات سے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کے سوا کسی چیز کی طرف رخ نہ کریں۔۔۔ عمل کے لئے صرف کتاب وسنت کو کافی جانیں۔ یعنی کسی امتی کے قول کو حدیث کے مقابلہ میں قبول نہ کریں۔ گویا آپ کی یہ تعلیم مذکورہ بالا حدیث کے مطابق ہی ہوئی کہ ترازو میں صرف حضرت محمد ﷺ کو بیٹھنے دو۔ مقابل کے پلڑے میں اُمتیوں کو بٹھا کر حضور پُرنور ﷺ کو مت تولو۔

## شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی حضور پُرنور ﷺ کی بعض سنتوں کو (جو نماز جیسی عظیم الشان عبادت

سے متعلق ہیں) بیان فرماتے ہیں تاکہ مسلمان ان پر عمل پیرا ہو کر سنت کی معراج کو پائیں اور غلط فہمیوں اور تنازعوں سے بچیں!

## جلسۂ استراحت

﴿جَلْسَةِ الْإِسْتِرَاحَةِ﴾ (غنية الطالبين)

"(اے طالب حق)! نماز کی پہلی یا تیسری رکعت کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے) تھوڑی دیر بیٹھنا چاہیے۔"

## رفع الیدین

﴿وَالرُّكُوعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ﴾ (غنية الطالبين)

("اے طالب حق)! رکوع میں آتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا چاہیے۔"

## سینے پر ہاتھ

﴿وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فَوْقَ السُّرَّةِ﴾ (غنية الطالبين)

"(اے طالب حق)! نماز میں ہاتھ ناف سے اوپر (سینے پر) باندھنے چاہیں۔"

## آمین بالجہر

﴿وَالْجَهْرِ بِاٰمِيْنَ﴾ ...... (غنية الطالبين)

"(اے طالب حق)! اونچی قراءت والی نماز میں آمین اونچی آواز سے پکارنی چاہیے۔"

## تورک فی الصلوٰۃ

﴿وَالتَّوَرُّكُ فِي الثَّانِيْ﴾ (غنية الطالبين)

"(اے طالب حق)! آخری قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھنا چاہیے۔"

## تشہد میں انگلی اٹھانا

﴿مُشِيْرًا بِالسَّبَّابَةِ﴾ (غنية الطالبين)

"(اے طالب حق)! التحیات میں ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہتے وقت انگشت شہادت کھڑی کرنی چاہیے۔"

## ہر نماز میں سورہ فاتحہ فرض ہے

﴿فَاِنَّ قِرَاَتَهَا فَرِيْضَةٌ وَّهِيَ رُكْنٌ تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ بِتَرْكِهَا﴾ (غنیۃ الطالبین)

''(اے طالبِ حق)! ہر نماز میں (خواہ تو امام ہو' مقتدی ہو' مسبوق ہو' منفرد ہو) سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے' اور یہ نماز کا رکن ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہوتی ہے۔ (یعنی اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی)''

**ملاحظہ**

شیخ علیہ الرحمتہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض بتاتے ہیں اور فرض ہر نمازی کے لئے ضروری ہے خواہ امام ہو یا مقتدی' جیسے وضو فرض ہے امام بھی وضو کرے اور مقتدی بھی ضرور کرے مقتدی بے وضو نماز پڑھے گا تو نہیں ہوگی۔ ایسے ہی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوگی۔

## شیخ جیلانی کا اِرشاد۔ اور مولانا مُحمّد اِبراہیم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی کی تشریح

حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی کے اِرشاد مذکور کی جو تشریح ہم نے کی ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ امام بھی پڑھے اور مقتدی بھی پڑھے' کیونکہ اس کا پڑھنا فرض ہے۔ حضرت مولانا مُحمّد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے بھی شیخ علیہ الرحمتہ کے ارشاد کی وہی تشریح کی ہے کہ مقتدی بھی خلف الامام سورۃ فاتحہ پڑھے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

## حضرات صوفیاء قائلین قرأت فاتحہ خلف الامام

اکثر صوفیاء کرام کا مذہب بھی قرأت خلف الامام کا تھا۔ چنانچہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی عبارت سے ابھی گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں ارکان الصلوٰۃ کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

﴿و قِرَاتُه الفاتحه﴾

یعنی ''فاتحہ کا پڑھنا بھی ایک رکن ہے نماز کا۔''

اسی طرح آپ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

﴿فَاِنَّ قِرَاتَهَا فَرِيْضَتَه وَهِيَ رُكن تَبطُلُ الصَّلٰوةَ بِتَرْكِهَا﴾

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی صفحہ ۸۵۳)

''کیونکہ سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہے اور وہ ایک رکن ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔''

**ملاحظہ**

جو تشریح ﴿فَاِنَّ قِرَاء تَهَا فَرِيْضَةٌ﴾ کی ہم نے کی ہے کہ مقتدی بھی خلف الامام سورۃ فاتحہ پڑھے۔ حضرت

مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے بھی ﴿فان قرواء تها فريضة﴾ لکھ کر بعینہ وہی تشریح فرمائی ہے اور حضرت شیخ جیلانی کو قائل قرأت خلف الامام مانا ہے۔

## عیدین میں بارہ تکبیریں

﴿يُكَبِّرُ فِي الْأُوْلٰى سِتًّا سِوىٰ تَكْبِيْرَةِ الْإِمَامِ وَ فِي الثَّانِيَةِ خَمْسًا﴾ (غنية الطالبين)

"(اے طالبِ حق) عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔"

## جماعت میں اکہری اقامت

﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾...... (غنية الطالبين)

## نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ

﴿يَقْرَاءُ فِي الْأُوْلٰى الْفَاتِحَةَ﴾ (غنية الطالبين)

"(اے طالبِ حق)! نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔"

## ہاتھ اُٹھا کر دُعاءِ قنوت پڑھنا

﴿ثُمَّ يُمِرُّ يَدَه عَلٰى وَجْهِه﴾ (غنية الطالبين)

"(اے طالبِ حق)! "وتر کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا قنوت پڑھنی چاہئے اور پھر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا چاہئے۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ سنتوں پر عمل کرنے کے لئے مسلمانوں کو تاکید کی ہے۔۔۔ مریدوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نماز میں جلسہ استراحت کریں۔ رکوع میں آتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت (تکبیر اولیٰ کی مانند) رفع الیدین کریں۔ نماز میں ناف سے اوپر (سینہ پر) ہاتھ باندھیں۔ اونچی قرأت والی نماز میں اونچی آواز سے آمین کہیں۔ نماز کے آخری قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھیں۔ التحیات میں انگشت شہادت اُٹھائیں۔ ہر نماز میں (خواہ فرض ہو، سنت ہو، نفل ہو اور نمازی امام ہو، مقتدی ہو، منفرد ہو،

مسبوق ہو) سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں کہ اس کا پڑھنا فرض ہے۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں کہیں۔ فرض نماز کی جماعت میں اقامت اکہری کہیں۔

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ پھر حضور ﷺ کی اِن سنتوں سے جو مولوی حضرات منع کرتے ہیں سوچیں کہ کیا وہ آپ کے خیر خواہ ہیں؟ ان کے دِل میں حضور انور ﷺ کی کیا محبت اور عزت ہے اور حضرت پیر جیلانی کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے؟ اگر وہ خود ان سنتوں پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو روکتے کیوں ہیں؟ برادران اسلام! خدارا آنکھیں کھولو اور اتباع رسول ﷺ سے اللہ کو راضی کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہم پر فرض کی ہے۔ پس حضور ﷺ کی اِطاعت لازم جانو' تعصب چھوڑ دو۔ کسی اُمتی کو حضور کے ساتھ نہ تولو اور حضور ﷺ کے اِرشاد کے مقابلہ میں کسی غیر نبی کی بات مان کر اسے وزنی نہ بناؤ۔

اور پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جیسے ولی اللہ کی زبان پر بھی آپ کو اعتبار نہیں جو حضور انور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے ہیں اور اس تاکید سے فرقہ بندیوں اور لڑائیوں جھگڑوں کو مٹاتے ہیں۔ کیونکہ جب تمام مسلمان' کیا علماء اور کیا عوام حضور ﷺ کی سُنت پر عمل کرلیں تو کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمتہ کے فرمان پر بھی اگر آپ نے عمل نہ کیا' اور بعض علماء کی بے سند باتوں کو ہی مانا تو گویا یہ علماء حضرات' حضرت شیخ جیلانی سے بڑے ہوئے۔۔۔ علم میں بھی بڑے' عمل میں بھی بڑے مذہبی بصیرت میں بھی بڑے اور ولایت میں بھی بڑے۔ فرمایئے آپ کو کس کی بات پر اعتبار کرنا چاہیئے؟ حضرت پیر حقانی شیخ جیلانی رحمہ اللہ زیادہ معتبر ہیں یا یہ علماء حضرات؟ اگر واقعی حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ آپ کے نزدیک ہر لحاظ سے ان علماء حضرات سے بزرگ' برتر' افضل اور معتبر ہیں تو پھر آپ شیخ علیہ الرحمتہ کی زبان پر اعتبار کرکے مذکورہ سنتوں پر عمل کریں!

پھر تعجب آتا ہے ایسے لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے ولی اللہ تھے۔۔۔ قطب الاقطاب تھے۔۔۔ ابدالوں کے ابدال تھے...... ان سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں ہوا۔ لیکن ان ولی اللہ کا کہنا نہیں ماننا' ان کی تعلیم پر کان نہیں دھرنا' ان کے ارشادات کو قطعاً نہیں سننا' زبان سے ان کی تعریف میں آسمان اور زمین کے قلابے ملاتے ہیں' لیکن ان کی تعلیم کے مطابق جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ سنتوں پر عمل کرے وہ کشتنی اور گردن زدنی ہے۔ ایسا شخص مسجد میں شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی تعلیم کے مطابق نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اگر پڑھے اور سنتیں بجالائے تو وہ جگہ پلید ہو جاتی ہے۔ پانی سے اس جگہ کو دھلایا جاتا ہے۔ خوب مانا ان مولویوں نے شیخ جیلانی رحمہ اللہ کو اور خوب ہی مانا قطب الاقطاب کو۔

مسلمان بھائیو' یاد رکھو! جو بات رسول اللہ ﷺ کی سُنت سے ثابت ہو جائے' اس کو سینے سے لگالو۔ اس پر عمل شروع کردو' یہ خیال مت کرو کہ اگر ان سنتوں پر عمل کرنے لگ گئے تو لوگ ہمیں کیا کہیں گے؟۔۔۔ برادری کیا نام رکھے گی؟ سنئے! مسلمان وہ ہے جو اپنی خواہش' ارادے' آرزو اور خیال کو حضور ﷺ کے قول و فعل پر قربان کردے۔

لوگوں کے طعنے الہنے کی پروانہ کرتے ہوئے سنن ھدیٰ کو اپنا لے۔ چنانچہ حضور ﷺ پرنور ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لا یُؤْمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاءُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہ﴾ (۱)

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ)

"تم میں کوئی (پورا) مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ ہو خواہش اس کی تابع اس چیز کے کہ میں لایا ہوں اس کو (یعنی شریعت)"

مطلب یہ ہوا کہ جب تک خواہشات کو حضور ﷺ کی شریعت کے تابع نہ کیا جائے۔ ہر مانع کو ٹھکرا کر آپ ﷺ کی سُنت پر عمل نہ کیا جائے۔ یاروں دوستوں، برادریوں کی عار کے "بت" کو توڑ کر حضور سید وُلد آدم ﷺ کی حدیث پاک کی شمع کو نہ جگایا جائے اس وقت تک مسلمان نہیں بنا جاسکتا۔

## اِسلام کی حد بندی

﴿وَعَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ﴾ رواہ فی الموطا (۲)

"مالک بن انس رضی اللہ عنہ بطریق ارسال روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تُم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تُم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے، ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سُنت۔"

اِس فرمان رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوا کہ اِسلام محدود ہے قرآن اور حدیث میں، یعنی اِسلام نام ہے قرآن اور حدیث کا۔ ان دونوں چیزوں کے سوا تیسری کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اِسلام کہا جائے۔ پھر جو علماء قرآن اور حدیث کے سوا۔۔۔ بغیر سند اور دلیل کے آپ گھڑ کر مسئلے بتاتے ہیں وہ ہرگز اِسلام نہیں ہے۔ شریعت کی چیز نہیں ہے اور وعظ سننے والوں کو خوب ہوشیار رہ کر وعظ سننا چاہئے۔ انہیں غور کرنا چاہئے کہ واعظ اور خطیب جو کچھ سنا رہا ہے وہ

---

(۱) شرح السنۃ ۲۱۲/۱، ۲۱۳۔ کتاب الایمان باب رد البدع والاھواء، الحدیث (۱۰۴) و تاریخ بغداد ۳۶۹/۲ زیر ترجمہ احمد بن محمد الاسفرا امینی (۲۲۳۹) عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۲۳۶/۱۳ میں اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے جبکہ علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ المشکوٰۃ ۱۶۷۔ حق حافظ ابن حجر کے ساتھ ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) موطا امام مالک کتاب الجامع باب النھی عن القول فی القدر، مگر یہ روایت معضل ہے، لیکن متعدد صحیح شواہد ہونے کی وجہ سے صحیح ہے، مستدرک حاکم ۹۳/۱ کتاب العلم باب خطبۃ ﷺ فی حجۃ الوداع، میں حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے اسی معنیٰ ومفہوم کی حدیث مروی ہے، حاکم وذھبی نے صحیح اور علامہ البانی نے حسن کہا ہے (المشکوۃ ۶۶/۱) اور عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس سلسلہ میں مروی ہے۔ (التمھید ۳۳۱/۲۴)

قرآن اور حدیث پڑھ کر سنا رہا ہے یا اکاذیب و امانی بیان کر رہا ہے؟ اگر قرآن اور حدیث سے وعظ کر رہا ہے تو بڑے ادب سے ہمہ تن گوش ہو کر سنیں اور عمل کریں اور اگر خرافات سنا رہا ہے تو اس مسموم فضا سے اُٹھ کر چلے جائیں:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (پ ۷ : ع ۱۴)

''پس مت بیٹھ پیچھے (حق) یاد آنے کے' ظالم لوگوں کے پاس۔''

ایسا مولوی' واعظ' خطیب ظالم ہے جو قرآن اور حدیث سے باہر جاتا ہے' بے سند قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے حضور فرمائیں۔

﴿عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ﴾ (مشکوٰۃ)(۱)

''میری حدیثوں اور سنتوں کو مضبوط دانتوں کے ساتھ پکڑے رکھو۔''

یعنی میری حدیثوں پر جم جاؤ۔ صرف ان ہی پر عمل کرو اور یہی لوگوں کو سناؤ لیکن بجائے دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑنے کے' جو عالم' واعظ اپنے بیان میں حدیثوں اور سنتوں کو ترک کر کے ادھر ادھر کی کہانیاں سنائے' کتاب و سُنت کے خلاف قصے بیان کر کے لوگوں کو ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ﴾ کی شاہراہ سے ہٹائے' اس سے بڑا ظالم' اور کون ہو سکتا ہے؟

## اِسلام میں فرقہ بندی

شاہراہ بہشت کی نشاندہی کے تحت آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے داہنے اور بائیں کئی ترچھی لکیریں کھینچیں۔ پھر درمیانی لکیر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا: یہ راہ اللہ کی ہے اور ترچھی راہوں کو شیطانوں کی راہیں فرما کر یہ آیت پڑھی:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (پ ۸ : ع ۶)

''اور (اللہ نے فرمایا:) کہ یہی (پیغمبر کی تابعداری) ہے' راہ سیدھی میری' پس چلو اسی پر' اور مت چلو اور راہوں پر' کہ (یہ راہیں) تُم کو اللہ کی راہ سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دیں گی یہ بات (نصیحت) کی ہے کہ حکم دیتا ہے اللہ تُم کو ساتھ اس کے تا کہ تُم (جہنم سے) بچ جاؤ۔''

## سیدھی راہ کا مطلب

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا﴾ ''یہ ہے راہ میری سیدھی۔'' یعنی میرے

(۱) صحیح حدیث ہے' اس کی تخریج ص ۶۴ حاشیہ نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

پیغمبر ﷺ کی تابعداری میری سیدھی راہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ راہ عمل سے بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں آ کر کوئی عمل کر کے نہیں دکھایا...... نہ نماز پڑھی،(۱) نہ روزہ رکھا، نہ حج کیا، نہ زکوٰۃ دی۔ تمدنی، معیشی، معاشرتی زندگی نہیں گزاری کہ اس کے عمل سے راہ بنتی اور اس راہ پر ہم چلتے...... یاد رکھیں کہ اللہ واحد القہار، ہمارا حقیقی مالک اور احکم الحاکمین ہے۔ وہ صرف حکم دینے والا ہے، اور بندوں...... اس کے عاجز غلاموں پر اس حکم کا بجالانا فرض ہے۔ اس نے اپنے احکام کی بجا آوری کے طریقے بتانے کے لئے اپنے بندوں، بشروں میں سے ہی رسول منتخب کئے۔ ان رسولوں پر بذریعہ وحی اپنے احکام نازل فرمائے اور رسولوں ہی کو اپنے حکموں پر چلنے کا طریقہ بتایا پھر امتوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے حکموں کی تعمیل رسولوں کے طریقے پر کریں۔ پس وہ رسولوں کا طریقہ ہی اللہ کی سیدھی راہ ہوئی۔

تو مطلب یہ ہوا کہ آیت مذکور میں اللہ کی سیدھی راہ سے مراد...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تابعداری، حضور ﷺ کا عمل، حدیث اور سنت ہوئی۔ خوب سمجھ لیں!

﴿فَاتَّبِعُوْهُ﴾...... پس چلو اسی میری سیدھی راہ پر یعنی میرے پیغمبر ﷺ کی تابعداری کرو، اس کی راہِ عمل پکڑو...... اس کے قدم پر قدم رکھو، ہو بہو اس کے طریقے کے مطابق میرے حکموں کو بجالاؤ...... میرے رسول ﷺ کے قول اور فعل کو میری سیدھی سڑک بہشت میں پہنچانے والی راہ جانو!

اگر ہم ایمانداری سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ صراطِ مستقیم ایک ہی راہ ہے اور وہ حضور ﷺ کی سُنت اور حدیث ہے۔ جس راہ پر آپ چل گئے ہیں وہی بہشت کی راہ ہے اور سوائے اس راہ کے کوئی راہ نجات نہیں ہے۔ کسی اُمتی کا ذاتی قول و فعل اللہ کی راہ نہیں ہو سکتی، دین میں حجت نہیں!

## ٹیڑھی راہیں

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ ''اور مت چلو ٹیڑھی راہوں پر'' یعنی راہ رسول ﷺ کے سوا اور راہوں پر نہ چلو۔ یہ اِرشادِ خداوندی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول اور فعل کے سوا کسی اور کے قول و فعل پر عمل نہ کرو...... سبیل رسول ﷺ کے سوا جتنی اور راہیں ہیں یہ سیدھی راہیں نہیں ہیں۔ اللہ کے پاس پہنچانے والی نہیں ہیں۔

مسلمانوں کو آنکھیں کھول کر دین کی بات پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر وہ بات فرمودہ رسول ﷺ ہے۔۔۔ فعل رسالت مآب ﷺ ہے۔ تو وہ صراطِ مستقیم ہے، سیدھی راہ ہے۔ اور اگر کسی امام یا پیر وغیرہ کی گھڑنت ہے، اِیجاد بندہ ہے تو وہ ٹیڑھی راہ ہے...... اِس سے بچنا چاہئے...... جب اللہ نے حکم دے دیا کہ ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ (خبردار! سبیل رسول ﷺ کے سوا اور سبیلوں، راہوں پر نہ چلنا) تو مسلمان وہ ہے جو اللہ کا حکم مان کر دین میں صرف حضور

(۱) معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ یہ غلاموں کے فرائض ہیں جو ان کے مالک حقیقی نے ان پر عائد کر رکھے ہیں۔ ......(محمد صادق)

انور ﷺ کی راہ پر ہی چلتا ہے اور بڑی چھان بین سے ہر امر میں طریقہ رسول ﷺ ہی اختیار کرتا ہے۔ جب حضور ﷺ کے طریقے کے سوا اور طریقوں پر چلنے میں برائی اور قباحت تھی تو اسی لئے اللہ نے دوسرے تمام طریقوں اور راستوں سے روک دیا۔ پھر آگے دوسرے طریقوں اور راہوں پر چلنے کے برے انجام سے آگاہ فرمایا:

﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِه﴾ یہ (دوسری راہیں) تم کو اللہ کی راہ (یعنی پیغمبر ﷺ کے طریقے) سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دیں گی۔" یعنی طریقہ رسول ﷺ کے سوا اور طریقے تم کو صراط مستقیم سے بھٹکا دیں گے۔ سیدھی راہ سے جدا کر دیں گے۔ دوسری راہیں فرقے بندیاں پیدا کر دیں گی، تمہیں گروہ گروہ بنا دیں گی۔ تم پر افتراق و انشقاق کی بربادیاں لائیں گی۔ ان راہوں پر چل کر تم تتر بتر، منتشر اور پراگندہ ہو جاؤ گے۔ خبردار! خبردار!...... اور راہوں، راستوں، طریقوں اور سبیلوں سے بچو، چنانچہ اللہ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِه لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (پ ٨ : ع ٦)

"یہ بات (کہ اور راہوں سے بچو، طریقہ رسول ﷺ کے سوا تمام طریقوں سے کنارہ کش رہو) نصیحت کی ہے۔ اللہ نے تم کو اس (نصیحت) کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ (اس پر عمل کر کے جہنم کی آگ سے) بچ جاؤ۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ طریقہ رسول ﷺ کے سوا دین میں دوسروں کے مغائر حدیث طریقوں پر عمل کرنا گمراہ ہونا ہے۔ حدیث اور سنت کے مقابلہ میں دانستہ امتیوں کی ماننا انجام کار عاقبت برباد کرنا ہے!

اب اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ کون اللہ کی راہ...... اللہ کے پاس پہنچانے والی راہ۔۔۔ یعنی راہِ رسول ﷺ پر ہے اور کون دوسری ممنوعہ راہوں پر ہے؟ تو اس کی پہچان یہ ہے کہ جو شخص حضور سرور کائنات ﷺ کی حدیث اور سنت پر عمل کرتا ہے...... آپ ﷺ کے طریقے پر چلتا ہے وہ راہِ رسول ﷺ پر گامزن ہے اور جو دینیات اور مسائل میں حدیث اور سنت کو ترک کر کے امتیوں کے بنائے ہوئے طریقوں پر چلتا ہے وہ یقیناً دوسری راہوں پر چلنے والا ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ﴾ ...... (ترمذی)[1]

"جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا (قولی یا فعلی) حکم نہ ہو تو وہ (عمل اللہ کے نزدیک) مردود ہے۔"

حضور ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہو گیا کہ اگر ہم اپنے عملوں کو اللہ کے ہاں مقبول بنانا چاہتے ہیں اور ان کے ذریعہ نجات کے خواہاں ہیں، تو ہمیں صرف وہی عمل کرنے چاہئیں جو حضور ﷺ نے کئے ہوں یا کرنے کا ارشاد فرمایا ہو اور اگر ہم نے ایسے عمل کئے جو نہ حضور ﷺ نے کئے اور نہ کرنے کا حکم دیا تو یہ عمل مردود ہوں گے۔ حشر میں

(۱) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة (۹۶) باب اذا اجتهد العامل او الحاکم ﴿ (۲۰) تعلیقاً، و مسلم کتاب الاقضیة (۳۰) باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور، الحدیث (۴۴۹۳) عن عائشة ؓ مؤلف مرحوم نے اس روایت کو ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ یہ ترمذی میں نہیں۔ دیکھئے ارواء الغلیل ۱/ ۱۲۸ (۸۸)

ان کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔

پس جو شخص صحیح سند کے ساتھ حضور ﷺ کے طریقے پر عمل پیرا ہے وہ اللہ کی راہ پر ہے اور جو حضور ﷺ کے طریقوں کے خلاف، اور طریقوں کو اپنائے ہوئے ہے وہ سیدھی راہ سے بھٹک کر فرقہ بندی کی راہ پر چلتا ہے۔ خوب یاد رکھیں کہ سنت اور حدیث کے مقابلہ میں تمام طریقے، راستے اور مسلک اسلام کے اندر فرقے بندیاں ہیں، گروہ سازیاں ہیں۔

## ہو بہو طریقہ رسول ﷺ پر چلنے کا حکم!

﴿وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَّلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشٰكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقٰكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ﴾ ...... (بخاری. مُسلم)[1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تین شخص رسول اللہ ﷺ کی بیبیوں کی خدمت میں (حضور ﷺ کی عبادت کا حال پوچھنے کے لئے) حاضر ہوئے۔ جب انہیں عبادت کی خبر دی گئی، گویا کم جانا اس کو، پھر (صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں کہنے لگے کہاں ہیں ہم بہ نسبت نبی ﷺ کے! بے شک اللہ نے حضور ﷺ کے پہلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے۔ (یعنی کہاں ہم گنہگار اور کہاں حضور ﷺ مغفور و معصوم! پھر آپ ﷺ بہت زیادہ عبادت کریں اور ہم بہت کم) پس ان میں سے ایک نے کہا میں تو تمام رات نماز ہی پڑھا کروں گا ہمیشہ۔ دوسرا بولا میں تو دن کو روزہ ہی رکھا کروں گا ہمیشہ اور افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں الگ رہوں گا عورتوں سے اور نکاح نہ کروں گا ہرگز...... حضور ﷺ (کو جب خبر ہوئی تو) ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ایسا اور ایسا تم نے کہا تھا؟ خبردار! قسم ہے اللہ کی! میں البتہ بہت ڈرتا ہوں اللہ سے بہ نسبت تمہارے اور بہت تقویٰ کرتا ہوں واسطے اللہ کے بہ نسبت تمہارے۔ لیکن (باوجود اتنے ڈرنے اور اتنے تقویٰ کے) میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں رات کو

---

(۱) بخاری کتاب النکاح (۶۷) باب الترغیب فی النکاح (۱) الحدیث (۵۰۶۳) و مسلم کتاب النکاح (۱۶) باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ ...... (۱) الحدیث ۳۴۰۳۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

اور سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں عورتوں سے۔ (خبردار) جس نے اعراض کیا میرے طریقے سے' پس نہیں ہے وہ مجھ سے۔"

## سُنت پر زیادتی!

غور فرمایا آپ نے! کہ تین شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ' عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضور ﷺ کی عبادت کا حال دریافت فرماتے ہیں۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن ان کو جناب سید المرسلین ﷺ کی عبادت' اذکار اور یادِ الٰہی کی کیفیت بتاتی ہیں۔ یہ حضرات اپنی عبادت کے ساتھ حضور انور ﷺ کی عبادت شاقہ کا موازنہ کر کے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں حضور ﷺ معصوم کی اتنی بڑی عبادت...... اور کہاں ہم گنہگاروں کی اتنی کم! پھر باہم مشورہ کرتے ہوئے تمام رات ہمیشہ نماز پڑھتے رہنے' دِن کو ہمیشہ روزہ رکھنے' عورتوں سے الگ تھلگ رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ حضرت انور ﷺ اطلاع پا کر موقع پر پہنچ جاتے ہیں اور ازراہ تنبیہ فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا' اور تقویٰ کرنے والا' روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں! پھر تم کون ہو افطار' نیند اور نکاح سے باز رہنے والے' میرے طریقے کے سوا انوکھے طریقے پر چلنے والے! سنو! اچھی طرح سنو! یاد رکھو! بھولنا نہیں کہ جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا' قدم اِدھر اُدھر رکھا تو وہ مجھ سے نہیں۔ یعنی میری جماعت سے نہیں ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ﴾ کی شاہراہ پر نہیں۔ میرا طریقہ الگ' اس کا طریقہ الگ' الگ طریقے والا میرے طریقے سے بھٹکا ہوا ہے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن باتوں پر عمل کرنے کے لئے عہد کیا تھا۔ وہ باتیں بھی تو عبادت ہی سے تھیں لیکن سُنت پر زیادتی تھی۔ یہ زیادتی' رسول رب العالمین ﷺ کو گوارا نہ ہوئی۔ حضور ﷺ سُنت پر بیشی کی وجہ سے ناخوش ہوئے اور چاہا کہ سولہ آنے پورے میرے طریقے پر چلیں۔ پھر غور کریں کہ جب سُنت سے بال برابر اِدھر اُدھر ہونے کی اِجازت نہیں ہے تو سُنت اور حدیث کو بالائے طاق رکھ کر...... جو لوگ غیر مسنون طریقوں پر عمل کر رہے ہیں یا بعض حدیث کو ترک کر کے اقوال رجال پر چل رہے ہیں۔ سوچئے کہ ان کی عبادتیں اور عمل کس طرح قبول ہوں گے اور یہ لوگ قیامت کو کیوں کر اللہ کے سامنے پیش ہوں گے!

## ہمیشہ کا روزہ' روزہ نہیں!

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص ہر روز روزہ رکھتے اور ہر شب قیام کرتے تھے۔[1] رسول اللہ ﷺ کو

(۱) بخاری کتاب الصوم (۳۰) باب حق الاهل فی الصوم (۵۷) الحدیث ۱۹۷۷ و مسلم کتاب الصیام (۱۳) باب النهی عن صوم الزهد ...... (۳۵) الحدیث ۲۷۳۴۔ عن عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ

جب یہ خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَ اَفْطِرْ﴾ "ایسا نہ کرو روزہ رکھو اور افطاری بھی کرو۔" ﴿قُمْ وَ نَمْ﴾ "قیام کرو اور سو بھی رہو۔" یعنی روزمرہ متواتر ہمیشہ نہ روزے رکھو اور نہ تمام شب ہمیشہ قیام کرو!

﴿فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾ "کیونکہ تمہارے بدن کا تم پر حق ہے۔" یعنی بدن کو اتنی مشقت میں نہ ڈالو مبادا بیمار ہو جاؤ' ہلاک ہو جاؤ۔

﴿وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾ "اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے۔" یعنی سویا بھی کرو تاکہ آنکھوں کو راحت اور آرام پہنچے۔

﴿وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾ "اور تمہاری بی بی کا تم پر حق ہے۔" یعنی اس کے ساتھ لیٹو' باتیں کرو' اس کا دِل بہلاؤ' جنسی تعلقات نبھاؤ۔

﴿وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾ "اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔" یعنی اس کی خاطر داری کرو' اس سے باتیں کرو اس کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ایسا نہیں چاہئے کہ تمہارے گھر مہمان آیا ہو' اور تم سارا دِن علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر وظیفہ پڑھتے رہو۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بن عاص (سنو)!

﴿لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ﴾ "نہ روزہ رکھا' جس نے روزہ رکھا ہمیشہ۔"...... (بخاری شریف)

یعنی متواتر ہر روز ہمیشہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کا کوئی روزہ نہیں! ایسے روزوں کا کوئی ثواب نہیں۔ اللہ ان سے خوش نہیں' یہ محض فاقے ہیں۔

اِس سے ثابت ہوا کہ نیکی وہ ہے جو بالکل سُنت کے مطابق ہو' حضور ﷺ کے طریقے پر ہو۔ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اپنی پہلی فرصت میں تمام دینی کاموں کا جائزہ لینا چاہئے کہ سب کام سُنت کے مطابق ہو رہے ہیں۔ اگر سُنت کے مطابق' عین حدیث پاک کے برابر ہو رہے ہیں تو یقین کریں کہ اللہ راضی ہے اور بہشت کا سامان ہو رہا ہے۔ اور اگر دینی امور بطریق مسنون انجام نہیں پا رہے' تو ان کا کوئی اجر نہیں' ثواب نہیں' محض تضیع اوقات ہے اور اللہ کی گرفت اور پرسش اس پر سوا ہے!

## کالی بھجنگ نماز

سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ﴾ (۱)

(۱) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ و کذلک بعرفۃ و جمع (۱۸) الحدیث ۶۳۱۔ عن مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ۔

''نماز ٹھیک اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

اس فرمان پاک سے معلوم ہوا کہ نماز ہو بہو طریقۂ نبوی ﷺ کے مطابق ہونی چاہئے۔ حضور ﷺ کے قاعدے' ضابطے اور شکل وصورت کے موافق ہونی چاہئے پھر نماز قبول ہوگی اور فرضیت کا بوجھ سر سے اترے گا اور اگر بے قاعدہ نماز پڑھی جائے گی تو اللہ قبول نہیں کرے گا بلکہ وہ نماز نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق ہو جائے گی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ بے قاعدہ نماز کی بابت اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿مَنْ صَلَّاهَا لِغَيْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ يُسْبِغْ وُضُوْءَ هَا وَلَمْ يُتِمَّ لَمَا خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءَ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِي حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهَه﴾ (ترغيب ترهيب)[1]

''جس شخص نے نماز کو اس کا (اول وقت) ٹال کر (عمداً آخیر وقت) پڑھا' اور اس کا وضو بھی سنوار کر نہ کیا اور دِل کو بھی حاضر نہ رکھا اور رکوع اور سجدہ کو (مع قومہ جلسہ) خوب تسلی اور اِطمینان سے پورا نہ کیا' تو جب وہ نماز رخصت ہوتی ہے تو کالی بجھنگ ہوتی ہے (یعنی نور اور برکت سے خالی ہوتی ہے) پھر وہ نماز اس نمازی کو کہتی ہے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے' اللہ تعالیٰ اسی طرح تجھے برباد کرے)۔ یہاں تک کہ جب تھوڑی سی اونچی ہوتی ہے۔ جس قدر کہ اللہ کو منظور ہو' پھر (فرشتے) اس نماز کو چیتھڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر مار دیتے ہیں۔''

حضور انور ﷺ نماز بڑے آرام سے ادا فرماتے تھے' دو سجدوں کے درمیان آرام سے بیٹھتے تھے۔ رکوع کے بعد کمر سیدھی کر کے کھڑے ہوتے تھے۔ تقریباً رکوع جتنی دیر قومہ میں لگاتے تھے۔

یاد رہے کہ جو شخص نماز اس طریقہ رسول ﷺ کے مطابق نہیں پڑھتا۔ جلدی جلدی کرتا' ٹھونگیں مارتا' قومے' جلسے' رکوع' سجدہ کو نہایت عجلت سے برباد کرتا ہے۔ ایسی نماز چیتھڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ وہ نکمی' ناقص اور نا تمام نماز اس نمازی کی بربادی کی دُعا کرتی ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہی عبادت اللہ قبول کرتا ہے' اسی نیکی کو مثمر فرماتا ہے جو طریقہ رسول ﷺ پر ہے۔

(۱) طبرانی الاوسط ۴/۸۶ رقم الحديث ۳۱۱۹۔ عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ' علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں' عباد بن کثیر البصری راوی ہے جس کے ضعیف ہونے پر محدثین متفق ہیں مجمع الزوائد ۱/۳۰۷ باب فی المحافظة على الصلاة لوقتها۔ منذری نے الترغیب ۱/۲۵۸ میں اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

# کلمہ سوچ کر پڑھیں!

آپ کلمہ پڑھتے ہیں۔ ﴿لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾ اس کلمہ کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں توحید کا اِقرار اور دوسرے حصہ میں حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ماننا دل کی تصدیق کے ساتھ۔ ہمیں چاہیے کہ کلمہ سوچ کر پڑھیں۔ اس کلمہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف اللہ پر ایمان لے آؤ کہ اس کی ہستی ہے اور بس۔ یعنی صرف ہستی کا اِقرار مقصود ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور انور ﷺ کے زمانے تک تمام مشرک مانتے تھے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَاَحْيَابِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (پ ۲۱ : ع ۲)

''اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے 'کون اتارتا ہے آسمان سے پانی'؟ پھر زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو پیچھے اس کی موت کے؟ البتہ کہیں گے اللہ۔''

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (پ ۲۱ : ع ۱۲)

''اور اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو؟ البتہ کہیں گے (مشرک) اللہ نے۔''

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ...... (پ ۲۵ : ع ۷)

''اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے 'کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو؟ تو البتہ کہیں گے پیدا کیا ہے ان کو عزت والے' علم والے (اللہ) نے۔''

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (پ ۲۵ : ع ۱۳)

''اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے 'کس نے پیدا کیا ہے ان کو؟ البتہ کہیں گے اللہ نے۔ پھر (غیر اللہ کو پکارتے ہوئے) کدھر بہکے جا رہے ہیں۔''

اِن آیات سے معلوم ہوا کہ مکہ کے مشرک' کافر سب اللہ کو مانتے تھے۔ اسی کی ہستی کا اِقرار کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی مخالفت اور معاندت کی کیا وجہ تھی؟ سنئے! حضور اکرم ﷺ نے ان کو کہا:

﴿اَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاتْرُكُوْا لِلَّاتَ وَالْعُزّٰى﴾ (۱)

(۱) مسند احمد ۳/۴۹۲ و ۴/۳۴۱ و طبرانی کبیر ۵/۶۱ رقم الحدیث ۴۵۸۲ تا ۴۵۸۹۔ عن ربیعۃ بن عباس الدیلی رضی اللہ عنہ لیکن اس میں (واترکوا للات والعزی) کے الفاظ نہیں ہیں۔ نبی ﷺ کی اس دعوت پر ابولہب نے کہا کہ محمد (ﷺ) تم سے آباؤ=

''لوگو! اِقرار کرو! نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور چھوڑ دو لات اور عزیٰ کو۔''

# پہلے نفی پھر اثبات

حضور اکرم ﷺ نے بحیثیت رسول اللہ ان کو توحید کا پیغام دیا۔ یعنی فرمایا کہ جن جن کو تُم نے رکوع' سجدے' قیام' طواف' نذر' نیاز کے لائق سمجھ رکھا ہے' جنہیں تُم دور و نزدیک سے پکارتے ہو۔ حاجت روا' مشکل کشا' حاضر ناظر جانتے ہو' خدائی کاموں میں دخیل و شریک مانتے ہو' یہ سب چھوڑ دو! جب تُم یہ مشرکانہ عقیدے چھوڑ کر اللہ کو مانو گے' تو پھر اللہ کا ماننا صحیح ہو گا۔ عقیدہ توحید کے ساتھ ماننا ہو گا۔

غور کیا آپ نے! کہ حضور ﷺ نے پہلے ان سے اِنکار کروانا چاہا۔ ہر غیر اللہ کی نفی چاہی۔ اس نفی کے بعد اثبات چاہا۔ گویا نفی پہلے ہے' اثبات پیچھے ہے۔ جب تک پہلے جمادات' نباتات اور حیوانات میں مانے ہوئے معبودوں کا سر لَا کی تلوار سے قلم نہ کیا جائے' اس وقت تک اللہ کا اثبات و اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا۔ مشرکین مکہ پہلے نفی نہیں کرتے تھے۔ لَا اِلٰہَ نہیں کہتے تھے صرف اللہ اللہ پکارتے تھے اور اللہ کے ساتھ اس کی ذات اور صفات میں اوروں کو شریک کرتے تھے۔

وہ اپنی کھیتی باڑی میں اللہ کا حصہ نکالتے تھے۔ چاروں سے بھی اللہ کے نام کی نذر نیاز دیتے تھے' لیکن ساتھ ہی غیر اللہ کے حصے۔۔۔ نذر نیاز بھی نکالتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا﴾ (پ۸ : ع۳)

''اور ٹھہرایا انہوں (مشرکوں) نے' واسطے اللہ کے اس چیز سے کہ پیدا کیا ہے کھیتوں سے اور جانوروں سے ایک حصہ' پھر کہا انہوں نے یہ واسطے اللہ کے ہے' ساتھ گمان اپنے کے اور یہ واسطے ہمارے (مقرر کردہ) شریکوں کے ہے۔''

یعنی اللہ کے پیدا کیے ہوئے اناج' پھل' سبزیوں سے اور اونٹ گائے' بھیڑ' بکری وغیرہ سے ایک حصہ اللہ کا بھی ٹھہراتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اتنا تو اللہ کا ہے۔ اور اتنا ہمارے ان مقربان بارگاہ ایزدی کا ہے۔ جن کو ہم نے شریک خدائی مان رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''(کیا ہی) برا حکم (تقسیم کا) ہے جو (مشرک) لگاتے ہیں۔''...... (پ۸: ع۳)

---

= اجداد کا دین لات وعزیٰ کی پرستش چھوڑنا چاہتا ہے' اور فی الواقعہ حضور ﷺ کی دعوت کا مقصود بھی یہی تھا' سند کے اعتبار سے یہ واقعہ صحیح ہے اور متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے حضرت ربیعہ کے علاوہ طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے ابن حبان (موارد) ص ۴۰۶ رقم الحدیث ۱۶۸۳ و دارقطنی ۴۵/۳ و دلائل النبوۃ ۳۸۰/۵ وغیرہ میں مروی ہے۔

# مشرکین کا حج

وہ لوگ حج بھی کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عرفات کے میدان میں بلند آواز سے یوں لبیک پکارتے تھے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ
لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَلَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ(1)

''حاضر ہیں ہم اے اللہ ہمارے! ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے ان شریکوں کے کہ جن کا دراصل تو ہی مالک ہے۔ خود ان کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جن کا اِختیار تو نے انہیں دے رکھا ہے۔''...... (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب مشرکین ﴿لا شرِیْکَ لَکَ﴾ تک پہنچتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں فرماتے ﴿قَدْ قَدْ﴾ بس کرو' بس کرو۔ یہیں رک جاؤ۔ یعنی ﴿لاَ شَرِیْکَ لَکَ﴾ کہہ کر ﴿اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَلَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ﴾ نہ کہو۔

# سفارش کا عقیدہ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تیس برس تک مشرکین مکہ کا جھگڑا' تنازعہ اور لڑائی محض اس وجہ سے تھی کہ وہ نفی کے بغیر اثبات کے قائل تھے' اور حضور ﷺ پہلے ان سے نفی کرا کر پھر اثبات چاہتے تھے۔ وہ غیر اللہ کے اِنکار کے بغیر اللہ کا اِقرار کرتے تھے۔ لیکن حضرت خاتم النبین ﷺ اللہ کے اِقرار سے قبل غیر اللہ کے اِنکار کا مطالبہ کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کے غلط طریقے کو نہ چھوڑا۔ اللہ کو مانا' ضرور مانا...... اپنے رسم و رواج کے مطابق اس کی عبادت بھی کی۔ اس کے نام کے صدقات وخیرات بھی دیئے' اس کی رضا کے لئے قربانیاں بھی کیں' حج بھی کئے۔ اللہ کا نام لے لے جئے' پر ﴿لا اِلٰہ﴾ نہ کہا۔ یعنی یہ اعتقاد نہ رکھا کہ اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ کسی کو اس کے اقتدار' اِختیار اور تصرف میں دسترس حاصل نہیں بلکہ وہ مقربان بارگاہ ایزدی کے متعلق یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اِختیار دے رکھے ہیں۔ وہ حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ روٹھے اللہ کو منا سکتے ہیں۔ اس کی نازل کردہ بلائیں ٹال سکتے ہیں' وہ اللہ کے پاس ان کے سفارشی(2) ہیں اور اللہ کے مقرب ہونے کی وجہ سے اپنے

---

(1) مسلم کتاب الحج (15) باب التلبیة و صفتھا و وقتھا (3) الحدیث (2815) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

(2) ﴿وَیَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ﴾ ''اور کہتے ہیں (مشرکین مکہ) یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔'' (پ 11: ع 7)

مریدوں' معتقدوں اور نا ذروں کو اللہ کا مقرب[1] بنا دینے پر قادر ہیں۔ اللہ کے درباری اپنے پجاریوں کو بھی اس کا درباری بنا سکتے ہیں اور کوئی بھی اللہ کے پاس بغیر اللہ کے پیاروں کی سفارش' طفیل اور وسیلے کے نہیں پہنچ سکتا' وہ برملا کہتے تھے:

دیتے دلاتے سبھی کو یہی ہیں

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ کیوں نفی کے بغیر اثبات کے قائل تھے۔ کیوں ﴿لَا اِلٰهَ﴾ نہیں کہتے تھے' کیوں غیر اللہ کا اِنکار نہیں کرتے تھے اور صرف اللہ اللہ جپتے تھے۔۔۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ''گماشتوں'' اور ''ایجنٹوں'' کے قائل تھے اور لَا اِلٰهَ کے اِقرار سے تمام قسم کے گماشتوں اور ایجنٹوں کا صفایا ہو جاتا تھا۔ وہ حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ انہیں کلمہ پڑھاتے تھے وہ کلمے کو اس طرح سوچ سمجھ کر نہیں پڑھتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ کیا وہ سمجھ کر اس کلمہ کو پڑھتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ جس طرح حضور ﷺ نے انہیں تعلیم دی ہے اور کلمے کا مفہوم بتایا ہے۔

## بعض مسلمانوں کے مشرکانہ عقیدے

بے شک مسلمان زبان سے اِقرار کرتے ہیں: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ یعنی پہلے ﴿لَا اِلٰهَ﴾ کہہ کر غیر اللہ کی زبانی نفی کرتے ہیں۔ پھر اللہ کو ثابت کرتے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کیا وہ ﴿لَا اِلٰهَ﴾ کے اِقرار کے ساتھ اعتقاداً اور عملاً بھی اس بات کا ثبوت دیتے ہیں:

کہ کوئی اللہ کی ذات اور صفات میں شریک نہیں ہے؟

کوئی اللہ کا جزو اور حصہ نہیں ہے؟

کوئی اللہ کے خزانوں اور اس کے کاموں پر مختار نہیں؟

کوئی حاجت روا' مشکل کشا اور اس کے پاس سفارشی نہیں؟ بلائیں ٹالنے' وبائیں ہٹانے' بگڑی بنانے' شفا بخشنے اور غم دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اس کی قولی' بدنی۔ مالی عبادات میں کوئی ساجھا نہیں۔ کوئی حاضر ناظر۔ غیب جاننے والا نہیں؟

اگر ان سب باتوں کا جواب اعتقاداً اور عملاً نفی میں ہے تو ﴿لَا اِلٰهَ﴾ کہنا درست ہے اور اس کے بعد اللہ کا اثبات مبارک ہے! ایسا معتقد مسلمان موحد ہے اور اگر مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ کہتے ہیں:

---

(۱) ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم تو ان (اللہ کے پیاروں کی پوجا پاٹ (نذر نیاز وغیرہ) صرف اس لئے کرتے تھے کہ وہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔) (پ۲۳: ع۱۵)

پردۂ اِنساں میں آ کر خود دکھاتا تھا جمال
رکھ لیا نام محمد ﷺ تا کہ رسوائی نہ ہو

یعنی رسول اللہ ﷺ کی شکل میں اللہ آیا (۱)......اسی مضمون میں یہ شعر بھی پڑھا جاتا ہے جو محافل اعراس کی زینت ہے۔

وہی جو مستویٰ عرش تھا خدا ہوکر (۲)
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

یعنی وہ اللہ جس نے عرش پر قرار پکڑا' وہی مصطفیٰ ﷺ بن کر مدینے میں آ گیا۔ فرمائیے کیا ایسے لوگ توحید کے ماننے والے رہے؟ اُن کا ﴿لا اِلٰہ﴾ کہنا غلط نہ ہوا۔ پھر مسلمان ہی جھوم جھوم کر پڑھتے اور سنتے ہیں:

پیراں دیا پیرا کر دے دُور مجبوریاں!
لایاں توں بنے جھیڑیاں رب نے روہڑیاں

"اے پیروں کے پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ! میری مجبوریوں کو دور کر دے کہ تو نے انہیں بچا کر پار لگایا۔ جنہیں اللہ نے ڈبو دیا تھا۔"

اب یہ اعتقاد بھی مسلمانوں ہی کا ہے کہ جن کو اللہ ڈبونے کا ارادہ کر کے ڈبو دے۔ پیر جیلانی انہیں پار لگا دیتے ہیں' بچا لیتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ ﴿لا اِلٰہ﴾ کوئی معبود نہیں۔ حالانکہ ان کے قول کے مطابق پیر جیلانی رحمہ اللہ اللہ سے بھی بڑے معبود ہیں۔ اللہ سے بڑھ کر قدرت رکھتے ہیں کہ اللہ ڈبوتا ہے اور یہ تراتے ہیں۔ (۳) مکے کے لوگ

(۱) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کہا۔ ہندوؤں نے اپنے بزرگ کرشن جی کو اللہ کا اوتار کہا۔ یعنی خدا کرشن کی شکل میں آیا' اور مسلمانوں نے کہا اللہ خود رسول خدا بن کے آیا۔ کہئے تینوں کے کہنے اور عقیدے میں کیا فرق ہوا؟ افسوس مسلمانوں نے توحید کو برباد کر دیا۔

(۲) جنگ اُحد میں اللہ کا دانت شہید ہوا تھا یا حضور سید البشر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا؟ بعد از خدا بزرگ ذات کا؟

(۳) ایک بے سروپا کہانی بھی حضرت پیر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق مشہور کر رکھی ہے کہ انہوں نے بارہ برس کا ڈوبا ہوا بیڑا دریا سے نکالا تھا۔ کہانی یہ ہے کہ ایک عورت کا ایک بیٹا تھا اسکی شادی کی برات گئی۔ جب بارات دریا عبور کر رہی تھی تو طغیانی آ گئی اور وہ بارات ڈوب گئی' ساتھ ہی دولہا بھی ڈوب گیا۔ وہ عورت بارہ برس تک روتی رہی۔ آخر حضرت پیر جیلانی رحمہ اللہ کے پاس گئی۔ انہوں نے اس بڑھیا کے حال پر ترس کھا کر کہا: مائی! نہ رو! جا کر ہماری گیارھویں پکا: تیرا بیٹا زندہ ہو جائے گا...... اس عورت نے حضرت پیر کی گیارھویں پکائی تو بارہ برس کا ڈوبا ہوا بیڑا دریا سے نکل آیا۔

اب ملائیت کہتی ہے کہ جو لوگ اپنی جان' مال' اولاد کی خیریت چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو پیر صاحب رحمہ اللہ کی گیارھویں کی نیاز دیا کریں۔ (افسوس روٹی کی خاطر ایک جھوٹی کہانی گھڑی اور گیارھویں کو مسلمانوں میں رواج دے دیا...... حالانکہ خاص بغداد کے اندر کوئی گیارھویں کا نام تک نہیں جانتا اور نہ دُنیا میں کہیں دی جاتی ہے۔

ہمارے ہاں یہ حال ہے کہ مسلمان ڈرتے گیارھویں کا ختم دلاتے ہیں کہ کہیں پیر صاحب ناراض نہ ہو جائیں اور پھر کوئی آفت =

﴿لا الٰہ﴾ نہیں کہتے تھے کیونکہ ان کے اعتقاد میں اللہ کے سوا اور معبود تھے۔ لیکن مسلمان اپنے اعتقاد اور عمل میں اللہ کے سوا اور معبوذ رکھتے ہوئے ﴿لا الٰہ﴾ کہتے ہیں۔ یہ کلمے سے زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسا گندہ عقیدہ تو مکے کے مشرکوں کا بھی نہیں تھا کہ کوئی غیر اللہ اللہ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے تھے:

"خداوندا! تیرے شریک (جو ہم نے بنا رکھے ہیں) وہی ہیں جن کا دراصل تو مالک ہے' خود ان کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جن کا تو نے اختیار انہیں دے رکھا ہے۔"......(تفسیر ابن کثیر)

یعنی مشرکین مکہ جن غیر اللہ سے عقیدت اور ارادت رکھتے تھے' انہیں بھی' اور ان چیزوں کو بھی جن پر ان کا اختیار جانتے تھے۔ اللہ کی ملکیت جانتے تھے۔ لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت اور ارادت رکھنے والے مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ جس کو ڈبوتا ہے' پیر صاحب اُسے تراتے ہیں۔ گویا پیر صاحب کا معاذ اللہ' اللہ مالک نہ ہوا۔ مالک ہوتا تو اس کا ارادہ کامیاب ہو جاتا' کوئی اسکے ارادے کو نہ ٹالتا۔ اللہ ڈبوئے اور بندہ ترائے! یہ ہیں کلمہ پڑھنے والے مسلمان جو کلمہ کے مطلب کو نہیں جانتے۔ آہ!

نہ تخم لَا اِلٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو یوں بھی پکارا جاتا ہے:

امداد کُن' امداد کُن از بندِ غم آزاد کُن![1]

در دِین و دُنیا شاد کُن یا شیخ عبدالقادرا!

ہزاروں کوس سے حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پکارنا اس اعتقاد سے کہ وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں' ایک خام خیال ہے' بے بنیاد بات ہے۔ اس پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾(پ ۲۲ : ع ۱۵)

---

= نہ آ جائے۔

واضح ہو کہ اللہ کے نام پر دینا ایصال ثواب کی نیت سے درست ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں لیکن نذر لغیر اللہ کی صورت میں اس خیال سے دینا کہ اگر نہ دیا تو بزرگ ناراض ہو جائے گا اور کوئی تباہی آ جائے گی۔ اور نیاز دینے سے بزرگ کی خوشی رلیں پلیں کر دے گی۔ سراسر ایمان برباد کرنا ہے۔ اللہ کی قدرت اور اختیار' غیر اللہ میں مان کر اس کے سوا معبود بنانا ہے۔ ہاں تو یہ یاد رہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات درست ہیں لیکن کسی بزرگ کے متعلق ایسا واقعہ خود گھڑنا' بنانا' سنانا جو وقوع میں ہی نہیں آیا' کذب بیانی اور جھوٹ کہلاتا ہے اور اسلام اکاذیب کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا۔

(۱) حضرت اکرم ﷺ دفع غم کے لئے اللہ سے التجا کرتے ہیں۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّيَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ﴾ (حصن حصین) "یا اللہ! تو دُور کر مجھ سے فکر اور غم۔" مسلمان اہل سُنت کا فرض ہے کہ حضور ﷺ کی سُنت پر چل کر وہ بھی دفع غم کے لئے اللہ ہی سے دُعا کرے۔ (محمد صادق)

"اور نہیں ہیں برابر زندے اور مردے۔ تحقیق اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور (اے پیغمبر ﷺ)! جو لوگ قبروں میں (مدفون) ہیں۔ تُم ان کو (اپنی باتیں) نہیں سنا سکتے۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت سرورِ رسولاں ﷺ اہل قبور کو نہیں سنا سکتے۔ جب حضور ﷺ نہیں سنا سکتے تو اور کون ہے جو سنا سکتا ہے؟ پھر اہل قبور کو سنانے کے لئے پکارنا سراسر بے کار اور بے سُود ہے اور قرآنی آیت کے خلاف...... اِرشادِ خداوندی ہوتا ہے:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (پ ۲۰ : ع ۱)

"بھلا کون ہے جب کوئی شخص (بے قرار ہو کر) اس سے فریاد کرے۔ وہ اس بے قرار کی فریاد کو پہنچے[1] اور (اس کی مصیبت کو ٹال دے۔[2] (اور کون ہے جو) زمین میں تُم کو (اپنا نائب بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟ (نہیں مگر) تُم لوگ غور (اور فکر) کو بہت کم کام میں لاتے ہو۔"

اس آیت میں اللہ نے فرمایا: وہ کون ہے جو بے قرار کی فریاد کو پہنچتا ہے اور اس کی مصیبت ٹالتا ہے؟ وہ لوگ کتنے جاہل اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور قرآنی تعلیم سے کس قدر بے خبر ہیں' اور اس بے خبری میں اللہ کی صریح نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ فرمائے! ﴿وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ اور کون مصیبت کو ٹال سکتا ہے؟ یعنی سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے جو مصیبت کو ٹال سکے۔ لیکن نادان کہتے ہیں:

"اے شیخ جیلانی رحمہ اللہ! از بندِ غم آزاد کن! قیدِ غم سے چھڑا دو! یعنی مصیبت ٹالو' مسلمانو! سوچو تو! کہ قرآن سے کتنا دور ہو گئے ہو اور کس قدر کہ حکم کے صریح خلاف چلتے ہو' اور جو لوگ آپ کو اہل قبور سے استمداد کی یہ تعلیم دیتے ہیں وہ قرآن سے کتنی مغائر اور مخالف تعلیم دیتے ہیں' کیا آپ کو توحید پیاری نہیں؟ ایمان کی سلامتی درکار نہیں؟

اسی آیت میں اِرشاد ہوتا ہے ﴿ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ "کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟" یعنی کوئی اور ایسا معبود...... فریاد رس ہے جو بے قرار کی فریاد کو پہنچے اور مصیبت ٹالے؟ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی کی فریاد کو پہنچے...... اور مصیبت کو ٹالے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو بے قراری میں پکارنا' اس سے فریاد چاہنا' اس کو اللہ کے ساتھ معبود بنانا ہے۔ تو پھر جو لوگ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کو مصیبت میں پکارتے ہیں اور ان سے فریاد کرتے ہیں وہ انہیں اللہ کے ساتھ معبود بنانے والے ہیں۔[3] جب اللہ کے ساتھ معبود بنا لیا تو ان کا

---

(۱) اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی غوث یعنی فریاد رس نہیں۔ دستگیر نہیں! حاجت روا' مشکل کشا نہیں۔ مافوق الاسباب طور پر۔

(۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ کوئی سوائے اللہ کے بلائیں ٹالنے' وبائیں ہٹانے' بگڑی بنانے اور شفا بخشنے والا نہیں ہے!

(۳) اللہ کے ساتھ معبود بنانا شرک ہے اور اس کی بڑی سخت سزا ہے۔ جس سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔" (پ۵: ع۱۵)

﴿لَا اِلٰهَ﴾ کہنا غلط ہوا۔ یعنی عملاً معبود بنالینا اور زبان سے کہنا کوئی معبود نہیں ﴿لَا اِلٰهَ﴾ کیا مذاق ہے! مکے کے مشرکوں کی پوزیشن کم از کم معقول تو تھی کہ وہ اللہ کے سوا معبود رکھتے تھے اس لئے ﴿لَا اِلٰهَ﴾ نہیں کہتے تھے اور یہاں معبود بھی رکھتے ہیں اور ﴿لَا اِلٰهَ﴾ بھی کہتے ہیں۔ کتنی غیر معقول بات ہے' افسوس! نہایت درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان بھائیوں نے کلمہ پڑھنے میں بھی راہِ رسول ﷺ اختیار نہیں کی!

ایک اور گروہ کہتا ہے

وہ نور علی نور علی ہے
جبین نبوت سے جو منجلی ہے
قسیم جنان و جہنم ہے یعنی
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ علیؓ ہے

صاف الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہہ دیا ہے۔ حالانکہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ صرف اللہ واحد القہار کی صفت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے اللہ کی ہستی کا ثبوت پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ ﴿عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ﴾ ترجمہ: "میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا" یعنی میں بارہا ارادہ کرتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا لیکن وہ ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اس ارادے کو توڑنے والی ایک ذات برتر ہے اور وہ اللہ واحد القہار ہے پھر کیا کلمہ پڑھا مسلمانوں نے؟ زبان سے کہا: لَا اِلٰهَ کوئی معبود نہیں اور اس کے ایک ایسے بندے کو ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ کہہ کر معبود بنا ڈالا...... جسے ایک ظالم نے بے خبری میں پا کر خنجر گھونپ کر شہید کر ڈالا۔ ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ﴾

# اللہ کا حصہ مقرر کرنا

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا﴾ (پ۲۵: ع۷)

"اور مقرر کیا ان (مشرکوں) نے حق تعالیٰ کے لئے اس کے بندوں سے ایک جزو (حصہ)"

کافر فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اولاد چونکہ باپ کا جزو حصہ ہوتی ہے اس لئے اللہ ان کے کفر کو بیان کرتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی اولاد قرار دے کر اللہ کا جزو اور حصہ بنا دیا' اور یہ اس کی ذات میں شرک ہے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو' اور یہودیوں نے حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ کر اللہ کا جزو بنایا۔ یہ بھی کفر ہے۔ ان کفریہ باتوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔ اور کفر و شرک کی باتیں اللہ نے بیان ہی اسی لئے کی ہیں کہ اُمت محمد یہ ان سے بچے۔ نصیحت حاصل کرے۔ لیکن اُمت کے سپوتوں نے برملا کہا۔ وعظوں کی مجلسوں اور منبروں پر سنایا:

اللہ نے اپنے نُور میں سے نور جدا کر کے حضرت محمد ﷺ کو بنایا۔(1) ﴿نُورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ﴾ حضور ﷺ (معاذ اللہ) اللہ کے نُور میں سے

(جدا شدہ) ہیں۔ اس افترا کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ اللہ کا جزو ہیں' معاذ اللہ حصہ ہیں۔ جب جزو اور حصہ ہوئے تو اللہ کے شریک ہوئے۔ جب شریک ہوئے تو نعوذ باللہ اِلٰہ ہوئے۔ بتایئے! ایسا عقیدہ رکھنے والا کس منہ سے کہہ سکتا ہے۔ ﴿لا اِلٰہ﴾ کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔

مسلمان بھائیو! ہوش کرو۔ یہ تعلیم قرآن سے صریح بغاوت پر مبنی ہے۔ خدارا قرآن پڑھو' قرآن کو سمجھو اور قرآن کے مطابق اپنے عقیدے اور عمل استوار کرو!

الحاصل! کلمہ سوچ سمجھ کر پڑھنا چاہئے' جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا۔ سکھایا اور سمجھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ثابت کرو' پہلے غیر اللہ کی نفی کر کے' ﴿لا اِلٰہ﴾ کہنے سے آپ کے قول و فعل...... خیال...... تصور اور اعتقاد میں کوئی بھی اللہ کی ذات اور صفات میں شریک نہ رہنا چاہئے۔ پھر آپ کا ﴿لا اِلٰہ﴾ کہنا درست ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ کے شرکیہ عقیدے ہوئے۔ آپ نے اللہ کا حق عبادات چھین کر غیر اللہ کو دیا۔ قولی' مالی عبادت اللہ کی بھی کی' اور غیر اللہ کی بھی کر لی تو اس صورت میں ﴿لا اِلٰہ﴾ پڑھنا یا تو طوطے کی طرح پڑھنا ہو گا یا رسمی ہو گا' جھوٹ بولنا ہو گا...... یا خود فریبی...... اللہ رسول ﷺ اور قرآن کے ساتھ دیانت نہ ہو گی کہ سینکڑوں معبود بنا کر کہنا ﴿لا اِلٰہ﴾ کوئی معبود نہیں اور پھر نتیجہ کے طور پر ﴿اِلَّا اللّٰہ﴾ کہنا بے کار اور بے سود ہو گا۔ اللہ پر صحیح ایمان نہیں ہو گا۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہرگز ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبی ﷺ را بہ درودے

"یعنی تم اُن لوگوں میں سے ہرگز نہ ہونا جو اللہ تعالیٰ کو سجدہ سے اور رسول اللہ ﷺ کو درود سے فریب دیتے ہیں۔"

اور رسول کو فریب دینا یہی ہے کہ توحید اور رسالت میں شرک کرنا۔ ﴿لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾ بھی پڑھنا اور پھر اللہ کی عبادت اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت میں دوسروں کو شامل بھی کرنا! ذرا ہوش سے اس آیت کو پڑھئے اللہ فرماتا ہے۔

---

(1) یہ صریح کفر ہے کہ اللہ نے اپنے نُور' غیر مخلوق میں سے کچھ جدا کر کے حضور ﷺ کو بنایا۔ اللہ فرماتا ہے۔ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ (پ ۱۱: ع ۵) "البتہ آیا تمہارے پاس رسول تمہاری جنس سے۔"
ثابت ہوا کہ حضور انسانی جنس سے ہیں۔ نسل آدم سے ہیں اور آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کہتا ہے۔ ﴿خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ (پ ۳ :ع ۱۴) "پیدا کیا اللہ نے آدم کو مٹی سے۔" پھر اولاد آدم میں سے ایک بشر سید البشر ﷺ کو کہنا کہ وہ اللہ کے نور سے جدا شدہ ہیں۔ اللہ کے نُور کا حصہ ہیں۔ یقیناً الحاد و کفر ہے۔ حضور انور' سید ولد آدم' بشر رسول اور سارے جہان کیلئے ہدایت کے نُور تھے۔

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾ (پ ۱۳: ع ۶)

''اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے ساتھ اللہ کے مگر وہ شرک کرنے والے ہیں۔''

یعنی اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں......اور شرک بھی کرتے ہیں' گویا مشرک مومن ہیں۔ شرک آمیز ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارے بھائیو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے موحد مومن بننے کا حکم دیا ہے۔ مکے کے لوگ مشرک مومن تھے' ان کے ایمان کو شرک سے پاک کرنے کے لئے اللہ نے قرآن اتارا' اور اسکی تبلیغ پر اپنے رسول کریم ﷺ کو مامور کیا۔ مسلمان بھائیو! مؤحد مومن بنو تا کہ آپ کا کلمہ پڑھنا درست ہو۔ اللہ مغفرت کرے...... علامہ اقبال نے ان ہی معنوں میں فرمایا ہے ؎

مقام بندۂ مومن کا ہے ماورائے سپہر
زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات

یعنی بندۂ مومن۔ موحد مومن کا مقام ماورائے سپہر ہے۔ چرخ نیلی فام سے پرے رب عرش عظیم کی پڑوس ہے۔ مومن کیلئے نہ دُنیا میں ٹھہراؤ ہے' نہ بڑی سے بڑی بلندی آسمان اس کی منزل ہے۔ اسے کہیں آرام وچین نہیں۔ کیونکہ تمام دُنیا دوئی کی آلائش سے پُر ہے۔ سورج' چاند' ستارے اور آسمان بھی ایک طلسم ہے ثریٰ سے ثریا تک اللہ کے مقابلہ میں سب کچھ لات ومنات ہے موحد مومن تیغ لا سے ہر چیز کو فنا کے گھاٹ اُتار کر اِلّا اللّٰہ کہتا ہے۔ صرف اللہ کو ثابت اور باقی مان کر اسکی جوار میں آباد ہوتا ہے' اور یہی مومن کا مقام ہے۔ یہ خود آگاہ فقیر کی منزل ہے!

## عملوں کا ضائع ہونا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (پ ۲۶: ع ۸)

''مسلمانو! (سنو) اللہ کے حکم پر چلو' اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرو' اور (رسول ﷺ کے طریقے کے خلاف چل کر) اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔''

اِس آیت میں اللہ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ حقیقی مطاع صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حکم صرف اسی کا ہے نبیوں کے لئے بھی اور اُمتیوں کیلئے بھی...... پھر اس کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے کوئی طریقہ بھی چاہئے۔ اس طریقے کے متعلق بھی اِرشاد فرمادیا۔ ﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ کہ (اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے صرف) رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرو۔'' یعنی اللہ کے احکام...... توحید' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' صدقات' خیرات سارے کے سارے قرآن پر عمل کرنے کیلئے طریقہ رسول ﷺ اختیار کرو۔ حضور ﷺ کی راہ پر چلو۔ اللہ کے ہر فرمان کی تعمیل سُنت کے مطابق کرو۔ آگے اِرشاد فرمایا: ﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ اور اپنے عملوں کو (غیر مسنون طریق پر بجالا کر) ضائع اور برباد نہ کرو۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے اللہ کے حکموں کو اپنی اپنی مرضی' رائے' خواہش' اپنے اپنے طریقوں' اُمتیوں کی

ہدایتوں اور تجویزوں کے مطابق عملی جامہ پہنایا تو تمہارے ایسے اعمال ضائع اور برباد ہو جائیں گے' ان کا کچھ بھی اجر نہیں ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جو اللہ کا حکم غیر مسنون طریق پر عمل میں لایا جائے۔ وہ عند اللہ مردود ہے!

# فجر کی سنتیں ضائع

مثال کے طور پر صبح کی سنتوں کو لیجئے...... حضور انور ﷺ فرماتے ہیں:

﴿اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ﴾ (صحیح مسلم)(۱)

''جب نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز پاس نہیں ہوتی۔''

اب جو لوگ جماعت کے ہوتے ہوئے فجر کی سنتیں پاس پڑھتے ہیں۔ ان کی سنتیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق ہوتی ہی نہیں۔ حضور انور ﷺ نے لَا صَلٰوۃَ فرما کر ان سنتوں کی نفی کر دی ہے کہ بالکل نہیں ہوتیں۔ دیکھا آپ نے یہ سنتیں طریقہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف پڑھنے پر ضائع ہو گئیں۔

# نماز ضائع

طریقہ رسول ﷺ...... سنت سید العالمین ﷺ کے خلاف بجا لاتے ہوئے اعمال برباد ہونے کا اور ثبوت ملاحظہ ہو:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز پڑھی (رکوع' سجود' قومے' جلسے کو اطمینان سے ادا کئے بغیر بہت جلدی جلدی پڑھی) پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ پر سلام کیا۔(۲) حضور نے فرمایا:

''سلام ہو تجھ پر ﴿اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ﴾ لوٹ جاؤ۔ پھر نماز پڑھو' یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی۔

وہ شخص پھر گیا' اور مکرر نماز پڑھی (جس طرح پہلے بے قاعدہ پڑھی تھی) پھر حاضر ہوا' اور سلام کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''سلام ہو تجھ پر ﴿اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ﴾ لوٹ جاؤ' پھر نماز پڑھو' یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی۔''

اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار (اسی طرح بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد عرض کیا ﴿عَلِّمْنِیْ یَارَسُوْلَ

---

(۱) مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (۶) باب کراھۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع الموذن فی اقامۃ الصلاۃ ...... (۹) الحدیث (۱۶۴۴-۶۳-۷۱۰) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

(۲) بخاری کتاب الاستئذان (۷۹) باب من رد فقال' علیک السلام (۱۸) الحدیث (۶۲۵۱) و مسلم کتاب الصلاۃ (۴) باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ و انہ ...... (۱۱) الحدیث ۸۸۵ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

اللہ ﷺ (اے اللہ کے رسول مجھے نماز سکھائیں' حضور ﷺ انور نے فرمایا: جب تم نماز کے ارادے سے اُٹھو تو:

- خوب سنوار کر۔ وضو کرو!
- پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر تکبیر کہو۔
- پھر قرآن سے جو تمہیں میسر ہو پڑھو۔
- پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) رکوع کرو۔
- پھر (رکوع سے) سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ (قومہ میں)۔
- پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) سجدہ کرو!۔
- پھر (سجدے سے) سر اٹھا کر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) بیٹھو (جلسہ میں)
- پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے دوسرا) سجدہ کرو۔
- پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھا کر اطمینان خاطر سے بیٹھو! (جلسہ استراحت میں'
- پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ)!

یہ نمازی بڑی جلدی جلدی نماز پڑھتا...... ٹھونگیں مارتا' رکوع' سجود' قومے' جلسے کو آرام سے پورا نہیں کرتا تھا۔ نہ رکوع میں کمر سیدھی کرتا' نہ قومہ میں سیدھا کھڑا ہوتا' نہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھتا' یعنی طریقہ رسول ﷺ پر نماز نہیں پڑھتا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے بار بار فرمایا: لوٹ جاؤ پھر نماز پڑھو' یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی' یعنی تمہاری نماز نہیں ہوئی۔

ثابت ہوا کہ غیر مسنون طریق پر پڑھی ہوئی نماز ضائع ہو جاتی ہے۔ ہوتی ہی نہیں۔ پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں کہ ایسی نماز چیتھڑوں میں لپیٹ کر منہ پر ماری جاتی ہے۔ پھر وہ نماز اس نمازی کو کہتی ہے: اللہ تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے۔'' وہی بات ہوئی نا...... نیکی برباد گناہ لازم۔

## اکیلی عورت کا حج

کئی عورتیں اکیلی حج کرنے چلی جاتی ہیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ اِلَّا مَعَ ذِی مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِمْرَأَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاِنِّیْ اُکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ کَذَا وَ کَذَا قَالَ اِنْطَلِقْ مَعَ اِمْرَأَتِکَ...... (بخاری و مُسلم)[1]

---

(۱) بخاری کتاب جزاء الصید (۲۸) باب حج النساء (۲۶) الحدیث (۱۸۶۲) و مسلم کتاب الحج (۱۵) باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ (۷۴) الحدیث (۳۲۷۲) و اللفظ له) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

''اور نہ کرے سفر کوئی عورت مگر ساتھ محرم کے (یہ سن کر) ایک شخص کھڑا ہوا' اور کہنے لگا' اے اللہ کے رسول ﷺ! میری عورت تو حج کو نکلی ہے اور میں فلاں فلاں لڑائی میں لکھا گیا۔ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔''

حضور اکرم ﷺ کے حکم سے ثابت ہوا کہ اکیلی عورت کو حج کرنے جانا منع ہے اور غیر محرم کے ساتھ جانا بھی منع ہے۔ محرم کے ساتھ جا سکتی ہے اور محرم اس قرابت دار کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہو۔ قرابت کے سبب یا دودھ کے علاقہ سے۔ افضل ہے کہ اپنے خاوند کے ساتھ جائے۔ خاوند موجود نہیں یا خاوند نہیں جا سکتا تو پھر باپ' چچا' ماموں' بھائی' بھتیجے' بھانجے وغیرہ کے ہمراہ جائے۔ اگر اکیلی گئی یا غیر محرم کے ساتھ گئی۔ تو وہ عورت رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے سبب گنہگار ہوگی۔ آپ اوپر کی حدیث میں غور کریں کہ ایک شخص کا غزوہ میں نام لکھا جاتا ہے۔ وہ جہاد میں جانے کو تیار ہے۔ اس اثنا میں اس کی عورت حج کو نکلتی ہے تو رسول اللہ ﷺ اس شخص کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بجائے جہاد میں جانے کے اپنی عورت کے ساتھ حج کو جائے۔ غزوہ میں جانے والی فوج سے نکال کر اس کو بیوی کے ساتھ جانے کا حکم اس لئے دیا کہ وہ اکیلی یا غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کرے۔ پھر جو عورتیں آج کل دیکھا دیکھی اکیلی یا غیر محرموں کے ساتھ حج کو جا رہی ہیں۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ مال کا ضیاع اور سفر کا ذہاب وایاب رسول اللہ ﷺ کی معصیت میں داخل ہے۔ ہاں' تو یاد رکھیں! کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث' سُنت اور قول وفعل کے مطابق ہی عمل میں لایا ہوا...... اللہ کا حکم بارآور ہو سکتا ہے۔ غیر مسنون طریق پر اللہ کی حکم برداری بے برگ وبار رہتی ہے۔ خبردار! دانستہ سُنت کا کبھی خلاف نہ کرنا۔ سُنت اور حدیث کے مقابلہ میں کوئی چیز قبول نہ کرنا۔

محمد ﷺ عربی کا بروئے ہر دو سر است<br>
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر اوست

## اُمّت محمدیہ ﷺ میں مذہبی اِنتشار

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے بعد مومن اِسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ اِس کیلئے صرف اللہ کا حکم ماننا اور اس کے حکم پر عمل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی تابعداری لازمی ہے۔ اللہ اور رسول کے سوا تیسرے کا مذہب کے اندر نہ شخصی حکم ہے' اور نہ ذاتی تابعداری...... سب مسلمانوں کو قرآن وحدیث کے چشمہ شیریں سے پینے کا حکم ہے۔ اگر نیک نیتی اور خلوص سے تمام مسلمان صرف ایک ہی چشمہ ھدیٰ سے ایمان کی پیاس بجھائیں تو مذہب کے اندر نہ کوئی اِختلاف ہو سکتا ہے اور نہ جھگڑا...... اور ان کے گلزارِ حیات میں اِتفاق واتحاد' محبت اور اخوت کی بادِ بہاری ہمیشہ چلتی رہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی حال تھا کہ وہ صرف کتاب وسُنت کے آبِ حیات سے اِیمان میں جان ڈالتے تھے۔

انہوں نے کوئی ''جوہڑ'' ''تالاب'' ''تال'' ''ڈبرا'' اور ''آب گیر'' نہیں بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑے متحد' متفق اور محبت و اخوت کے پیکر تھے۔ سب کے سب آپس میں یک جان و دو قالب تھے۔ مذہبی جھگڑوں' تنازعوں اور فرقہ بندیوں سے نا آشنا تھے۔ وہ قرآن پر مسنون طریق سے عمل کرنا جانتے تھے اور بس۔

تاجدارِ عالم بطحا کا جو فرمان تھا!
کچھ نہ تھا اس کے سوا سُنت تھی یا قرآن تھا
جب تلک یہ دیں مسلمانوں کا حرزِ جان تھا
اِن دِنوں اقبال ان کے در پہ اِک دربان تھا

## تین بہتر زمانے

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ﴾ (۱)

''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد والوں کا' پھر اس کے بعد والوں کا۔''

یہاں حضور ﷺ نے تین زمانوں کی خیریت اور بہتری کی خبر دی ہے۔ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ' تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ' (۲) تبع تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ۔ (۳) ان تینوں زمانوں کے لوگ مذہب کے لحاظ سے بے شک صراط مستقیم پر تھے۔ ان کا مذہب صرف قرآن و حدیث تھا۔ اِس کے سوا کوئی اور طریقہ مروج نہ تھا۔ نہ امتیوں کی بنی ہوئی...... قیاس و رائے سے بھری ہوئی کتابیں موجود تھیں اور نہ آنکھ بند کر کے کوئی کسی اِمام' بزرگ' عالم کے پیچھے لگتا تھا۔ ہر شخص علی وجہ البصیرت دلائل قرآن و حدیث دیکھ کر مذہب پر چلتا تھا۔ قال اللّٰہ اور قال الرسول ﷺ پر جان دیتا تھا۔

## صحابہ رضی اللہ عنہم اہل سُنت' اہلحدیث تھے!

ہم پیچھے حدیث شریف کے حوالے سے فرقہ بندی کی خرابیوں پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اِسلام کی رو سے سب مسلمان ایک عالمگیر جماعت ہیں۔ جس میں فرقہ کی گنجائش نہیں۔ جس طرح جمع تفریق' دو ضدیں ہیں۔

(۱) بخاری کتاب الشھادات (۵۲) باب لایشھد علی شھادۃ جور اذا اشھد (۹) الحدیث (۲۶۵۲) و مسلم کتاب فضائل الصحابۃ (۴۴) باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم' ثم الذین یلونھم (۵۲) الحدیث (۶۴۷۲) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۲) صحابہ کو ملنے والے۔

(۳) تابعین کو ملنے والے۔

اسی طرح جماعت اور فرقہ کا آپس میں تضاد ہے۔ ایک ہزار روپے میں سے دو سو' ڈیڑھ سو' نوے' اسی' ساٹھ' پچاس' تیس' دس' پانچ' چار' ایک جدا کریں تو باقی دو سو روپے رہ جاتے ہیں۔ تفریق سے نقصان ہوا نا! اور اگر ان تیرہ رقموں کو اکٹھا کریں تو آٹھ سو کی جماعت بن جاتی ہے...... معلوم ہوا کہ تفریق' فرقہ بندی' جماعت کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ کمزور اور ناتواں بنا دیتی ہے اور پھر یہ کمزوری اور ناتوانی جماعت کو فنا کر دیتی ہے۔ جب جماعت فنا ہو گئی تو دین کہاں رہا؟ اس لئے اللہ نے تفریق...... فرقے بندی سے منع کیا ہے۔ اور جماعت بندی کی تاکید کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا﴾ (پ ۴ : ع ۲)

''اور سب (اکٹھے ہو کر' مل کر) اللہ (کے دین) کی رسی کو مضبوط پکڑو' اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا (فرقے فرقے نہ بننا) اور یاد کرو اللہ کے احسان کو جب تُم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی' اور تُم اِس کی نعمت (فضل) سے بھائی (بھائی) بن گئے۔''

## اللہ کی رسی

اللہ نے فرمایا: کہ اللہ کی رسی یعنی دِین اِسلام کو مضبوطی سے پکڑو! ﴿جَمِيْعاً﴾ مل کر' اکٹھے ہو کر' جمع ہو کر' جماعت بن کر! پس اِس اللہ کے حکم سے تمام مسلمانوں کو جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں...... کتاب اور سُنت پر جمع ہو جانا چاہئے کہ اللہ کی رسی یہی کتاب و سُنت' قرآن و حدیث ہے۔ سب کا فرض ہے کہ قرآن اور حدیث کو مضبوطی سے پکڑ لیں' اور ہر چیز کو ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ ایسے مسلمان بھائی اہل سُنت والجماعت ہیں۔ حدیث اور سُنت پر عمل کرنے سے اہل سُنت ہوئے' اور اکٹھے اور جمع ہونے کے باعث جماعت کہلائے۔

آگے اِرشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾ اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا' فرقے فرقے نہ بن جانا' جماعت میں تفریق نہ ڈالنا۔ اللہ کے دِین کی رسی (قرآن و حدیث) کو چھوڑ کر اور ''رسیوں'' کو نہ پکڑنا۔ کیونکہ ان ''رسیوں'' کو پکڑنے سے فرقے بندی پیدا ہو گی!

## جماعت پر اللہ کا ہاتھ

حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

﴿يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ﴾ (مشکوٰۃ)[1]

(۱) ترمذی کتاب الفتن (۳۱) باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ (۷) الحدیث (۲۱۶۷) و مستدرک ۱/۱۱۵و۱۱۶۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ: حاکم وذھبی اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۷۵۹۔ و المشکوٰۃ ۱۷۳۔

''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم جماعت تھے' ان پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ وہ آپس میں شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے کے پسینہ پر خون گراتے تھے۔ باہم بڑے خیر خواہ تھے۔ وہ صرف کتاب و سُنت کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے۔ یہی ان کا جماعتی نشان تھا۔ جب جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوا' تو جماعت کی ضدوں' فرقوں پر اللہ کا ہاتھ نہ ہوا۔ وہ اللہ کی حمایت' تائید' توفیق حول اور پناہ سے محروم ہوئے۔ پھر جو اللہ کی توفیق و تائید سے محروم رہا' جسے اللہ پناہ نہ دے اس پر شیطان کا ہاتھ ٹھہرا۔ یہ شیطان کے ہاتھ ہی کی شیطنت ہے کہ فرقے آپس میں لڑتے ہیں۔ ان میں فساد اور جھگڑا پڑا رہتا ہے۔ اِختلاف' پھوٹ' تکفیر اور تفسیق کا بازار گرم رہتا ہے۔ اس فرقے بندی سے دِین اور دُنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا ﴿وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (خبردار)! فرقے فرقے نہ بنو!

پھر اِرشاد ہوا کہ یاد کرو اللہ کے اِحسان کو جب تُم (ایک دوسرے) کے دُشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ یعنی قبل اِسلام تُم فرقوں گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ فرقہ فرقہ تھے اور آپس میں تمہاری خانہ جنگی رہتی تھی۔ اللہ نے اپنے فضل اور اِحسان سے تمہیں اِسلام کی دولت بخشی' تُم مسلمان ہو گئے اور بحیثیت مسلمان تُم نے بے شمار ''رسیوں'' کو چھوڑ کر صرف اللہ کی رسی قرآن و حدیث کو مضبوط تھام لیا' اور جماعت بن گئے۔

اور دلوں میں اُلفت ڈالنے کے معنی ہیں: دلوں کا جمع ہونا...... اکٹھا ہونا...... مل جانا' بخلاف کافروں کے دلوں کے۔

﴿وَقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى﴾ (پ ۲۸ : ع ۵)

''اور دِل ان کے متفرق اور پراگندہ ہیں۔''

قرآن میں اِسی مضمون کو دہرایا گیا ہے۔ اِرشاد خداوندی ہوتا ہے:

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾ (پ ۱۰ : ع ۲)

''اور حکم مانو اللہ کا اور فرماں برداری کرو اِس کے رسول ﷺ کی' اور مت جھگڑو آپس میں' پس سست ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی ہوا تمہاری۔''

## ہوا کا اُکھڑ جانا

اس آیت میں بھی اللہ اور رسول ﷺ کی اِطاعت کا حکم دیا گیا ہے...... وہی قرآن و حدیث...... اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے کا حکم ہوا۔ پھر فرمایا: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا﴾ اور تنازعہ' جھگڑا' اِختلاف نہ کرو' پھوٹ نہ ڈالو' وہی پہلا مضمون' جو اُوپر گزرا۔

یعنی ﴿وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اور متفرق نہ ہو جاؤ۔''

یہ بات ظاہر ہے کہ جب تنازعہ' جھگڑا اور اختلاف آ جائے۔ تو تفریق اور جدائی پیدا ہوتی ہے اور تنازعہ اور جھگڑا اِس وقت پڑتا ہے جب اللہ کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ آگے اختلاف' جھگڑے اور فرقہ فرقہ ہونے کا نتیجہ بتلایا۔ ﴿فَتَفْشَلُوْا﴾ پس سست ہو جاؤ گے۔'' جب جماعت بندی گئی اور فرقہ بندی آ گئی تو کمزوری لازم ہوئی۔ جھاڑو کے تنکے جب اکٹھے ہوتے ہیں' جماعت میں ہوتے ہیں تو مضبوط ہوتے ہیں۔ جب ان کی جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے سب تنکے متفرق ہو جاتے ہیں کہ معمولی اشارہ سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اِسی طرح اللہ نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اللہ کی رسی کو نہ چھوڑنا۔ قرآن وحدیث کو سب مل کر چنگل مارو۔ اگر چنگل چھوٹ گیا۔ تُم اکٹھے نہ رہے۔ علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو سست اور کمزور ہو جاؤ گے۔ ﴿فَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ پھر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تمہارا کوئی سایۂ دبدبہٴ اثر اور رعب نہ رہے گا۔ بے وقعت ہو جاؤ گے۔ تمہاری کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی۔

الحاصل...... فرقے بندی تمہاری تباہی کا موجب ہے اور کتاب وسُنت پر تمہاری شیرازہ بندی زندگی کا باعث ہے!

## اہل سُنت اور اہل حدیث

رسول اللہ ﷺ کی سُنت پر عمل کرنے والے کو اہل سُنت اور حدیث پاک پر عمل کرنے والے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اہل سُنت اور اہلحدیث کا ایک ہی مطلب ہے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ حضور ﷺ کی سُنت اور حدیث پر عمل کرتے تھے تو وہ اہل سُنت اور اہل حدیث ہوئے۔ یاد رکھیں کہ اہل سُنت اور اہل حدیث کسی فرقہ محدثہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک معزز لقب ہے جو عمل بالحدیث کے سبب صحابہ وخیار تابعین میں پہلی صدی میں رائج ہو گیا تھا۔ جیسا کہ صحیح مُسلم میں ہے۔

﴿عن ابن سيرين قال لم يكونوا يسئلون عن الا سناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا النار جالكم فينظر الى اهل السنة فيوخذ حديثهم وينظر الى اهل البدع فلا يوخذ حديثهم﴾ (دیباچہ صحیح مُسلم)

''اِمام محمد[1] بن سیرین فرماتے ہیں کہ (شروع شروع میں) اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے۔

(۱) اِمام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بڑے مرتبہ کے تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت حسن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کا شرف پایا' اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ آفتاب حدیث ۳۳ھ کو حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں طلوع ہوا' اور ستر برس تک ضوفشاں رہ کر ۱۱۰ھ کو بصرہ میں غروب ہو گیا' ساری زندگی سُنت اور حدیث کی اشاعت میں گزاری' اللہ آپ کو کروٹ کروٹ جنت دے۔ (مُحمد صادق)

اِمام ابن سیرین نے یہ بھی فرمایا ﴿ان هذا العلم دين فانظر واعن من تاخذون دينكم﴾ (دیباچہ صحیح مُسلم) ''تحقیق =

لیکن جب (سُنت کے مقابلہ میں بدعت کا) فتنہ ظاہر ہوا۔ تو سوال اٹھا کر ہمارے سامنے اپنے راویوں کی شخصیت بیان کرو تا کہ اہل سُنت کو دیکھا جائے اور ان کی روایت کی ہوئی حدیث کو لے لیا جائے اور اہل بدعت کو بھی دیکھا جائے کہ اِن کی روایت کی ہوئی حدیث کو نہ لیا جائے۔''

اِس روایت سے ثابت ہوا کہ پہلی صدی میں ہی اہل سُنت کا نام اہل بدعت کے مقابلہ میں رواج پا گیا تھا۔ سُنت اور بدعت میں تمیز کی جانے لگی تھی۔ چونکہ سُنت' بدعت کی ضد ہے اِس لئے خوب یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی بھی بدعت پر عمل کرنے والا اہل سُنت نہیں کہلا سکتا۔ اگر کوئی عامل بدعت خود کو اہل سُنت کہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے سیاہ کو سفید یا رات کو دِن کہا جائے۔ خانہ ساز مسلکوں پر چلنے والوں کا اپنے آپ کو اہل سُنت کہنا۔ ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کا مصداق ہے۔

## ایک سنگین غلط فہمی

اِمام اِبن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کی روایت سے اُوپر ثابت ہو چکا ہے کہ سُنت نبویہ ﷺ پر عمل کرنے والے پہلی صدی میں اہل سُنت کہلاتے تھے۔ پھر یہ جو مشہور ہے کہ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی ہی اہل سُنت ہیں' جو ان چاروں اِماموں کی تقلید نہ کرے وہ اہل سُنت نہیں...... کس طرح درست ہوا۔ جبکہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی تقلید کرنے والوں حنفیوں' شافعیوں' مالکیوں' حنبلیوں کا پہلی صدی میں نام ونشان نہ تھا اور نام ونشان ہو بھی کس طرح سکتا تھا کہ یہ چاروں اِمام (اللہ کی اُن پر رحمت ہو) بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور اہل سُنت کا لقب اُن کی پیدائش سے پہلے شہرت پذیر ہو چکا تھا۔

غور کریں کہ:

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں وفات پا گئے۔(۱)

اِمام مالک رحمہ اللہ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پا گئے۔(۲)

اِمام شافعی رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں وفات پا گئے۔(۳)

اِمام احمد رحمہ اللہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پا گئے۔(۴)

---

= یہ (حدیث کا) علم دین ہے پھر (اچھی طرح) دیکھو کہ تم اپنا دین کس شخص سے لے رہے ہو۔'' یعنی دین حاصل کرتے وقت اچھی طرح دھیان رکھو کہ کوئی بدعتی' مشرک' حدیث کے خلاف کوئی چیز نہ تمہیں دے دے۔'' (محمد صادق)

(۱) کوفہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں قید خانہ میں وفات پائی۔

(۲) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

(۳) آپ مقام غزہ میں پیدا ہوئے اور مصر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

(۴) آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی فوت ہوئے۔ رحمہم اللہ

# چار مذہب

چاروں اماموں کے مقلدوں نے چار مذہب مشہور کر رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار نہیں کرتا...... کسی ایک امام ... ...نہیں ہوتا وہ اہل سنت والجماعت نہیں ہے۔ اُوپر ہم نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں تحریر کی ہیں۔ ان سے یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے نیک زمانوں میں اِن چاروں مذہبوں کا کوئی نام تک نہ جانتا تھا۔ اِن کا قطعاً وجود نہیں تھا تو تقلید شخصی کا وجود کس طرح ہوسکتا ہے؟ اگر تقلید نہ کرنے والے اہل سنت نہیں ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین بوجہ تقلید نہ کرنے کے معاذ اللہ اہل سنت نہ ہوئے اور اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرون ثلاثہ کے نیک لوگ ہرگز ہرگز مقلد نہ تھے۔ وہ ضرور غیر مقلد تھے۔ اچھا بتائیے کہ خلفائے راشدین کس کی تقلید شخصی کرتے تھے؟ سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم کس کے مقلد تھے؟ لاکھوں تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ نے کس امام کی تقلید شخصی کا پٹا گلے میں ڈالا ہوا تھا؟ ایمان داری کا جواب یہی ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ جب اِن نیک زمانوں کے لوگوں نے...... **قرون مشهود لها بالخير** کے پاک بازوں نے کسی کی تقلید نہیں کر رکھی تھی...... اور پھر اہل سنت کہلاتے تھے۔ جیسا کہ اُوپر گزرا...... تو پھر آج ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی تقلید نہ کرنے والوں کو کیوں خارج از اہل سنت والجماعت سمجھا جاتا ہے؟

# قُرونِ ثلاثہ کا تعیّن

# اہل سُنت کی پہچان

کتب طبقات العلماء، شروح حدیث اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ۱۱ھ میں ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور انور ﷺ کا زمانہ ۱۱ھ تک ہے۔ پھر حضور کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے آخری صحابی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ ۱۱۰ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ ۱۱۰ھ تک ہوا اور فتح الباری وغیرہ سے تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ ۱۸۰ھ تک اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا دور ۲۲۰ھ تک ثابت ہوتا ہے تو قرونِ ثلاثہ (جن کی خیریت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے) کی زیادہ سے زیادہ مدت ۲۲۰ھ تک ہوئی اور آپ یہ کہیں لکھا ہوا نہ پائیں گے۔ کسی کتاب میں اِس کا ثبوت نہ مل سکے گا کہ اِس مدت تک کوئی شخص تقلید کو جانتا تھا۔

خوب یاد رکھیں کہ تیسری صدی ہجری تک تقلید کی کسی شخص کو ہوا تک نہ لگی تھی۔ جب تقلید کالعدم تھی تو پھر اِس

مفروضہ میں کیا صداقت ہے کہ تقلید نہ کرنے والے اہل سُنت نہیں ہیں! تین صدیوں تک کے لوگ جو بہترین اُمت تھے۔ غیر مقلد ہونے کے سبب اہل سُنت والجماعت سے خارج تھے؟ ہرگز خارج نہیں تھے بلکہ وہ پکے اہل سُنت تھے! یہ بات خوب یاد رکھیں کہ اہل سُنت حضور انور ﷺ کی سُنت پر عمل کرنے والوں کو کہتے ہیں۔ سُنت' رسول اللہ ﷺ کے وجود پاک سے چلی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اِس سُنت پر عمل کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اہل سُنت ہوئے۔ پھر تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ بھی سُنت پر عامل ہونے کی وجہ سے اہل سُنت ہوئے۔ یہاں حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سے سُنت چلی اِسی وقت سے اہل سُنت چلے...... پھر یہ کہنا کہ جو ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرے وہ اہل سُنت ہے' لوگوں کو بے وقوف بنانا اور مغالطہ دینا ہے۔ یاد رہے کہ اہل سُنت والجماعت' وہ ہے جو براہ راست حضور انور سید المرسلین' رحمت للعالمین ﷺ کی سُنت پر عمل کرتا ہے۔ صحابی ہو' تابعی ہو' مجتہد ہو' محدث ہو' فقیہہ ہو' اِمام ہو' مقتدی ہو' شاہ ہو' گدا ہو۔ کسی زمانے کا ہو' کوئی ہو عامل سُنت ہو۔ وہی اہل سُنت والجماعت ہے!

## اہل سُنت کو شناخت کرلو!

﴿قِيْلَ وَمَنْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِيْ﴾(ملل و نحل مصری)[1]

''صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: حضور ﷺ اہل سُنت والجماعت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ہیں جو اِس چیز پر (عمل کرنے والے ہوں) جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم (عامل) ہیں۔''

ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرتے تھے تو اہل سُنت قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والے ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا: اہل سُنت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا:

﴿اَلْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَاسَنَّهُ اللّٰهُ لَهُمْ وَرَسُوْلُه وَاِنْ قَلُّوْا﴾(کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد)[2]

---

(۱) الملل و النحل (للامام الشهر ستانی) ص ۲۱ میں یہ روایت بلا حوالہ مذکور ہے' ایسا ہی غزالی نے' احیاء العلوم ۳/ ۲۱۸ (باب بیان عقیقة الدنیا......) میں بھی بیان کیا ہے' اور علامہ عراقی نے' تخریج احیاء العلوم میں اس پر ترمذی وغیرہ کا حوالہ دیا ہے مگر ترمذی میں ہمارے مطلوبہ الفاظ نہیں (۴۴ میں تخریج گزر چکی ہے) ان الفاظ سے ملتی جلتی ایک روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یوم تبیض وجوه و تسود وجوه (آل عمران : ۱۰۶) تبیض وجوه اهل السنة و تسود وجوه اهل البدع' مسند فردوس الاخبار اللدیلمی ۵/ ۴۴۹ رقم الحدیث ۸۴۴۶۔ اس کی سند میں احمد بن عبداللہ الانصاری راوی کذاب ہے' امام دارقطنی اور ابن حجر وغیرہ نے موضوع قرار دیا ہے' لسان المیزان ۱/ ۲۰۲۔

(۲) کنز العمال ۱۶/ ۷۷ رقم الحدیث ۴۴۲۰۹ ۔سند کا حال معلوم نہیں ہوسکا صاحب کنز العمال کے اصول کے موافق یہ روایت ضعیف ہے' واللہ اعلم۔

''اہل سُنت وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی سُنت کو مضبوط پکڑنے والے ہیں اور اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔''

مطلب یہ ہے کہ کتاب وسُنت کے عامل اہل سُنت ہیں۔

﴿اِنَّ النَّاسَ كَانُوا فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ السُّنَّهِ﴾(کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد)[1]

''بیشک لوگ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اہل سُنت تھے۔''

فرمایئے! جو لوگ کہتے ہیں کہ مقلد حنفی ہی اہل سُنت ہیں' اُن کے کہنے میں کیا صداقت باقی رہ گئی ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ کی حیاتِ پاک میں' جب کہ تقلید اور حنفیت کا نام ونشان تک نہ تھا سب لوگ اہل سُنت تھے!

اِمام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا هَلَكْتُمْ حِيْنَ تَرَكْتُمُ الْاٰثَارَ وَ اَخَذْتُمْ بِالْمَقَايِيْسِ﴾(کتاب الاعتصام جلد اول)

''بیشک تُم ہلاک ہو جاؤ گے جب سُنت کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرنے لگو گے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وصیت اول ایں فقیر چنگ زدن است بہ کتاب وسُنت'

(وصیت نامہ)

''میری پہلی وصیت یہ ہے کہ کتاب وسُنت کو مضبوط پکڑے رکھنا۔''

﴿اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ الْاٰخِذُوْنَ فِي الْعَقِيْدَةِ وَالْعَمَلِ جَمِيْعًا بِمَا ظَهَرَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَجَرٰى عَلَيْهِ جَمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ﴾(حجتہ اللّٰہ البالغہ)

''نجات پانے والی جماعت وہ ہے جو عقیدے اور عمل میں کتاب اور سُنت پر عمل کرے۔ جس پر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین تھے۔''

اِن تصریحات سے آپ پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اہل سُنت والجماعت وہ ہو سکتے ہیں جو بالراست کتاب وسُنت کے پابند اور عامل ہوں' اور یہ بات قطعاً غلط ہے کہ مقلد حنفی ہی اہل سُنت والجماعت ہیں حالانکہ تقلید اور حنفیت دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ناپید تھی۔

**ملاحظہ:**

جو لوگ کتاب وسُنت کی روشنی میں اپنے اِمام کے مسلک پر چلتے ہیں اور شرطی تقلید کرتے ہیں کہ اگر قول

(۱) منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد ۵/۲۲۰ امام زہری کا قول ہے' سند کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔

حدیث کے خلاف ثابت ہوگیا تو وہ اِس قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کریں گے۔ یہ لوگ اہل سُنت ہیں اور ایسی مطلق تقلید باعث نزاع نہیں ہے۔

## تقلیدِ جامد کا اِیجادی دَور

اِس بات پر تو آپ کو یقین آ گیا ہوگا کہ خیر القرون کے صالحین اہل سُنت تھے اور وہ کسی کی تقلید شخصی کے نہ قائل تھے نہ عامل۔ جیسا کہ اُوپر پڑھ آئے ہیں۔ اب ہم آپ کو دیانتداری سے یہ بتاتے ہیں کہ تقلید کب ایجاد ہوئی؟ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿فَاِنَّ اَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَدِ افْتَرَقَ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ اَوِ الْاَرْبَعَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ مَذَاهِبَ﴾ (تفسیر مظهری)

''اہل سُنت والجماعت چوتھی یا پانچویں صدی میں چار مذہبوں پر متفرق ہوئے۔''

قاضی ثناء اللہ صاحب کی علمی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں' ان کی تحقیق کہتی ہے کہ چوتھی[1] یا پانچویں صدی میں مذاہب اربعہ کا ظہور ہوا۔ اور اہل سُنت چار مذہبوں میں بٹ گئے۔ گویا چوتھی یا پانچویں صدی میں تقلید ایجاد ہوئی۔ اِس سے ثابت ہوگیا کہ تقلیدی مذاہب کے اختراع سے قبل کوئی تقلید شخصی نہ کرتا تھا' کوئی مقلد نہ تھا' جب کوئی مقلد نہ تھا تو پھر وہ لوگ کیا تھے؟ کہیے...... اہل سُنت تھے۔ پس اہل سُنت کو تقلید مستلزم نہ ہوئی۔

## حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مذاہب اربعہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تو سب کے بزرگ ہیں' ان کے علم وفضل کا ہر کوئی قائل ہے اور اِن کی تحقیق سر آنکھوں پر رکھی جاتی ہے۔ آپ اِرشاد فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ اَهْلَ الْمِأَةِ الرَّابِعَةِ لَمْ يَكُوْنُوْا مُجْتَمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ عَلٰى مَذْهَبٍ وَّاحِدٍ﴾ (حجة الله البالغه)

''چوتھی صدی کے لوگ (بھی) کسی خاص شخصی تقلید پر جمع نہیں تھے۔''

شاہ صاحب کی بصیرت افروز تحقیق نے یہ بھی بتایا کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی میں بھی نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ

---

(۱) حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں۔ آؤ ہم مسئلہ تقلید شخصی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کو منصف مان لیں اور اُنہوں نے زمانہ سلف کے مسلمانوں کے بارے میں جو تحقیق فرمائی ہے اسی کو کافی سمجھیں۔ شاہ صاحب موصوف ''حجۃ اللہ'' میں فرماتے ہیں۔ تعین مذہبی (تقلید شخصی) پہلی تین صدیوں میں نہ تھی بلکہ چوتھی صدی (ہجری) میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿حجة الله باب حكايت حال الناس قبل المأة الرابعة﴾ (مسئلہ تقلید شخصی صفحہ ۲۵)

تقلید پانچویں صدی کی ایجاد ہے۔

**ملاحظہ:**

تقلید کرنے والے بھائی خدارا ناراض نہ ہوں' بلکہ از راہ اِنصاف اور دیانت غور کریں کہ چار سو سال تک شروع اِسلام میں تقلید کا نام ونشان تک نہ تھا ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ کے مصداق مکمل دِین کے اندر کوئی اسے جانتا تک نہ تھا۔ پھر چوتھی صدی کے بعد اسے اِیجاد کیا گیا۔ اس کو مسئلہ بنا کر اُمت کے آگے رکھا گیا' اسے فرض واجب وغیرہ کا درجہ دیا گیا تو کیا خود اِیجاد کی ہوئی چیز دِین کے اندر مسئلہ ہوسکتی ہے؟ قابل قبول ہے؟ دیکھئے رسول رحمت ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ﴾(بخاری شریف)[1]

''جس شخص نے ہمارے (مکمل) دِین میں ایسی بات (مسئلہ وغیرہ کی صورت میں) نکالی جو دِین میں نہیں ہے پس اس کی بات مردود ہے۔''

رسول اللہ ﷺ تو دِین میں نیا طریقہ' نیا مسئلہ نکالنے سے منع فرمائیں اور یہاں تقلید کو اِیجاد کر کے اُسے مسلمانوں کیلئے واجب کہا جاتا ہے بلکہ اہل سُنت والجماعت ہونے کے لئے تقلید کی شرط عائد کی جاتی ہے۔ پھر کتنی کمزور اور بعید از عقل بات ہے یہ کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مقلد ہی اہل سُنت والجماعت ہیں۔ سیدھے حدیث اور سُنت پر عمل کرنے والے اہل سُنت نہیں۔

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اِمام عزالدین بن عبدالسلام کا قول تحریر فرما کر تقلید جامد کی تردید کرتے ہیں۔

﴿اَلنَّاسُ لَمْ یَزَالُوْا عَلٰی ذَالِکَ یَسْئَلُوْنَ مَنِ اتَّفَقَ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ غَیْرِ تَقْلِیْدٍ بِمَذْهَبٍ وَلَا اِنْکَارِ اَحَدٍ مِنَ السَّائِلِیْنَ اِلٰی اَنْ ظَهَرَتْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبُ وَ مُتَعَصِّبُوْهَا مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ فَاِنَّ اَحَدَهُمْ یَتَّبِعُ اِمَامَه مَعَ بُعْدِ مَذْهَبِه عَنِ الْاَدِلَّةِ مُقَلِّدًا لَّه فِیْمَا قَالَ فَکَاَنَّه نَبِیٌّ اُرْسِلَ اِلَیْهِ وَ هٰذَا نَائِیٌ عَنِ الْحَقِّ وَبُعْدٌ عَنِ الصَّوَابِ لَا یَرْضٰی بِه اَحَدٌ مِّنْ اُولِی الْاَلْبَابِ﴾ (عقد الجید)

''ان مذہبوں اور متعصب مقلدوں کے ظہور سے قبل سارے جہان کے مسلمانوں کا یہی دستور تھا کہ جس

---

(۱) بخاری کتاب الصلح (۵۳) باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود (۵) الحدیث ۲۶۹۷ و مسلم کتاب الاقضیة (۳۰) باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور (۸) الحدیث ۴۴۹۲ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

عالم سے اتفاق ہوا دین کا مسئلہ پوچھ لیا اور اس کے قرآن و حدیث کے ساتھ بتلائے ہوئے مسئلہ پر عمل کر لیا۔ وہ لوگ کسی خاص مذہب یا کسی عالم کے مقید نہ تھے۔ پر افسوس اس زمانے کے متعصب مقلدوں نے اپنے اپنے اماموں کو ایسا مانا ہے کہ گویا وہ نبی [1] ہیں جو ان کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اگر ان اماموں کا قول قرآن و حدیث سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو لیکن ان کی گردن سے تقلید (جامد) کا پٹا نہیں اُترتا یہ تقلید (جامد) حدیث کے مقابلہ کی گمراہی اور حق سے دوری ہے جسے کوئی عقلمند پسند نہیں کرتا۔"

یعنی سلف صالحین کا دستور یہ تھا کہ جو عالم مل گیا اس سے مسئلہ پوچھ لیا۔ کسی خاص مذہب کی قید نہ تھی لیکن بعد کے لوگوں نے سلف کے طریق کے برعکس مذہب معین اختیار کر لئے اور تقلید پر جم گئے۔ یہ جماد یعنی بلا دلیل اقوال کو دین ماننا صواب سے دوری ہے۔ یہ متعصب مقلدوں کی جامد تقلید کا ذکر ہے کہ ان کو سو بار حدیث مصطفیٰ سناؤ' وہ حدیث کی طرف دھیان نہیں کریں گے۔ اس قول پر اڑے رہیں گے۔ یہ ہے ﴿نَأْیٌ عَنِ الْحَقِّ﴾ اور ﴿بُعْدٌ عَنِ الصَّوَابِ﴾

## تقلید کی تعریف

تقلید کا لفظ آپ نے کئی بار اُوپر پڑھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ سرِ راہے تقلید کی تعریف' مطلب اور مفہوم بھی ناظرین کو بتا دیں تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ تقلید کیا ہے؟ اس کی تعریف ہم کتب فقہ سے بیان کرتے ہیں' ذرا توجہ سے سنیں

﴿اَمَّا الْمُقَلِّدُ فَمُسْتَنَدُه قَوْلُ مُجْتَهِدِه لَاظَنُّه وَلَا ظَنُّهُ﴾ (مسلم الثبوت مجتبائی)

"مقلد کی دلیل اس کے مجتہد (امام) کا قول ہے۔ نہ وہ خود تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر غور کر سکتا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقلد جس امام کی تقلید شخصی کر رہا ہے وہ صرف اس امام کے قول پر ہی چلے۔ اسے یہ حق نہیں کہ امام کے قول کی تحقیق کرے۔ دلیل چاہے۔ تحقیق کرنا یا دلیل چاہنا تقلید کو توڑ دیتا ہے غیر مقلد بنا دیتا ہے۔

---

(۱) نبی کا قول وفعل بذات دلیل ہوتا ہے جسے بلا چوں وچرا مان ہی لینے کا حکم ہے۔ نبی کے سوا ہر شخص کے قول کو ماننے کے لئے دلیل (قرآن وحدیث) کی ضرورت ہے۔ مقلد اپنے امام کے قول کو بلا دلیل مانتا ہے۔ جب اس کے قول کو حدیث کے خلاف دانستہ مانا تو اس کو نبی کی حیثیت دے دی۔ اُصول فقہ کی کتابوں میں تقلید کی تعریف یوں لکھی ہے۔ ﴿اَخْذُ قَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِه﴾ (جمع الجوامع) غیر نبی (امام) کے قول کو بغیر دلیل مان لینا۔" پھر نبی اور غیر نبی میں کیا فرق رہا۔ یہ اس متعصب اور ضدی مقلد کا ذکر ہے جو حدیث کے مقابلہ میں جان بوجھ کر تقلید کرتا ہے۔ حدیث چھوڑ کر قول لیتا ہے۔ ہاں جو بے علم تقلیدِ مطلق شرطی کرتا ہے کہ اگر قول حدیث کے خلاف ثابت ہوا تو قول چھوڑ کر حدیث سر آنکھوں پر رکھ لے گا یہ تقلید باعث نزاع نہیں۔

آنکھیں بند کرکے ﴿صُمٌّ بُكْمٌ﴾ ہوکر امام کے قولوں پر ایمان لائے اور عمل کرتا جائے۔

﴿اَخْذُ قَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِه﴾ (جمع الجوامع جلد نمبر ۲)۔

''تقلید کہتے ہیں غیر نبی (امام مجتہد) کے قول کو بغیر اس کی دلیل جانے مان لینا۔''

﴿يَحِلُّ الاِفْتَاءُ بِقَوْلِ الْاِمَامِ بَلْ يَجِبُ وَاِنْ لَّمْ يَعْلَمْ مِنْ اَيْنَ قَالَ﴾ (شامی جلد اول)

''حلال ہے بلکہ واجب ہے فتویٰ دینا امام کے قول پر اگرچہ اس کا علم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا ہے؟''

یعنی صرف امام کے قول سے فتویٰ دینا واجب ہے اس بات کی ضرورت نہیں کہ معلوم کریں کہ امام اپنے قول پر کیا دلیل رکھتا ہے۔ مقلد کو دلیل تلاش نہیں کرنی چاہئے۔ صرف امام کا قول ہی اس کے لئے کافی ہے۔

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ...... (شامی)

''اس شخص پر ہمارے رب کی لعنتیں ریت کے ذروں جتنی اُتریں جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول رد کر دیتا ہے یا نہیں مانتا۔''

سمجھ آئی آپ کو تقلید کی...... آنکھیں بند کرکے بغیر تحقیق کے جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بات نہ مانے اس پر ریت کے ذروں برابر رب کی لعنتیں اُتریں اور اگر کوئی کہے کہ امام صاحب کا فلاں قول حدیث کے خلاف ہے کیا کروں؟ تو تقلید کا تقاضا یہ ہے کہ امام کے قول کی تحقیق ہی نہیں کرنی چاہئے...... خاموش ہوکر مان لو۔ اگر نہ مانا تو لعنتوں کی بارش ہوگی یہ ہے تقلید!

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالتَّقْلِيْدُ قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَيْرِ بِلَا دَلِيْلٍ (شرح قصیدہ امالی)

''غیر نبی (امام) کے قول کو بغیر دلیل ماننا تقلید ہے۔''

فَاَمَّا الْمُقَلِّدُ فَالدَّلِيْلُ عِنْدَه قَوْلُ الْمُجْتَهِدِ فَالْمُقَلِّدُ يَقُوْلُ هٰذَا الْحُكْمُ وَاقِعٌ عِنْدِىْ لِاَنَّه اَدّٰى اِلَيْهِ رَاْيُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَ كُلُّ مَا اَدّٰى اِلَيْهِ رَاْيُه فَهُوَ وَاقِعٌ عِنْدِىْ

(توضیح تلویح)

''مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہی ہے۔ مقلد صرف یہی کہے کہ مسئلہ کا حکم یہی ہے کیوں کہ میرے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہی ہے اور جو رائے میرے امام کی ہو میرے نزدیک صحیح ہے۔''

یہ ہے تقلید کہ جس امام کی تقلید کر رکھی ہے مقلد ساری زندگی صرف اس کی رائے پر چلے اور اس کی رائے کو ہی مسئلہ جانے۔ دین کا حکم سمجھ کر عمل کرے اور یہ خیال نہ آئے کہ اس کی رائے کا مرجع' ماخذ یا سند ثبوت کیا ہے؟ یہ خیال تقلید توڑ دے گا۔ افسوس! یہ جامد تقلید ہی کا اثر ہے کہ حنفی بھائیوں کو حدیث سناؤ تو اِدھر توجہ نہیں کرتے' اقوال پر اڑے رہتے ہیں۔ خداوندا! انہیں سمجھ دے کر وہ اقوال کے مقابلہ میں احادیث سید الکونین پر جان چھڑکیں۔ حدیث کے

موافق فقہ کو مانیں اور خلاف حدیث اقوال کو چھوڑ دیں۔

نمی دانم حدیث نامہ چوں است
ہمی بینم کہ عنوانش بہ خوں است

﴿قَوْلُ الْمُجْتَهِدِ دَلِيْلٌ لَّهُ﴾ (توضیح)

''اِمام کا قول مقلد کی دلیل ہے''!

یعنی جو اِمام نے کہہ دیا۔ مقلد کے لئے وہ کہنا ہی بذاتہ دلیل ہے۔ نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی' حالانکہ دلیل شرعی قرآن وحدیث ہے لیکن جس مقلد کو اِمام کا قول مل گیا' اِس کے لئے وہی دلیل ہے۔ یہ ہے تقلید!

بھائیو سوچو! دلیل تو صرف اللہ اور رسول کا قول ہی ہو سکتا ہے۔ کسی امتی کا ذاتی قول...... دِین میں دلیل اور حجت نہیں بن سکتا اور اگر کوئی کہے کہ مجتہد کا اجتہاد بھی ماننے کے لائق ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں آیت یا حدیث سے مسئلہ نہ ملے اور آیت حدیث کی موجودگی میں اجتہاد کی ضرورت ہی نہیں ہے!

﴿اَلتَّقْلِيْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ﴾ (مُسلم)

''اِمام کے قول پر بلا دلیل عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔''

﴿فَعِلْمُ الْمُقَلِّدِ لَمْ يَحْصُلْ مِنَ النَّظَرِ فِي الدَّلِيْلِ﴾ (تلویح)

''مقلد کا علم کسی دلیل سے حاصل نہیں ہوتا۔''

یعنی اِس کے اِمام کا قول ہی اِس کے لئے دلیل ہے' جب دلیل مل گئی تو مقلد قرآن اور حدیث سے بے نیاز ہو گیا۔

﴿لَا يُفْتٰى وَلَا يُعْمَلُ اِلَّا بِقَوْلِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ﴾ (درمختار جلد اول)

''نہ کوئی فتویٰ دیا جائے اور نہ ہی (دین پر) عمل کیا جائے۔ مگر فقط اِمام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر۔''

کیونکہ مقلد پر لازم ہے کہ وہ بحیثیت مقلد ہونے کے صرف اِمام کی رائے پر عمل کرے اور علماء[1] مقلدین بھی صرف اِمام اعظم کے قول پر فتویٰ دیں۔ کیونکہ ان مقلدین کے نزدیک اِمام کا قول ہی دلیل ہے۔ قرآن اور حدیث سے چھٹی ہوئی۔

یہ ہے تقلید کی شب یلدا جس میں قرآن' حدیث' عقل' فکر کی روشنی کی شعاع تک نظر نہیں آتی۔ اب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید عبارت ہے غیر نبی کی باتوں کو بغیر دلیل شرعی (قرآن وحدیث) شرعی حیثیت سے مان لینے کا۔ اِسکی محض بات کو حجت شرعی تسلیم کر لینے کا۔

چند روپوں کے آلو اور پیاز لیتے وقت آپ اتنی چھان بین کرتے ہیں کہ سبزی فروش کا ٹوکرا اُلٹ پلٹ کر

(۱) عالم اور پھر مقلد ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ تقلید کی ماہیت میں عدم علم داخل ہے علم اور تقلید دو ضدیں ہیں اور اجتماع ضدین محال ہے۔

دیتے ہیں۔ کپڑا خریدتے وقت اچھی طرح دیکھتے ہیں کہ کپڑا خراب نہ ہو' گرم کپڑا خریدنا ہو تو خوب غور کرتے ہیں کہ اِس میں کوئی تار سوت کا نہ ہو۔ دودھ' دہی گھی وغیرہ کی خوب پڑتال کرتے ہیں کہ خالص ملیں۔ لیکن یہ کتنا اندھیر ہے کہ دِین حاصل کرنے کے لئے ساری عُمر ایک ہی اِمام کی تقلید جامد (BlindFaith) کرکے آنکھیں بند کرکے دلیل سے بے نیاز ہو کر اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اس کے قول کو دِین مان کر عمل کرتے رہتے ہیں۔ کیا دِین کے مسائل اور مذہب کی ضروریات میں چھان بین کی ضرورت نہیں ہے؟ جن امور پر نجات آخرت کا دارومدار ہے' ان میں جانچ پڑتال کی حاجت نہیں؟ دُنیا کے مال کی ریزگاری کو خوب پرکھنا کہ کہیں اِس میں کھوٹا سکہ نہ ہو' اور دِین کی ریزگاری کو آنکھیں بند کرکے جیب میں ڈال لینا کون سی عقلمندی ہے؟ اور پھر اس اندھا دھند تقلید' آنکھیں بند کرکے اقوال پر چلنے کا نام اہل سُنت والجماعت رکھا ہوا ہے! کتاب وسُنت کے دلائل و براہین کے نور سے بے اعتنائی برتو تو اہل سُنت اور ذرا آنکھ جھپکی تو اہل سُنت سے خارج۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اہل سُنت کے معنی تو واضح ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کی سُنت پر چلنے والا ہو لیکن تقلید کی تعریف جو کتب فقہ کے حوالوں سے آپ اُوپر پڑھ آئے ہیں..... اِن معنوں میں تقلید جامد کرنے والے کو اہل سُنت کہنا کس طرح روا ہو سکتا ہے جبکہ وہ حدیث کے مقابلہ میں قول پر عمل کرتا ہے۔ خلافِ حدیث قول پر عمل کرے اور سُنت پر چلنے کا دعوے کرے' کتنی غلط بات ہے یہ..... آہ! اِمام کی رائے کے مقابلہ میں حدیثِ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دے اور اِمام کی رائے پر عمل کرے' اور کہے خود کو اہل سُنت۔

بنتے ہو وفادار وفا کرکے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

## تقلید کے متعلق علماء ربانی اور بزرگوں کے اِرشادات

ذیل میں ہم علمائے ربانی اور بزرگان دِین کے اِرشادات تقلید جامد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ انہیں غور سے پڑھیں اور تقلید جامد سے بچیں' اور تقلیدِ جامد کہتے ہیں آیت اور حدیث کے مقابلہ میں تعصب سے اقوال رجال کو ماننا۔

ایک طرف فرمان رسول ﷺ ہو اور دوسری طرف اِس کے خلاف قول امتی ہو۔ کیا آپ فرمان رسول ﷺ چھوڑ کر مقابلہ میں قول امتی لیں گے؟ ہرگز نہیں اور جو ایسا کرے کیا آپ اُسے اہل سُنت سمجھیں گے؟ نہیں۔ بس یہ

تقلید جامد مذموم ہے' اِس کے متعلق اِرشادات ملاحظہ فرمائیں' اور اِن اِرشادات کو پڑھ کر ہم پر ناراض نہ ہوں' بلکہ خوش ہوں کہ ہم آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو کورانہ تقلید کی ظلمت سے نکال کر علم و دانش کے نور میں لانا چاہتے ہیں۔ حضور سید الکونین والثقلین ﷺ کے انوار انفاس کے جوار میں آباد کرنا چاہتے ہیں۔ اِس کتاب میں صرف تقلید جامد کا ہی رد ہے نہ کہ تقلید مطلق شرطی کا!

## حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد:

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عبادت بہ تقلید گمراہی است
خنک رہ روئے را کہ آگاہی است

''تقلید (جامد) کے ساتھ عبادت کرنا گمراہی ہے۔ اِس راہی کو مبارک ہو جو اپنے مقصود سے آگاہ ہو۔''

یعنی راہرو کو اپنے راستہ سے آگاہی ہونی چاہئے۔ جان بوجھ کر' سوچ سمجھ کر عقل کی روشنی میں اسے چلنا چاہئے۔ ایسے ہی عبادت کرنا بھی آخرت کی راہ چلنا ہے۔ آخرت کے راہی کو بھی عقل' شعور اور علم سے راستہ طے کرنا ضروری ہے۔ یعنی آخرت کا راستہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں کے نور میں عبور کرنا چاہئے۔ دِین کا ہر کام سنت اور حدیث کی دلیل سے کرنا چاہئے' اگر اندھا دھند دِین کی راہ پکڑی تو گمراہ ہو جانے کا خوف ہے۔ اِرشاد خداوندی ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (پ ٦ : ع ١١)

''اور جو قرآن (اور حدیث کی دلیل) سے فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔''

یعنی قرآن اور حدیث کی دلیل کے ساتھ دِین بیان کرو' اور سننے والے بھی دِین اور مسائل دلائل سے سنیں' نہ علماء اپنی رائے کے ''سکوں'' کو دِین میں جاری کریں اور نہ عوام بن دیکھے پرکھے جامد مقلد (BlindFollower) بن کر انہیں اپنی جیب اِیمان میں ڈال لیں۔

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (پ ١ : ع ١٤)

''علم (وحی اِلٰہی) آچکنے کے بعد اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ (کی گرفت) سے بچانے والا نہ تیرا کوئی دوست ہوگا' نہ مددگار''

اس آیت میں بھی اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ علم (قرآن و حدیث) آچکنے کے بعد یعنی قرآن و حدیث کی موجودگی میں کسی کی رائے پر مت چلو۔ مسئلہ مسائل دلیل سے مانو۔ لیکن تقلید کی تعریف میں ہے کہ اپنے اِمام کی رائے

کو بلا دلیل مانو چنانچہ توضیح میں ہے:

﴿فَالْاَدِلَّةُ الْاَرْبَعَةُ اِنَّمَا یَتَوَصَّلُ بِهَا الْمُجْتَهِدُ لَا الْمُقَلِّدُ﴾ (توضیح جلد اول)

ادلہ اربعہ (قرآن ٗحدیث ٗاجماع ٗ قیاس) سے کام لینا مجتہد کا کام ہے۔ مقلد کو دلائل سے کوئی سروکار نہیں۔'' یعنی مقلد کے لئے دلیل..... قرآن وحدیث سے کچھ کام نہیں۔ اِس کا تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں۔ آنکھیں بند کر کے مجتہد کی رائے کو دِین اور شریعت مان کر عمل کرے۔

## حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گرچہ عقلت سوئے بالامی پرد
مرگ تقلیدت بہ پستی می چرد

(مثنوی دفتر دوم)

''اگرچہ تیری عقل بلند پروازی کرنا چاہتی ہے لیکن تیری (جامد) تقلید نے تجھ کو پست ہمت کر رکھا ہے۔'' اِسکا مطلب یہ ہے کہ عقل سے اِنسان تحقیق کرتا ہے اور تحقیق علم کے دروازے کھولتی ہے اور علم دِین و دُنیا کی ترقی کا موجب ہے۔ اِس کے برعکس تقلید جامد بے علمی ہے اور بے علمی تنزل اور پستی کا باعث ہے! دُنیا میں بھی اور دِین میں بھی۔ ؎

منکر آں باشد کہ تقلیدے بود
دین احمد ﷺ راز تحقیقے بود

(مثنوی)

''تحقیق کو بالائے طاق رکھ کر (حدیث کے مقابلہ میں) تقلید (جامد) کرنے والا (ایک طرح) شرع کا اِنکار کرنے والا ہے۔''

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جامد تقلید کرنے والے کو منکر شرع اِس لئے فرماتے ہیں کہ وہ بغیر دلیل کے حدیث کے مقابلہ میں شخصی رائے مانتا چلا جاتا ہے۔ جب حدیث (جو شرع ہے) چھوڑ دی اور مقابلہ میں رائے کو مان لیا تو شرع کا اِنکار ہو گیا۔ تقلید کرنے والے بھائیوں کو اچھی طرح غور کرنا چاہیئے کہ اِن سے کوئی حدیث قول کی نذر تو نہیں ہو رہی ہے۔ حدیث ترک کر کے قول پر تو نہیں چل رہے ہیں۔

پھر افسوس کا مقام ہے کہ تقلید جامد کرنے والا بھی خود کو اہل سُنت والجماعت کہتا ہے۔ یہ عقل سے کتنی بعید بات ہے! ہاں تو جان بوجھ کر حدیث چھوڑ کر اس کے خلاف قول اُمتی پر چلنا تقلید جامد ہے۔ ؎

آنکہ او از پردۂ تقلید جست
او بنور حق بہ بیند ہر کہ ہست

''پردہ تقلید سے باہر نکل آنے والا ہر چیز کو اللہ کے نور (ہدایت) سے دیکھتا ہے۔''

تقلید کے معنی میں عدم علم بالدلیل داخل ہے تو دلیل روشنی ہے اور عدم دلیل ظلمت' پھر جو شخص تقلید کے پردہ سے نکل گیا' وہ ظلمت سے باہر آ گیا یعنی روشنی میں آ گیا اور روشنی قرآن وحدیث کی دلیل ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات بتائی ہے کہ مقلد بوجہ بے علمی کے اندھیرے میں ہوتا ہے۔ ہاں تقلید ترک کرنے سے دلائل کی دُنیا میں آ جاتا ہے۔ کتاب وسُنت سے روشنی پاتا ہے۔ اِس کو اللہ کی طرف سے ہدایت کا نور حاصل ہوتا ہے۔ پس بے علم اندھیرے میں ہوا' اور تقلید ناآشنا...... علم والا روشنی میں!۔

از مقلد تا محقق فرق ہا ست!
کیں چو داؤد ست واں دیگر صداست

(مثنوی دفتر دوم)

''مقلد اور محقق میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ محقق کی بات داؤد علیہ السلام کی آواز کی طرح دِل پسند ہے اور مقلد کی آواز معمولی ہے۔''

منبع گفتار ایں سوزے بود!
واں مقلد کہنہ آوازے بود

(مثنوی دفتر دوم)

''محقق کی گفتار کا منبع ایمان (قرآن وحدیث) ہے اور مقلد دقیانوسی (بے سند ثبوت) باتیں سیکھے ہوئے ہے۔''

زانکہ تقلید آفت ہر نیکویست
کہ بود تقلید اگر کوہ قویست

(مثنوی دفتر دوم)

''کیونکہ تقلید ہر نیک کام کے لئے آفت ہے دراصل تقلید گھاس پھونس ہے۔ اگرچہ دیکھنے میں پہاڑ معلوم ہوتی ہے۔''

گر تو بے تقلید ازو واقف شوی
بے نشاں بے جائے چوں ہاتف شوی

(مثنوی دفتر دوم)

"اگر تو بے تقلید (غیر مقلد) ہو کر اِس سے واقف ہو جائے' تو فرشتہ صفت ہو جائے۔"

کیونکہ تقلید بے علمی ہوتی ہے [1] اور اِس کے برعکس تحقیق علم ہوتا ہے تو تقلید چھوڑ کر جب قرآن وحدیث کا علم پڑھا جائے گا تو یہ نُور اِس کو فرشتہ خصلت بنا دے گا۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کیا سچ فرمایا ہے۔

علموں باجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

(حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی جو کوئی بغیر علم کے فقیری کرتا ہے اللہ کو ملنے کے لئے راہ سلوک میں قدم رکھتا ہے۔ وہ کافر ہو کر مرتا ہے اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرعہ تو زبان زدِ عام ہے کہ

بے علم نتواں خدارا شناخت!

(شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ ٹھیک ہے کہ بے علم نے دِین ہی نہیں سیکھا تو خدا کی شناخت کیا کر سکے گا' اس کی ذات اور صفات کے مسائل' اِس کے احکام' قرآن کے مطالب ومقاصد کیا جانے گا؟ کچھ بھی نہیں! بس یہی آفت تقلید میں ہے کہ اِسکی ماہیت میں عدم علم بالدلیل داخل ہے۔ پھر کوشش کرنی چاہیئے کہ تمام مردوں اور عورتوں کو علم پڑھایا جائے تا کہ لوگ تقلید (بے علمی) کی ظلمت سے نکل کر روشنی میں آ جائیں علیٰ وجہ البصیرت دِین پر عمل کریں۔

پھر تعجب آتا ہے اِن علماء پر جو لوگوں کو تقلید کرنے پر زور دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عوام کو بے علم اور جاہل رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ دیکھئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا خِلَافَ بَيْنَ النَّاسِ اَنَّ التَّقْلِيْدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ وَاَنَّ الْمُقَلِّدَ لَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَالِمِ﴾(اعلام الموقعین)

"اور اِس میں کوئی خلاف نہیں کہ تقلید علم نہیں ہے' اور مقلد پر عالم کا نام اِطلاق نہیں پاتا۔"

ثابت ہوا کہ عوام کو تقلید کی طرف بلانا انہیں بے علم اور جاہل رکھنے کے مترادف ہے۔

علم تقلیدی وبال جان ما است
عاریست و ماںشستہ کاں ما است

(مثنوی دفتر دوم)

---

(۱) اِنَّ التَّقْلِيْدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ تقلید علم نہیں ہے (اعلام الموقعین)

''تقلیدی علم ہماری جان کا وبال ہے۔ حالانکہ بطور ادھار کے ہے اور ہم (سمجھے) بیٹھے ہیں کہ وہ ہمارا مال ہے۔''

مشتریِ علم تحقیق حق است
دائما بازار او با رونق است!

(مثنوی دفتر دوم)

''جو علم تحقیق سے حاصل ہو۔ اسکا خریدار حق تعالیٰ ہے' اس لئے اس بازار میں ہمیشہ رونق رہتی ہے۔''

اے مقلد تو مجو بیشے برآں
کہ بود منبع زنور آسماں

(مثنوی دفتر سوم)

''اے مقلد تو محقق پر بزرگی نہ چاہ' کیونکہ وہ آسمان کے نور کا سرچشمہ ہے۔''

پس مقلد نیز مانند کر است
اندراں شادی کہ او را رہبر است

(مثنوی دفتر چہارم)

''مقلد اپنے رہبر کی خوشی میں بہرے کی مانند ہے جو اشاروں پر چلتا ہے۔''

بس خطر باشد مقلد را عظیم
از رہ و رہزن ز شیطان رجیم

(مثنوی دفتر چہارم)

''مقلد کو تقلید کے خطرناک راستے میں شیطان مردود ڈاکو سے بڑا بھاری اندیشہ ہے۔''

## برادرانِ اسلام!

قرآن اور حدیث روشنی ہے' نورِ ہدایت ہے۔ جس کے پاس یہ نور اور روشنی ہو' اُس کو راستے کا کوئی خطرہ ہی نہیں۔ وہ روشنی میں راہ طے کرلے گا اور جس کے پاس آیت اور حدیث کی شمع نہیں ہے۔ اس کا راستہ سراسر تاریک ہے اور تاریک راستے میں شیطان کے حملے کا اندیشہ ہے یہ بات حضرت مولانا روم سمجھا رہے ہیں کہ محقق بنو' تحقیق سے کام لو' مقلد نہ بنو' بے علمی سے قدم نہ اٹھاؤ!

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں
بر زباں آرد ندارد ہیچ جاں

(دفتر چہارم)

''وہ مقلد اگرچہ سو دلیلیں اور تقریریں بیان کرے۔ مگر کسی میں جان نہیں۔''

جان اِس لئے نہیں کہ بے دلیل اور بے ثبوت ہیں اور جو بات آیت اور حدیث کی دلیل سے بیان کرے گا۔ اس میں جان ہوگی۔ جان کیا ہوگی؟ وہ علم و ایمان کا ایک سر بفلک پہاڑ ہوگا جس کو کوئی عبور نہیں کر سکے گا جو کبھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا۔

اللہ رحمت کرے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو کیسا اچھا سبق دیا ہے کہ وہ بے علم اور جاہل بن کر اندھا دھند آخرت کی راہ پر نہ چلیں بلکہ ہر کام تحقیق، علم یعنی قرآن اور حدیث کے ساتھ کریں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تقلید جامد کا خوب رد کیا ہے۔ اندھی تقلید کا خاتمہ کر دیا ہے۔

## حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امرتسری کا اِرشاد!

ہم اہلحدیث اِس (تقلید) کو جان سکتے ہیں تو لغوی معنی سے جان سکتے ہیں کہ ''تقلید قلادہ درگردن انداختن'' اس کے سوا علماء اُصول کے اِصطلاحی معنی جو ہیں وہ یہ ہیں:

﴿التقليد اخذ قول الغير من غير حجة﴾ (مسلم الثبوت: ص ۲۸۹)

''کسی غیر نبی کی بات کو بغیر دلیل جاننے کے قبول کرنا تقلید ہے۔''

یعنی تقلید کی تعریف میں داخل ہے کہ مقلد کو دلیل معلوم نہ ہو۔ یہ تو ہے عام تقلید۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک معین اِمام کی بات بے دلیل مانے اور ہمیشہ مانتا رہے نتیجہ صاف ہے کہ

تقلید کے معنی میں بے علمی داخل ہے۔ یعنی مقلد پر تقلید چونکہ فرض واجب ہے لہذا وہ دلیل کا علم کسی وقت اور کسی زمانہ میں بھی حاصل نہ کرے ورنہ اِس تقلید سے نکل جائے گا جو اِس کے ذمہ فرض واجب ہے اور فرض کی ضد حرام ہے۔

ناظرین! نتیجہ صاف ہے کہ تقلید کا لازمی اثر یہ ہے کہ مقلد بے علم رہے جس کا عکس القضیۃ یہ ہے کہ وجوب تقلید کی صورت میں علوم عقلیہ بالخصوص شرعیہ کا پڑھنا حرام ہے۔ کیونکہ تقلید میں تعلیم خلل انداز ہے اور تقلید واجب ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ جو چیز وجوب میں خلل انداز ہو وہ حرام ہے۔ (رسالہ تنقید تقلید صفحہ ۸)

ناظرین کرام! حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو تقلید کا مطلب سمجھایا ہے کہ تقلید ہے بے علم رہنما اور بغیر دلیل کے دِین پر چلنا۔ فرمایئے دِین کے راستے پر آپ کیسے چلنا چاہتے ہیں؟ قرآن اور حدیث کی دلائل سے یا بغیر سند اور ثبوت کے؟ اگر دلائل سے دِین پر چلیں گے تو آپ غیر مقلد ہیں اور اگر بے دلیل باتوں کو دِین مانیں گے تو

آپ مقلد ہیں۔ اگر آپ علم پڑھیں گے تو غیر مقلد ہو جائیں گے اور اگر بے علم رہیں گے تو مقلد ہوں گے۔ اب آپ خود ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید کیا ہے؟ اور آپ کو مقلد بننا چاہئے یا غیر مقلد! ناظرین کرام! یہ تقلید ہی کا ''کرشمہ'' ہے کہ مسلمان دِین سے بہت دور ہیں' اِن کی اکثریت دِین سے ناواقف ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بھی یہی رونا رویا ہے: ؎

مسلم از سرّ نبی بے گانہ شد
باز ایں بیت الحرم بے گانہ شد

رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے فرمایا تھا کہ

﴿طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ﴾ (ابن ماجه)[1]

''ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر علم کا طلب کرنا فرض ہے۔''

حضور اکرم ﷺ تو مسلمانوں پر علم کا طلب کرنا (ضروری) فرمائیں' تاکہ سب علم' تحقیق اور دلیل سے دِین پر چلیں لیکن ایک طبقہ علماء کا اِس بات پر زور دیتا ہے کہ مسلمانوں کیلئے تقلید فرض واجب ہے۔ یعنی اِن کا بے علم اور جاہل رہنا ضروری ہے۔ اِن کے لئے بغیر دلیل' علم اور سند کے دِین پر چلنا لازمی ہے۔ پیارے بھائیو! اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ کرلیں کہ علم اچھی چیز ہے یا بے علمی؟ روشنی اچھی ہے یا ظلمت؟

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب اِرشاد فرماتے ہیں:

''اگر اِیمان تقلید ہی کا نام ہے (یا فرض واجب ہے) تو اِمام رازی رحمہ اللہ اور دیگر علماء کرام کیوں لکھتے۔''

﴿ان التقليد غير كاف في الدين﴾ (تفسير كبير مصرى جلد۵ :ص ۵۱۳)

''یعنی تقلید دِین میں کافی نہیں۔''

ہاں! شیخ سعدی مرحوم بھی ایسی جلی کٹی کیوں کہتے: ؎

عبادت بہ تقلید گمراہی است
خنک رہروے راکہ آگاہی است

(شیخ سعدی رحمہ اللہ)

خواجہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ تو تقلید اور مقلدوں سے بہت خفا ہیں جو کہتے ہیں: ؎

---

(۱) ابن ماجة (المقدمة) باب فضل العلماء والحث على طلب العلم (۱۷) الحديث ۲۲۴۔ و بيهقى فى شعب الايمان ۲/۲۵۴ رقم الحديث ۱۶۶۴ و۱۶۶۵ و۱۶۶۶ و۱۶۶۷ و۱۶۷۔ و طبرانى صغير ۳۶/۱ رقم الحديث ۲۲ عن انس رضی اللہ عنہ امام ترمذی اور علامہ البانی نے کثرت طرق کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے' تفصیل الضعيفه زيد رقم الحديث ۴۱۶ میں ملاحظہ ہو۔

بادہ خور غم مخور و پند مقلد مشنو!
اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن

(حافظ شیرازی رحمہ اللہ)

حضرت مولانا فرماتے ہیں:

ہم ایک معتبر گواہ کا بیان پیش کرتے ہیں جس سے مقلد کی حیثیت واضح ہوگی۔ گواہ سے مراد ہمارے مشہور اہل دل، صوفی صافی مولانا روم مرحوم رحمہ اللہ ہیں جو تقلید اور مقلدین کے حق میں ایسی سخت رائے لکھتے ہیں کہ ہم اِس ساری کو نقل نہیں کر سکتے، الا ایک دو شعر جو سب سے نرم تر ہیں۔ مقلد کے حق میں نقل کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم فرماتے ہیں:

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث
جز طمع نبود مراد آں خبیث
آں مقلد ہست چوں طفل علیل
گرچہ دارد بحث باریک و دلیل

ہاں ایک اور شعر بھی سن لیجئے۔

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں
ہر زباں، آرد ندارد ہیچ جاں

(رسالہ تنقید تقلید ص ۳۷، ۳۸)

## حضرت مولانا محمد اِبراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی کا اِرشاد

سو معلوم ہوا کہ اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں آپ کے مقابلہ میں کوئی دیگر شخص واجب الاطاعت اور لازم المتابعت نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ آپ سراجاً منیراً ہیں اور آفتاب کی موجودگی میں کسی دیگر چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی اِسی طرح آپ کے بعد بھی قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی دیگر کا قیاس و اجتہاد اور اِس کی عقل و رائے کی کوئی حقیقت نہیں۔ مولانا روم رحمہ اللہ مثنوی شریف میں اِسکے حسب حال ایک خاص عنوان اِن الفاظ میں باندھتے ہیں:

در بیان آنکہ اول کسے کہ در مقابل نص صریح قیاس آورد ابلیس علیہ اللعنۃ بود (دفتر اول ص ۸۵)

اس کے ذیل میں نص اور قیاس کا مقابلہ ایک شرعی مسئلہ کی مثال سے کیا خوب سمجھاتے ہیں:

این قیاسات و تحری روز ابر
یا بشب مرقبلہ را کرد است جبر
لیک با خورشید و کعبہ پیش رو
این قیاس و ایں تحری رامجو

مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جب سمت قبلہ معلوم نہ ہو اور اُوپر سے ابر ہو یا اندھیری رات ہو تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ نشانات وعلامات دیکھ کر غلبہ ظن سے جس طرف تمہارا دِل گواہی دے اِس طرف منہ کر کے نماز ادا کرلو نماز ہو جائے گی۔ لیکن جب سورج سامنے ہو اور سمت معلوم ہو سکتی ہو یا مکہ شریف میں ہوتے ہوئے کعبہ شریف نظر کے سامنے ہو تو تحری اور قیاس جائز نہیں۔

اِس طرح بیشک شریعت نے اِجتہاد کی اجازت دی ہے اور اِس پر عمل کرنا جائز رکھا ہے۔ لیکن یہ حکم صرف اسی وقت کے لئے ہے۔ جب نص معلوم نہ ہو (جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے عرض کیا تھا) لیکن جب شمس رسالت کی نص موجود ہے تو قیاس کرنا اور قیاسی مسئلہ پر عمل کرنا جائز نہیں...... (قول سدید)

پھر مولانا نے صحابہ رضی اللہ عنہم' تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے نیک زمانوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ لوگ نصوص کی موجودگی میں قیاس کی پیروی نہیں کرتے تھے۔ پھر آپؒ لکھتے ہیں:

تذکرۃ الحفاظ میں اِس طبقہ میں تیسری صدی تک کے علمائے حدیث کا ذکر ہے۔ بس اِسی صدی میں تقلید کی تخم ریزی ہوئی' اور ہوتے ہوتے چوتھی صدی میں جدا جدا مستقل مذاہب کی حدیں' کھنچ گئیں اور لوگوں کا ایک معین مذہب پر جم جانا اور اِس کی پابندی وپیروی کرنا آئین زمانہ یا فیشن قرار پایا۔ اِسی لئے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جان لو کہ اُمت مُحمدیہ ﷺ کے لوگ چوتھی صدی سے پیشتر بعینہ کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمے نہیں تھے۔ (قول سدید)

غرض مولانا نے یہ ثابت کیا ہے کہ آیت یا حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کے اجتہاد' قیاس رائے اور قول کی ضرورت نہیں ہے اور تقلید کی تخم ریزی تیسری صدی میں ہوئی اور چوتھی صدی میں جدا جدا تقلیدی مذاہب پیدا ہوئے۔ پس جب تقلید تیسری صدی میں نکلی اور چوتھی صدی میں تقلیدی مذاہب' کی حدیں کھنچ گئیں تو یہ امر واضح ہو گیا کہ تیسری صدی سے پہلے کے پاکباز لوگ نہ تقلید کو جانتے تھے اور نہ تقلیدی مذاہب رکھتے تھے۔ بلکہ وہ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے تھے۔

## علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

وَاهْرُبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ
اِنَّ الْمُقَلِّدَ فِي سَبِيْلِ الْهَالِکِ

''تقلید (جامد) سے بھاگ کہ وہ گمراہی ہے۔ بے شک مقلد ہلاکت کی راہ پر ہے۔''

جو شخص حدیث کے مقابلہ میں امام کے بلادلیل قول کو شرعی حیثیت سے لے لیتا ہے اور حدیث کو چھوڑ دیتا ہے وہ ضرور ہلاکت کی راہ پر ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

## حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک

# تقلید کی دو قسمیں

## ضروری مشروط اور حرام

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تقلید کو ضروری بھی کہا ہے اور حرام بھی۔ضروری' عامی یعنی بے علم کے لئے اور حرام سُنت اور حدیث کے مقابلہ میں' چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

﴿اعلم ان التقليد على وجهين واجب و حرام فاحدهما ان يكون من اتباع الرواية دلالة تفصيله ان الجاهل بالكتاب والسنة لا يستطيع بنفسه التتبع ولا الاستنباط فكان وظيفته ان يسئل فقيها ماحكم رسول الله ﷺ في مسئلة كذا فاذا اخبر سواء كان ماخوذا من صريح نص او مستنبطامنه او مقيسا على المنصوص فكل ذالک راجع الى الرواية عنه ﷺ ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامة على صحته قرنا بعد قرن بل الامم كلها اتفقت على مثله في شرايعهم وامارة هذا التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كا المشروط بكونه موافقا للسنة فلا يزال متفحصا عن السنة بقدر الامكان فمتى ظهر حديث يخالف قوله هذا اخذ بالحديث واليه اشار الائمة قال الشافعي اذاصح الحديث فهو مذهبي واذا رأيتم كلامي يخالف الحديث فاعملوا بالحديث واضربوا بكلامي الحائط و قال مالک مامن احد الا وما خوذ من كلامه و مردود عليه الارسول الله ﷺ وقال ابو حنيفة لا ينبغي لمن لم يعرف دليلي ان يفتي بكلامي وقال احمد رحمه الله لا تقلدني ولا تقلدن مالكاً ولا غيره وخذ الاحكام من حيث اخذ وامن الكتاب والسنة الوجه الثاني ان نظن بفقيه انه بلغ الغاية القصوىٰ فلا يكن ان يحظى فمهما بلغه حديث صحيح صريح يخالف مقالته لم يتركه او ظن انه لما قلده كلفه الله بمقالة وكان كالسفيه المحجور عليه فان بلغه حديث واستيقن بصحته لم يقبله لكون ذمته مشغولة بالتقليد فهذا اعتقاد فاسدو قول كاسد ليس له شاهد من العقل والنقل وما كان احد من القرون السابقة يفعل ذالک﴾

(عقد الجید ص ۸۳ مطبع فاروقی دہلی)

''خوب سمجھ لو کہ مجتہد کی تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ضروری (مشروط) اور حرام۔پس ایک (ضروری مشروط) تو یہ ہے کہ روایت کا اتباع باعتبار دلالت کے ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب وسُنت سے جاہل ہو تو وہ بذات خود تتبع اور استنباط کی استطاعت نہیں رکھتا۔پس اس (جاہل) کا وظیفہ یہ ہے کہ فقیہ (عالم) سے پوچھ لے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے؟ جب (فقیہ) عالم بتائے تو اس کا اتباع کرلے۔برابر ہے کہ صحیح نص سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔یہ سب صورتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ دلالت ہو۔اس امر کی صحت پر اُمت کا ہر طبقہ متفق ہے' بلکہ تمام امتیں اپنی اپنی شریعت میں اس صورت پر متفق ہیں اور اس (ضروری شرطی) تقلید کا نشان یہ ہے کہ اس (بے علم' جاہل) کا عمل مجتہد کے قول پر اس شرط سے ہو کہ وہ قول سُنت کے موافق ہو پس ہمیشہ جہاں تک ہو سکے وہ (بے علم جاہل' سُنت کی تلاش میں رہے پھر جب اس کو قول کے خلاف حدیث مل جائے تو حدیث پر عمل کرے۔(اور قول چھوڑ دے) اور ائمہ نے یہی اشارہ کیا ہے (چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب صحیح حدیث (ثابت) ہو جائے تو میرا مذہب وہی ہے اور جب تُم میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے خلاف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرا کلام دیوار پر پٹخ دو...... اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر شخص کا کلام لے بھی سکتے ہیں اور اس پر رد بھی کر سکتے ہیں سوائے رسول اللہ ﷺ کے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو میرے کلام کی دلیل معلوم نہ ہو اس کو میرے کلام کے ساتھ فتویٰ دینا حرام ہے اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

میری تقلید نہ کرنا' اور نہ مالک کی تقلید کرنا اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور (دِین کے) احکام وہاں سے لینا جہاں سے انہوں نے لئے ہیں یعنی کتاب وسُنت سے اور دوسری تقلید حرام یہ ہے کہ کسی فقیہ کے متعلق یہ گمان کرلے کہ یہ غایت درجے کو پہنچ گیا ہے اس سے خطا ممکن نہیں۔پھر جب اس (متعصب) مقلد کو قول مجتہد کے خلاف صحیح صریح حدیث مل جائے تو (پھر بھی) قول کو نہ چھوڑے' یا خیال کرے کہ جب میں اس کا مقلد ہو گیا ہوں تو میرے حق میں اس کا قول اللہ کا حکم ہے۔یہ مقلد ایسا ہے جیسے بے وقوف ممنوع التصرف پھر اگر اس کو حدیث مل جائے اور صحت کا یقین بھی کرلے۔پھر بھی نہ مانے (اور قول پر ہی عمل کرے) کیونکہ اس کا ذمہ تقلید میں لگا ہوا ہے۔پس یہ اعتقاد فاسد اور کھوٹی بات ہے اس کا کوئی شاہد نہیں' نہ عقل سے نہ نقل سے اور قرون سابقہ میں سے بھی کوئی نہ تھا جو ایسا کرتا ہو۔

......(عقد الجید صفحہ ۸۳ مطبع فاروقی دہلی)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے تقلید جاہل اور بے علم شخص کے لئے ضروری قرار دی ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ جس امام کے قول پر وہ عامل ہے اگر وہ قول حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو

اس کو چھوڑ دے گا اور حدیث پر عمل کرے گا اور اگر کوئی مقلد ایسا متعصب ہے کہ صحیح صریح حدیث کے ہوتے ہوئے بھی اس کے خلاف قول کو نہیں چھوڑتا تو ایسی جامد تقلید کو شاہ صاحب نے حرام فرمایا ہے' یہ اعتقاد فاسد اور قول کاسد ہے!

## حدیث کے مقابلہ میں قول چھوڑ دو!

پھر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب حدیث مل جائے تو امام کے قول کو جو ظن اور تخمین ہے' چھوڑ دینا چاہئے چنانچہ آپ اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه و تركنا حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن اظلم منا وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العلمين﴾ (عقد الجيد ص ۴۹ مطبع فاروقی دهلی)

''پس اگر ہم کو رسول معصوم ﷺ کی حدیث صحیح سند سے پہنچ جائے جن کی تابعداری اللہ نے ہم پر فرض کی ہے۔ اور وہ حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ہو تو اس وقت اگر ہم اس حدیث کو چھوڑ کر اس تخمینے (قول) پر جمے رہیں گے تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوگا اور حشر کے دن جب سب لوگ رب العالمین کے حضور پیش ہوں گے ہمارا کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔''

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اِرشاد سے معلوم ہوا کہ حدیث کی موجودگی میں جو شخص امتی کے قول کو نہیں چھوڑتا' وہ بڑا ظالم ہے اور قیامت کے روز اللہ کے سامنے اس کا کوئی عذر کارگر نہیں ہو سکے گا۔ پس یاد رکھیں کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جو تقلید کے حق میں لکھا ہے وہ عامی یعنی بے علم اور جاہل کے لئے لکھا ہے کہ وہ لاعلمی کی حالت میں امام سے مسئلہ پوچھ کر اس شرط پر عمل کرے کہ اگر وہ حدیث کے خلاف ثابت ہو گیا تو فوراً اِس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کر لے گا۔ یہ شرطی اور مطلق تقلید ہے جو محل نزاع نہیں۔

## حدیث کے خلاف قیاس پر نہ چلو!

جب رسول اللہ ﷺ کی صحیح صریح حدیث سے مسئلہ واضح ہو جائے تو پھر بھی جو شخص اس حدیث کے خلاف کسی قیاس استنباط' رائے اور قول پر جمارہے' ایسے شخص کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿فحينئذ لا سبب لمخالفة حديث النبى ﷺ الانفاق خفى او حمق جلى﴾ (عقد الجيد ص ۴۳)

''پس اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں' سوائے پوشیدہ نفاق اور

ظاہر حماقت کے۔"

## اقوال کو احادیث پر پیش کرو

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اقوال و آراء کو احادیث پر پیش کرو۔ مطابق ہوں تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

دَائماً تفریعات فقیہہ را بر کتاب وسُنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آردن والا کالائے بدبہ ریش خاوند دادن۔ اُمت را بہ ہیچ وجہ از عرض مجتہدات بر کتاب وسُنت استغنا حاصل نیست۔ ...... (وصیت نامہ)

ہمیشہ فقہ کی جزئیات کو قرآن وحدیث پر پیش کرو۔ فقہ کا جو مسئلہ قرآن اور حدیث کے مطابق ہو اُسے مان لو اور جو ان کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ اُمت میں سے کسی کو بھی اس بات سے بے نیازی ہو نہیں سکتی کہ وہ اماموں کے اجتہادات کو کتاب وسُنت سے ملائے۔

## صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل بیان فرماتے ہیں:

﴿وقد تواتر عن الصحابة والتابعين انهم كانوا اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطاً﴾(انصاف)

"یہ بات تواتر سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کو جب کوئی حدیث پہنچتی تو وہ فی الفور اس پر عمل شروع کر دیتے کسی اور شرط کی طرف نگاہ بھی نہ ڈالتے۔"

جب صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے یہ شرط نہیں لگاتے تھے کہ اس حدیث کو فلاں لے گا تو ہم لیں گے تو آج یہ شرط کیوں لگائی جاتی ہے کہ یہ حدیث اگر ہمارے امام نے لی ہے تو ہم لیں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرگز تقلید جامد کے قائل نہیں تھے کہ پڑھے لکھے لوگ اندھا دھند بلا دلیل اقوال کو دین سمجھ کر مان لیں۔ آپ ایسی کورانہ تقلید کی تردید کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

﴿انهم اطمانوا بالتقليد ودب التقليد فى صدورهم دب النمل وهم لا يشعرون﴾ ......

(اِنصاف)

"مقلدین تقلید پر جم گئے اور تقلید ان کے دلوں میں چیونٹی کی چال کی طرح بے خبری میں رچ گئی۔"

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اقوال رجال پر اندھا دھند جم نہیں جانا چاہئے بلکہ تحقیق سے کام لے کر جو اقوال کتاب وسُنت کے مطابق ہوں، مان لینے چاہئیں اور جو ٹکرائیں ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔

# تقلید جامد کا رَد

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تقلید جامد کے رَد میں لکھتے ہیں:

''پس اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں سوائے پوشیدہ نفاق کے یا ظاہر حماقت کے۔''

(عقدالجید)

اس سے آگے آپ فرماتے ہیں:

﴿وهذا هو الذى اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال و من عجب العجائب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف ماخذ امامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقسية الصحيحة لمذهبهم جمودا على تقليد امامه بل يتحيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتاولها بالتاويلات البعيدة الباطلة﴾

(عقدالجید)

''اور یہ (حدیث کے خلاف قول لینے کا) وہی مضمون ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے جدھر اشارہ کیا ہے کیونکہ کہا ہے کہ بڑا ہی تعجب ہے کہ بعض مقلد فقہا اپنے امام کی ایسی ضعیف بات پر واقف ہوتے ہیں کہ اس کے ضعف کے دفع کی کوئی صورت نہیں ملتی اور وہ پھر بھی اس میں اس کی تقلید کیے جاتے ہیں اور جن کے مذہب کی کتاب اور سنت اور صحیح قیاس شہادت دیتے ہیں' اس کو اپنے امام کی تقلید پر جم کر چھوڑ دیتے ہیں بلکہ ظاہر کتاب اور سنت کے رفع کرنے کے لئے حیلہ سوچتے ہیں اور ان کی دُور از کار جھوٹی تاویلیں گھڑتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ ایسے متعصب اور جامد مقلد بھی ہیں جو احادیث سرور انبیاء ﷺ کے مقابلہ میں اماموں کے قولوں کو لیتے ہیں' تقلید پر جم کر حدیثیں چھوڑ دیتے ہیں۔ پس ایسی تقلید حرام ہے۔ اللہ اس سے مسلمانوں کو بچائے۔

پڑھے لکھے مسلمان بھائیو! یاد رکھو دین کا ہر مسئلہ قرآن اور حدیث کی دلیل سے مانو اور پھر عمل کرو!

# عامی کی غیر مشروط تقلید بھی حرام ہے!

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

اور جو شخص عامی' بے علم ہو اور فقہا میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔ یہ سمجھ کر کہ ایسے شخص سے خطا مشکل ہے اور

جو کہتا ہے ٹھیک ہے اور دِل میں یہ بات ٹھہرا رکھے کہ اِس کی تقلید نہ چھوڑوں گا۔ اگرچہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہو' (ایسا مقلد) مصداق اس کی وہ حدیث ہے جو ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ عدی بن حاتم نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰه﴾

''ٹھہرایا یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں کو پروردگار اللہ کو چھوڑ کر۔''

فرمایا (حضور ﷺ نے) وہ لوگ ان کی بندگی نہیں کرتے تھے۔ پر ان کا یہ حال تھا: جس چیز کو وہ انہیں حلال بتاتے' اس کو حلال جانتے اور جب ان کو کوئی چیز حرام بتاتے تو اس کو حرام جانتے۔''...... (عقد الجید)

معلوم ہوا کہ عامی آدمی بھی کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس شرط پر عمل کرے کہ اگر حدیث کے خلاف ہوا تو چھوڑ دے گا اور حدیث پر عمل کرے گا اور اگر وہ امام کے قول پر ایسا جم جائے کہ اس کے قول کے خلاف حدیث بتائی جائے تو حدیث کی طرف کوئی دھیان نہ کرے بلکہ اس قول پر جما رہے تو وہ اس عالم یا امام کو جس کے قول پر جم گیا ہے' اللہ کو چھوڑ کر رب بنانے والا ہے۔

## حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تحت آیت ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(۱)

دریں جا باید دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقا شرک و کفر است۔ اِطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر است و معنی اِطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ او را مبلغ احکام ندانستہ ربقہ تقلید او در گردن انداز د تقلید او را لازم شمارد و باوجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بر ندارد و ایں ہم نوعیست از اتخاذ انداد کہ در آیہ کریمہ

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾ نکوهش آن فرموده اند.''...... (تفسیر عزیزی)

مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لے اور اللہ کا حکم اس (تقلیدی حکم) کے مخالف معلوم ہونے کے باوجود پھر بھی اس کا اتباع نہ چھوڑے تو اس نے بحکم آیت

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کے (اس امام کو) اللہ کا شریک ٹھہرا لیا۔

ثابت ہوا کہ حدیث کے مقابلہ میں تقلیدی اعمال شرک ہیں! پس ہر بھائی کو خوب چھان بین کرنی چاہئے کہ وہ کہیں ایسی تقلید تو نہیں کر رہا ہے کہ باوجود علم ہو جانے کے حدیث کے خلاف قول پر جما ہوا ہو۔

---

(۱) ''پس مت ٹھہراؤ ساتھ اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو۔'' (۱/۲۲)

## حضرت مولانا اِسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

﴿ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی ﷺ الصریحة الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امام ففیه شائبة من الشرک کما یدل علیه حدیث الترمذی عن عدی بن حاتم انه سال رسول الله ﷺ عن قوله "اتخذوا احبارهم ورهبانهم ارباباً من دون الله." فقال انکم احللتم ما احلو اوحرمتم ما حرموا. ...... (تنویر العینین)

مجھے نہیں معلوم کہ کیونکر روا ہوگیا۔ التزام ایک معین (۱) شخص کی تقلید کا' باوجود قدرت رجوع کے ان روایات کی طرف جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔ اور صریح دلالت کرتی ہیں قول امام کے خلاف' پھر اگر مقلد امام کے قول کو نہیں چھوڑتا تو اس میں آمیزش شرک کی ہے چنانچہ دلالت کرتی ہے اس پر وہ حدیث جس کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۲) کے معنی میں پوچھا تو فرمایا (حضور ﷺ نے) کہ حلال ٹھہرایا تم نے ان کے حلال ٹھہرائے ہوئے کو' اور حرام ٹھہرایا تم نے ان کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو۔

## مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

﴿فَطَائِفَةٌ قَدْ تَعَصَّبُوْا فِی الْحَنَفِیَّةِ تَعَصُّبًا شَدِیْدًا وَّالْتَزَمُوْا بِمَا فِی الْفَتَاوٰی اِلْتِزَامًا شَدِیْدًا وَاِنْ وَّجَدُوْا حَدِیْثًا صَحِیْحًا وَّ اَثَرًا صَرِیْحًا عَلٰی خِلَافِهٖ زَعَمُوْا اَنَّهٗ لَوْ کَانَ هٰذَا الْحَدِیْثُ صَحِیْحًا لَاَخَذَ بِهٖ صَاحِبُ الْمَذْهَبِ وَلَمْ یَحْکُمْ بِخِلَافِهٖ وَهٰذَا جَهْلٌ مِّنْهُمْ﴾ (طریق مُحمّدی)

"بعض متعصب حنفی تقلید امام اور کتب فقہ کے فتووں کے پیچھے ایسی بری طرح چمٹے ہوئے ہیں کہ اگر ان کے خلاف صحیح حدیث بھی مل جائے پھر بھی فقہ کے فتاوی کو نہیں چھوڑتے (حدیث چھوڑ دیتے ہیں)' یہ لوگ جاہل ہیں۔"

قارئین کرام! یہ جامد تقلید حرام ہے کہ ایک طرف حدیث رسول ﷺ ہو اور اس کے خلاف قول امتی ہو تو حدیث چھوڑ کر قول لے لینا' کتنی بڑی جسارت اور جہالت ہے۔ بس ایسی تقلید سے حضرت مولانا عبدالحی رحمتہ اللہ

---

۱) اس سے تقلید شخصی کی تردید ہوتی ہے۔

۲) یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔

علیہ منع کررہے ہیں۔

## حنفی' شافعی' وغیرہ بننے کا اللہ نے حکم نہیں دیا

شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز کتاب ''معیار الحق'' میں لکھتے ہیں کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں:

﴿اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يُكَلِّفِ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحَدًا مِّنْ عِبَادِهٖ بِاَنْ يَّكُوْنَ حَنَفِيًّا اَوْمَا لِكِيًّا اَوْ شَافِعِيًّا اَوْ حَنْبَلِيًّا بَلْ اَوْجَبَ عَلَيْهِمُ الْاِيْمَانَ بِمَابَعَثَ بِهٖ سَيِّدَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

(معيار الحق بحواله قول سديد)

''جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو حنفی' مالکی یا شافعی یا حنبلی بننے کا حکم نہیں دیا بلکہ سب بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ سیدنا حضرت مُحمد ﷺ کی تابعداری کریں اور جو کچھ حضور سید العرب والعجم لائے ہیں (یعنی کتاب وسُنت) اس پر ایمان لائیں۔''

اللہ شاہ صاحب کو نیک جزادے' انہوں نے کتنی سچی بات کی ہے کہ اللہ نے صرف رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لانے اور آپ کی تابعداری کا حکم دیا ہے۔ حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی بننے کا مکلّف نہیں کیا۔ پھر علماء کیوں زور دیتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کرکے ضرور حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنو۔ علماء کو تو صرف کتاب وسنت کے اتباع پر زور دینا چاہیئے کہ سب اہل سُنت بنو۔ اہل حدیث ہو کر اللہ' رسول ﷺ کے فرامین پر عمل کرو۔ اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی نہیں چاہئے کہ وہ بجائے عمل بالحدیث کے امتیوں کے اقوال کو اندھا دھند مانتے جائیں۔

## حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

﴿ومن المعلوم ان الله سبحانه و تعالى ماكلف احد ان يكون حنفيا اوما لكيا او شافعيا او حنبليا بل كلفهم ان يعملوا بالسنة ان كانوا علماء او يقلدوا علماء ان كانوا جهلاء﴾ ...... (معيار الحق شرح عين العلم)

''یہ بات معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسی کو حنفی' مالکی' شافعی حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی' بلکہ یہ تکلیف دی ہے کہ حدیث پر عمل کریں۔ اگر عالم ہیں تو جاہل لوگ علماء کی پیروی کریں۔''[1]

(١) یعنی جاہل اور بے علم لوگ علماء سے مسائل پوچھ کر عمل کریں اور پوچھیں اس طرح' حضرت مولانا! اس مسئلہ میں کیا حکم ہے اللہ کا یا اس کے رسول ﷺ کا' ازراہ کرم آیت یا حدیث سے جواب مرحمت فرمائیں' اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ پھر جو جواب عالم دے وہ بے علم اس پر عمل کرے۔ (منہ)

## مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سرتاج علماء احناف حضرت مولانا عبدالحیٔ حنفی اِرشاد فرماتے ہیں۔
''مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا۔''

(مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۸)

ثابت ہوا ان فتاویٰ سے کہ حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا اور حضور انور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقتوں میں حنفی وشافعی وغیرہ ناموں سے مسلمان موسوم نہ تھے تو پھر آج ان ناموں سے موسوم ہونا کیوں کر ضروری ہوگیا۔

## مُحمّدی کیوں نہیں کہلواتے

اگر آپ نے اپنے آپ کو ضرور ہی کسی اِنسان کے نام کے ساتھ منسوب کرنا ہے تو پھر اللہ کے سچے رسول حضرت مُحمد ﷺ کے نام کے ساتھ منسوب کرکے مُحمدی کیوں نہیں کہلواتے؟ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی نسبتوں کے بجائے مُحمدی نسبت تو بڑی پیاری نسبت ہے۔ پھر اس پیاری اور محبوب ترین نسبت کو تمام جہان کی نسبتوں پر ترجیح دینی چاہیے۔

مسلمان بھائیو! آپ کے نبی حضرت مُحمد ﷺ ہیں جن کی تابعداری آپ پر اللہ نے قرآن میں فرض کی ہے، جن کی سُنت اور حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور جنھوں نے اللہ کے اذن کے بعد قیامت کو آپ کی شفاعت کرنی ہے۔ پھر امتیوں کی تقلیدی نسبتوں کو چھوڑ کر حضور ﷺ کے طریقے پر چلو۔ سیدھے اہل سُنت، اور اہل حدیث بنو۔ بھائیو! سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت مُحمد ﷺ کے نام کی طرف نسبت کرکے مُحمدی کہلاتے ہوئے تو آپ کو شرم اور عار آئے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی طرف خود کو منسوب کرکے حنفی کہلا کر آپ فخر کریں۔ آخر کیوں؟ حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز نہیں کہا تھا کہ میرے مقلد بن کر حنفی کہلانا۔ ان کا مذہب حدیث تھا۔ پھر آپ بھی براہ راست حدیث پر چلیں۔

## تقلید یہود کا نمونہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تقلید یہود کا حال بیان کرتے ہیں۔ آپ بغور ملاحظہ فرمائیں اور ایسی جامد تقلید سے بچیں:

﴿فَإِنْ شِئْتَ اَنْ تَرٰى اَنْمُوْذَجَ الْيَهُوْدَ فَانْظُرْ اِلٰى عُلَمَاءِ السُّوْءِ مِنَ الَّذِيْنَ يَطْلُبُوْنَ الدُّنْيَا وَقَدِ اعْتَادُوْا تَقْلِيْدَ السَّلَفِ وَاَعْرَضُوْا عَنْ نَصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَ تَمَسَّكُوْا بِتَعَمُّقِ

عَالِمٍ وَ تَشَدُّدِهٖ وَاسْتِحْسَانِهٖ وَاَعْرَضُوْا عَنْ كَلَامِ الشَّارِعِ الْمَعْصُوْمِ وَتَمَسَّكُوْا بِاَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةٍ وَّ تَاوِيْلَاتٍ فَاسِدَةٍ كَاَنَّهُمْ هُمْ﴾ (فوز الکبیر)

''اگر تم چاہتے ہو کہ یہودیوں کا نمونہ دیکھو تو ان برے علماء کو دیکھو جو دُنیا طلب کرنے میں مشغول ہیں۔ جن میں تقلید (جامد) گھر کر چکی ہے' جم گئی ہے' جو کتاب وسُنت سے منہ موڑ کر ایک ہی امام کے زم گرم کے پیچھے لگ گئے ہیں اور شارع معصوم حضرت محمد ﷺ کے کلام (حدیث) کو چھوڑ رکھا ہے' اور اپنے امام کے قول کو لغو تاویلوں اور جھوٹی حدیثوں' سے مضبوط کر کے اسی پر تمسک کر بیٹھے ہیں گویا کہ یہودی ہی ہیں۔''

## شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشاد کا مطلب

حضرت شاہ صاحب نے جو یہ اِرشاد فرمایا ہے کہ اگر تُم چاہتے ہو کہ یہودیوں کا نمونہ دیکھو تو ان برے علماء کو دیکھو لو جو دُنیا طلب کرنے میں مشغول ہیں۔'' معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ اس اُمت کے برے علماء کا ذکر کر رہے ہیں۔ جن میں تقلید جامد گھر کر گئی ہے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہود کے نمونے کی تقلید اس اُمت میں بھی موجود ہے۔ پھر شاہ صاحب اس اُمت کے برے لوگوں کی تقلید کی کیفیت بیان کر کے فرماتے ہیں ﴿كَاَنَّهُمْ هُمْ﴾ گویا کہ یہ (جامد تقلید کے باعث) یہودی ہی ہیں۔''

## یہود کی سی تقلید سے بچیں

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشاد مذکور سے معلوم ہوا کہ جو علماء طلب دنیائے دوں کی خاطر حدیث رسول پاک ﷺ کو چھوڑ کر اس کے خلاف دانستہ کسی کے قول کو پکڑ لیتے ہیں رسول معصوم ﷺ کی سُنت کو ترک کر کے غیر معصوم اُمتی کی رائے پر عمل کرتے ہیں' گویا دُنیا طلبی کی خاطر کتاب وسُنت کے مقابلہ میں تقلید کرتے ہیں وہ یہودیوں کے نقش قدم پر ہیں۔ اگر یہود کا نمونہ دیکھنا ہو تو نصوص کتاب وسُنت سے اعراض کرنے والوں مقلدوں کو دیکھ لو۔ بے شک بقول شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ علماء سوء ہیں۔ دُنیا مل جائے' دِین جاتا ہے تو جائے۔ پھر ان کا یہ حال ہے کہ اسی تقلید کی آڑ میں عوام کالانعام کو اندھادھند اپنے پیچھے لگاتے ہیں۔ بلا دلیل قصے کہانیاں[1] سنا سنا کر ان کے ایمان خراب کرتے ہیں جو ان کے منہ سے نکل گیا وہ عوام کے لئے مسئلہ بن گیا۔ دنیا طلب کرنے والے پیر اور مولوی اپنے مریدوں اور معتقدوں کو اسی تقلید کی بدولت ہی ''بے زبان'' بنا کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

(۱) ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّا اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ (پ۱:ع۹) ''اور بعض ان (یہودیوں) میں سے ان پڑھ ہیں' نہیں جانتے کتاب (تورات) کو مگر آرزوئیں اور نہیں وہ مگر گمان کرتے۔'' یعنی ان بے علم لوگوں نے اپنے علماو مشائخ کی بتائی ہوئی جھوٹی باتیں سن رکھی ہیں۔ وہ ان اکاذیب پر گمان رکھتے اور عمل کرتے ہیں کچھ [illegible] نہیں ہے۔

بھیڑ بکری بنا کر ان کی ''اون'' اتارتے ہیں۔ یہود کے علماء کا بھی یہی حال تھا کہ وہ بلا دلیل باتیں سنا سنا کر اپنا الو سیدھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (پ ۱۰ : ع ۱۱)

''پکڑا انہوں (یہودیوں اور عیسائیوں) نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب اللہ کے سوا۔''

اس آیت کا مطلب حضور انور ﷺ یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿اِنَّهُمْ لَمْ یَکُوْنُوْا یَعْبُدُوْنَهم وَلٰکِنَّهُمْ کَانُوا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَیْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَیْهِمْ شَیْئًا حَرَّمُوْهُ﴾ (ترمذی شریف)[1]

''وہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن حلال جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل) حلال کہہ دیتے تھے۔ اور حرام جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل) حرام کہہ دیتے تھے۔''

مذکورہ آیت میں اللہ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا......
اس رب بنانے کا مطلب رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا کہ عوام اپنے علماء و مشائخ کے بلا دلیل اقوال' حرام' حلال کو چپ کر کے مان لیتے تھے۔ ان سے کوئی دلیل تورات انجیل سے نہ پوچھتے تھے گویا ان کے جامد مقلد تھے' اندھے بن کر ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

مسلمان بھائیو! آیت مذکورہ اور اس کی تشریح رسول ﷺ سے سبق حاصل کرو کہ جامد مقلد بن کر اپنے علماء مشائخ کے پیچھے نہ چلو' علماء کے بلا دلیل اقوال کو آنکھیں بند کر کے عمل میں نہ لاؤ۔ بلکہ اچھی طرح چھان بین کر لو' اگر وہ اقوال حدیث کے مطابق ہوں تو سر آنکھوں پر رکھو اور اگر خلاف ہوں تو چھوڑ دو' جو علماء آپ کو کورانہ تقلید کا اسیر بنا کر گھڑے ہوئے قصے کہانیاں سناتے اور اہل سُنت نام رکھتے ہیں وہ آپ کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ سُنت دلیل ہے نور ہے اس پر عمل کرو' پھر آپ اہل سُنت ہیں اور تقلید کے معنی ہی ہیں: بے دلیل قول لینا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بے دلیل قول حدیث کے خلاف ہو اور آپ اس پر عمل کر کے غلطی کے مرتکب ہو جائیں۔ اللہ نے جو علماء و مشائخ کی بے سند' محض زبانی باتوں' حرام حلال' جائز ناجائز کو مان لینا' ان کو رب بنانا فرمایا ہے صرف اس لئے کہ عوام ہوشیار رہوں' دینی باتیں آنکھیں کھول کر مانیں۔

## حنفی شافعی شاگردی نسبتیں ہیں

یہ جو اسلاف میں بعض اماموں اور عالموں کو حنفی یا شافعی کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ علم و فضل کے

(۱) ترمذی کتاب تفسیر القرآن (۴۴) باب و من سورۃ التوبۃ (۹) الحدیث ۳۰۹۵۔ و طبرانی کبیر ۱۷/۹۲ رقم الحدیث ۲۱۸ و ۲۱۹ عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ علامہ البانی نے حسن کہا ہے صحیح ترمذی (۲۴۷۱)

آفتاب بہ اصطلاح فقہی مقلد تھے۔ تقلید کی ماہیت میں تو عدم علم داخل ہے اور وہ قرآن اور حدیث کے بڑے عالم تھے پھر مقلد کس طرح ہوئے؟ ہاں یہ ان کی شاگردی نسبتیں تھیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس کے تلامذہ حنفی کہلانے لگے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد شافعی مشہور ہو گئے جیسے علی گڑھ یونیورسٹی کے سند یافتہ ''علیگ'' کہلاتے ہیں۔ دیوبند کے دیوبندی' وغیرہ۔

تقلید کوئی دین کا مسئلہ تو ہے نہیں' قرآن و حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین کے نیک زمانوں میں اس نام سے کوئی واقف نہ تھا۔ یہ ایجاد فی الدین چوتھی صدی میں معرض وجود میں آئی جس نے لوگوں کو بے زبان بنا کر رکھ دیا' کہ اپنے بڑوں کی بے دلیل باتوں کو دین مانتے جاؤ۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے سچ فرمایا:

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

مقلد فقہی تعریف کے لحاظ سے بے علم ہے اس لئے نہ اس کی ذاتی رائے ہے' نہ خیال کی آزادی ہے' نہ تحقیق کر سکتا ہے' نہ دلیل پوچھ سکتا ہے۔ ساری زندگی اس بے بسی کی حالت میں رہتا ہے لیکن چھٹکارا نہیں پاتا۔ دین میں جامد مقلد کی اس بے بسی عاجزی اور مجبوری کے پیش نظر علامہ اقبال رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس تقلید سے جو دین میں سوچنے' سمجھنے' غور و فکر کرنے اور علم حاصل کرنے سے) روکتی ہے اور انسان کو تازیست جاہل بن کر رہنے کا سبق دیتی ہے' سے خودکشی بہتر ہے۔ چونکہ خودکشی شریعت میں حرام ہے' منع ہے لہذا تقلید مذکور اس سے بڑھ کر منع ہوئی۔

اس سے مسلمانوں کو یہ سبق دینا مقصود ہے کہ وہ بے علم اور جاہل نہ رہیں۔ خوب علم پڑھیں' قرآن و حدیث سیکھیں اور علیٰ وجہ البصیرت عمل کریں۔ علماء سوء کی محض سنی سنائی باتوں کو پلے نہ باندھ لیں۔

''رستہ بھی ڈھونڈ'' یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں راہ حق کی تلاش کر' کتاب و سنت کو اپنا امام بنا۔ ''خضر کا سودا بھی چھوڑ دے۔'' یعنی تقلید جامد نہ کر!

## عقل دلیل چاہتی ہے

چونکہ عقل دلیل چاہتی ہے اور تقلید بے دلیل منواتی ہے لہذا مقلد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عقل و فکر سے کام لے اور دلیل پوچھے۔ اسے لازم ہے کہ ''نابینا'' بن کر امام کے پیچھے چلے' تازیست بے علم رہے۔

## تقلید شرطی درست ہے!

عامی بے علم اور جاہل شخص کو کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو جب کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے گی تو لامحالہ اسے پوچھنا

پڑے گا۔ پھر وہ کسی عالم ربانی سے پوچھ لے۔ چونکہ پوچھنے والا بے علم ہے دلیل نہیں جانتا اس لئے وہ عالم اللہ سے ڈر کر اللہ رسول ﷺ کا حکم بتائے۔ آیت حدیث سے مسئلہ سمجھائے پھر وہ بے علم اس پر عمل کرے اور اس شرط سے کرے کہ اگر یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ثابت ہو گیا تو اسے چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے گا' یہ ہے بوقت لاعلمی تقلید شرطی عامی کی...... جس سے کسی کو انکار نہیں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اگر تم بے علم ہو تو اہل علم سے پوچھ لو' پس تقلید کو بے علمی لازم ہوئی تو بے علم مقلد ہو سکتا ہے' علم والا نہیں۔''

# تقلید شخصی

امام الاحناف جناب شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿فَلَا دَلِيْلَ عَلٰى وُجُوْبِ اِتِّبَاعِ الْمُجْتَهِدِ الْمُعَيَّنِ بِاِلْزَامِ نَفْسِه ذٰلِكَ قَوْلًا اَوْ شَرْعًا﴾ (فتح القدير)

''تقلید شخصی کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں''!

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

﴿مَنْ رَدَّ حَدِيْثًا قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِنَا يُكَفَّرُ﴾ (حقيقت الفقه بحواله مخ الازهر)

''حدیث کو رد کرنے والا کافر ہے۔'' یعنی حدیث کے خلاف قول پر عمل کرے اور حدیث کو از راہِ تعصب چھوڑ دے۔''

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ آپ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کہاں تک دین میں مانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا كَانَ مُدَرِّسًا فَمَا كَانَ مِنْ قَوْلٍ حَسَنٍ قَبِلْنَاهُ وَمَا كَانَ قَبِيْحًا تَرَكْنَاهُ عَلَيْهِ﴾ (طريق محمّدى بحواله جز تاريخ بغداد للخطيب)

''حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (دین کے) ایک مدرس تھے جو ان کی اچھی باتیں ہوتیں ہم لے لیتے اور جو غیر اچھی ہوتیں چھوڑ دیتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ان کے مقلد نہ تھے۔ جب اچھی باتیں لیتے اور غیر اچھی چھوڑتے تھے تو وہ تحقیق کرتے تھے اور جو تحقیق کرے وہ محقق ہوتا ہے' مقلد نہیں ہوتا۔

# اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تقلید کی ممانعت

تقلید کے بارے میں ائمہ اربعہ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ ان کی تقلید کی جائے۔ اندھا دھند...... بلا دلیل ان کے اقوال پر شرعی حیثیت سے عمل کیا جائے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیَ بِکَلَامِیْ﴾(میزان شعرانی)

''میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔''

معلوم ہوا کہ اگر امام کا قول مدلّل ہو یعنی قرآن اور حدیث کی سند کے ساتھ ہو تو وہ قول مسئلہ فتویٰ ہو سکتا ہے۔ قابلِ عمل ہے' اور اگر بے دلیل ہے' تو قابلِ عمل نہیں۔ پھر جو علم والے بلا دلیل قول امام کو دین کی چیز سمجھ کر مانتے ہیں' وہ امام صاحب کے تابعدار نہیں۔ کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قول بے دلیل پر فتویٰ دینا حرام فرمایا ہے۔ اللہ رحمتیں نازل کرے امام صاحب پر کہ انہوں نے کتنی حق بات کہی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَّ کِتَابُ اللّٰهِ یُخَالِفُه فَاتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِکِتَابِ اللّٰهِ فَقِیْلَ اِذَا کَانَ خَبَرُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَالِفُه قَالَ اتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ فَقِیْلَ اِذَا کَانَ قَوْلُ الصَّحَابَةِ یُخَالِفُه قَالَ اتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ﴾(روضته العلماء' عقد الجید)

''جب میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو' لوگوں نے پوچھا جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا: اس وقت بھی چھوڑ دو' پھر پوچھا: جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرمان کے خلاف ہو؟ کہا: تب بھی چھوڑ دو۔''

﴿اِذَا رَاَیْتُمْ کَلَامَنَا یُخَالِفُ ظَاهِرَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاعْمَلُوْا بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاضْرِبُوْا بِکَلَامِنَا الْحَائِطَ﴾(میزان شعرانی)

''حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دیکھو کہ ہمارے اقوال قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں تو قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو دیوار پر دے مارو۔''

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آب زر سے لکھنے کے لائق یہ فرمان یاد رکھنا چاہئے۔ ﴿اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ﴾ (عقد الجید) ''صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔'' معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ اہل حدیث تھے کیونکہ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب حدیث ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام عالی مقام حدیث کو مذہب مانتے ہیں' پھر آج امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد کیوں بجائے مذہب حدیث رکھنے کے حنفی مذہب رکھتے ہیں۔

امام صاحب نہ اپنی تقلید کے لئے کہیں' نہ اپنے اقوال پر تمسک کرنے کو فرمائیں' نہ کوئی حنفی مذہب جاری کریں وہ بار بار کتاب وسنت' اور حدیث پر عمل کرنے کا ارشاد فرمائیں...... اپنا مذہب حدیث بتائیں۔ لیکن حنفی ہیں کہ آپ

کی ایک نہ سنیں...... بھائیو! اللہ کا حکم سنو[1] رسول پاک ﷺ کے اِرشاد پر عمل کرو[2] اور اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کہنے کا پاس کرو۔[3]

آپ کیوں تقلید شخصی کرتے ہیں؟ جس کا نہ اللہ نے حکم دیا...... نہ رسول اللہ نے اور نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے؟ اور پھر آپ فخر سے کہتے ہیں کہ ہم اہل سُنت ہیں اور اہل سُنت ہونے کے دعویٰ کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ سُنت کے مقابلہ میں قول پر عمل کرتے ہیں اور سُنت چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ متعصب اور ضدی مقلدوں کا حال ہے ہاں جو حدیث کے مقابلہ میں قول چھوڑ کر حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ اہل سُنت والجماعت ہیں۔

﴿مَا جَاءَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِا الرَّاْسِ وَالْعَيْنِ﴾ (ظفر الامانی)

''حضرت اِمام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو حدیث سے ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر ہے۔''

حنفی بھائیو! امام صاحب رحمہ اللہ کے اس فرمان کے مطابق جو مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے اس کو سر آنکھوں پر رکھو' یہ نہ کہنا کہ حنفی مذہب کے خلاف ہے اس لئے ہم نہیں مانتے۔ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے مذہب حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیا۔

میزان شعرانی میں ہے:

﴿وَرَوَى الشَّيْخُ مُحيِ الدِّيْنِ فِي الفُتُوحَاتِ الْمَكِّيَةِ بِسَنَدِه اِلَى الْاِمَامِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اَنَّه كَانَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَالْقَوْلَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالرَّاْىِ وَعَلَيْكُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ﴾...... (حقیقته الفقه)

''روایت کیا ہے شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے فتوحات مکیہ میں ساتھ اپنی سند کے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک پہنچی ہے کہ امام صاحب نے فرمایا۔۔۔ بچو لوگو اس بات سے کہ دِین میں کوئی بات رائے سے کہو اور لازم پکڑو سُنت کی پیروی کیونکہ جو کوئی سُنت سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا۔''

---

(۱) اللہ فرماتے ہیں: ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ دلیل لاؤ'' جب دلیل کا مطالبہ ہو تو تقلید کہاں رہی۔ کیونکہ تقلید بے دلیل قول کے ماننے کو کہتے ہیں۔

(۲) حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک انہیں مضبوط تھامے رہو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سُنت ہے'' (مشکوٰۃ) (صحیح ہے' تخریج نمبر ۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔) جب کتاب اور سُنت کو مانا تو دلیل موجود ہوگئی۔ اب بھی تقلید نہ رہی تو مقلد نے امام کے بلا دلیل قول کو دِین مان کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کیا مانی؟

(۳) اِمام صاحب فرماتے ہیں: ﴿إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِىْ﴾ ''میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔'' (عقد الجید) تو پھر حنفیوں کو بھی اپنا مذہب یہ فرمانِ امام صاحب حدیث ہی قرار دینا چاہیے۔ جب مذہب حدیث رکھنے کی بجائے تقلیدی مذہب اختیار کیا تو امام صاحب کا اِرشاد بھی نہ مانا۔ (محمد صادق)

غور کریں کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے اتباع سنت پر زور دیا ہے۔ یہی بات اہلحدیث کہتے ہیں کہ حدیث اور سنت پر عمل کرو۔ تو اہلحدیث نے حضرت امام صاحب کی بات مان لی۔ حنفی بھائیو! آپ بھی مان لو اور سنت اور حدیث پر جان چھڑکو۔

میزان شعرانی میں ہے:

﴿وَدَخَلَ شَخْصٌ نِ الْكُوفَةَ بِكِتٰبِ دَانِيَالَ فَكَادَ اَبُوْحَنِيْفَةَ اَنْ يَّقْتُلَه وَقَالُوْا لَه كِتَابٌ سِوَى الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِيْثِ﴾(حقيقته الفقه)

''ایک شخص کوفہ میں دانیال کی کتاب لے کر آیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دوسرے لوگ اس کے قتل کے در پے ہو گئے' اور کہنے لگے کیا قرآن اور حدیث کے سوا کوئی اور کتاب بھی (دین میں) ہے۔''

حنفی بھائیو! صرف قرآن اور حدیث کو ہی دین مانو اور اسی پر ہی عمل کرو' غور کرو کہ حضرت امام صاحب ایک شخص کے ہاتھ میں قرآن اور حدیث کے علاوہ اور کتاب برداشت نہ کر سکے۔

تحفۃ الاخیار فی بیان الابرار میں ہے:

﴿وَقَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا تُقَلِّدْنِيْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا غَيْرَه وَخُذِ الْاَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ كَذَافِي الْمِيْزَانِ وَغَيْرِه﴾ ...... (حقيقت الفقه)

''حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالک رحمہ اللہ کی' اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور احکام دین وہاں سے لینا' جہاں سے انہوں نے لئے ہیں' کتاب وسنت سے۔''

یاد رکھیں' حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے صاف فرما دیا ہے کہ میری تقلید نہ کرنا یعنی بغیر دلیل کے اندھا دھند میری باتوں کو نہ ماننا اور کتاب وسنت پر عمل کرنا۔

## اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید سے ممانعت

﴿لَا تُقَلِّدْنِيْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْاَوْزَاعِيَّ وَلَا الثَّوْرِيَّ وَخُذْ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا﴾(عقد الجيد)

''حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہرگز نہ میری تقلید کرنا' اور نہ امام مالک رحمہ اللہ کی اور نہ امام شافعی رحمہ اللہ کی اور نہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کی' اور نہ امام ثوری رحمہ اللہ کی تقلید کرنا (سنو)! جہاں سے یہ تمام امام دین کے مسائل لیتے تھے۔ تم بھی وہیں (قرآن اور حدیث) سے ہی لینا۔''

جب اِمام صاحب رحمہ اللہ نے صاف فرما دیا کہ ہرگز میری اور دوسرے ائمہ کی تقلید نہ کرنا' تو پھر مقلد بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ تقلید جامد ترک کر کے براہِ راست کتاب وسنت پر عمل کریں۔

﴿وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَقُوْلُ لَيْسَ لِأَحَدٍ مَّعَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَلَامٌ﴾ (عقد الجید)

''حضرت اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ کسی کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے۔''

پھر جب حدیث مُحمد مصطفیٰ ﷺ پیش کی جائے تو کسی کا حق نہیں کہ وہ اس کے سامنے اپنے امام کا قول پیش کرے ایسا کرنے کے خیال سے اس کو لرز جانا چاہیے۔

﴿قَالَ لَا تُقَلِّدْ دِيْنَكَ أَحَدًا مِّنْ هٰؤُلَاءِ مَاجَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ فَخُذْبِهٖ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ بَعْدَ الرَّجُلُ فِيْهِ مُخْتَارٌ﴾ (اعلام الموقعین)

''اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اپنا دِین ان میں سے کسی ایک کی تقلید (شخصی) کے مت سپرد کرو۔ (سنو) جو رسول اللہ ﷺ سے اور آپ کے صحابہؓ سے پہنچے اس پر عمل کرو۔ پھر تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے' اِنسان مُختار ہے۔''

مطلب یہ کہ حضور کی حدیث کے مطابق ﴿مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ﴾ کا راستہ اِختیار کرو اور کسی کی تقلید مت کرو۔ بھائیو! سن رہے ہو ائمہ کرام کے اِرشادات!

## اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے ممانعت

﴿قَالَ الشَّافِعِيُّ إِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِلَافَ قَوْلِيْ فَمَا يَصِحُّ مِنْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلٰى فَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ﴾ (عقد الجید)

''اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں کوئی مسئلہ کہوں اور رسول اللہ ﷺ نے میرے قول کے خلاف کہا ہو تو جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہو' وہی اولیٰ ہے پس میری تقلید مت کرو۔''

﴿إِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ إِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِيْ يُخَالِفُ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِي الْحَائِطَ﴾ ...... (عقد الجید)

''حضرت اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: جب صحیح حدیث مل جائے پس (جانو) کہ میرا مذہب وہی ہے (اور) جب میرے کلام کو حدیث کے مخالف دیکھو تو (خبردار) حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔''

﴿فَقَدْ صَحَّ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهٗ نَهٰى عَنْ تَقْلِيْدِهٖ وَتَقْلِيْدِ غَيْرِهٖ﴾ (عقد الجید)

''بیشک حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔''

﴿فَقَالَ الشَّافِعِيُّ مَثَلُ الَّذِيْ يَطْلُبُ الْعِلْمَ بِلَا حُجَّةٍ كَمَثَلِ حَاطِبِ لَيْلٍ يَحْمِلُ حُزْمَةً وَّفِيْهِ أَفْعٰى تَلْدَغُهٗ وَهُوَ لَا يَدْرِيْ﴾ ...... (اعلام الموقعین)

''حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو علم (دین کے مسائل واحکام) کو بلا دلیل طلب کرتا ہے' رات کے لکڑہارے کی طرح ہے جو ایندھن کا بوجھ اٹھائے جاتا ہے جس میں سانپ ہے کہ ڈسے گا اسے اور وہ نہیں جانتا۔''

پس!

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشادات سے بھی ثابت ہوا کہ براہ راست قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور کسی کی تقلید شخصی نہ کرو۔ بلا دلیل اندھادھند کسی کو نہ مانو۔

## اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے ممانعت

﴿مَامِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَمَا خُوْذٌ مِنْ کَلَامِه وَ مَرْدُوْدٌ عَلَیْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ﴾ (عقد الجید)

''حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کی باتیں درست اور بعض غلط نہ ہوں۔ پھر اس کی درست باتیں لے لی جاتی ہیں اور غلط رد کر دی جاتی ہیں' سوائے حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے کہ حضور ﷺ کی تمام باتیں صحیح' سچی' درست اور مان لینے ہی کے لائق ہیں۔ ایک بات بھی ساری زندگی کی چھوڑنے کے قابل نہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر غیر نبی کی بات دِین میں دلیل اور حجت کے ساتھ ماننی چاہیے' کیونکہ سوائے نبی ﷺ کے کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے اس لئے حضور ﷺ کے سوا ہر کسی کے قول کو کتاب اور سُنت کی دلیل کے ساتھ مانو' اندھادھند تقلید نہیں کرنی چاہیے۔

﴿اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ فَانْظُرُوا فِیْ رَاْیِیْ فَکُلَّ مَاوَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَکُلُّ مَا لَمْ یُوَافِقْ فَاتْرُکُوْهُ﴾ (حقیقت الفقه بحواله جلب المنفعت)

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک اِنسان ہوں' کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے اور کبھی غلط' تو تُم میری اس بات کو جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو پس اسے لے لیا کرو اور جو اس کے خلاف ہو پس اسے چھوڑ دیا کرو۔''

یعنی میری جامد تقلید مت کرو کہ اندھادھند بلا دلیل میری سب باتیں مانتے جاؤ بلکہ تحقیق کرو جو بات قرآن و حدیث کے مطابق ہو مانو' جو مطابق نہ ہو چھوڑ دو!

اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ پر اپنی لاکھوں رحمتیں نازل کرے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنی تقلید شخصی سے منع کیا ہے۔ بار بار کہا ہے کہ ہماری جو بات حدیث سے ٹکرائے اسے چھوڑ دو' دیوار پر مار دو۔ پھر تمام مقلد بھائیوں کی خدمت میں

گزارش ہے کہ وہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اِرشادات کے مطابق تقلید شخصی چھوڑ دیں یعنی مقلد نہ بنیں کیونکہ ہر امام نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ براہ راست قرآن اور حدیث پر عمل کرو۔

## آئمہ اُمت اور علماء کی تقلید سے ممانعت

کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں علامہ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

﴿هَلْ اَبَاحَ مَالِكٌ وَ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ قَطُّ لِاَحَدٍ تَقْلِيْدَهُمْ حَاشَالِلّٰهِ مِنْهُمْ بَلْ اِنَّهُمْ قَدْ نَهَوْا عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يُفَسِّحُوْا لِاَحَدٍ فِيْهِ﴾ ...... (معيار الحق)

''ہرگز روا نہیں رکھا امام مالک رحمہ اللہ' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کسی کے لئے اپنی تقلید کو بلکہ بلاشک انہوں نے اس سے منع کیا ہے اور کسی کو اس بات میں ڈھیل نہیں دی۔''

غور کریں کہ ائمہ مجتہدین نے (اللہ کی اُن پر رحمت ہو) اپنی اور ہر کسی کی تقلید سے منع کیا ہے۔ برادران احناف کو ائمہ کرام کے اِرشاد پر عمل کرنا چاہئے۔

﴿وَقَدْ كَانَ الْاَئِمَّةُ الْمُجْتَهِدُوْنَ يَحُثُّوْنَ اَصْحَابَهُمْ عَلَى الْعَمَلِ بِظَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَقُوْلُوْنَ اِذَا رَاَيْتُمْ كَلَامَنَا يُخَالِفُ ظَاهِرَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاعْمَلُوْا بِالْكِتَابِ وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِنَا الْحَائِطَ﴾ ...... (حقيقت الفقه بحواله ميزان شعرانی)

''بے شک تمام ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اپنے شاگردوں کو بظاہر کتاب وسُنت پر عمل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تم ہمارے کلام کو بظاہر کتاب وسُنت کے خلاف پاؤ تو کتاب وسُنت پر عمل کرو اور ہمارے کلام کو دیوار پر پٹک دو۔''

حجۃ اللہ میں ہے: ﴿فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءِ كُلَّهُمْ قَدْ نَهَوْا عَنْ تَقْلِيْدِهِمْ وَتَقْلِيْدِ غَيْرِهِمْ﴾ (حقیقت الفقہ)

''تحقیق تمام فقہاء نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔''

ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں:

''وہ وصیت جو میں تجھے کرتا ہوں' یہ ہے کہ اگر تو عالم ہے تو تجھ پر حرام ہے کہ تو برخلاف اس دلیل کے' جو اللہ نے تجھے دی ہے عمل کرے (یعنی قرآن اور حدیث کے خلاف) اور حرام ہے تجھ پر تقلید غیر کی درحالیکہ تجھے حصول دلیل پر قوت ہے اور اگر یہ درجہ نہ ہو (یعنی اگر تو بے علم اور جاہل ہے) تو مقلد ہو اور بچ اس سے کہ ایک مذہب خاص کا التزام کرے (یعنی تقلید شخصی نہ کر) بلکہ (اب بھی) عمل کر جس طرح اللہ نے تجھے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تو نہیں جانتا تو اہل ذکر سے پوچھ لے اور اہل ذکر قرآن اور حدیث کے

جاننے والے علماء ہیں' پس تو اپنی ضرورت میں رفع حرج کی خواہش کر' جب تک قوت ہے اور رخصت کو پوچھ جہاں تک تو پائے کیونکہ اللہ فرماتا ہے: دین میں تجھ پر تنگی نہیں کی گئی' اور اگر تجھے مفتی کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے تیرے فلاں مسئلہ میں تو تو اس پر عمل کر۔ اور اگر کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اس کو مت نے اور دوسرے عالم سے (اللہ اور رسول ﷺ کا حکم) پوچھ لے۔" (معیار الحق)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَعَصَّبُ بِوَاحِدٍ مُعَيَّنٍ غَيْرِ الرَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرٰى اَنْ قَوْلَه هُوَ الصَّوَابُ الَّذِىْ يَجِبُ اِتِّبَاعُه دُوْنَ الْاِئِمَّةِ الْاٰخَرِيْنَ فَهُوَ ضَالٌّ جَاهِلٌ﴾ (معیار الحق بحوالہ عمل بالحدیث)

"جو کوئی ایک ہی مذہب پر اڑا رہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے' اور یہ جانے کہ یہی مذہب صحیح اور واجب الاتباع ہے دوسرے ائمہ کا نہیں تو وہ گمراہ اور جاہل ہے۔"

تنویر العینین میں مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَيْتَ شِعْرِىْ كَيْفَ يَجُوْزُ الْتِزَامُ تَقْلِيْدِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ مَعَ تَمَكُّنُ الرُّجُوْعُ اِلَى الرِّوَايَاتِ الْمَنْقُوْلَةِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّرِيْحَةِ الدَّالَّةِ خَلَافَ قَوْلِ الْاِمَامِ الْمُقَلَّدِفَانْ لَّمْ يَتْرُكْ قَوْلَ اِمَامِه فَفِيْهِ شَائِبَةٌ مِنَ الشِّرْكِ﴾ (معیار الحق)

"مجھے معلوم نہیں کیونکر روا ہو گیا التزام ایک معین شخص کی تقلید کا' باوجود قدرت رجوع کے' ان روایات کی طرف جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں جو صریح دلالت کرتی ہیں اوپر خلاف قول امام کے' پھر اگر مقلد قول امام کو نہیں چھوڑتا تو اس میں آمیزش شرک کی ہے۔"

یہ ہے حرام تقلید جو حدیث کے مقابلہ میں اڑ کر کی جاتی ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تنویر العینین میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَعُلِمَ مِنْ هٰذَا اَنَّ اِتِّبَاعَ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِحَيْثُ يَتَمَسَّكُ بِقَوْلِه وَاِنْ ثَبَتَ عَلٰى خِلَافِه دَلَائِلُ مِنَ السُّنَّةِ وَ الْكِتَابِ وَيُاَوِّلُ اِلٰى قَوْلِه شَوْبٌ مِنَ النَّصْرَانِيَّةِ وَ حَظٌّ مِنَ الشِّرْكِ﴾ (معیار الحق)

"پس معلوم ہوا اس (حدیث عدی بن حاتم) سے کہ اتباع شخص معین کا اس طرح کہ تمسک کرے اس کے قول کے ساتھ' اگرچہ ثابت ہوں خلاف اس کے دلیلیں کتاب وسنت سے اور تاویل کرے کتاب وسنت کو طرف اسکے قول کے تو شائبہ ہے نصرانیت کا اور حصہ ہے شرک کا۔"

گویا حضرت شاہ صاحب نے ایسی تقلید کو جو حدیث شریف کے مقابلہ میں کی جاتی ہے' نصرانیت اور شرک کا

حصہ قرار دیا ہے۔

محی الدین ابن العربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں:

جب حدیث صحیح ہو جائے (یعنی مل جائے) اور کسی رفیق یا امام کا قول اس کے معارض پڑے تو حدیث سے پھرنا نہ چاہئے بلکہ وہ رفیق اور امام کے قول کو چھوڑ دے۔ پھر فرمایا: نہیں جائز ہے چھوڑنا آیت یا حدیث کا کسی رفیق یا امام کے قول کے مقابلے میں اور جس کسی نے ایسا کیا ﴿فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا وَ خَرَجَ عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾ ''پس وہ بڑا گمراہ ہوا۔ اور اللہ کے دین سے نکل گیا۔''...... (معیار الحق)

معلوم ہوا کہ جو متعصب' ضدی اور جامد مقلد حدیث کے مقابلہ میں قول امام کو نہیں چھوڑتا۔ وہ حضرت ابن عربی کے فتویٰ کی رو سے بڑا گمراہ ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں:

''یہ بات معلوم ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کسی کو حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی بلکہ یہ تکلیف دی ہے' کہ حدیث پر عمل کریں اور اگر بے علم ہیں تو علماء کی پیروی کریں۔''...... (معیار الحق)

ملا جیون رحمہ اللہ تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں:

﴿يَجُوْزُ لَه اَنْ يَّعْمَلَ بِمَذْهَبٍ ثُمَّ يَنْتَقِلَ اِلٰى اٰخَرَ كَمَا نُقِلَ عَنْ كَثِيْرٍ مِنَ الْاَوْلِيَاءِ وَيَجُوْزُ لَه اَنْ يَّعْمَلَ فِيْ مَسْئَلَةٍ عَلٰى مَذْهَبٍ وَّ اُخْرٰى عَلٰى اٰخَرَ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الصُّوْفِيَةِ﴾...... (حقیقت الفقہ)

''جائز ہے مقلد کو یہ عمل کرے ایک مذہب پر' پھر دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جائے جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے منقول ہوا ہے۔ اور جائز ہے ایک مسئلہ میں دوسرے مذہب پر عمل کرے جیسا کہ صوفیاء کا مذہب ہے۔''

یعنی اگر حنفی' شافعی مذہب کے مطابق آمین بالجہر' رفع الیدین' اور فاتحہ خلف الامام پر عمل کرے تو جائز ہے' اس سے حنفیت پر کوئی آنچ نہیں آتی۔ نیز حضرت ملا جیون رحمہ اللہ کے ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوا کہ التزام معین مذہب کا ضروری نہیں۔ جیسا کہ میزان کبریٰ میں امام شعرانی فرماتے ہیں:

﴿كَانَ الْاِمَامُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُوْلُ وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ اَنَّه اَمَرَ اَصْحَابَه بِالْتِزَامِ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ﴾

''امام ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ہم کو کسی امام سے یہ روایت نہیں پہنچی کہ انہوں نے اپنے رفیقوں کو مذہب معین کے التزام کا حکم دیا ہو۔''۔۔۔ (معیار الحق)

اعلام الموقعین میں ہے:

﴿اِذًا لَا وَاجِبَ اِلَّا مَا اَوْجَبَهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه وَلَمْ یُوْجِبِ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه عَلٰی اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ اَنْ یَتَمَذْهَبَ بِمَذْهَبِ رَجُلٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ فَیُقَلِّدَهُ دِیْنَهُ دُوْنَ غَیْرِهٖ﴾ (حقیقت الفقه)

"واجب نہیں ہے مگر وہی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب کیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کسی آدمی پر واجب نہیں کیا کہ کسی امام معین کا مذہب اختیار کرے اور اس کو اپنے دِین کا کام سپرد کرے نہ دوسرے کسی کو۔"

تنویر العینین میں شاہ شہید فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ غَلَا النَّاسُ فِی التَّقْلِیْدِ وَتَعَصَّبُوْا فِی الْتِزَامِ تَقْلِیْدِ شَخْصٍ مُعَیَّنٍ حَتّٰی مَنَعُوا الْاِجْتِهَادَ فِیْ مَسْئَلَةٍ وَّمَنَعُوْا تَقْلِیْدَ غَیْرِ اِمَامِه فِیْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ وَهٰذَا هِیَ الدَّاءُ الْعُضَالُ الَّتِیْ اَهْلَکَتِ الشِّیْعَةَ فَهٰؤُلَاءِ اَیْضًا اَشْرَفُوْا عَلٰی هِلَاکٍ﴾(حقیقته الفقه)

"اور بہت زیادتی کی ہے لوگوں نے تقلید کے بارے میں اور ایک معین شخص کی تقلید کو اپنے اوپر لازم کر لینے میں تعصب کیا ہے یہاں تک کہ ایک مسئلہ میں بھی اجتہاد کرنے کو موقوف کر دیا ہے اور منع کر دیا ہے تقلید کو سوائے اپنے امام کے بعض مسائل میں بھی اور یہ وہ سخت مرض ہے جس نے شیعہ کو ہلاک کر ڈالا۔ پس یہ لوگ بھی قریب پہنچے ہیں ہلاک ہونے کو۔"

یعنی متعصب مقلد کہتا ہے کہ جو کچھ میرے امام نے کہا ہے میں وہی مانوں گا۔ میں دوسرے امام کے مسئلہ پر عمل نہیں کروں گا۔ مثلاً حنفی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا' اس کو کہئے: بھائی! تین امام کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو' لہٰذا تم تین مجتہدوں کے کہنے پر خلف الامام فاتحہ پڑھ لو' وہ ہرگز نہیں پڑھے گا۔ گویا اس نے تین اماموں کو نہ مانا لیکن اہل حدیث چاروں اماموں کو مانتے اور ان کا حد درجہ ادب اور احترام کرتے ہیں بلکہ اُمت کے تمام ائمہ' فقہاء' مجتہدین اور اولیاء اللہ کو مانتے ہیں۔ اِس طرح کہ جو باتیں ان کی کتاب و سُنت کے مطابق ہوتی ہیں وہ سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جو مطابق نہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پس اس طرح تمام مسلمانوں کو چاہئے: کہ وہ کسی ایک معین مذہب کی تقلید نہ کریں بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں دِین پر چلیں اور حکم بھی یہی ہے کہ آیت اور حدیث کے ہوتے ہوئے اس امر میں کسی کے قول' قیاس' رائے اور اجتہاد کی طرف رجوع نہ کرو۔

اِمام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں! آیت یہ ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(پ ۱۰ : ع ۱۱)

"ٹھہرایا انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب' اللہ کے سوا۔"

## نوٹ:

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے یہ مراد نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو جہان کے اللہ ہونے کا اعتقاد کر لیا تھا' بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے اطاعت کی تھی اپنے مولویوں اور درویشوں کی ان کے اوامر و نواہی میں نقل کی گئی ہے کہ عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم نصرانی تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا' حضور ﷺ اس وقت سورۃ برأت پڑھ رہے تھے'[1] جب آپ آیت

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ پر پہنچے تو عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ میں نے آپ ﷺ سے کہا: ہم ان کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ پس فرمایا حضور ﷺ نے! کیا نہیں حرام کرتے تھے وہ (عالم اور درویش) اس چیز کو کہ حلال کیا ہے اس کو اللہ نے۔ پس حرام جانتے تھے تم اس کو؟ اور حلال کرتے تھے وہ اس چیز کو کہ حرام کیا ہے اس کو اللہ نے۔ پس حلال جانتے تھے تم اس کو؟ میں نے کہا: ہاں! پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہی ہے پرستش ان کی۔

یعنی رجال کے قیاسات اور آراء کو دین سمجھنا' بلا دلیل انہیں حلال حرام ماننا منع ثابت ہو گیا۔ بھائیو! دنیا میں صرف ایک ہی پھیرا ہے۔ دوسری بار نہیں آنا۔ اس لئے اللہ رسول ﷺ کے فرمودہ پر عمل کرو' اللہ اجر دے گا اور یہی عمل حشر میں کام آئے گا۔ غیر نبی کی بات پر عمل کرنے سے کون اجر دے گا؟ اللہ نے اجر کا وعدہ صرف ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ پر ہی کیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''نہ ٹھہراؤ واسطے اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو۔''

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی قطعی کفر اور شرک ہے اور اطاعت کسی اور کی بالاستقلال سوا باری تعالیٰ کے کفر ہے اور معنی اطاعت غیر بالاستقلال کے یہ ہے کہ کسی کے احکام کی حقیقت معلوم کئے بغیر اس کی تقلید کا حلقہ اپنی گردن میں ڈالے اور اس کی تقلید لازم جانے اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے حکم کے خلاف ظاہر ہو' اسکی اتباع نہ چھوڑے اور یہ بھی ایک قسم کا شرک قبول کرنا ہے۔ جس کی آیت کریمہ ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ میں برائی ظاہر فرمائی گئی ہے۔...... (حقیقۃ الفقہ)

تفسیر عزیزی میں تحت آیت:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

---

(۱) حسن ہے' تخریج نمبر ۵۰ میں گزر چکی ہے۔

''اور اگر تابعداری کی تو نے ان کی خواہشوں کی' علم پہنچنے کے بعد' تحقیق تو اس وقت البتہ ظالموں سے ہوگا۔''

لکھا ہے: ''ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل است' زیرا کہ اتباع ہوئی بعد مجی العلم است۔

یعنی اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ دلائل کے ظاہر ہونے اور ثبوت کے کھل جانے کے بعد تقلید باطل ہے۔ اِس واسطے کہ یہ خواہش کا اتباع علم حاصل ہو جانے کے بعد ہے۔

تفسیر عزیزی میں تحت آیت ﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ (اور وہ فقط خیالی تکے چلاتے ہیں) لکھا ہے۔

''بر ہر عالم فرض است کہ موافق علم خود عمل نمائید واز دروغ گفتن وتحریف کتاب کردن احتراز کند' و بر عامی فرض است کہ بہ تقلید وظن اکتفا نکند بلکہ تحصیل یقین را قصد نماید۔''

یعنی ہر عالم پر فرض ہے کہ اپنے علم کے موافق عمل کرے اور غلط بیانی اور تحریف کتاب اللہ سے باز رہے اور عامی (بے علم) پر فرض ہے کہ صرف تقلید اور خیال ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ یقین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں آیت ﴿وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (اور نہ پکڑے بعض ہمارا بعض کو رب اللہ کے سوا)۔ تحریر فرماتے ہیں یہیں سے کھل گیا کہ جس وقت کسی کے نزدیک حدیث مرفوع رسول اللہ ﷺ کی صحیح ہو جائے اور معارضہ سے سالم ہو جائے اور نہ ظاہر ہو واسطے اس کے نسخ' اور مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتوی اس کے خلاف ہو تو موافق حدیث کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام گیا ہو تو واجب ہے کہ اس حدیث کی پیروی کرے اور اس سے اس کے مذہب پر جمنا مانع نہ پڑے' نہیں تو بعضے کو بعض کا پروردگار پکڑنا لازم آ جائے گا۔''

اللہ قاضی ثناء اللہ پر رحمت کرے کہ انہوں نے جامد تقلید کا استیصال کر دیا ہے۔ اب ان کے فرمان کے مطابق عمل اس طرح ہوگا کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں اور وہ معارضہ سے سالم ہیں اور منسوخ بھی نہیں ہیں اور امام ابوحنیفہ کا فتوی ان کے خلاف ہے اور ایک نہیں بلکہ تین امام ان حدیثوں کی طرف گئے ہیں کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھو: پس اب احناف کو اپنے مذہب پر جماؤ نہیں چاہئے' وہ ضرور فاتحہ خلف الامام پڑھ لیں! ایسے ہی اور بہت سے مسائل ہیں جن پر عمل کر لینا چاہئے۔ اگر علماء کرام اسی طرح تعصب اور جمود اور جماؤ کو مٹا دیں تو مسلمان آج ایک ہو سکتے ہیں۔

القول المفید میں امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر عالم جانتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کسی کے مقلد نہ تھے اور نہ کسی عالم کے نام کے مذہب کی طرف منسوب تھے بلکہ ناواقف لوگ عالم سے حکم شرعی جو کتاب اللہ اور سنت رسول

اللہ ﷺ سے ثابت ہو دریافت کیا کرتے تھے اور علماء حکم شرعی کو لفظاً یا معنیً روایت کر کے فتوے دیتے تھے۔لہٰذا ان کا عمل روایت پر ہوتا تھا نہ کسی کی رائے پر۔"......(حقیقۃ الفقہ)

میزان شعرانی میں ہے:

﴿وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ مَا قَبَضَ اللّٰهُ تَعَالٰی رُوْحَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رَفَعَ الْوَحْیَ عَنْهُ حَتّٰی اَغْنٰی اُمَّتَه كُلَّهُمْ عَنِ الرَّأیِ﴾

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے، نہیں قبض کی اللہ نے اپنے نبی کی روح، اور نہ اٹھایا ان سے وحی کو، یہاں تک کہ بے پروا کر دیا، ان کی تمام امت کو رائے سے۔"

رسول رحمت ﷺ کی وفات اور اس پر وحی کا منقطع ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ دین مکمل ہو گیا اور اُمت قال فلاں سے بے نیاز ہو گئی۔ مسلمان بھائیو! مضبوط پکڑ و کتاب و سنت کو اور عمل کر و اسی پر کہ دین صرف یہی ہے!

دارمی میں ہے:

﴿ثَنَا مَالِكٌ هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ قَالَ قَالَ لِیَ الشَّعْبِیُّ مَا حَدَّثُوْكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ بِه وَمَا قَالُوْا بِرَأْيِهِمْ فَاَلْقِه فِی الْحَشِّ﴾......(حقیقت الفقہ، حجتہ اللّٰہ)

"ہمیں حدیث بیان کی مالک نے جو ابن مغول ہیں کہتے ہیں کہ مجھ سے امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لوگ (مفتی) جو بات تم کو نبی ﷺ سے نقل کر کے سنائیں اس کو اختیار کرو اور جو بات اپنی رائے سے کہیں اس کو کوڑے میں ڈال دو۔"

اللہ اکبر! امام شعبی رحمہ اللہ کو کتنی محبت ہے حدیث سے کہ اس کے خلاف قول کو کوڑے میں پھینکنے کا مشورہ دیتے ہیں گویا کورانہ اور جامد تقلید کو مٹاتے ہیں، بے شک حضور سید الکونین والثقلین ﷺ کی اطاعت اور محبت کا یہی تقاضا ہے کہ مسلمان حدیث سے ٹکرانے والے اقوال کو ٹھکرا دے۔

حجتہ اللہ البالغہ میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: وہ فرمایا کرتے کیا تم کو خوف نہیں کہ اللہ تم کو عذاب کرے یا زمین میں دھنسا دے۔ تم کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا تھا، اور فلاں شخص نے ایسا کہا ہے۔ (حقیقۃ الفقہ)

یعنی وہ پاک لوگ حدیث کے مقابلہ میں کوئی بات سننا گوارا نہ کرتے تھے اور حدیث کے مقابلہ میں اقوال کو اللہ کے عذاب کا باعث جانتے تھے۔ آج بھی مسلمان بھائیوں کو رحمت عالم ﷺ کی حدیث ہوتے ہوئے قال فلاں کو برداشت نہیں کرنا چاہیے۔

پس یاد رکھیں کہ تقلید کا حکم نہ اللہ نے دیا' نہ رسول اللہ ﷺ نے دیا' نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی تقلید کو جانتا تھا' نہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں تقلید کا نام ونشان تھا اور نہ ہی ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید کا ارشاد فرمایا بلکہ بار بار تقلید کرنے سے منع کیا' جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ وہ بھی تقلید جامد سے اجتناب کر کے براہِ راست سُنت اور حدیث کے عامل بنیں۔ سُنت پاک پر اپنے عقائد واعمال کی بنیاد رکھیں کہ یہی حکم ہے اللہ کا اور رسول اللہ ﷺ کا اور ایسا ہی کہا ہے ائمہ اربعہ نے کہ حدیث پر عمل کرو۔ اللہ ان سب پر رحمتیں نازل کرے۔

## بیت اللہ میں چار مصلّے

چوتھی صدی میں تقلید نکلی پھر تقلیدی مذاہب پیدا ہوئے۔ پھر ان کی آپس میں سر پھٹول شروع ہوئی۔ احناف اور شوافع کا اِختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ۶۶۵ھ میں مصر اور قاہرہ میں چاروں مذہبوں کے چار قاضی مقرر کیے گئے۔ شافعی' مالکی' حنبلی' حنفی۔ اس کے بعد سلطان فرح بن برقوق نے جو اشر ملوک چراکسہ کہا جاتا ہے' نویں صدی کے شروع میں بیت اللہ کے اندر چار مصلّے بنا ڈالے۔ حالت یہ ہوگئی کہ ایک امام جماعت کرا رہا ہے تو تین مصلوں پر نمازی بیٹھے ہوئے ہیں ایک دوسرے کے پیچھے نہیں پڑھتے۔ آہ! ﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ کے اتحاد کو تقلیدی مذاہب نے پارہ پارہ کر دیا۔ سلطان ابن سعود کی قبر کو اللہ نور سے بھرے۔ کہ جب اللہ نے اسے والئی حجاز بنایا تو اس نے ۱۳۴۳ھ میں بیت اللہ سے اس بدعت کو مٹا دیا اور اب ایک ہی مصلّے پر نماز ہوتی ہے۔

### رواجی اہل سُنت والجماعت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

﴿فَالسُّنَّةُ مَاسَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةِ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

''رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو سُنت کہتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں۔''

پس اہل سُنت والجماعت وہ ہوئے جو حضور ﷺ کے طریقہ یعنی سُنت پر عمل کرتے ہیں جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ یہ بڑا مبارک لقب ہے۔ کاش مسلمان سچ مچ اہل سُنت والجماعت ہو جائیں تو سارے جھگڑے مٹ جائیں اور سب شیر وشکر ہو جائیں۔ لیکن افسوس! کہ آج کل جو عام لوگ اپنے آپ کو اہل سُنت والجماعت کہتے ہیں' ان کا یہ حال ہے کہ سُنت سے نفرت کرتے اور حدیث سے چڑتے ہیں بلکہ سُنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کو دیکھ کر غصہ میں بھر جاتے ہیں۔ شرکیہ عقیدوں' عملوں' رسموں' رواجوں کو اپناتے ہیں اور پھر اہل سُنت والجماعت

کہلاتے ہیں۔ان کا حال یہ ہے:

جو بیاہ شادی میں باجا گاجا ڈھولک وغیرہ بجائیں وہ اہل سُنت! جو گھڑولی بھریں اکھارے چڑھائیں' گانا سہرا باندھیں اور ہندووانہ رسمیں بجالائیں وہ اہل سُنت!

جو اغیار کی رسموں کی مانند تیسرا' دسواں' چالیسواں' برسی وغیرہ کریں وہ اہل سُنت![1]

جو قوالی مجرا کرائیں۔۔۔وہ اہل سُنت!

جو غیر اللہ کے نام کی قسمیں کھائیں......وہ اہل سُنت![2]

جو پختہ قبریں بنائیں......وہ اہل سُنت![3]

جو قبروں پر چراغ جلائیں......وہ اہل سُنت![4]

جو مصائب و حوائج میں غیر اللہ کو پکاریں وہ اہل سُنت![5]

---

(۱) ہندو میت کا چوتھا کرتے ہیں۔ کریا یعنی تیرھواں کرتے ہیں' برسی کرتے ہیں۔ ان رسموں پر وہ اچھے اچھے کھانے' کپڑے' برتن وغیرہ رکھتے ہیں اور پنڈت ان پر اشلوک پڑھ کر گھر لے جاتا ہے۔ مسلمان بھی چونکہ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں اس لئے ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی اپنے ہاں تیجا' دسواں' چالیسواں' برسی وغیرہ جاری کر رکھی ہیں۔ حالانکہ یہ کام نہ سُنت سے ثابت ہیں نہ صحابہ رضی اللہ عنہم' نہ تابعین رحمہم اللہ' نہ تبع تابعین رحمہم اللہ کے تعامل میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کام نہ حضور انور ﷺ نہ ان کی ازواج پاک' نہ بیٹیوں' نہ بیٹوں' نہ سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کی بیبیوں کی میت پر کئے گئے ہیں اور نہ ہی ان کے کرنے کو حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ قرآن اور حدیث کے علاوہ فقہ کی کتابوں میں بھی ان رسموں کا نام و نشان نہیں ملتا۔ بلکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے انہیں بدعت لکھا ہے۔ دیکھو تلخیص السنن فتاوی بزازیہ' شرح المنہاج وغیرہ۔ ہاں ایصال ثواب کی نیت سے بلا قید زمان و مکاں' اللہ کے نام پر صدقات و خیرات کر سکتے ہیں' ثواب پہنچتا ہے۔ لیکن صدقات و خیرات کو بدعت کا جامہ پہنانے سے ثواب کالعدم ہو جاتا ہے۔ ﴿كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ﴾

(۲) حضور ﷺ فرماتے ہیں: ﴿مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ﴾ (ترمذی شریف) (ترمذی کتاب النذور والایمان (۱۸) باب ماجاء فی ان من حلف بغیر الله فقد اشرك (۹) الحدیث ۱۵۳۵ او مسند احمد ۲/ ۸۷ و ۳۴ و ۶۷ و ۶۹ و ۸۶ و ۱۲۵ او مستدرك ۱/ ۱۸ و ۵۲ و ۴/ ۲۹۷ و بیهقی ۱۰/ ۲۹ و مسند طیالسی رقم الحدیث ۱۸۹۶ او ابن حبان (موارد) رقم الحدیث ۱۱۷۷ او ابوداؤد کتاب الایمان والنذور (۲۱) باب کراهیة الحلف بالآباء (۴) الحدیث (۳۲۵۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ' ترمذی نے حسن' حاکم و ذہبی' ابن حبان اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن ترمذی ۱۲۴۱) "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی پس تحقیق اس نے شرک کیا۔"

(۳) ﴿نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ﴾ (صحیح مسلم) "حضور ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارات (قبہ گنبد وغیرہ) بنانے سے منع کیا۔" (مسلم کتاب الجنائز (۱۱) باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه (۳۲) الحدیث (۲۲۴۵) عن جابر رضی اللہ عنہ۔

(۴) ﴿لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسُّرُجَ﴾ (مشکوٰۃ) "حضور انور ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی۔" (ضعیف ہے تفصیل حاشیہ نمبر ۲۵ میں گزر چکی ہے۔)

(۵) ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (پ ۲۹: ع ۱۱)۔۔۔"پس مت پکارو (مصائب و حوائج میں مافوق الاسباب طور پر) ساتھ اللہ کے کسی کو۔"

جو غیر اللہ کی گیارھویں' نذر' نیاز دیں...... وہ اہل سُنت![1]

جو قبروں پر سجدے[2] کریں...... وہ اہل سُنت! جو قبروں پر میلے لگائیں۔

عرس[3] رچائیں...... وہ اہل سُنت' جو پیری مریدی کو پیشہ بنا کر مریدوں کے مال پر گذران کریں..........

وہ اہل سُنت! جو قبروں کی مجاوری[4] کریں اور چڑھاوے کھائیں .......... وہ اہل سُنت! جو جمعہ کے بعد

---

(۱) گیارھویں نذر لغیر اللہ کی صورت میں اور ایسے ہی ہر نذر' نیاز غیر اللہ کی حرام ہے' کیونکہ نذر نیاز وغیرہ یہ کام مالی عبادت کے ہیں اور عبادت غیر اللہ کی حرام ہے۔ یہ فتویٰ حنفی مذہب کا ہے۔ حنفی بھائیوں کو توجہ کرنی چاہئے ﴿اَلْاِجْمَاعُ عَلٰی حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ﴾ تمام اُمت کا اجماع ہے کہ اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی کی نذر ماننی حرام ہے۔ ﴿وَالنَّذْرُ لِغَیْرِ اللّٰهِ حَرَامٌ وَیَحْرُمُ الْمَنْذُوْرُ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ (فتاویٰ عبدالحی لکھنوی) "اللہ کے سوا دوسروں کی نذر نیاز ماننی حرام ہے اور جو چیز غیر اللہ کے نام نذر کی جائے' وہ بھی حرام ہو جاتی ہے۔" ردالمختار میں ہے:

﴿وَاعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِهَا اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَ حَرَامٌ﴾ ...... (ردالمختار) "خبردار! بہت سے لوگ جو مردوں کی نذر نیاز دیتے ہیں اور اولیاء کرام کا قرب (اور خوشی چاہنے کے لئے ان کے مزاروں پر روپیہ پیسہ اور تیل چڑھاتے ہیں' حنفی مذہب کے تمام علماء کے نزدیک (اجماعا) ایسی نذر نیاز باطل اور حرام ہے۔" حنفی بھائیو! یہ ہے حنفی مذہب' خدارا اس پر عمل کرو۔ اللہ رحمتیں کرے ایسے فقہا پر جنہوں نے کلمہ حق لوگوں کو سنایا۔

(۲) قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضور سے سجدہ (تعظیمی) کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَفْعَلُوْا لَوْ کُنْتُ اٰمِرٌ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ﴾ (مشکوٰۃ) (ابو داؤد کتاب النکاح (۱۲) باب فی حق الزوج علی المرأة (۳۹'۴۰) الحدیث (۲۱۴۰) و مستدرک ۲/۱۸۷ و بیهقی ۷/۲۹۱ عن قیس بن سعد رضی اللہ عنہ' حاکم و ذھبی نے صحیح کہا ہے' یہ حدیث ایک جماعت صحابہ سے ثابت ہے' راجع' ارواء الغلیل ۱۹۹۸) خبردار! نہ کرو (مجھے سجدہ) اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو (تعظیمی) سجدہ کریں۔" ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی سجدہ جائز نہیں۔ حرام اور شرک ہے۔ غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا۔

(۳) حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ﴿لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا﴾ (نسائی شریف) "نہ بناؤ میری قبر کو عید گاہ (میلہ گاہ) یعنی میری قبر پر سالانہ میلہ نہ لگانا۔ عرس نہ کرنا۔۔۔ اہل سُنت کہلانے والے بھائیوں! حضور ﷺ کے حکم کے خلاف عرس کر کے آپ کیونکر اہل سُنت ہوئے؟ رحمت عالم ﷺ کے مزار پاک پر آج تک ایک عرس بھی نہیں ہوا' سوچو! اور اپنی اصلاح کرو۔ (مسند احمد ۲/۳۶۷ و ابو داؤد کتاب المناسك (۵) باب زیارة القبور (۱۰۰) الحدیث ۲۰۴۲۔ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ' البانی نے حسن کہا ہے' تحقیق مشکوٰۃ ۱/۲۹۲ واضح رہے کہ مؤلف مرحوم نے غالباً مشکوٰۃ ۹۲۶۔ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے نسائی کی طرف منسوب کیا ہے' حالانکہ سنن نسائی (مجتبیٰ) میں یہ روایت قطعاً نہیں۔

(۴) حدیث اور فقہ سے کہیں ثابت نہیں کہ قبروں پر مجاور بن کر بیٹھو اور قبروں کے چڑھاوے کھاؤ۔ بلکہ مشکوٰۃ میں حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ﴿اَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْهِ﴾ کہ قبر پر بیٹھا جائے۔ یعنی کسی صورت بھی قبر پر نہ بیٹھو۔ اس پر مجاور بن کر بیٹھنا بھی منع ہو گیا۔ (مسلم کتاب الجنائز (۱۱) باب النهی عن تجصیص القبر و البناء علیه (۳۲) الحدیث ۲۲۴۵) عن جابر رضی اللہ عنہ۔

احتیاطی (۱) پڑھیں۔ وہ اہلسنت!

جو آمین بالجہر، (۲) رفع الیدین (۳) انگشت شہادت اٹھانے کی سنتوں سے منع کریں (۴) وہ اہل سنت! جو ایک امام کی تقلید شخصی کر کے بلا دلیل اس کے اقوال

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے بعد گھر جا کر دو سنتیں پڑھتے تھے۔ (بخاری، مسلم) جو لوگ جمعہ کے بعد احتیاطی پڑھتے ہیں وہ کس طرح اہل سنت ہوئے۔ (صادق) (بخاری کتاب الجمعۃ (۱۱) باب الصلاۃ بعد الجمعۃ وقبلھا (۳۹) الحدیث ۹۳۷ و مسلم کتاب الجمعۃ (۷) باب الصلاۃ بعد الجمعۃ (۱۸) الحدیث ۲۰۳۹ و ۲۰۴۰۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

(۲) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے پڑھا۔ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پھر کہا: ﴿آمين مَدَّبِهَا صَوْتَهُ﴾ دراز کی اس کے ساتھ آواز اپنی (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ) اس حدیث سے امام کے پیچھے جہری نمازوں میں آمین آواز سے کہنا ثابت ہوا۔ حضور ﷺ کی سنت ثابت ہوئی۔ کیا اس سنت سے منع کرنے والے اہل سنت ہیں؟ اللہ اکبر! یہ وہ پاک سنت ہے کہ اس کی تائید میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔ ﴿وَالْجَهْرُ بِامِيْن﴾ (غنیۃ الطالبین) اونچی قرأت والی نمازوں میں اونچی آواز سے آمین کہو۔ (مسند احمد ۴/۳۱۶ و ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب التامین وراء الامام (۱۶۷، ۱۶۸) الحدیث ۹۳۲) و ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب ماجاء فی التامین (۷۰) الحدیث ۲۴۸ و دارمی ۱/۳۱۵ کتاب الصلاۃ باب الجھر بالتامین (۳۹) الحدیث ۱۲۴۷ و دارقطنی ۱/۳۳۳، ۳۳۴ کتاب الصلاۃ باب التامین فی الصلاۃ بعد فاتحۃ الکتاب والجھر بھا، الحدیث (۱) وبیہقی ۲/۵۷) ترمذی نے حسن، دارقطنی اور ابن حجر نے صحیح کہا ہے۔)

(۳) ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے روبرو حضور ﷺ کی نماز بیان کی۔ اس میں کہا...... کہ حضور ﷺ نے رکوع کے وقت رفع یدین کیا۔ رکوع سے سر اٹھا کر رفع الیدین کیا۔ دو رکعت پڑھ کر اٹھ کر رفع الیدین کیا۔ دس صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔ ﴿صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ﴾ تو نے سچ کہا حضور ﷺ اسی طرح ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔" (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ) ثابت ہوا رفع الیدین حضور ﷺ کی سنت ہے۔ افسوس اس سنت پاک سے روکنے ٹوکنے والے اہل سنت کہلاتے ہیں۔ آہ مسلم از سر نبی ﷺ بیگانہ شد۔ (مسند احمد ۵/۴۲۴ و ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب افتتاح الصلاۃ (۱۱۵ و ۱۱۶) الحدیث ۷۳۰) و ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب ماجاء فی وصف الصلاۃ الحدیث ۳۰۴) و دارمی ۱/۳۶۱ کتاب الصلاۃ (۲) باب صفۃ صلاۃ رسول اللہ ﷺ (۹۲) الحدیث ۱۳۵۶ و ابن حبان (۱۸۶۷ و ۱۸۶۸) و ابن خذیمہ (۵۸۸ و ۶۲۵) وبیہقی ۲/۷۲، ۱۳۴۴ ترمذی، ابن حبان، ابن خذیمہ نے صحیح کہا ہے۔

اس سنت کی تائید میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ﴿رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ وَالرُّكُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ﴾ (غنیۃ الطالبین) نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرو۔"

(۴) ﴿رَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُمْنٰى الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ يَدْعُوْبِهَا﴾ (صحیح مسلم) رسول اللہ ﷺ اپنے انگوٹھے کے پاس والی داہنی انگلی اٹھاتے تھے تشہد میں۔" (مسلم کتاب المساجد (۵) باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ (۲۱) الحدیث ۱۳۰۹ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

حضور کی اس سنت سے روکنے والے اہل سنت کہلاتے ہیں۔ افسوس یہ سب خرابی تقلید جامد کی ہے۔ مسلمان بھائیو! رسول رحمت ﷺ کی سنتوں اور حدیثوں کو بسر و چشم قبول کرو اور عمل میں لاؤ کہ یہی معنی ہیں اہل سنت والجماعت کے

ہزار نقد بباز ار کائنات آرند     یکے بسکہ صاحب عیار مانرسد

مانتے جائیں' سُنت کے مقابلہ میں رائے کو اپنائیں [۱] اور سُنت چھوڑ دیں...... وہ اہل سُنت! جو رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر' [۲] غیب جاننے والے مانیں۔ [۳]

...... وہ اہل سُنت...... ! جو محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی نذریں نیاز دیں وہ اہل سُنت! [۴] جو میت کے [۵] ساتھ گندم' نمک' حلوہ' روٹی وغیرہ قبر پر لے کر جائیں۔...... وہ اہل سُنت! جو دفن کے بعد قبر پر اذان کہیں...... وہ اہل سُنت! [۶] جو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیءاللہ کا وظیفہ پڑھیں...... وہ اہل سُنت! [۷]

الحاصل: توحید اور سُنت کے خلاف کام کرنے والے اہل سُنت والجماعت کہلاتے ہیں' کتنا اندھیر ہے۔ افسوس! وہ خود نہیں سوچتے کہ سُنت کے خلاف کام کرنے پر اہل سُنت کس طرح ہوئے؟ دراصل یہ بھائی رواجی اہل

---

(۱) جو سُنت اور حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قول کو چھوڑ دیں اور حدیث پر عمل کریں وہ بیشک اہل سُنت ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (پ ۲۷ ع ۱۷) ''اور وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں ہو تم۔'' ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے علم و خبر سے کوئی جگہ خالی نہیں پس کسی غیر اللہ کو حاضر ناظر سمجھنا اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے۔''

(۳) ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (پ ۲۰: ع ۱) ترجمہ: ''کہہ دے (اے میرے پیغمبر ﷺ) آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے ﴿وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (پ ۷: ع ۱۱ آیت ۵۰) کہہ دے میرے پیغمبر ﷺ میں غیب نہیں جانتا۔'' جب غیب جاننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہوا' تو پھر حضور سید المرسلین' رحمتہ اللعالمین ﷺ کو غیب جاننے والے ماننا اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابر کرنا ہے۔ یہ عقیدہ اہل سُنت والجماعت کا نہیں ہو سکتا اور نہ حنفی مذہب میں ایسا عقیدہ روا ہے۔

﴿ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحًا بِالتَّكْفِيْرِ بِاِعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارِضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری رحمہ اللہ)

علمائے حنفیہ نے کھلے لفظوں میں اس شخص کو کافر کہا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ قرآن کی اس آیت کے بالکل برعکس ہے۔ ''اے پیغمبر ﷺ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔'' معلوم ہوا حضور ﷺ کو غیب جاننے والے ماننا حنفی مذہب میں کفر ہے۔ حنفی بھائیو! انصاف سے فقہ کے فتویٰ پر غور کرو۔

(۴) نذر' نیاز مالی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ غیر اللہ کی نہیں۔

(۵) یہ کام نہ حضور ﷺ نے کئے' نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے' نہ تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ نے' ہاں ایصال ثواب جائز ہے لیکن بدعات سے بچ کر۔

(۶) قبر پر اذان کہنا احداث فی الدین ہے کہ حضور انور ﷺ نے بہتیروں کو دفن کیا لیکن قبر پر اذان نہ کہی۔ نہ اذان کہنے کا حکم دیا۔ اور سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

(۷) مصائب و حوائج میں مافوق الاسباب طور پر صرف اللہ ہی کو پکارنے کا حکم ہے۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (پ ۲۹ ع ۱۱) پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو ﴿قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا﴾ (پ ۲۹ ع ۱۲) کہہ دے اے پیغمبر! سوائے اس کے نہیں کہ پکارتا ہوں میں اپنے رب کو (غیر اللہ کو پکار کر) نہیں شریک لاتا میں ساتھ اس کے کسی کو۔''

سُنت والجماعت ہیں' یعنی نام کے اہل سُنت ہیں۔ اگر عملاً اہل سُنت ہوں تو لاکھوں رحمتوں کے سزا وار ہوں۔
خداوندا! ان بھائیوں کو فی الحقیقت اہل سُنت بنادے۔ اپنے پیارے نبی ﷺ کے قول وفعل پر چلادے۔

ہاں تو یاد رکھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو سُنت کہتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں۔ پھر جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلتے ہیں وہ اہل سُنت ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفقہ مسائل کو اپنانے والے جماعت ہیں یعنی سُنت پاک ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعامل کے عامل اہل سُنت والجماعت ہیں۔ اچھی طرح یاد رکھیں۔ بھولیں نہیں!

## مجھے میرے مقلدوں سے بچاؤ!

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے (اللہ کی ان پر ہزاروں رحمتیں ہوں) ہرگز نہیں فرمایا کہ میری تقلید کرو۔ بلا دلیل میرے اقوال کو مانو! بلکہ اپنی تقلید اور اپنے اقوال کو بلا دلیل ماننے سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ لیکن یار لوگوں نے خواہ مخواہ ان کی تقلید کر رکھی ہے' اور اس سلسلہ میں بہت سے مسائل گھڑ کر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے لگا دیئے ہیں۔ اور ان کا ماننا اور عمل میں لانا مقلدوں پر ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیَ بِکَلَامِیْ﴾ (میزان شعرانی)

''یعنی میرے قول پر فتوی دینا حرام ہے جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ بغیر دلیل کے میرے قول کو نہ مانو۔ نہ اس پر فتوے دو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میری تقلید نہ کرو' لیکن حنفی بھائی کہے جاتے ہیں' کہ ہم آپ کے مقلد ہیں۔ بغیر دلیل کے آپ کا قول مانیں گے۔ آپ ہزار بار تقلید سے روکیں ہم نہیں رکیں گے۔ آخر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نافرمانی کیوں ہے؟

فقہ حنفیہ کی کتابیں بھی حضرت اِمام صاحب نے نہیں لکھیں بلکہ صدہا سال بعد میں لکھی گئی ہیں اور ان کے مندرجات کو امام صاحب کے ذمے لگا دیا گیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ستر سال کی عمر پاکر ۱۵۰ ہجری میں وفات پاگئے۔ (اللہ ان کی قبر کو نور سے بھرے) اب فقہ کی کتابوں کی تصنیف کا زمانہ ملاحظہ ہو۔

| نام کتاب | کس صدی میں لکھی گئی | امام ابوحنیفہ سے کتنا عرصہ بعد لکھی گئی |
|---|---|---|
| قدوری | پانچویں صدی | تین سو سال |
| ہدایہ | چھٹی صدی | چار سو سال |
| قاضی خاں | چھٹی صدی | چار سو سال |
| منیہ | ساتویں صدی | پانچ سو سال |

| | | |
|---|---|---|
| طحطاوی | آٹھویں صدی | چھ سو سال |
| شرح وقایہ | آٹھویں صدی | چھ سو سال |
| نہایہ | آٹھویں صدی | چھ سو سال |
| کنز | آٹھویں صدی | چھ سو سال |
| جامع الرموز | آٹھویں صدی | چھ سو سال |
| فتاویٰ بزازیہ | نویں صدی | سات سو سال |
| فتح القدیر | نویں صدی | سات سو سال |
| خلاصہ کیدانی | نویں صدی | سات سو سال |
| چلپی | دسویں صدی | آٹھ سو سال |
| بحرالرائق | دسویں صدی | آٹھ سو سال |
| تنویرالابصار | دسویں صدی | آٹھ سو سال |
| ذخیرہ | دسویں صدی | آٹھ سو سال |
| درمختار | گیارھویں صدی | نو سو سال |
| فتاویٰ عالمگیری | بارھویں صدی | ہزار سال |

ان فقہ کی کتابوں میں سب مسائل حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور کتب حدیث کی طرح کوئی سلسلہ روایت نہیں ہے جس سے سنداً ثابت ہو کہ یہ سب فرامین حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہیں اور پھر ان مسائل کو تقلیدی طور پر ماننے کے لئے یوں مجبور کیا ہے:

﴿فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾ (شامی)

''ریت کے ذروں جتنی لعنتیں ہوں اس پر جو امام ابوحنیفہ ؒ کا قول نہ مانے۔''

## عصمت صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے

یاد رکھیں کہ معصوم عن الخطا صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عصمت کی ضمانت دی ہے:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى﴾......(پ ۲۷ : ع ۵)

''اور نہیں بولتا (محمد ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں وہ (بولنا) مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے۔''

ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ کا قول و فعل وحی ہے جو دِین ہے۔ حجت ہے۔ واجب العمل ہے اور یہ کہ خطا سے پاک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ!

﴿اکتب کل اسمع منک﴾[1] کیا میں لکھ لیا کروں جو کچھ بھی آپ ﷺ سے سنوں؟ ﴿قال نعم﴾ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں (یہ سب کچھ لکھ لیا کرو)۔ میں نے عرض کیا۔ فی الرضاء و الغضب: ! غصے اور خوشی کی حالت میں جو کچھ آپ ﷺ فرمائیں' وہ لکھ لیا کروں؟ ﴿قال نعم لا اقول فی ذالک کلمة الاحقا﴾ اِرشاد فرمایا: ہاں! بیشک لکھ لیا کرو' کیونکہ ہر حال میں میرے منہ سے حق ہی نکلے گا۔''......

(جامع العلم)

ثابت ہوا کہ عصمت صرف حضور ہی کے لئے ہے۔ ہر حال میں اور ہر وقت آپ کی زبان سے سچ' حق اور دِین ہی نکلتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نطق کو وحی کہا ہے۔

دارمی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿اکتب فوَالذی نفسی بیده ماخرج منه الاحق﴾

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میرے منہ سے حق ہی نکلتا ہے۔ پھر لکھ لیا کرو جو کچھ بھی میرے منہ سے نکلے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ ہی کے متعلق فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (پ۵ : ع۶)

''پس (اے پیغمبر ﷺ) قسم ہے (مجھ کو) تیرے رب کی' (یعنی مجھے میری ذات کی قسم ہے' یہ کلمہ گو) لوگ ہرگز ہرگز اِیمان دار نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ اپنے باہمی جھگڑے تجھ سے ہی فیصلہ نہ کرائیں اور (صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) تمہارے فیصلے (حدیث) سے کسی طرح دِل گیر بھی نہ ہوں (دل میں ذرہ بھر تنگی محسوس نہ کریں) اور (تیرے فیصلے' فرمان کے سامنے) سرتسلیم خم کر دیں۔''

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے قول کو بلا شرط ماننے پر کس قدر زور دیا ہے اور اس سے سرمو انحراف کرنے والے بلکہ دِل میں تنگی محسوس کرنے والے' ماتھے پر شکن ڈالنے والے کو بے اِیمان کہا ہے۔ یعنی جو کوئی قول

(۱) مسند احمد ۲/۱۶۲ و۱۹۲ و ابوداؤد کتاب العلم (۳) باب کتابة العلم (۳) الحدیث ۳۶۴۶ و دارمی ۱/۱۳۶ (المقدمة) باب من رخص فی کتابة العلم (۴۳) الحدیث ۴۸۴ و مستدرک للحاکم ۱/۱۰۶ عن عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ حاکم وذھبی نے صحیح کہا ہے۔

رسول ﷺ کو خوشی خوشی قبول نہ کرے۔ ﴿لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ وہ ایمان دار نہیں ہے۔ یہ مقام 'یاد رہے کہ صرف حضور خیر البشر ﷺ ہی کو حاصل ہے کسی امتی کے لئے ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا۔

محمد حامئ دیں ماحئ کفر و ضلالت ہے
محمد شمع ایماں، مشعلِ راہِ ہدایت ہے

قول پیغمبر ﷺ کو مسترد کرنے والا تو بقول قرآن بے ایمان ہے۔ لیکن یہ کہنا سراسر زیادتی ہے کہ جس نے کسی امتی کے قول کو رد کیا' اس پر ریت کے ذروں جتنی لعنتیں اتریں!

عرب میں شراب نوشی کی عادت کثرت سے تھی۔ قرآن نے اس پلیدی سے روکا اور حضور انور ﷺ نے شراب نوشی کو لعنتی فعل فرمایا ﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ﴾ [1] (ابوداود) لیکن جو لوگ شراب کے رسیا تھے۔ انہوں نے امارت کے بل بوتے پر اس کے جواز کے فتوے حاصل کر لئے کہ گیہوں' جو' شہد' جوار کی شراب حلال ہے' [2] البتہ انگور کی حرام ہے۔ آپ غور فرمائیں: کہ کیا ایسے فتوے قابل قبول ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَ شَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَ مُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ﴾ (ابوداؤد' ابن ماجه) [3]

"حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے لعنت کی شراب کو' اس کے پینے والے کو' اس کے پلانے والے کو' اس کے بیچنے والے کو' اس کے خریدنے والے کو' اس کے نچوڑنے والے کو اور نچڑوانے والے کو۔ اس کے اٹھانے والے کو' اور جس کی طرف اٹھائی گئی ہو۔"

کتنی سختی کے ساتھ شراب کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ہر قسم کی شراب کی ممانعت فرمادی۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَّمِنَ الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَمِنَ

---

(۱) مسند احمد ۲/۹۷ و ابوداؤد کتاب الاشربة (۲۵) باب ماجاء فی العصیر للخمر (۲) الحدیث ۳۶۷۴ و ابن ماجة کتاب الاشربة (۳۰) باب لعنت الخمر علی عشرة اوجه (۲) الحدیث ۳۳۸۰ و طبرانی صغیر (۷۵۳) و بیهقی ۵/۳۲۷و۶/۱۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ابن سکن اور البانی نے صحیح کہا ہے' تلخیص الحبیر ۴/۷۲ و تحقیق مشکوۃ ۲/۸۲۶۔

(۲) ہدایہ کتاب الاشربہ

(۳) گذشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ا ملاحظہ کریں۔

الْعَسَلَ خَمْرًا﴾(ترمذی' ابو داؤد)[1]

''حضور انور ﷺ فرماتے ہیں۔ بیشک گیہوں' جَو' کھجور' کشمش' اور شہد کی (بنی ہوئی) خمر (شراب) بھی ہے یعنی ان چیزوں کی شراب بھی (حرام) ہے۔''

ثابت ہوا: ہر قسم کی شراب (خمر) حرام ہے۔ حضور ﷺ نے ہر قسم کی خمر پر حد ماری ہے:

﴿عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ﴾ (بخاری' مُسلم)[2]

''رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے پر حد ماری۔''

پس قول پیغمبر ﷺ سے ہر قسم کی خمر (شراب) حرام ہوئی' اور کسی اُمتی کا جوازِ شراب کا فتویٰ ہرگز قبول نہیں ہوسکتا۔

بعض من چلے رنگیلے امراء نے ایسے فتوے بھی حاصل کر لئے کہ شراب کا وہی پیالہ مفسد ہے جو نشہ آور ہو اور وہی حرام ہے۔ مطلب یہ کہ اتنی مقدار میں شراب جائز ہے جس سے نشہ نہ آئے...... یہ فتویٰ بھی سراسر خلاف شرع ہے۔

﴿عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُه فَقَلِيْلُه حَرَامٌ﴾ (ترمذی' ابو داؤد' ابن ماجه)[3]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کہ چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔''

یعنی جس چیز کا کُل حرام ہے۔۔۔ اس کا جز بھی حرام ہے۔ شراب کی بوتل پی جانا بھی حرام ہے اور ایک قطرہ بھی حرام ہے..... معلوم ہوا کہ قول پیغمبر ﷺ کے خلاف کسی کا قول نہیں مانا جاسکتا۔ بلکہ رد کر دینا چاہئے۔

---

(۱) مسند احمد ۴/۲۶۷ و ابوداؤد کتاب الاشربة (۳۰) باب الخمر مماهی (۴) الحدیث ۳۶۷۶ و ترمذی کتاب الاشربة (۲۷) باب ماجاء فی الحبوب التی یتخذمنها الخمر (۸) الحدیث ۱۸۷۲ و ابن ماجة کتاب الاشربة (۳۰) باب ما یکون منه الخمر (۵) الحدیث ۳۳۷۹ و ابن حبان (موارد) رقم الحدیث ۱۳۷۶ و مستدرك ۴/۱۴۸ و دارقطنی ۴/۲۵۳ عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ابن حبان اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے صحیح ترمذی (۱۵۲۶)

(۲) بخاری کتاب الحدود (۸۶) باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر (۲) الحدیث ۶۷۷۳ و مسلم کتاب الحدود (۲۹) باب حد الخمر (۸) الحدیث ۴۴۵۶ عن انس رضی اللہ عنہ

(۳) مسند احمد ۳/۳۴۳ و ابوداؤد کتاب الاشربه (۲۵) باب ماجاء فی السکر (۵) الحدیث ۳۶۸۱ و ترمذی کتاب الاشربة (۲۴) باب ماجاء ما اسکر کثیره فقلیله حرام (۳) الحدیث ۱۸۶۵ و ابن ماجة کتاب الاشربة (۳۰) باب ما اسکر کثیره فقلیله حرام (۱۰) الحدیث ۳۳۹۳ و بیهقی فی شعب الایمان رقم الحدیث ۵۵۷۶ علامہ البانی نے حسن صحیح کہا ہے صحیح ترمذی ۱۵۲۰۔

حضورِ اکرم ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے اُمت کی دینی رہبری اور پیشوائی کے لئے آپ ﷺ پر قرآن اتارا۔ حضور ﷺ نے قرآن پر عمل کر کے اُمت کے لئے راہ جنت بنائی اور اللہ نے حکم دیا: ﴿وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔ ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ اور جو (عمل بالقرآن کا طریقہ اور مذہب و مسلک) دے تُم کو رسول ﷺ۔ پس لے لو وہ۔'' گویا اللہ تعالیٰ نے بلا چون و چرا حضور ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم دے دیا ہے' ایک اور جگہ فرمایا:

﴿اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ﴾ (پ ۲۶ : ع ۸)

''فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی' اور (راہِ رسول ﷺ سے ہٹ کر) اپنے عملوں کو باطل نہ کرو۔''

پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ بلا شرط نبی رحمت ﷺ کے قول کو مانے اور اس پر عمل کرے' اور امتیوں کی خلاف حدیث باتوں کی طرف رجوع نہ کرے۔

پھر جو لوگ اپنی غلط باتوں کو اندھا دھند بزرگان دین اور ائمہ کرام کے ذمہ لگاتے ہیں' انہیں اس روش سے تائب ہو جانا چاہیئے۔ بالفرض اگر آج امام صاحب آ جائیں اور ان مغائر حدیث باتوں کو اپنی طرف منسوب دیکھیں تو وہ بے ساختہ پکار اٹھیں:

''مجھے میرے مقلدوں سے بچاؤ۔''

## رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے اِختلاف

اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا اور بندوں کو حکم دیا: ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ اور جو (طریقہ عمل) دے تُم کو رسول ﷺ پس لے لو اس کو۔''

یعنی حضور انور ﷺ کے طریقے اور سُنت کے مطابق قرآن پر عمل کرو' ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (پ ۵ : ع ۶)

''پس قسم ہے پروردگار تیرے کی (یعنی مجھے میری ذات کی قسم ہے) نہیں ایمان لائیں گے' یہاں تک کہ حاکم بنائیں تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں' پھر تیرے فیصلے سے اپنے دلوں میں (کچھ بھی) تنگی نہ پائیں' اور (دل و جان سے) اس کو قبول کر لیں۔''

اس آیت میں اللہ نے صاف صاف سنا دیا کہ جب تک مسلمان رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات' احکام' احادیث کو بلا چون و چرا نہ مانیں گے۔ ان کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں گے۔ ہزار جان سے حدیث پر قربان نہ ہوں گے وہ مسلمان نہیں ہوں گے۔

پھر جو مسلمان بجائے رسول اللہ ﷺ کے کسی ایک امام کے مقلد بن جائیں۔ ساری زندگی کے لئے تقلید شخصی کر کے اپنے ہی اماموں کے بلا دلیل فیصلوں' آراء' قیاسات کو شرعی حیثیت سے مانتے جائیں۔ ان کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ خواہ وہ آراء' اقوال اور قیاس' احادیث سرورِ رسولاں ﷺ کے خلاف ہی ہوں' پھر بھی جان بوجھ کر ان کو اپنائیں اور عمل میں لائیں تو ایسے مسلمانوں کو اپنا ایمان آیہ مذکور ﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ کے ترازو کے پلڑے میں رکھ کر تولنا چاہیے۔ اللہ نے ﴿حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ﴾ فرما کر رسول اللہ ﷺ کو اُمت کا حاکم (جج) بنایا۔ لیکن جامد اور متعصب مقلد نے اپنے اِمام کا حکم مانا۔ اللہ نے حدیث کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا' اس نے امام کے قول پر مر مٹنے کی ٹھانی۔ اللہ نے سُنت کی شاہراہ پر چلنے کو فرمایا' اس نے قیاس کی پگ ڈنڈی پکڑ لی۔ جو بھائی بھی ایسا مقلد ہے۔ اس کو توبہ کر کے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو پیشوا بنا لینا چاہیے اور ہر قول' قیاس' رائے کو حدیث کے تابع کر دینا چاہیے۔

وہ دانائے سبل' ختم الرسلؐ' مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا!

ہم یہاں فقہ کی معتبر اور مایہ ناز کتاب ہدایہ کے کچھ مسائل تحریر کر کے' حدیث سے ان کا اِختلاف دکھاتے ہیں تا کہ مسلمان بھائی حدیث سے ہمسری کرنے والے اقوال سے بے نیاز ہو کر فرامین سید العالمین ﷺ کو سر آنکھوں پر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ فرما کر اُمت پر حضور ﷺ کی اِطاعت ہی فرض کی ہے۔

مفروش عطر عقل بہندوئے زلف یار
کانجا ہزار نافہ مشکیں بہ نیم جوا

# کتے کا ناپاک برتن

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ﴾ (بخاری' مسلم)[1]

''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کتا تمہارے برتن میں سے پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ۔''

---

(۱) بخاری کتاب الوضوء (۳) باب اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعاً الحدیث ۱۷۲ و مسلم کتاب الطھارۃ (۲) باب حکم ولوغ الکلب (۲۷) الحدیث ۶۵۰۔

## فقہ کا اختلاف

یُغسَلُ الْاِنَاءُ مِنْ وُلُوْغِہٖ ثَلٰثًا (ھدایہ کتاب الطھارت)

"جب برتن سے کتا پی جائے اسے تین بار دھوؤ۔"

بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث کے خلاف بے دلیل قول!...... بھائیو! غور کرو۔!

# بیت اللہ کی چھت پر نماز

## پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلّٰی فَوْقَ ظَھْرِ بَیْتِ اللّٰہِ﴾ (ترمذی شریف)[۱]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع کیا۔"

## فقہ کا اختلاف

﴿مَنْ صَلّٰی عَلٰی ظَھْرِ الْکَعْبَۃِ جَازَتْ صَلٰوتُہٗ﴾ (ھدایہ باب الصلوۃ فی الکعبہ)

"کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے۔"

حضور ﷺ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمائیں۔ لیکن فقہ کہے کہ جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی اس کی نماز جائز ہے۔ کیوں جائز ہے؟ جو کام حضور انور ﷺ منع کریں وہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ یہ حدیث پر زیادتی ہے۔

# عورتوں کی امامت کا مسئلہ

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت

﴿عَنْ اُمِّ وَرَقَۃَ اَمَرَھَا اَنْ تَؤُمَّ اَھْلَ دَارِھَا﴾ (ابوداؤد' باب امامت النساء)[۲]

(۱) ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب کراھیۃ ما یصلی الیہ و فیہ (۲۵۸) الحدیث ۳۴۶ و ابن ماجۃ کتاب المساجد (۴) باب المواضع التی تکرہ فیھما الصلاۃ (۴) الحدیث ۷۴۶۔ اس کی سند میں زید بن جبیرۃ راوی متروک ہے تقریب ص ۱۱۲ امام ابن عبدالبر' حافظ ابن حجر' ترمذی' محدث مبارک پوری' اور علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے' تحفۃ الاحوذی ۲۸۱/۱ و ارواء الغلیل ۳۱۹/۱۔

(۲) مسند احمد ۴۰۵/۶ و ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب امامۃ النساء (۶۱) الحدیث ۵۹۲ و سنن دارقطنی =

''رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہ کو اپنے گھر والوں کی امامت کرانے کا حکم دیا۔''

﴿عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا تَؤُمُّ النِّسَاءَ وَ تَقُوْمُ وَسْطَهُنَّ﴾(مستدرک حاکم باب امامت المراة)(۱)

''حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا صف کے بیچ میں کھڑی ہو کر عورتوں کی امامت کراتی تھیں۔''

## فقہ کا اختلاف

﴿يُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ اَنْ يُّصَلِّيْنَ وَحْدَهُنَّ الْجَمَاعَةَ﴾(هدايه باب الامت)

''صرف عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔''

حنفی بھائیو! رسول اللہ ﷺ تو صرف عورتوں کو بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔ عورت کی امامت عورت کے لئے روا رکھی' لیکن فقہ میں یہ کام منع قرار پائے کہ حدیث کی برابری کتنی بری چیز ہے اور امر سید الکونین کے مقابلہ میں یکرہ کہنا کتنی زیادتی ہے اور پھر اس فقہی یکرہ سے اس فعل کو حرام سمجھ رکھا ہے کہ احناف کے ہاں عورت کی امامت عورتوں کے لئے قطعاً مفقود ہے!

# نابالغ کی امامت

## رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پروانگی

﴿عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلْمَةَ قَالَ فَقَدَّمُوْنِىْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعٍ﴾ (بخاری شریف)(۲)

''عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے چھ یا سات سال کی عمر میں لوگوں کی امامت کرائی۔''

لوگوں نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امام بنایا۔ اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ حضور انور ﷺ کو اس امامت کا ضرور علم تھا۔ اگر بچے کی امامت ناجائز ہوتی تو حضور ﷺ منع کر دیتے یا ضرور ضرور آسمان سے وحی آ جاتی کہ بچے کی

= ۲۷۹/۱ کتاب الصلاة باب فی ذکر الجماعة و اهلها و صفة الامام' الحديث ۲ و مستدرك ۲۰۳/۱ و بيهقى ۱۳۰/۳ حافظ ابن حجر (بلوغ المرام) علامہ عینی' امام ابن خزیمہ' نے صحیح اور علامہ البانی نے حسن کہا ہے' ارواء الغلیل ۴۹۳۔

(۱) مستدرك ۲۰۳/۱ و مصنف عبدالرزاق ۱۲۶/۳ و ۵۰۱۶ و بيهقى ۱۳۱/۳ لیکن اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ہیں جو مختلط ہیں اور ان کی روایات میں تمیز نہیں ہو سکی تقریب ص ۲۸۷ مگر امام بیہقی نے ایک دوسری سند وکیع ثنا سفیان' کی سند سے' اور امام عبدالرزاق (۵۰۱۵) نے ابن جریج قال عطاء' کی سند سے بھی یہ روایت نقل کی ہے' بیہقی کی سند تو صحیح ہے' جبکہ مصنف میں ابن جریج کی تدلیس کا شبہ ہے' الغرض یہ اثر صحیح ہے۔

(۲) بخاری کتاب المغازی (۶۴) باب (۵۴) الحديث ۴۳۰۲۔

امامت جائز نہیں۔لہٰذا بچے کی امامت سے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا سکوت بچے کی امامت کے جواز پر دال ہے۔

## فقہ کا اِختلاف

﴿وَلَا يَجُوْزُ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّقْتَدُوْا بِامْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ﴾(هدايه جلد اول باب الامامت)

"نہیں جائز واسطے مردوں کے کہ نماز پڑھیں پیچھے عورت کے یا بچے کے۔"

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سات سال کے بچے کے پیچھے،(۱) حضور انور ﷺ کی حیات پاک میں، نزول قرآن کے دور میں مردوں نے نماز پڑھی۔ نہ اللہ نے روکا، نہ حضور ﷺ نے منع کیا۔لیکن فقہ کہتی ہے ﴿لا يَجُوْزُ﴾ نہیں جائز۔ یہ کون صاحب ہیں کہنے والے ﴿لايَجُوْزُ﴾ یہ تو صرف حضور خاتم النبیین ﷺ کا ہی حق ہے کہ فرمائیں: جاز، لَا يَجُوْزُ امتی بلا دلیل ایسا نہیں کر سکتے۔

# ہبہ کی ہوئی چیز کا مسئلہ!

## اِرشاد خیر الوریٰ ﷺ

﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ العَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ﴾(بخاری شریف)(۲)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا مانند کتے کے ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔"

## فقہ کا اِختلاف

﴿اِذَا وَهَبَ هِبَةً لِاَجْنَبِيٍّ فَلَهُ الرُّجُوْعُ فِيْهَا﴾ (هدايه كتاب الهبه)

"جب کسی غیر شخص کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے تو ہبہ کرنے والے کو اسے واپس لینے کا اِختیار ہے۔"

(۱) بچے کی امامت فرض واجب نہیں کہ ضرور اسے امام بنایا جائے بلکہ یہ اسلام میں ایک رخصت ہے کہ اگر کوئی بچہ قرآن کا حافظ اور عمدہ قاری ہو تو اسے امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔رمضان میں اسے مصلّے پر کھڑا کر کے اس سے قرآن سن سکتے ہیں۔اس رخصت کو حنفی مذہب چھینتا ہے کہ بچے کی امامت جائز نہیں۔حالانکہ حضور ﷺ کی زندگی پاک کے اندر لوگوں نے سات سال کے قاری قرآن بچے کی امامت میں نمازیں پڑھیں۔

(۲) بخاری كتاب الحيل (۹۰) باب فی الهبة والشفعة (۱۴) الحديث (۶۹۷۵) و مسلم كتاب الهبات ۲۴۔ باب تحريم الرجوع فی الصدقة بعد القبض الاما و هبه لولده و ان سفل (۲) الحديث ۴۱۷۶۔

حنفی بھائیو! غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ تو ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے سے منع فرمائیں اور اس کی مثال کتے کی قے چاٹنے سے دیں لیکن فقہ میں ہبہ کو واپس لینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور پھر رجوع کے حق پر دلیل نہیں دی۔ افسوس! بخاری شریف کی حدیث کا مقابلہ![1]

# استسقاء کی نماز باجماعت

## حضور اکرم کی سنت

﴿عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ﴾ (بخاری، مسلم)[2]

''عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز استسقاء کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر عیدگاہ کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز بلند قرأت کے ساتھ پڑھائی قبلہ رخ ہی اپنی چادر پلٹائی۔''

## فقہ کا اختلاف

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْسَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ صَلٰوةٌ مَسْنُوْنَةٌ فِيْ جَمَاعَةٍ ......

(ھدایہ باب الاستسقاء)

''امام ابوحنیفہ نے کہا کہ استسقاء کے وقت نماز باجماعت مسنون نہیں۔''

غور کریں! رسول اللہ ﷺ نے استسقاء کی نماز جماعت سے پڑھائی، لیکن حنفی مذہب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ فتوی بیان کیا گیا ہے کہ استسقاء میں نماز باجماعت مسنون نہیں۔ بخاری، مسلم کی متفق علیہ حدیث کے خلاف قول کس طرح مانا جاسکتا ہے۔

---

(۱) فقہ کے جو مسائل حدیث کے مطابق ہیں، موافق اور تائید میں ہیں وہ بسروچشم قبول کرنے کے لائق ہیں اور جو خلاف حدیث ہیں، انہیں چھوڑ دینا چاہیے کہ ایمان کا یہی تقاضا ہے، اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فقہ الہامی ہے؟ اور اس کے سامنے قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی ہے۔ دونوں وحی ہیں۔ ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾ حکم اللہ کا اور اطاعت مصطفی ﷺ کی!

(۲) بخاری کتاب الاستسقاء (۱۵) باب الجمعہ بالقراءۃ فی الاستسقاء (۱۶) الحدیث ۱۰۲۴ او مسلم کتاب صلاۃ الاستسقاء (۹) الحدیث ۲۰۷۱ و اللفظ للمصابیح ۱/۵۰۳۔

# نماز جنازہ غائبانہ

## رحمت عالمؐ کا فعل

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعٰی لِلنَّاسِ النَّجَاشِیَّ الْیَوْمَ مَاتَ فِیْهِ وَ خَرَجَ بِهِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ﴾ ...... (بخاری' مسلم)[1]

"جس دن بادشاہ نجاشی فوت ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی وفات کی خبر (بذریعہ وحی) صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی: (کہ آج نجاشی اپنے وطن حبشہ میں فوت ہو گیا ہے) پھر حضور ﷺ انہیں لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ ان کی صفیں باندھ کر (نجاشی) کی غائبانہ نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھائی۔"

## فقہ کا اختلاف

﴿فَلَا تَصِحُّ عَلَی الْغَائِبِ﴾ (در مختار جلد اول' باب صلوٰۃ الجنائز)

"نماز غائبانہ جائز نہیں۔"

حدیث مذکور میں رحمت عالم نے بادشاہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تو جائز ہوئی۔ لیکن حنفی مذہب کہتا ہے۔ ﴿فَلَا تَصِحُّ﴾ جائز نہیں! مت پڑھو' چنانچہ احناف تقلید کرتے ہوئے نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھتے۔ انہیں چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں ہر چیز کو چھوڑ دیں اور صرف آپ ﷺ کے طریقے پر عمل کریں!

# جماعت میں اکہری تکبیر

## ختم نبیاںؐ کا حکم

﴿اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا الْاِقَامَةَ﴾ (بُخاری' مُسلم)[2]

"رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان کے کلمات دوہرے کہے اور تکبیر کے کلمات اکہرے کہے۔ سوائے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے۔"

---

(۱) بخاری کتاب الجنائز (۴۳) باب الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسه (۴) الحدیث ۱۲۴۵ و مسلم کتاب الجنائز (۱۱) باب فی التکبیر علی الجنازة (۲۲) الحدیث ۲۲۰۴۔

(۲) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب الاقامة واحدة الا قوله قد قامت الصلاة (۳) ۶۰۷۔ و مسلم کتاب الصلاة (۴) باب الامر بشفع الاذان و ایثار الاقامة ...... (۲) الحدیث ۸۲۸تا۸۳۱ عن ابی قلابة رضی اللہ عنہ

## فقہ کا اختلاف

﴿وَالْاِقَامَةُ مِثْلُ الْاَذَانِ﴾ ...... (هدايه باب الاذان)

''اور اقامت اذان کی مانند دوہری ہے۔''

حدیث شریف میں حضور انور ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کو (اور باقی اُمت) کو حکم دے رہے ہیں کہ تکبیر کے کلمات اکہرے کہے جائیں' لیکن حنفی مذہب میں حکم دیا جاتا ہے کہ تکبیر کے کلمات دوہرے کہے جائیں اور پھر اس حکم کی تعمیل میں سارے ملک کے اندر صدیوں سے دوہری تکبیر کہی جارہی ہے۔ کیا مجال جو کوئی حنفی بھائی اکہری تکبیر کہہ جائے۔ ساری زندگی نہیں کہے گا بلکہ اکہری کہنے والوں سے مساجد میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں'[1] یہ لڑائی جھگڑے محض تقلید جامد کی بناء پر ہیں۔ حنفی بھائیوں کو چاہئے کہ وہ بخاری' مُسلم کی متفق علیہ حدیث پر عمل کر کے اکہری تکبیر بھی کہہ لیا کریں اور یاد رکھیں کہ جو تقلید بخاری' مُسلم کی متفق علیہ حدیث سے پیچھے ہٹائے' آپ ایسی تقلید سے پیچھے ہٹ جائیں کہ

جب تک اس زلف کا سودا نہیں اعزاز نہیں
زیبِ سر جس کے یہ طرہ نہیں ممتاز نہیں

# نماز کی اِمامت کا مسئلہ

## اِرشادِ رسولؐ

لوگوں کی امامت کون کرائے؟ اس کے متعلق حضرت ختمِ مرتبیاں ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَاُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانُوْا فِيْ الْقِرَاْةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا﴾ ......

(صحیح مُسلم)[2]

---

(۱) اگر کوئی کہے کہ دوسری تکبیر بھی ایک روایت میں آئی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ ترجیع والی اذان میں ہے جو کسی حنفی کو ساری عمر نصیب نہیں۔ ترجیع والی اذان کہو تو دوہری اقامت بھی کہہ لو۔ جس اذان کے کلمات شفع ہیں اس کی اقامت اکہری ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساری عمر اکہری اقامت کہتے رہے۔...... اللہ کے سامنے جواب دینے کے دن کو یاد کر کے بتائیں کہ وہ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کے ''آفتاب نصف النہار'' کو کیوں نہیں مانتے؟ جس میں بلال رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اکہری تکبیر کہنے کا حکم دیا ہے۔ حنفی بھائی اس ''چودھویں کے چاند'' کی چاندنی میں بیٹھنا کیوں گوارا نہیں کرتے؟ جگمگ جگمگ کرنے والے ''ہیرے'' کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ اُمرِ بلالؓ کے حکم رسول ﷺ کے آگے کیوں سر تسلیم خم نہیں کرتے۔ (محمد صادق)

(۲) مسلم کتاب المساجد (۵) باب من احق بالامامة (۵۳) الحديث ۱۵۳۴ عن ابو مسعود رضی اللہ عنہ۔

"امامت کرائے لوگوں کی وہ جو سب سے زیادہ قرآن مجید کا قاری ہو اور اگر قرات (کے جاننے میں) سب برابر ہوں تو پھر سب سے زیادہ سُنت کا جاننے والا امامت کرائے۔ اگر سُنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا امامت کرائے۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو عمر میں سب سے بڑا امامت کرائے۔"

غور کریں کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے امامت کرانے کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ ایسی جامع اور مانع صورتیں ہیں کہ امامت کا حقدار ضرور ضرور ان چار صورتوں میں مل سکتا ہے اور قیامت تک امامت کے استحقاق کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اب اس پر مزید گفتگو کرنا' اس میں کمی بیشی کرنا' اس پر حاشیہ چڑھانا بے سود ہے بلکہ دِین میں دخل اندازی ہے۔

# رسول اللہ کے کلام پر مسئلہ ختم کر دینے کا حکم!

ایک خطبہ کے دوران حضور انور ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ اَفِیْ کُلِّ عَامٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَوْ قُلْتُھَا لَوَجَبَتْ فَالْحَجُّ مَرَّۃٌ﴾ ...... (بلوغ المرام)(۱)

"اللہ تعالیٰ نے تُم پر حج فرض کیا ہے اس پر اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہر سال (فرض) ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں (ہاں) کہہ دیتا تو ضرور (ہر سال) واجب ہو جاتا۔ (سنو)! حج (عمر میں) ایک ہی بار (فرض) ہے۔"

## فقہ کا اِختلاف

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تُم پر حج فرض کیا ہے اس پر ایک شخص نے بلاضرورت سوال کر دیا: حضور ﷺ کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (اللہ کی طرف سے) ہر سال فرض ہو جاتا۔(۲)

(۱) مسند احمد ۱/۲۵۵و۲۹۰و۳۰۳و۳۵۲و۳۷۰و۳۷۱ و ابوداؤد کتاب المناسك (۱۱) باب فرض الحج (۱) الحدیث ۱۷۲۱ و نسائی کتاب مناسك الحج (۴۴) باب وجوب الحج ۱۰) الحدیث ۲۶۲۱ و سنن دارمی ۲/۴۶ کتاب المناسك باب کیف وجوب الحج (۴) الحدیث ۱۷۸۸و۱۷۸۹ و ابن ماجة کتاب المناسك (۲۵) باب فرض الحج (۲) الحدیث ۲۸۸۶ و دارقطنی ۲/۲۷۹ و مستدرك ۱/۴۷۰و۲/۲۹۴ و بیھقی ۵/۱۷۸ و مسند طیالسی (۲۶۶۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ یہ روایت بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' راجع' ارواء الغلیل ۴/۱۴۹۔

(۲) کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ اور نہیں بولتا (میرا رسول ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں وہ (بولتا) مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے۔" معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی زبان سے اللہ کا حکم نکلتا ہے۔ اگر اللہ کو ہر سال حج منظور ہوتا تو آپ ﷺ کی زبان سے ہاں نکلوا دیتا۔ اللہ نے نہ چاہا تو آپ ﷺ کی زبان سے نہ نکلوایا۔ سچ ہے حدیث پاک ﷺ بھی اللہ کی وحی ہے۔

اس سے حضور ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ جب میں ایک حکم دے کر خاموش ہو جایا کروں تو تم بھی خاموش ہو جایا کرو۔ جب میں تم کو چھوڑ دوں تو تم مجھے چھوڑ دیا کرو (اور میرے حکم کی تعمیل میں لگ جایا کرو) میرے حکم، فرمان، مسئلے کو سن کر بلاوجہ سلسلہ کلام کو آگے نہ بڑھایا کرو۔

اب اصل موضوع کی طرف توجہ دیں کہ حدیث مذکور میں حضور ﷺ نے امامت کے لئے چار صورتیں بیان فرمائیں۔ اُمت کو ان پر عمل کرنا چاہئے ان پر زیادتی نہیں کرنی چاہئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بات ختم کر دی تو امت کو آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ اس میں تقدیم تاخیر اور تغیر و تبدل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ اب دیکھیں کہ امامت کے متعلق حدیث رسول ﷺ پر فقہ نے کس طرح کتر بیونت کی ہے:

﴿وَ اَوْلَی النَّاسِ بِالْاِ مَامَةِ اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ تَسَاوَوْا فَاَقْرَءُ هُمْ...... فَاِنْ تَسَاوَوْ فَاَوْرَعُهُمْ ... فَاِنْ تَسَاوَوْ فَاَسَنُّهُمْ﴾ (هدايه جلد اول، باب الامات)

"امامت کا سب سے بڑھ کر وہ مستحق ہے جو سُنت کا سب سے زیادہ عالم ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو سب سے زیادہ قرآن کا قاری ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر سب سے بڑی عمر والا امامت کا مستحق ہے۔"

اب حدیث پاک میں فرمودہ رسول ﷺ کی چار صورتوں اور فقہ کی مذکورہ چار صورتوں کا مقابلہ کریں۔ حضوانور ﷺ نے پہلے نمبر پر امامت کا سب سے بڑا مستحق قرآن مجید کا سب سے زیادہ قاری مقرر فرمایا ہے اور فقہ میں پہلے نمبر پر سب سے زیادہ سُنت کا عالم متعین کیا گیا ہے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کے حکم کو تبدیل کر دیا ہے۔

دوسرے نمبر پر حضور ﷺ نے امامت کا مستحق سب سے زیادہ سُنت کا عالم رکھا ہے۔ فقہ میں دوسرے نمبر پر قرآن کا قاری مقرر کیا گیا ہے یہاں بھی حضور ﷺ کے فرمان کو بدل دیا ہے۔ تیسرے نمبر پر حضور نے سب سے پہلے ہجرت کرنے والا فرمایا ہے۔ فقہ میں تیسرے نمبر پر پرہیز گاری رکھی گئی ہے۔ یہاں بھی اِرشاد نبوی ﷺ سے تغیر ہے! چوتھی صورت میں حدیث کو بحال رہنے دیا ہے۔

اب آپ سوچئے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکموں کو تبدیل کرنے کا کسی کو حق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! پھر برادران حناف حدیث کی صورتوں پر ان فقہ کی صورتوں کو ترجیح دینا کیوں کر گوارا کرتے ہیں

رنگ غنچوں کو میسر ہے نہ پھولوں کو شمیم
اب یہ افلاس بہاراں نہیں دیکھا جاتا!

چلئے آگے...... حضور ﷺ کی بیان کردہ چار صورتوں میں ردوبدل کر کے بھی سکوت اِختیار نہیں کیا۔ چنانچہ در ختار میں یوں اور اضافہ کیا گیا۔

﴿وَالْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ الْاَعْلَمُ بِاَحْكَامِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ الْاَحْسَنُ تِلَاوَةً ثُمَّ الْاَوْرَعُ ثُمَّ الْاَسَنُّ ثُمَّ

الْاَحْسَنُ خُلُقًا ثُمَّ الْاَحْسَنُ وَجْهًا ثُمَّ الْاَشْرَفُ نَسَبًا ثُمَّ الْاَنْظَفُ ثَوْبًا. فَاِنِ اسْتَوَوْا يُقْرَعُ اَوِ الْخِيَارُ اِلَى الْقَوْمِ﴾(تنویر الابصار' متن در مختار)

۱۔ سب سے زیادہ امامت کا مستحق سب سے زیادہ نماز کے احکام جاننے والا۔

۲۔ پھر سب سے اچھی تلاوت کرنے والا۔

۳۔ پھر سب سے زیادہ پرہیزگار۔

۴۔ پھر سب سے زیادہ عمر والا۔

۵۔ پھر سب سے زیادہ خوش اخلاق۔

۶۔ پھر سب سے زیادہ خوب صورت چہرے والا۔

۷۔ پھر سب سے زیادہ شریف النسب۔

۸۔ پھر سب سے اچھے لباس والا۔

۹۔ اور اگر ان تمام صفات میں سب برابر ہوں' تو پھر قرعہ اندازی کر لیں۔

۱۰۔ یا لوگوں کو اختیار ہے (جسے چاہیں پسند کر لیں)

غور کریں کہ حدیث میں چار صورتیں تھیں۔ ان میں تغیر کیا۔ اس کے بعد دس صورتیں بنا ڈالیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ صاحب درمختار نے ان کے علاوہ اور بھی بڑھائی ہیں۔ لکھتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَصْبَحُهُمْ اَیْ اَسْمَحُهُمْ وَجْهًا. ثُمَّ اَكْثَرُهُمْ حَسَبًا. ثُمَّ الْاَحْسَنُ صَوْتًا ثُمَّ الْاَحْسَنُ زَوْجَةً ثُمَّ الْاَكْثَرُ مَالًا. ثُمَّ الْاَكْثَرُ جَاهًا. ثُمَّ الْاَكْبَرُ رَاْسًا وَّالْاَصْغَرُ عُضْوًا ثُمَّ الْمُقِيْمُ عَلَى الْمُسَافِرِ ثُمَّ الْحُرُّ الْاَصْلِیُّ عَلَى الْعَتِيْقِ ثُمَّ الْمُتَيَمِّمُ عَنْ حَدْثٍ عَلَى الْمُتَيَمِّمِ عَنْ جَنَابَةٍ فَاِنِ اخْتَلَفُوْا اُعْتُبِرَ اَكْثَرُهُمْ﴾ ...... (در مختار)

۱۱۔ پھر زیادہ روشن چہرے والا۔

۱۲۔ پھر سب سے بڑھ کر حسب والا۔

۱۳۔ پھر سب سے بڑھ کر اچھی آواز والا۔

۱۴۔ پھر سب سے زیادہ خوبصورت بیوی والا۔

۱۵۔ پھر سب سے زیادہ مال والا۔

۱۶۔ پھر بہت بڑے سر اور بہت چھوٹے عضو والا۔

۱۷۔ پھر بہت زیادہ مرتبے والا۔

۱۸۔ پھر مقیم مسافر پر۔

۱۹۔ پھر اصلی آزاد آزاد کردہ غلام پر۔

۲۰۔ پھر وضوء کے قائم مقام جس نے تیمم کیا ہے' وہ غسل کے قائم مقام تیمم کرنے والے پر!

۲۱۔ پھر (اب بھی) اگر اختلاف رہے تو اکثریت جس کو چاہے امام بنا لے۔ (منقول از طریق محمدی ص ۸۶)

قارئین کرام! حدیث آپ پڑھ چکے ہیں جس میں رحمت عالم ﷺ نے صرف چار صورتیں مقرر فرمائی ہیں۔ فقہ والوں نے چار سے دس بنائیں اور دس سے اکیس تک بڑھا دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾

(پ ۲۶ : ع ۱۳)

"اے ایمان والو! مت آگے بڑھو اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے اور اس بارے میں اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھو' غور کریں کہ رسول رحمت ﷺ نے امامت کے متعلق چار درجے بتائے۔ فقہ والوں نے چار کے دس اور دس کے اکیس بنا ڈالے۔ کیا ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھنا نہیں ہے؟ قرآن نے کہا ہے۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اور (رسول اللہ ﷺ) سے آگے بڑھنے میں) اللہ سے ڈرو۔ پس برادران احناف کو چاہیے کہ اللہ سے ڈر کر فقہ کی ان باتوں کو چھوڑ دیں جو حدیث کے خلاف پڑتی ہیں۔ حضور پر نور ﷺ کے فرمان کو کافی جانیں۔ کمی بیشی سے ڈریں اور اس پر نئی عمارت کھڑی کرنے سے لرزیں ؎

برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر!
یہاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے کلاہ

# نماز کا اول وقت

## پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّنِیْ جِبْرَائِیلُ عِنْدَ الْبَیْتِ مَرَّتَیْنِ فَصَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَ کَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاکِ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَهٗ﴾ (ابوداؤد' ترمذی)[1]

(۱) مسند احمد ۳۳۳/۱ و ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب فی المواقیت (۲) الحدیث ۳۹۳۔ و ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب ماجاء فی مواقیت (۱) الحدیث ۱۴۹ و دارقطنی ۲۵۸/۱ و ابن خزیمہ ۱۶۸/۱ و بیہقی ۳۶۴/۱ و شرح معانی الاثار للطحاوی ۸۷/۱ و مستدرک ۱۳۹/۱۔ ترمذی' ابن خزیمہ' ابن حبان' حاکم وذھبی' نووی' ابن العربی' ابن عبدالبر' اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے' ارواء الغلیل ۲۶۸/۱۔

''حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امامت [1] کی جبرائیل نے میری بیت اللہ میں اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب سورج ڈھل گیا اور اس کا سایہ بقدر ایک تسمہ کے ظاہر ہو گیا اور نماز عصر اس وقت پڑھائی۔ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔''

اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی معلوم ہوا کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو یہ نماز عصر کا اول وقت اور نماز ظہر کا آخر وقت ہے۔ یعنی ظہر ختم اور عصر شروع ہے' لیکن حنفی مذہب اس کے برعکس حکم دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

## فقہ کا اِختلاف

﴿وَاٰخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَیْءٍ مِثْلَیْهِ وَاَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ اِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ﴾ (هدایه جلد اول' باب المواقیت)

''امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک آخری وقت ظہر کا' اور اول وقت عصر کا وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے۔''

بھائیو! دیکھا آپ نے کہ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ سایہ ایک گونہ ہونے پر ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت شروع ہو گیا۔ لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہ ؒ کہتے ہیں۔ ابھی ظہر کا وقت نہیں گیا' اور عصر کا وقت شروع نہیں ہوا۔ یعنی حضور انور ایک گونہ سایہ ہو جانے پر ظہر ختم اور عصر شروع بتائیں...... بقول صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہ ؒ کہیں۔ نہیں! سایہ دگنا ہونے پر ظہر ختم اور عصر شروع ہوتی ہے۔ افسوس! برادران احناف کا عمل حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے قول پر ہے' حدیث پر نہیں کہ تمام حنفی مسجدوں میں کبھی نماز عصر اول وقت نہیں پڑھتے۔ گویا حضرت محمد ﷺ کے حکم ﴿صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَیْءٍ مِثْلَه﴾ ہر چیز کا سایہ دگنا ہونے پر پڑھتے ہیں۔ دھوپ زرد ہو جانے پر اخیر وقت پڑھتے ہیں۔ [2] حالانکہ حضور ﷺ نے یہ بھی صاف فرمایا ہے۔

---

(۱) جبرائیل کا حضور ﷺ کی امامت کرانا ایسا ہی ہے جیسے وہ آسمان سے وحی لاتا تھا۔ ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ نماز قائم کرو۔ (بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب الاذان للمسافرین اذا كانوا جماعة والاقامة و كذالك بعرفة و جمع (۱۸) الحدیث ۶۳۱۔ عن مالك بن حویرث ؓ) یہ وحی جلی بھی وہ قرآن میں لایا۔ اور نماز قائم کرنے کی صورت' ہیئت اور اس کے وقت کی پہچان (کی وحی خفی) بھی وہ لایا۔ حضور ﷺ نے اسی صورت کے متعلق فرمایا: ﴿صَلُّوْا كَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ﴾ (بخاری شریف) نماز پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں۔''

(۲) حضرت انس ؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ تِلْكَ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْكُرُ اللّٰهَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا﴾ (صحیح مسلم) ''یہ نماز (عصر جو اخیر وقت پڑھی جائے) منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا رہتا ہے' انتظار کرتا ہے آفتاب کا یہاں تک کہ جب ہو جاتا ہے زرد اور ہو

﴿اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الصَّلٰوةُ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِهَا﴾ (بخاری)[1]

''افضل عمل نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ہے۔''

لیکن برادران احناف کبھی اول وقت نہیں پڑھتے۔ حضور ﷺ کے اِرشاد کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے۔ فقہ کے قول پر ہی عمل کرتے ہیں۔ ہم ان کی خیر خواہی کی نیت سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کو جب اللہ پوچھے گا کہ تم نے میرے سچے رسول ﷺ کی حدیث کو ایک امتی کے قول پر کیوں قربان کیا؟ رحمت للعالمین ﷺ کے حکم ''ایک مثل سایہ'' کو اپنے امام کے حکم ''دو مثل سایہ'' میں کیوں مدغم کیا؟ کیوں ساری عمر تقلید جامد کی ظلمت میں نمازیں اخیر وقت پڑھتے رہے تو وہ اللہ کے حضور کیا جواب دیں گے؟

تقاضا ہے گریباں کا کہ مجھ کو چاک کر ڈالو!
تمنا ہے یہ داماں کی اڑا دو دھجیاں میری

# جمع صلوٰتین

## فرمان رحمت عالم ﷺ

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا کَانَ عَلٰی ظَهْرِ سَیْرٍ وَ یَجْمَعُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ﴾ بخاری)[2]

= جاتا ہے درمیان دو سینگوں شیطان کے (یعنی غروب کے قریب) تو کھڑا ہوتا ہے (نماز کے لئے) پھر (جلدی جلدی) چار ٹھونگیں مارتا ہے اور نہیں یاد کرتا اس میں اللہ کو مگر تھوڑا۔'' غور کیا آپ نے کہ دھوپ زرد ہو جانے پر اخیر وقت عصر پڑھنے کو حضور ﷺ نے منافق کی نماز فرمایا ہے۔ یعنی منافق ایسے اخیر وقت میں نماز عصر پڑھتے تھے۔ افسوس آج بھی ہمارے بعض مسلمان بھائی اول وقت چھوڑ کر عمداً اخیر وقت دھوپ زرد ہونے پر پڑھتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہئے۔ (مسلم کتاب المساجد (۵) باب استحباب التکبیر بالعصر (۳۴) الحدیث ۱۴۱۲ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(۱) یہ حدیث بخاری میں نہیں' ہاں البتہ' مسند احمد ۶/۳۷۴ و ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب فی المحافظۃ علی وقت الصلوٰۃ (۹) الحدیث ۴۲۶ و ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل (۱۲۷) الحدیث (۱۷۰) و دار قطنی ۱/۲۴۷ کتاب الصلاۃ باب النھی عن الصلاۃ بعد صلاۃ الفجر و بعد صلاۃ العصر' الاحادیث ۸۔ ۱۴ عن ام فروہ رضی اللہ عنہا' گو اس کی سند میں 'اضطراب' ہے مگر شواہد کی وجہ سے صحیح ہے دیکھئے' بخاری مواقیت الصلاۃ (۹) باب فضل الصلاۃ لوقتھا (۵) الحدیث ۵۲۷ و مسلم کتاب الایمان (۱) باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال (۳۶) الحدیث ۲۵۳ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ' مگر اس میں 'اول وقتھا' کی بجائے 'علی وقتھا' کے الفاظ ہیں' لیکن 'علی وقتھا' کا معنی 'فی اول وقتھا' کے ہی ہیں۔ کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں 'اول وقتھا' کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ مستدرک ۱/۱۸۸ و ابن خذیمہ ۱/۱۶۹ و ابن حبان (۱۴۷۷) و بیہقی ۱/۴۳۴ ابن خذیمہ' ابن حبان' حاکم و ذھبی نے صحیح کہا ہے۔

(۲) بخاری کتاب التقصیر (۱۸) باب الجمع فی السفر بین المغرب و العشاء (۱۳) الحدیث ۱۱۰۷۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے تو راستے میں ظہر' عصر کو اور مغرب' عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔''

حضور رحمت اللعالمین ﷺ تھے۔ لوگوں کے طوق و زنجیر اتارنے اور بوجھ دور کرنے والے تھے۔ دُنیا والوں کے لئے آسانیاں لے کر آئے تھے۔ ان ہی آسانیوں میں مسئلہ جمع صلوٰتین ہے۔ کہ حضور ﷺ نے سفر کی دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا۔ ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ۔ حج میں بھی اور دوسرے سفروں میں بھی۔ اس فعل پاک سے اُمت کیلئے آسانی ہوگئی کہ سفر کے دوران وہ بھی جمع صلوٰتین کر سکتے ہیں۔ لیکن حنفی مذہب یہ آسانی روکتا ہے۔ (۱)

## فقہ کا اِختلاف

﴿وَلَا يُجْمَعُ فَرْضَانِ فِيْ وَقْتٍ بِلَا حَجٍّ﴾ (شرح وقایہ جلد اول' کتاب الصلوٰۃ)

''حج کے موقعہ کے سوا کسی اور وقت دو فرض نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھنا چاہئے۔''

حضور پر نور ﷺ نے جو دِین میں آسانی رکھی تھی اس کو فقہ نے اٹھا دیا۔ حضور انور ﷺ سفر میں دو نمازیں جمع کریں اور اپنے اس فعل سے اُمت کے لئے سہولت پیدا کریں اور اُمتی اِس سہولت کو اُٹھا دیں۔ افسوس!

# عورت مرد کی نماز میں اِمتیاز

## حدیث کا اِرشاد

نماز کے متعلق حضور انور ﷺ کا عام حکم ہے:

﴿صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ﴾ ...... (بخاری شریف) (۲)

''نماز پڑھو (اے عورتو! مردو)! جس طرح میں پڑھتا ہوں۔''

اس میں کوئی تفریق نہیں کہ مرد اس طرح پڑھے اور عورت اس طرح۔ بلکہ یہی حکم ہے کہ سب طریق رسول ﷺ پر پڑھیں۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

(۱) ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (پ۹:ع۹)
''اور اُتارتا ہے (رسول اللہ ﷺ) ان سے بوجھ ان کے اور طوق جو تھے اوپر ان کے۔''

(۲) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ و کذالك بعرفۃ و جمع (۱۸) الحدیث ۶۳۱ عن مالك بن الحویرث۔

﴿كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ﴾(مشکوٰۃ باب صفت الصلوٰۃ)(۱)

''جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے مونڈھوں کے برابر۔''

## فقہ کا اختلاف

حضور انور ﷺ کا مذکورہ فعل سب کے لئے یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے مساوی ہے۔ اب فقہ کی تقسیم دیکھئے:

﴿يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِاِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ﴾(ھدایہ باب صفت الصلوٰۃ)

''مرد ہاتھ اُٹھائیں اس طرح کہ انگوٹھے کان کی لو کے برابر ہو جائیں۔''

یعنی مرد کان کی لو کے برابر تک ہاتھ اٹھائیں۔ مونڈھوں تک نہ اُٹھائیں۔ اب کیا مجال جو حنفی نماز میں مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھائیں۔ ساری عمر کانوں کی لو تک اُٹھاتے گزر گئی۔ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق مونڈھوں تک ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے اب عورت کے متعلق سنئے:

﴿وَالْمَرْاَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا﴾ ...... (ھدایہ)

''اور عورت مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھائے۔''

مرد کے لئے مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھانے منع' اور عورت کیلئے مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھانے جائز ہیں۔ یہ تفریق مرد اور عورت کے درمیان کیوں؟ مرد مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھائے تو اِس کو گھوریں' اور یہی فعل عورت کے لئے عین درست بتایا جاتا ہے۔ شریعت میں اُمتیوں کو اِس تقسیم کا کیا حق ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے مرد اور عورت کی نماز میں فرق نہیں بتایا تو اُمتی کیوں بتائے؟

حضور ﷺ کا فعل ہاتھ باندھنے کے متعلق ملاحظہ ہو:

﴿عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ﴾ (بلوغ المرام بحوالہ ابن خزیمہ)(۲)

''وائل بن حجر ؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضور ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور ہاتھ سینے پر باندھے۔''

---

(۱) صحیح ہے اس کی تخریج صفحہ ۱۴۷ حاشیہ نمبر ۳ میں گزر چکی ہے۔

(۲) صحیح ابن خزیمہ ۲۴۳/۱ کتاب الصلاۃ باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ قبل افتتاح القراۃ (۸۷) الحدیث ۴۷۹۔ امام ابن خذیمہ نے صحیح کہا ہے۔

اس فعل رسول اللہ ﷺ سے ساری اُمت کے مردوں اور عورتوں کے لئے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے کا حکم ملا۔ اب فقہ کا دخل ملاحظہ ہو۔

﴿يَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ﴾ (کتب فقه)

''مردوں کو نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہیں۔''

## قارئین کرام!

اُوپر کی غیر مجروح حدیث کے خلاف حکم دیا کہ مرد ہاتھ زیر ناف باندھیں' لیکن عورتوں کو حکم دیا: کہ وہ ہاتھوں کو سینے پر باندھیں' زیر ناف نہ باندھیں۔ یہ اِختیار اُمتیوں کو کس نے دیا؟ کہ نماز کا طریقہ مردوں کے لئے جدا بنا دیا اور عورتوں کے لئے علیحدہ وضع کر لیا۔ حضور انور ﷺ کی حدیث سُنت اور فرمان کے مطابق کیوں نہ مرد اور عورتیں سب کے سب مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھائیں اور ہاتھوں کو سینے پر باندھیں!۔

فرو فال محمود سے در گذر
خودی کو نگاہ رکھ ایازی نہ کر

# ایک وتر کا مسئلہ

## رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

﴿وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ﴾ (ابو داؤد' نسائی' ابن ماجه)[1]

''حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جو وتر تین رکعت پڑھنا چاہے وہ تین رکعت پڑھے اور جو وتر ایک رکعت پڑھنا چاہے وہ ایک رکعت پڑھ لے۔''

﴿اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ﴾ (صحیح مُسلم)[2]

---

(۱) مسند احمد ۴۱۸/۵ و ابوداؤد کتاب الصلاة (۲) باب کم الوتر (۳۳۸) الحدیث ۱۴۲۲ و نسائی کتاب قیام اللیل (۲۰) باب ذکر الاختلاف علی الزهری فی حدیث ابی ایوب فی الوتر (۴۰) الاحادیث ۱۷۱۱ و ۱۷۱۲ و ۱۷۱۳ و ۱۷۱۴ و ابن ماجة کتاب اقامة الصلاة (۵) باب ماجاء فی الوتر بثلاث ...... (۱۲۳) الحدیث ۱۱۹۰ و طحاوی فی شرح معانی الاثار ۲۰۰/۱ باب الوترو دارقطنی ۲۲/۲ و مستدرك ۳۰۳/۱ و بیهقی ۲۷/۳ و طبرانی کبیر ۱۴۷/۴' الاحادیث ۳۹۶۱ تا ۳۹۶۴ و طبرانی الاوسط ۵۶۳/۲ الحدیث ۱۹۶۵۔ و ابن حبان (موارد) الحدیث ۶۷۰ عن ابی ایوب ؓ۔ ابن حبان' حاکم وذھبی اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے' تحقیق مشکوٰۃ ۳۹۶/۱ (۱۲۶۵)

(۲) مسلم کتاب الصلاة المسافرین (٦) باب صلاة اللیل مثنیٰ مثنیٰ والوتر رکعة من اخر اللیل (۲۰) الحدیث ۱۷۵۷۔

''حضورانور ﷺ نے فرمایا: وتر ایک رکعت ہے آخر رات کو۔''

## فقہ کا اِختلاف

حضورانور ﷺ کے فرمان سے وتر ایک رکعت بھی ثابت ہوا۔ پس ایک رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن فقہ کے مطابق ایک رکعت نہیں پڑھ سکتے۔ حکم ہوتا ہے:

﴿اَلْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكْعَاتٍ﴾ ...... (هدايه باب الصلوٰة)

''وتر تین رکعت ہیں۔''

تمام حنفی بھائی وتر تین رکعت ہی پڑھیں گے' کیا مجال جو کبھی ایک رکعت پڑھ جائیں۔ ایک وتر کی حدیث پر عمل کر جائیں' تقلید جامد کرتے ہوئے ساری عمر تین ہی پڑھیں گے۔ سوال یہ ہے کہ ایک وتر کے فرمان رسول ﷺ پر پابندی لگانے کا اُمتیوں کو کہاں سے حق حاصل ہو گیا؟ اُنہیں کہنا چاہئے تھا کہ جس کا دِل چاہے وتر تین پڑھے چاہے ایک پڑھے۔

# جلسۂ اِستراحت

## فعل رسول ﷺ

﴿فَإِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِنْ صَلٰوتِه لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا﴾ (بخارى شريف)[1]

''حضور ﷺ جب نماز کی پہلی یا تیسری رکعت سے اُٹھتے تو (دوسرا سجدہ کر کے) پوری طرح آرام سے بیٹھ کر اُٹھتے۔''

سمجھ گئے آپ کہ حضور ﷺ پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرا سجدہ کر کے' اچھی طرح بیٹھ کر اٹھتے تھے۔ اب فقہ کا حکم سنئے:

## فقہ کا اِختلاف

﴿وَاسْتَوٰى قَائِمًا عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيهِ وَلَا يَقْعُدُ﴾ (هدايه باب صفت الصلوٰة)

''اپنے پنجوں پر سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھے نہیں۔''

تمام حنفی بھائی ہدایہ کا حکم بے دلیل مان کر ہرگز نہیں بیٹھتے۔ جلسۂ استراحت نہیں کرتے' وہ رسول اللہ ﷺ کا حکم کیوں نہیں مانتے؟ قول کے مقابل کیوں حدیث چھوڑ دیتے ہیں؟

(۱) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب من استوی قاعدا فی وتر من صلاته ثم نهض (۱۴۲) الحدیث ۸۲۳ عن مالك بن حویرث رضی اللہ عنہ

مسلمان بھائیو! حضور پرُنور کی حدیث پر عمل کر کے جلسہ اِستراحت کیا کرو۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے بھی احادیث پر عمل کرنے کا اِرشاد فرمایا ہوا ہے!

# مسئلہ تیمّم

## حدیث میں ایک ضرب

﴿ضَرَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّیْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِیْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَه وَكَفَّیْهِ﴾ (بخاری، مُسلم)(۱)

"رسول اللہ ﷺ نے (تیمّم میں) اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر مارے۔ پھر پھونک کر اپنے چہرے پر ملے اور دونوں پہنچوں پر ملے۔"

حضور ﷺ کے فعل پاک سے تیمّم میں ایک ضرب ثابت ہوئی لیکن فقہ میں اِرشاد ہوتا ہے:

## فقہ کا اِختلاف

وَالتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ...... (هدایه باب التیمم)

"اور تیمّم میں دو ضربیں ہیں۔"

حنفی بھائی بھول کر بھی ایک ضرب پر عمل نہیں کرتے

آنکھوں سے حسرت کے افسانے آنسو بن کر ٹپکے ہیں
عُمر ہماری منزل منزل اشک بداماں گزری ہے

# پگڑی پر مسح

## خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

﴿عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِیَتِهٖ وَعَلَی الْعِمَامَةِ وَعَلَی الْخُفَّیْنِ﴾(صحیح مسلم)(۲)

---

(۱) بخاری کتاب التیمم (۷) باب المتیمم هل ینفخ فیهما (۴) الحدیث ۳۳۸ و مسلم کتاب الحیض (۳) باب التیمم (۲۸) الحدیث ۱۱۰ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

(۲) مسلم کتاب الطهارة (۲) باب المسح علی الناصیة و العمامة (۲۳) الحدیث ۶۳۳۔ و ۶۲۶ عن مغیرة بن شعبة رضی اللہ عنہ

''مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے وضو کرتے وقت پیشانی (کے اوپر کے بالوں) پر اور پگڑی پر۔۔اور موزوں پر مسح کیا۔''(۱)

## فقہ کا اِختلاف

حدیث میں اوپر آ گیا کہ حضور ﷺ نے پگڑی پر مسح کیا۔لیکن حنفی مذہب پگڑی پر مسح کرنے سے روکتا ہے۔ حکم ہوتا ہے:

﴿وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْعَمَامَةِ﴾......(ھدایہ کتاب الطھارت)

''اور نہیں جائز مسح کرنا پگڑی پر۔''

حضور انور ﷺ تو پگڑی پر مسح کریں لیکن فقہ کا فتویٰ ہے کہ پگڑی پر مسح جائز نہیں! یہ بلا دلیل لَا يَجُوْزُ کہنے والے کون ہیں؟

# شراب کا سرکہ بنانا

## حدیث میں حرمت:

﴿عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ يُتَّخَذُ خَلًّا فَقَالَ لَا﴾ ...... (مُسلم)(۲)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا شراب کا سرکہ بنالیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔''

## فقہ کا اِختلاف

﴿وَ اِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ صَارَتْ خَلًّا بِنَفْسِهَا اَوْ بِشَیْءٍ يُطْرَحُ فِيْهَا وَلَا يُكْرَهُ تَخْلِيْلُهَا﴾(ھدایہ کتاب الاشربہ)

''شراب کا جب سرکہ بن گیا تو شراب حلال ہوگئی۔آپ ہی سرکہ بن جائے یا کسی چیز کے ملانے سے سرکہ

---

(۱) ننگا سر ہو تو سارے سر کا مسح کرنا چاہئے اس طرح کہ دونوں ہاتھ سر کے بالوں سے شروع کر کے آگے سے پیچھے کو لے جائیں۔صحیح مسلم میں الی قفاء یعنی ہاتھوں کو سر کی گدی تک لے جانا بھی آیا ہے پھر پیچھے سے واپس اسی جگہ لے آئیں جہاں سے شروع کیا تھا۔(بخاری کتاب الوضوء (۴) باب مسح الراس کلہ (۳۸) الحدیث ۱۸۵ و مسلم کتاب الطھارۃ (۲) باب آخر فی صفۃ الوضوء (۷) الحدیث ۵۵۷ عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

(۲) مسلم کتاب الاشربۃ (۳۶) باب تحریم تخلیل الخمر (۲) الحدیث ۵۱۴۰۔

بنالیا جائے (حلال ہے) اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔"

رسول اللہ ﷺ فتویٰ دیں کہ شراب کا سرکہ بنانا ہرگز جائز نہیں لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے اب آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ حدیث کی مخالفت کا کیا انجام ہوسکتا ہے؟۔۔۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور فرمان ہے:

﴿اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِی﴾

"صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔"

پس صحیح مسلم کی صحیح حدیث میں آ گیا کہ شراب کا سرکہ بنانا ناجائز ہے۔تو ہر حنفی بھائی کو اس حدیث کی رو سے شراب کی تخلیل کو حرام سمجھنا چاہیے۔

# کُتّے کی خرید وفروخت

## حدیث میں حرام

﴿عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَ مَهْرِ الْبَغِیِّ وَ حُلْوَانِ الْکَاهِنِ﴾ (مشکوۃ کتاب البیوع بحوالہ بخاری، مسلم)[1]

"رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی زنا کی اجرت اور کاہن کے حلوان (شیرینی، اجرت) سے منع کیا ہے۔"[2]

اس حدیث میں کتے کی خرید وفروخت سے حضور ﷺ نے منع کیا ہے۔لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

## فقہ کا اختلاف

یَجُوْزُ بَیْعُ الْکَلْبِ ...... (ھدایہ کتاب البیوع)

---

(۱) بخاری کتاب البیوع (۳۴) باب ثمن الکلب (۱۱۳) الحدیث ۲۲۳۷ و مسلم کتاب المساقاۃ (۲۲) باب تحریم ثمن الکلب و حلوان الکاهن و مهر البغی والنهی عن بیع السنور (۹) الحدیث ۴۰۰۹۔

(۲) حلوان الکاھن کاہن کا حلوان۔حلوان کے معنی اجرت کے ہیں اور حلوا یعنی شیرینی مٹھائی وغیرہ کے بھی ہیں۔چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔حلوان الکاھن۔حلوان بضم حائے مہملہ وسکون لام مشتق از حلاوت بمعنی شیرینی و اُجرت کاہن (اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵) یعنی حلوان حلاوت سے مشتق ہے جس کے معنی شیرینی (حلوہ، مٹھائی وغیرہ) اور اُجرت کاہن کے ہیں۔مظاہر حق شرح مشکوۃ میں ہے۔کاہن اس کو کہتے ہیں کہ جو خبر دے اس چیز کی جو زمان آئندہ میں ہوگی، اور جو کوئی خبر دینے پر مٹھائی یا کپڑا یا نقدی دے، ان سب کو عربی میں حلوان کہتے ہیں اور حلوان کے معنی شیرینی (مظاہر حق جلد سوم ص ۷۱۶) مولانا حافظ محمد رحمہ اللہ حلوان الکاہن، کے معنی لکھتے ہیں شیرینی کاہن (زینت الاسلام حصہ دوم ص ۸۰)

"کتے کی خرید وفروخت جائز ہے"!

حنفی بھائیو! تقلید جامد چھوڑ دو اور دلیل (حدیث) کی روشنی میں کتے کی خرید وفروخت کو ناجائز مان لو کہ اتباع رسول ﷺ کی قرآن میں تاکید آئی ہے۔

# متنفّل کے پیچھے مفترض کی اقتدا

## حدیث میں جواز

﴿عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِيْ قَوْمَه فَيُصَلِّيْ بِهِمْ﴾ (بخاری، مُسلم)(۱)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز (عشاء) پڑھتے تھے۔ پھر اپنی قوم کے پاس جاکر ان کی امامت کراتے۔"

اِس سے ثابت ہوا کہ متنفّل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے گویا یہ اُمت کے لئے آسانی ہے۔ لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ دیکھئے:

## فقہ کا اِختلاف

﴿وَلَا يُصَلِّي الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ﴾ ...... (کتب فقه)

"اور فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔"

غور فرمائیں کہ حدیث میں نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ معاذ رضی اللہ عنہ متنفّل، مفترضوں کی امامت کراتے ہیں اور حضور ﷺ منع نہیں فرماتے لیکن حنفی مذہب بنانے والے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں...... فرض پڑھنے والوں کو نفل پڑھنے والے کی اِقتدا سے روکتے ہیں، آخر کیوں؟ حنفی بھائیو! غور کرو! کیا یہ حدیث کا مقابلہ نہیں ہے؟

قلندرانِ طریقت بہ نیم جو نخرند!
قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست

(۱) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب اذا صلی ثم ام قومًا (۶۶) الحدیث ۷۱۱۔ و مسلم کتاب الصلاۃ (۴) باب القرأۃ فی العشاء (۳۶) الاحادیث ۱۰۴۰ و ۱۰۴۱ و ۱۰۴۲ و ۱۰۴۳ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

# ارکانِ نماز کی اہمیت

## حدیث میں ارکان کی فرضیت

مشکوٰۃ میں صحیح بخاری کے حوالہ سے حدیث موجود ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے سامنے تین چار بار نماز پڑھی۔ آپ نے ہر بار اسے فرمایا:

﴿اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ﴾ (۱)

"لوٹ جاؤ' پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔"

آخر اس نے عرض کیا حضور ﷺ مجھے نماز سکھائیں' پھر آپ ﷺ نے اس کی وہ غلطیاں بتائیں جن کے سبب نماز نہیں ہوتی تھی۔ سنوار کر وضو کرنے' قبلہ رخ کھڑے ہو کر' تکبیر کہہ کر' قراءت پڑھنے کی ہدایت کے بعد فرمایا:

﴿ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا﴾ "پھر رکوع کر یہاں تک کہ اِطمینان خاطر سے رکوع کرے تو" ﴿ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا﴾ "پھر اٹھا (سر) یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو تو (قومہ میں")﴿ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا﴾ "پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اِطمینان خاطر سے سجدہ کرے تو" ﴿ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا﴾ "پھر اُٹھا (سر) یہاں تک کہ اِطمینان خاطر سے بیٹھے تو (جلسہ میں")﴿ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا﴾ "پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اِطمینان خاطر سے سجدہ کرے تو۔"

حضور انور ﷺ نے جو اس شخص کو بار بار نماز لوٹانے کا حکم دیا' تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جلدی جلدی رکوع' قومہ' سجدہ' جلسہ کرتا تھا بغیر اِطمینان کے ارکان سے گزرتا تھا۔ (جس طرح آجکل عام نمازی بڑی پھرتی سے نماز پڑھتے ہیں) جلدی جلدی ٹھونگیں مارتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کو تاکید کی کہ وہ بڑے آرام سے رکوع کرے' پھر آرام سے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ یعنی بڑے آرام و اطمینان سے قومہ بجالائے۔۔۔ پھر آرام سے سجدہ کرے۔ پھر بڑے اطمینان سے جلسہ کرے یعنی سجدے سے اٹھ کر اِطمینان سے بیٹھے۔ پھر دوسرا سجدہ آرام سے کرے۔"

حضور ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ رکوع' قومہ' سجدہ' جلسہ نماز کے فرض اور رکن ہیں۔ ان کی طمانیت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اب فقہ میں ان ارکان کے متعلق حکم ملاحظہ ہو:

---

(۱) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب وجوب القرائة والماموم (۹۵) الحدیث ۷۵۷ و باب ام النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعه بال عادة (۱۲۲) الحدیث ۷۹۳ و کتاب الاستئذان باب من رد فقال ' علیك السلام (۱۸) الحدیث ۶۲۵۱ و کتاب الایمان و النذور (۸۳) باب اذا حنث ناسیانی الایمان (۱۵) الحدیث ۶۶۶۷ و مسلم کتاب الصلاة باب وجوب قرأة الفاتحة فی کل رکعة (۱۱) الحدیث ۸۸۵۔ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ

## فقہ میں اختلاف

﴿اَمَّا الْاِسْتِوَاءُ قَائِمًا فَلَيْسَ بِفَرْضٍ﴾ ...... (هدايه)

''رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔''

﴿كَذَا لُجَلْسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ﴾ ...... (هدايه)

''اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (جلسہ) بھی فرض نہیں۔''

﴿وَالطَّمَانِيَّةُ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَ هٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ﴾ ...... (هدايه)

''اور رکوع اور سجدہ بھی اِطمینان سے کرنا فرض نہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔''

غور کیا آپ نے کہ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ (کہ قومہ فرض ہے) لیکن بقول صاحب ہدایہ' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہیں کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔ حضور انور ﷺ فرمائیں بڑے اِطمینان سے رکوع کرو اور بڑے اِطمینان سے سجدہ کرو (کہ رکوع اور سجدہ میں اِطمینان فرض ہے) لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہیں رکوع اور سجدہ میں اطمینان فرض نہیں۔ حضور انور ﷺ حکم دیں کہ دونوں سجدوں کے درمیان اِطمینان سے بیٹھو (کہ جلسہ فرض ہے) بقول صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہیں: دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا یعنی جلسہ فرض نہیں۔ (۱)

## حنفی بھائیوں کیلئے لمحہ فکریہ

برادران احناف رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس اور آپ ﷺ کی اِطاعت کی فرضیت کو سامنے رکھ کر جواب دیں کہ آپ نے حضور انور ﷺ کے حکم (اِطمینان سے قومہ کرنا) کو ترک کر کے امام کے حکم (قومہ فرض نہیں) کو مان کر قومہ کی طمانیت ترک کر دی ہے۔ یعنی رکوع کے بعد آرام سے کھڑا ہونا چھوڑ رکھا ہے۔ بلکہ قومہ میں حضور ﷺ کی دُعا ﴿حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ﴾ (۲) بھی نہیں پڑھتے ...... یہاں تک کہ اکثر تو صرف اشارہ کر کے سجدہ میں چلے جاتے ہیں' اور اسی طرح حضور ﷺ کے حکم (رکوع اور سجدہ کی طمانیت) کو ترک کر کے امام کے حکم (رکوع اور سجدہ میں طمانیت فرض نہیں) کو مان کر رکوع اور سجدہ آرام سے نہیں کرتے' اور حضور اکرم ﷺ کے حکم

(۱) ہم نہیں کہتے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے مخالف تھے۔ یہ مقابلے حدیثوں کے' تقلید کے دلدادے ہی ان سے کروا رہے ہیں۔ احادیث کے خلاف مسائل گھڑ کر احناف ہی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگا رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک امام صاحب حدیث کے فدائی اور شیدائی تھے۔ جب ہی تو انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسے دیوار پر پٹک دو...... اور فرمایا: میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔'' رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب (۱۲۶) الحدیث ۷۹۹ عن رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ

(اطمینان سے جلسہ کرنا) کوترک کر کے امام کے حکم (جلسہ فرض نہیں) کو تسلیم کر کے دو سجدوں کے درمیان آرام سے نہیں بیٹھتے بلکہ حضور ﷺ کی فرمودہ دُعا ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ﴾ [۱] بھی نہیں پڑھتے۔ حالانکہ حضور انور ﷺ نے ان ارکان میں کوتاہی کرنے والے نمازی کو فرمایا تھا:

﴿فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ﴾ ''تو نے نماز پڑھی ہی نہیں۔''

پھر آپ حضرات نے ارکان اربعہ کی فرضیت کو ترک کر کے مقابلہ میں قولِ امام پر عمل کر رکھا ہے کل قیامت کو جب اللہ نے پوچھا کہ تُم نے نماز کس کے طریقے پر پڑھی؟ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ پیارے بھائیو! یادرکھو! اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول کرے گا جو سُنت کے مطابق' فرمودہ رسول ﷺ کے موافق ہوگا' اور جو اِرشاد سید المرسلین ﷺ سے بے اعتنائی برت کر کیا ہوگا' وہ ہرگز بارآور نہیں ہوگا۔ اس کا کچھ اجر نہیں ملے گا۔ نماز کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ﴾ ...... (بخاری شریف) [۲]

''پڑھو نماز (ہوبہو) جس طرح میں پڑھتا ہوں۔''

پس آپ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق نماز کے ارکان اربعہ کو فرض جان کر بڑے آرام و اِطمینان سے ادا کریں اور جو اقوال حدیث پاک کے مطابق نہ ہوں' انہیں ترک کر دیں کہ رحمت عالم ﷺ کی محبت اور اطاعت کا یہی تقاضا ہے۔

از پیامِ مصطفیٰ ﷺ آگاہ شو!
فارغ از ارباب دون اللہ شو!

---

(۱) مسند احمد ۵/۳۷۱ و ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۲) باب الدعاء بین السجدتین (۱۴۵) الحدیث ۸۵۰ و ترمذی کتاب الصلاۃ (۲) باب ما یقول بین السجدتین (۲۱۱) الحدیث ۲۸۴ و ابن ماجۃ کتاب اقامۃ الصلاۃ (۵) باب ما یقول بین السجدتین (۲۳) الحدیث ۸۹۸ و مستدرک للحاکم ۱/۲۶۲ و بیھقی ۲/۱۲۲ حاکم و ذہبی اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے' صحیح سنن ترمذی ۲۳۳ مگر اس کی سند میں حبیب بن ابی ثابت راوی مدلس ہے اور تحدیث کی صراحت نہیں' ہاں البتہ نبی ﷺ نے ان کلمات کو حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ کے سوال' کیف اقول اذا لیت (جب میں نماز ادا کروں تو کیا سوال کروں) سکھانے ثابت ہیں۔ ابن خذیمہ ۷۴۴ و مسلم ۶۸۴۸۔ لہٰذا یہ شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔

۲) بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ و کذلک بعرفۃ و جمع (۱۹) الحدیث ۶۳۱ عن مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ

# جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں پڑھنا

## ممانعت رسول ﷺ

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ﴾ ......(صحیح مسلم)[1]

''حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب فرض نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے سوا اور نماز (پاس) نہیں ہوتی۔''

حدیث بالا سے ثابت ہو گیا کہ جب فرض کی جماعت کھڑی ہو جائے تو پاس کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ وہ نماز ہو گی ہی نہیں' لیکن فقہ کا حکم ہے پڑھ لو۔ فتوے ملاحظہ ہو:

## فقہ کا اختلاف

﴿مَنِ انْتَهٰی اِلَی الْاِمَامِ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَهُوَ لَمْ یُصَلِّ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ اِنْ خَشِیَ اَنْ تَفُوْتَه رَكْعَةٌ وَیُدْرِكَ الْاُخْرٰی یُصَلِّیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ یَدْخُلُ﴾(هدایه)

''صبح کی نماز با جماعت ہو رہی ہو تو جو شخص امام کے پاس پہنچے اور اس نے دو رکعت سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ ڈرے کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی' اور دوسری رکعت کو پالے گا' تو اسے (امام سے ہٹ کر) مسجد کے دروازے کے پاس دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔''

غور کریں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ' جماعت کے ہوتے پاس کوئی نماز پڑھنی' منع کرتے ہیں ﴿لا صَلٰوةَ﴾ فرماتے ہیں کہ نماز ہوتی ہی نہیں لیکن فقہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک رکعت فرض مل جانے کی امید ہو تو پاس سنتیں پڑھ لو۔ سنتیں ضرور پڑھ لو خواہ فرضوں کی ایک رکعت جاتی رہے!

آج سارے ملک کے اندر حنفی صبح کی جماعت کے ہوتے ہوئے پاس سنتیں پڑھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی حدیث سنائیں کہ فرض نماز کے ہوتے ہوئے پاس نماز پڑھنی منع ہے تو کوئی پروا نہیں کرتے اور فقہ کے حکم سے جماعت کے پاس سنتیں پڑھے جاتے ہیں گویا تقلید جامد کی ظلمت میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کئے جاتے ہیں۔ حنفی بھائیو! اللہ کا خوف کرو' رسول اللہ ﷺ کے حکم کو دبا کر امام کے قول کو غالب کر کے سنتیں پڑھتے ہو۔ قیامت کے روز حدیث کے خلاف' احکام فقہ پر آپ کے اعمال جب اللہ کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ ان کا کیوں کر

(۱) مسلم کتاب اصلاۃ المسافرین (٦) باب کراهة الشروع فی نافلة بعد مشروع المؤذن فی اقامة ...... (۹) الحدیث ۱٦٤٤۔

اجر دے گا؟ رحمت عالم ﷺ ناراض ہوں گے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہیں گے کہ اے اللہ! میں کوئی کتاب اپنے اقوال کی لکھ کر اپنے پیچھے نہیں چھوڑ گیا تھا کہ لوگ ان پر عمل کریں اور حنفی مذہب بنا لیں۔ اللہ تو گواہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ﴿اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ﴾ ''میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔'' پھر جن لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے امام اعظم بنا کر میری تقلید شروع کی اور خود خلاف احادیث اقوال کا طومار گھڑ کر میرے ذمہ لگایا۔ آج ان کو پکڑ لے۔ میں بری الذمہ ہوں!

حدیث کو دانستہ چھوڑ کر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے (فرضی) اقوال پر چلنے والوں کو اللہ کے غضب سے ڈرنا چاہئے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دانستہ حدیث کے خلاف حکم دیا ہو؟ یہ خلافِ حدیث اقوال اور مغائرِ دین طومار بعد کے لوگوں کا گھڑا ہوا ہے' اس پر اندھا دھند نہ چلیں جو باتیں حدیث کے مطابق ہوں وہ لے لیں اور جو خلاف ہوں وہ چھوڑ دیں۔ حدیث کے خلاف کسی کی بات مت مانیں' کسی کے قول پر مت چلیں۔ تحقیق کی روشنی میں عمل کریں اور یہ نہ کہیں کہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں' ہمارے مولوی صاحب یوں فرماتے ہیں بلکہ حدیث کی دلیل کے ساتھ سب کا فرمان سر آنکھوں پر رکھیں کہ سلامتی اسی میں ہے۔

# حلالہ کی لعنت

## حلالہ کرنے والا ملعون ہے

﴿عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ﴾ ...... (دارمی. ابن ماجه)(۱)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے پر' اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے۔''

جس عورت کو باقاعدہ تین طلاقیں دے دی جائیں وہ عورت اب طلاق دہندہ کے ساتھ رجوع نہیں کر سکتی۔ نکاح بھی نہیں کر سکتی' ہاں عدت کے بعد اپنی مرضی سے کسی اور شخص کے ساتھ نکاح کرے' وہ شخص چھ مہینے' سال دو سال چار سال کے بعد کسی وجہ سے طلاق دے دے جیسے پہلے نے دی تھی یا مرجائے تو اب یہ عورت عدت گزار کر اگر چاہے تو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ اس عورت پر کوئی زور نہیں' دباؤ نہیں۔ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کی یہ جائز صورت ہے۔

اس کے سوا ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے جس کو حلالہ کہتے ہیں۔ اس کی یہ صورت ہے کہ طلاق والی عورت کے ساتھ ایک شخص کا ایک رات کے لئے اس شرط پر نکاح کر دیتے ہیں کہ وہ صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے گا۔ تاکہ تین طلاق یک بارگی دینے والے کے لئے یہ عورت حلال ہو جائے۔ ایسا حلالہ کرنے کا فعل کرنے والے اور کرانے والے کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون فرمایا ہے۔

حلالہ کرنے والا اسے کہتے ہیں جو اس نیت سے عورت سے ایک رات کے لئے نکاح کرے کہ وہ اس سے صحبت کر کے دوسرے دن طلاق دے کر پہلے خاوند کے لئے حلال کر دے گا۔

یاد رہے کہ دین اللہ نے اتارا ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے یا اللہ کے حکم اور وحی سے اس کے رسول ﷺ کا منصب ہے کہ کسی کام کو حلال کرے یا حرام کرے۔ کسی اُمتی کے لئے ہرگز یہ اجازت نہیں ہو سکتی کہ دین اسلام میں کسی امر کو حرام کرے یا حلال کرے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

(۱) مسند احمد ۱/۴۴۸ و سنن دارمی ۲/۲۱۱ کتاب النکاح باب فی النهی عن التحلیل (۵۳) الحدیث ۲۲۵۸ و ترمذی کتاب النکاح (۹) باب ماجاء فی المحل ...... (۲۸) الحدیث ۱۱۲۰ و نسائی (مجتبیٰ) کتاب الطلاق (۲۷) باب احلال المطلقة ثلاثا و ما فیه من التغلیظ (۱۳) الحدیث و بیهقی ۷/۲۰۸ امام ترمذی ابن قطان ' ابن دقیق (التلخیص الحبیر ۳/۱۷۰) اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے ارواء الغلیل ۶/۳۰۷(۱۸۹۷)

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

"پکڑا انہوں نے (یہود ونصاریٰ) نے اپنے علماء اور مشائخ کو رب' اللہ کے سوا۔"

جب حضرت عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے[1] تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مذکورہ آیت کا مطلب پوچھا کہ عیسائیوں نے اپنے علماء و مشائخ کو کیوں کر رب بنایا تھا۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب وہ (علماء مشائخ) لوگوں کے لئے کسی چیز کو (بلا دلیل صرف اپنی رائے سے) حلال کر دیتے تھے تو لوگ حلال جان لیتے تھے اور جب وہ ان کے لئے کسی چیز کو (بلا دلیل صرف اپنی رائے سے) حرام کر دیتے تھے تو لوگ حرام مان لیتے تھے۔" ...... (ترمذی شریف)

یہود ونصاریٰ کا اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنانے کا یہ مطلب ہوا کہ لوگ ان کے حلال کردہ یا حرام کردہ امور کو مان لیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے دِین میں اپنی مرضی سے چیزوں کو حلال یا حرام کرنا بڑا جرم ہے!

کسی کی جوان لڑکی کو جو مرد بار بار دیکھے یا گلی کوچہ میں اسے دیکھنے کے لئے بار بار جائے تو لوگ اس کو بے حیا اور بدمعاش کہیں گے' اور اگر وہ باز نہ آئے تو شائد جوتے بھی کھائے گا۔ لیکن جب والدین اللہ کے حکم اور رسول رحمت ﷺ کی سُنت کے مطابق اپنی لڑکی کا نکاح کرتے ہیں۔ خوشی خوشی اپنی لڑکی کو ایک مرد (جو پہلے غیر محرم اور اجنبی تھا) کے حوالے کر دیتے ہیں' اب اس مرد اور عورت کا آپس میں ملنا جلنا سب کچھ نیکی اور ثواب بن جاتا ہے...... کیوں؟ اس لئے کہ یہ اللہ کے حکم اور اس کے سچے رسول ﷺ کی سُنت کے ماتحت ہوا ہے۔ دیکھا وہی کام جو پہلے اللہ کی نافرمانی کے سبب بے حیائی اور بدمعاشی تھا۔ اب اللہ کی اطاعت اور رسول رحمت ﷺ کی سُنت کے اوپر عمل کرنے سے نیکی' پرہیز گاری اور معاشرے کی نیک نامی کا موجب بن گیا ہے۔ پس کسی امر کو حلال یا حرام بنانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کام ہے' کسی اور کا نہیں۔

حلالہ بھی ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے کہ یک بارگی تین طلاق دینے والا اگر پھر اس مطلقہ کو بیوی بنانا چاہے تو ایک شب کیلئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دیتا ہے۔ اس غرض سے کہ وہ اس کو خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دے کر پہلے خاوند کے لئے حلال کرے۔ یہ فعل سراسر فرمان رسول ﷺ کے خلاف اور حیاء کے سخت منافی ہے۔ اسی لئے تو حضور ﷺ نے محلل اور محلل لہٗ کو معلون فرمایا ہے۔

لیکن بعض اسلام کی روح کو مجروح کرنے والے ایسے مفتی بھی ہیں جو کہتے ہیں:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ وَطْيِهَا حَلَّتْ لِلْاَوَّلِ﴾ ...... (هدایه)

"پھر اگر حلالہ کرنے والے نے صحبت کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔"

---

(۱) حسن ہے' تخریج حاشیہ نمبر ۵۰ میں گزر چکی ہے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَہ ...... (دارمی. ابن ماجہ)[1]

''کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے' دونوں ملعون ہیں۔''

اِسلام دُنیا میں رحمت کا پیام ہے۔ اِسلام جن کے اُوپر اللہ کی طرف سے نازل ہوا' وہ رحمت للعالمین ﷺ ہیں۔ دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں طلاق دینے کا طریقہ (اشد ضرورت کے وقت) یہ بتایا ہے کہ یکے بعد دیگرے تین طلاقیں تین مہینوں میں دو' اور پہلی دو طلاقوں میں رجوع کا موقع دیا ہے۔ اگر دو ماہ میں رجوع نہیں ہوا تو پھر تیسرے ماہ تیسری طلاق دینے سے عورت کا تعلق پورے طور پر ختم کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے یکبارگی تین طلاق دینے کو قرآن کے ساتھ استہزا فرمایا ہے اور اس کام پر غضبناک ہوئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف)[2]

پھر اگر کوئی نادانی سے بیک وقت تین طلاق دے دے تو حضور اکرم ﷺ نے ان تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا ہے۔

﴿عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة﴾ ...... (صحیح بخاری)[3]

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں' اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو برس میں (یک بارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھی۔''

غور فرمائیں! کہ یک بارگی تین طلاقیں جب ایک طلاق کے حکم میں ہیں اور پھر بہ آسانی نبی رحمت ﷺ کے حکم سے رجوع ہو سکتا ہے تو پھر اس حلالہ کے اِیجاد کرنے کی کیا ضرورت رہی!

پھر سنئیں! کہ کسی شخص کے کہنے پر اس اِیجادی حلالہ کے نزدیک نہ پھٹکیں۔ حضور انور ﷺ نے ﴿لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہ﴾[4] فرمایا ہے۔ کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے...... دونوں معلون

---

(۱) صحیح حدیث ہے' تخریج حاشیہ ۱۰۲ میں گزر چکی ہے' مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث 'ابن ماجۃ' میں نہیں' ہاں البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابن ماجۃ (۱۹۳۵) میں ضرور ہے مگر یہ ضعیف ہے' راجع 'ارواء الغلیل ۶/۳۰۹

(۲) نسائی کتاب الطلاق (۲۷) باب الثلاث المجموعة و ما فیه من التغلیظ (۶) الحدیث ۳۴۳۰ عن محمود بن لبید رضی اللہ عنہ۔ اس کے راوی تو ثقہ ہیں مگر سند میں انقطاع ہے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے 'فتح الباری ۹/۲۹۶ میں اور علامہ البانی نے 'تحقیق مشکوٰۃ ۲/۹۸۱ میں صراحت کی ہے۔

(۳) یہ روایت بخاری میں نہیں' ہاں البتہ مسلم کتاب الطلاق (۱۸) باب طلاق الثلاث (۲) الحدیث (۳۶۷۳)۱۵۔۱۴۷۲ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۴) صحیح حدیث ہے' تخریج حاشیہ نمبر ۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

ہیں۔(ابن ماجہ)

ہمارے پاس آج تک چالیس سے زیادہ ایسے اشخاص آ چکے ہیں۔جنہوں نے کہا کہ وہ یک بارگی تین طلاق دے چکے ہیں اور اب رجوع کرنا چاہتے ہیں' لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ حلالہ کرو پھر نکاح کرو! لیکن اِن کا ضمیر اِس قابل شرم حلالہ کی اِجازت نہیں دیتا۔

ہم نے ان کو رسول رحمت ﷺ کی حدیث میں پناہ دی۔تین طلاقوں کو ایک رجعی قرار دیکر ان کے اجڑے گھروں کو بسایا......اور وہ اِسلام کی خوبیوں کا گُن گاتے اور نبی رحمت ﷺ کے لئے ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾ کہتے ہوئے خوش وخرم ہیں۔

بھائیو! ہم اسی لئے بار بار عرض کرتے ہیں کہ جامد تقلید چھوڑ دو اور امتیوں کی صرف وہ باتیں مانو جو حدیث کے مطابق ہوں اور جو نہ ہوں وہ چھوڑ دو۔اب تھوک دو اس حلالہ کو اور توبہ کرو اس طومار سے جو احادیث سید الکونین ﷺ کے خلاف ہو تحقیق کے اجالے میں آؤ اور شاہراہ ہادی عالم ﷺ پر چل کر قبول رسالت کی ذمہ داریاں پوری کرو۔

بادہ و خونِ جگر بیک کس نہ دہند
کہ بیک دست محال است دو ساغر گیرند

# حدیث کے موافق فقہ سر آنکھوں پر

یہ جو حدیث سے مختلف فقہ کے مسائل آپ نے اوپر ملاحظہ کئے ہیں' مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔کتب فقہ کی چھان بین سے سینکڑوں ایسے مسائل واحکام اور دکھائے جاسکتے ہیں جو احادیث نبوی ﷺ کے خلاف ہیں۔پھر ہمیں چاہیئے کہ کتب فقہ کو قرآن اور حدیث کا درجہ نہ دیں۔بلکہ ان کتابوں کے وہ مسائل قبول نہ کریں جو تاجدار عالم بطحا علیہ السلام کی سنتوں اور حدیثوں کے برعکس ہیں اور جو مندرجات حضرت خیر الوریٰ ﷺ کے فرمودوں کے موافق اور مؤید ہیں انہیں سر آنکھوں پر رکھیں......اور یہی تحقیقی اور تنقیدی اصول رجال اُمت کی تصنیفوں' تالیفوں' تدوینوں' قیاسوں اور اجتہادوں میں کارفرما ہے کیونکہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کوئی بھی اُمت میں تنقید سے بالاتر نہیں ہے۔کوئی بھی غیر نبی معصوم عن الخطا نہیں!

حاشا وکلا......ہمیں کتب فقہ یا ان کے مصنفین ومجتہدین کے ساتھ کوئی بغض وعناد نہیں۔ہم ائمہ دِین کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے لئے اللہ سے رحمتیں مانگتے ہیں۔ہاں ہم ان کو رحمت عالم ﷺ کی عصمت میں شریک کرنے کو تیار نہیں۔رسول پاک ﷺ کا مقام نہیں دیتے۔وحی کا محل نہیں سمجھتے' بھول چوک سے معصوم و پاک تصور نہیں کرتے۔ان کے اقوال وافعال اور اجتہاد وقیاس کو آنکھیں بند کر کے بغیر تحقیق کے ماننے کو تیار نہیں۔

انہیں احادیث وسنن کی روشنی میں لائے بغیر قبول کرنا گوارا نہیں کرتے کہ صرف پیغمبر معصوم ﷺ کی ذات ہی حجت فی الدین ہے۔ ان کے قول وفعل کو ہی بلا چون وچرا ماننے کا حکم ہے۔

## فیصلہ رسول ﷺ سے اعراض کا نتیجہ

تفسیر معالم التنزیل [1] میں ہے کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان (منافق مسلمان) کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلو کہ وہ یہودی عالم ہے ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ یہودی نے کہا کہ حضرت محمد (ﷺ) کے پاس چل کر فیصلہ کرا لیتے ہیں۔

بالآخر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے ﴿فَقَضٰى لِلْيَهُوْدِي﴾ حضور انور ﷺ نے (بیان سنکر) یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ ﴿فَلَمْ يَرْضَ الْمُنَافِقُ﴾ لیکن منافق حضور ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا' اور کہنے لگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو' پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہودی نے سارا حال کہہ سنایا' اور بتا دیا کہ ہم حضرت محمد (ﷺ) سے فیصلہ لے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان (منافق) سے دریافت کیا کہ کیا یہودی ٹھیک کہتا ہے اس نے کہا: ہاں ٹھیک کہتا ہے۔ ﴿فَقَتَلَه﴾ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان (منافق) کو قتل کر دیا اور فرمایا:

﴿هٰذَا قَضَاءُ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

"یہی فیصلہ ہے اس شخص کا جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ (حدیث) پر رضا مند نہیں۔"

### حضرت عمرؓ پر خون کا دعویٰ

پھر اس مقتول کے وارثوں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خون کا دعویٰ دائر کر دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔ اب حضور انور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قاضی ہیں۔ ایک طرف عدالت کے اندر مدعی (مقتول کے وارث) ہیں۔ دوسری طرف مدعی علیہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں' اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر آ گئے:

## حدیث چھوڑ کر قولِ اُمتی کی طرف آنا منافقت ہے

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ

---

(۱) اسے امام ابو حاتم نے 'ابی الاسود' کے مرسل طریق سے روایت کیا ہے اور مسند میں 'عبداللہ بن لھیعہ' راوی ضعیف ہے' تقریب ۱۹۶ حافظ ابن کثیر نے 'تفسیر ۱/۵۲۱ میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

صُدُوْدًا﴾ (پ۵ : ع ٦)

''اور جب کہا جاتا ہے ان (نام کے مسلمانوں منافقوں کو کہ فیصلہ کے لئے) آؤ طرف اس چیز کے جو اتاری ہے اللہ نے (یعنی قرآن) اور طرف رسول ﷺ کے (یعنی حدیث کے) تو دیکھتا ہے تو ان (منافقوں) کو کہ تجھ سے ہٹ ہٹ کہ رہتے ہیں۔ یعنی تجھ سے بچتے' رکتے ہیں۔''

مقتول کے وارثوں کا دعویٰ تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ اللہ نے فرمایا کہ مقتول مسلمان نہیں' منافق ہے اور اس کا نفاق یہ تھا کہ اس نے اپنے لئے ﴿مَا اَنْزَلَ اللّٰہ﴾ قرآن اور حدیث رسول ﷺ کو کافی نہیں جانا...... فیصلہ رسول ﷺ سے اعراض کیا۔ حدیث سے پیچھے ہٹ گیا۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ اس آیت میں حضور انور ﷺ کے حکم سے منہ موڑنے والے کو اللہ نے منافق کہا ہے۔ اس کے اِسلام سے اِنکار کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ مقتول نماز بھی پڑھتا تھا' وہ پیغمبر خدا ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا۔ اس نے حضور ﷺ کی حدیث کو پرے ہٹایا' حدیث چھوڑ کر امتی کے قول کی طرف رخ کیا۔ اس پر اللہ نے اسے منافق کہا گویا اللہ نے یہ فیصلہ دیا کہ عُمر رضی اللہ عنہ نے مسلمان کو نہیں مارا بلکہ ایک منافق کو قتل کیا ہے' اسکا خون ہدر قرار دیا۔

پھر خون کا دعویٰ کرنے والوں کے متعلق اِرشاد خداوندی ہوا۔

﴿فَکَیْفَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ ثُمَّ جَاءُ وْکَ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا﴾ (پ۵ : ع٦)

''پھر کیا ہوا جب پہنچی ان کو مصیبت اپنے کرتوت کی وجہ سے' (کہ فیصلہ رسول ﷺ نہ مانا) پھر آتے ہیں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے کہ بخدا ہماری غرض تو سلوک اور میل ملاپ کی تھی۔''

یعنی مقتول کے وارث حضور ﷺ سے کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس آپ کے حکم کی اپیل لے کر نہیں گئے تھے۔ بلکہ اس خیال سے گئے تھے کہ حضرت عمرؓ ہم سب کی آپس میں صلح کرا دیں گے۔ اللہ نے اِرشاد فرمایا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَعِظْھُمْ وَقُلْ لَّھُمْ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا﴾ (پ۵ : ع٦)

''یہ لوگ (منافق) ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو (نفاق) ان لوگوں کے دلوں میں ہے۔ پھر منہ پھیر لے ان سے (اے پیغمبر ﷺ) اور نصیحت کر ان کو (کہ نفاق چھوڑ دو) اور کہہ ان سے ان کے حق میں بات اثر کرنے والی۔''

## حدیث کے مقابلہ میں قول پر عمل کرنے والے

یعنی یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس صرف صلح سلوک اور میل ملاپ کی خاطر گئے تھے'

جھوٹ کہتے تھے۔ یہ منافق ہیں، بے ایمان ہیں، دراصل انہیں (اے میرے پیارے رسول ﷺ) تیرا فیصلہ پسند نہ آیا، تیرا فرمان نہ بھایا۔ انہوں نے تیرے ارشاد سے منہ موڑا، حدیث چھوڑ کر قول پر عمل کرنے لگے تھے۔ اللہ ان کی منافقت کو خوب جانتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ پر ان کا دعویٰ، استغاثہ نہیں چل سکتا، ان سے منہ پھیر لے، ان کو اپنی عدالت سے نکال دے کہ تیری حدیث کو رد کرنے والے ہیں۔ دور کر دے ان کو، کہ تیرے ارشاد پر ناخوش ہیں، دفع کر انہیں اپنے حضور سے کہ مسلمان کہلا کر تیرا حکم ٹالنے والے ہیں۔ حدیث کی موجودگی میں عمر رضی اللہ عنہ کا قول چاہتے ہیں۔

﴿یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا﴾

''تیرے فیصلے سے رک رک رہتے ہیں۔'' ہاں، ہاں! یہ منافق ہیں۔ بے ایمان ہیں۔

## فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

﴿حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ ...... (پ۵ : ع٦)

''پس قسم ہے تیرے رب کی! (اے پیارے رسول) نہیں ایمان لائیں گے یہاں تک کہ حاکم بنائیں تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں، پھر تیرے فیصلے سے اپنے جیوں میں (کچھ بھی) تنگی نہ پائیں اور دل و جان سے مان لیں۔''

یعنی یہ کلمہ پڑھنے والے، مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے: نمازی، حاجی، زکوٰتی، روزہ دار، تہجد گزار، پرہیز گار، اپنے دین و دنیا کے تنازعوں، مسائل کے جھگڑوں میں جب تک تجھے اپنا حکم، منصف اور قاضی نہ بنائیں گے۔ تیرے حکم، فیصلے، سنت اور حدیث سے اپنے اختلافات ختم نہ کریں گے۔۔۔ تیرے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کریں گے، ہرگز مومن نہ بنیں گے۔ مسلمان نہ ہوں گے، چاہے ہزار بار کہیں ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ اگر سنت سے سر کیں گے، اعراض کریں گے...... حدیث کے مقابلہ میں اُمتیوں کے اقوال چاہیں گے۔ ﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ مجھے تیرا رب ہونے کی قسم! یہ مسلمان نہیں!

### فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ کا انتباہ

مسلمانوں کو یہ پڑھ کر لرز جانا چاہیے کہ سرورِ عالم ﷺ کا حکم سن کر، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرنے پر اللہ نے ان کو منافق کہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قول پر عمل کرنے کے خواہشمند کو موت کے گھاٹ اتار دیا، غور فرمائیں کہ حضور ﷺ کا فیصلہ حدیث ہی تھا نا! اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ چاہنا، حدیث چھوڑ کر امتی کے قول پر عمل کرنا ہی ہوا۔ پھر ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا؟ جو جناب سرورِ کائنات ﷺ کی

حدیثیں چھوڑ کر مقابلہ میں اقوال رجال پر عمل کرتے ہیں۔ فیصلہ رسول ﷺ ترک کر کے دانستہ امام کے قول کو اپناتے ہیں۔ کیا اس صورت حال پر ﴿یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا﴾ کی زد نہیں پڑتی۔ اس خرمن عمل کو ﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ کی بجلی جلا کر راکھ سیاہ نہیں کر دیتی

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر!
کہ زھر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

# حضرت اِمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

## اِمام صاحبؒ کا مختصر حال

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت خلیفہ عبدالملک بن مروان بن الحکم کا عہد تھا۔ آپ کے دادا زوطی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے عہد خلافت میں اِسلام قبول کیا آپ کے والد ثابت اِسلام میں پیدا ہوئے۔

آپ نساج تھے (رحمۃ اللہ علیہ)[1] ریشمی پارچہ بافی کا بہت بڑا کارخانہ آپ کے گھر میں تھا اور پشت ہا پشت سے کپڑے کی تجارت کا یہ کام آپ کے خاندان میں ہوتا چلا آتا تھا۔ شروع شروع میں آپ بھی اپنے آبائی پیشے میں مصروف رہے۔ حلال کی روزی کما کر کھائی آپ کی گھٹی میں تھی مشکوک لقمہ تک آپ کے پیٹ میں نہیں گیا۔

## تعلیم کا دور

اللہ تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہے تو اس کی طبیعت میں اِس کا رجحان و میلان پیدا کر دیتا ہے۔ آپ کی طبیعت نے یک لخت پلٹا کھایا اور آپ تحصیل علم کی طرف مائل ہوگئے۔ حافظہ بلا کا تھا۔ طبیعت علم کو ایسے جذب کرتی گئی جیسے آگ پانی کو۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی توفیق اور اس کا فضل آپ کے شامل حال تھا اس کو منظور تھا کہ انہیں دُنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے زمانے کا مجتہد بنائے۔

آپ کی پیدائش کے ایام میں کئی اصحاب زندہ تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بصرہ میں، حضرت عبداللہ بن ابی

---

(۱) حضور انور ﷺ فرماتے ہیں: ﴿مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ﴾ (بخاری) (بخاری کتاب البیوع (۳۴) باب کسب الرجل و عمله بیده (۱۵) الحدیث ۲۰۷۲ عن المقداد بن اسود رضی اللہ عنہ)

"نہیں کھایا کسی نے کوئی کھانا بہتر اس سے کہ کھائے اپنے ہاتھ کے کسب سے۔ اور تحقیق اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کھاتے تھے اپنے ہاتھوں کے عمل سے۔" حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے لوہے کی زرہ بنا کر بیچتے تھے اور یہ کمائی کھاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ دستکاری انبیاء کی سُنت ہے۔

اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ میں، سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ مدینہ میں، اور ابو طفیل رضی اللہ عنہ مکہ میں موجود تھے۔ آپ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی روایت نہیں لی۔ (۱) جب آپ کا توسنِ ذوق تحصیل علم کے صحرا میں دوڑنے لگا تو اس وقت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، اس لئے آپ کا علم تابعین رحمہم اللہ کا مرہون منت ہے۔ آپ نے فقہ کا علم حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے حاصل کیا اور حدیث عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، ابو اسحاق رحمہ اللہ، محمد بن منکدر رحمہ اللہ، ہشام بن عروہ رحمہ اللہ، نافع مولا ابن عمر وغیرہم سے سماعت کی، امام مالک رحمہ اللہ سے بھی آپ کی سماعت حدیث ثابت ہے۔

آپ کی طبیعت کی صفائی، پاکیزگی اور ذہن کی رسائی مشہور تھی، دماغ بڑا موزوں، حافظہ بلا کا اور قوت استدلال بہت زبردست تھی۔۔۔ تائید ایزدی سے آپ علم کی معراج کو پہنچ گئے۔ آپ کے ہمعصر لاینحل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی۔ آپ کے شاگرد امامت علم کے مرتبوں کو پہنچ گئے، جن میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ بہت مشہور ہیں۔

## پسندیدہ اخلاق

آپ بڑے عابد، زاہد، خدا ترس، متقی، پرہیزگار تھے، دِل ہر وقت خوف الٰہی سے لبریز رہتا تھا۔ اللہ کے حضور ﷺ تضرع کرتے رہتے اور بہت کم بولتے تھے۔ بڑے سلیم الطبع، بلند اخلاق، پسندیدہ طبیعت، منکسر مزاج، ملنسار، بردبار، عالم باعمل اور فرشتہ خصلت اِنسان تھے۔ تقویٰ اور خوف خدا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دیانت آپ کی مسلم تھی۔

(۱) امام اعظم رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے کوئی روایت نہیں لی۔ غور کریں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ میں وہ آخری صحابی ہیں جو ۸۶ھ میں فوت ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ ۸۰ھ کو پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی عمر چھ برس کی ہوگی۔ ان سے پڑھنے یا روایت لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور حضور ﷺ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخری صحابی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ ہیں جو مکہ شریف میں ۱۰۰ھ میں بہشت کو سدھارے۔ ان سے حدیث سننا تو درکنار، حضرت امام صاحب کی ان سے ملاقات تک نہ ہوئی۔ حضرت علامہ شبلی رحمہ اللہ سیرت النعمان میں صاف لکھتے ہیں: صاف بات یہ ہے کہ امام رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک روایت بھی کی ہوتی تو سب سے پہلے تلامذہ خاص اس کو شہرت دیتے۔'' ایسا ہی تاریخ ابن خلکان میں بھی ہے کہ امام صاحب کی نہ کسی صحابی سے ملاقات ہوئی اور نہ کسی صحابی سے روایت ہی کی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی، تقویٰ، علم و فضل اور جلالت شان اپنی جگہ پر درست اور مسلم ہے لیکن خواہ مخواہ عقیدت کی رو میں بہہ کر خلاف واقعہ باتیں ان کے حق میں گھڑ کر فرضی مرتبے قائم کرنا درست نہیں۔ یہ بات بھی آپ کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر ان کے حق میں دُعا کی تھی حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں فوت ہوئے اور امام صاحب رحمہ اللہ ان کی وفات کے چالیس سال بعد ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ افسوس! خوش فہم لوگ بزرگوں کی فرضی شان قائم کرنے کے لئے کیسے کیسے افسانے تراشتے ہیں۔

## زہد و تقویٰ

دُنیا آپ کے پیچھے پڑی لیکن آپ دُنیا سے ہمیشہ بھاگا کرتے۔ خلیفہ ابوجعفر منصور آپ کو کوفہ سے بغداد لے گیا اور وہاں لے جا کر آپ کے سامنے قضاۃ پیش کی۔ آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے اِنکار کر دیا حتیٰ کہ قاضی نہ بننے پر قسم کھالی۔ خلیفہ منصور نے بھی کہا کہ بخدا آپ کو قاضی بنا کے چھوڑوں گا۔

اس سلسلہ میں خلیفہ کے دربان ربیع بن یونس نے کہا: نعمان بن ثابت سوچئے! امیر المومنین نے آپ کو عہدہ دینے کی قسم کھالی ہے۔۔۔ آپ نے جواب دیا: ربیع بن یونس! سنو خلیفہ اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ خلیفہ نے یہ سُن کر آپ کو قید کر دیا۔ بار بار آپ کے آگے قضاۃ پیش کی۔ ہر بار آپ نے اِنکار ہی کیا' اور خلیفہ کو فرمایا: اللہ سے ڈر! اور یہ قضاۃ کی امانت کسی اہل کو سونپ! تیرے دربار میں کئی اس منصب کے لائق ہیں۔ اگر تو مجھے دریا میں ڈبو دے گا پھر بھی قضاۃ قبول نہیں کروں گا' کیونکہ میں اس کے لائق نہیں ہوں۔ خلیفہ نے کہا: آپ جھوٹ کہتے ہیں' آپ قضاۃ کے ضرور لائق ہیں۔ آپ نے جواب دیا ﴿حَكَمْتَ لِيْ عَلٰى نَفْسِكَ﴾ آپ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اب تو میں کسی صورت قضاۃ کے لائق نہیں کیونکہ جھوٹا قاضی نہیں ہو سکتا۔

پھر ایک دفعہ حاکم عراق نے آپ کے آگے کوفہ کی قضاۃ پیش کی آپ نے بدستور اِنکار کیا۔ اس پر یزید بن عمرو نے آپ کو ہر روز دس بید کی سزا دینی شروع کر دی اور ایک سو دس بید لگوائے' پر آپ نے قاضی بننا منظور نہ کیا۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کس درجہ باخدا نیک' متقی' خدا ترس اور خشیت ایزدی سے لرزہ براندام رہنے والے اِنسان تھے۔ کیا ان سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ انہوں نے دانستہ حدیث کے خلاف قیاس اور آراء کے دفتر تیار کیے ہوں۔ ہرگز نہیں!

## امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

آپ وصیت فرماتے ہیں:

﴿لَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ لَّمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ اَنْ يُّفْتِيَ بِكَلَامِيْ﴾ (تفسیر مظھری' یواقیت الجواھر)

''جو شخص میری دلیل نہ جان لے اس کو سزاوار نہیں کہ میرے کلام سے فتویٰ دے۔''

''یعنی بلا دلیل میری کوئی بات نہ مانو اور نہ اس سے فتویٰ دو۔''

## امام صاحب کا مذہب

آپ فرماتے ہیں:

﴿إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ﴾

''جب حدیث صحیح (ثابت) ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

گویا آپ نے صاف کہہ دیا کہ "میں اہلحدیث ہوں۔" نیز حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی زبان سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مذہب ہے کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔"

کسی نے سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ تم اہل حدیث کیسے ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اہل حدیث بنایا۔ (حدائق الحنفیہ)

## کتاب وسنت کیخلاف میرا قول چھوڑ دو!

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَّ کِتَابُ اللّٰهِ یُخَالِفُه فَاتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِکِتَابِ اللّٰهِ. فَقِیْلَ اِذَا کَانَ خَبَرُ الرَّسُوْلِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَالِفُه قَالَ اتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ فَقِیْلَ اِذَا کَانَ قَوْلُ الصَّحَابَه یُخَالِفُه قَالَ اتْرُکُوا قَوْلِیْ بِقَوْلِ الصَّحَابَه﴾ (روضة العلماء)[1]

"جب میرا قول قرآن مجید کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔ آپ سے پوچھا گیا: جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا چھوڑ دو۔ پھر سوال ہوا: اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کے خلاف ہو؟ فرمایا: پھر بھی چھوڑ دو۔"

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب حدیث کے مطابق ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾ ہی تھا۔ یعنی جس راہ (قرآن اور حدیث) پر حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم چلتے تھے...... امام صاحب رحمہ اللہ بھی اسی راستے پر گامزن تھے۔ پھر تمام حنفی بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ بھی امام صاحب کے اِرشاد کے مطابق امام صاحب رحمہ اللہ کا راستہ...... قرآن اور حدیث اِختیار کریں' بلا دلیل اقوال پر نہ چلیں...... یہ راہ امام نہیں ہے!

## دلیل سے عمل کرو!

﴿اِنْ تَوَجَّهَ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِه﴾ (در مختار مصری جلد اول)

"اگر تم کو (قرآن اور حدیث) سے دلیل مل جائے تو اسی پر عمل کرو اور اسی سے فتویٰ دو۔"

غور کریں! کہ امام صاحب رحمہ اللہ تاکید فرماتے ہیں کہ جب دلیل یعنی قرآن و حدیث مل جائے تو اسی پر عمل کرو۔ پھر برادران احناف کو چاہیئے کہ وہ قرآن اور حدیث پر بالراست عمل کریں کہ یہی امام صاحب کی فرماں برداری ہے۔

---

(۱) تقلید کی تعریف ہے امام کے قول بلا دلیل کو قبول کرنا۔ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بلا دلیل قول سے فتویٰ دینا حرام ہے پھر مقلد بھائیوں کو امام صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق مدلل اقوال کو ماننا اور ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو متعصب اور ضدی لوگ بلا دلیل اقوال پر اڑتے ہیں۔ ان کو امام صاحب کے حکم کے مطابق یہ روش چھوڑ دینی چاہیئے۔ ورنہ وہ امام صاحب کی نافرمانی کرنے والے

## بلا دلیل فتویٰ دینا حرام ہے!

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

﴿حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیَ بِکَلَامِیْ﴾ (میزان شعرانی)

"جس شخص کو میرے قول کی دلیل (قرآن وحدیث) سے معلوم نہ ہو...... اسے میرے کلام کے ساتھ فتویٰ دینا حرام ہے۔"

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ محض ان کے اقوال...... بلا دلیل پر نہ عمل کرنا چاہئے' اور نہ ہی اس سے مسئلہ بتانا چاہئے۔ ہاں جب ان کا قول مدلل ہو۔ سند کے ساتھ ہو۔ قرآن وحدیث کی دلیل سے ہو تو پھر قابل عمل بھی ہے اور قابل تبلیغ بھی۔ حنفی بھائیو! امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سن رہے ہو! پھر کسی کے کہنے پر امام صاحب کا قول بلا دلیل نہ ماننا کہ اس میں امام صاحب کی نافرمانی ہے!

## قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حکم

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگرد قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیتے ہیں:

﴿لَا تَرْوِعَنِّیْ شَیْئًا فَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مُخْطِئٌ اَنَا اَمْ مُصِیْبٌ﴾ (تاریخ بغداد امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ)

"(ابو یوسف میرے شاگرد)! میری روایت سے مسائل بیان نہ کرنا بخدا میں نہیں جانتا کہ میں نے درست مسائل بیان کئے ہیں یا غلط۔"

جہاں حدیث نہیں ملی وہاں امام صاحب نے اپنے اجتہاد (رائے) سے مسئلہ بتایا ہے' لیکن ساتھ ہی تاکید کر دی کہ میری رائے یا قول سے مسائل بیان نہ کرو' ہوسکتا ہے کہ اجتہاد میں غلطی کر جاؤں۔ رحمت ہو اللہ کی امام صاحب پر' کتنا ڈر ہے اللہ کا دین کے بارے میں۔

﴿اِیَّاکُمْ وَالْقَوْلَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ بِالرَّاْیِ وَ عَلَیْکُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ﴾ (فتوحات)

"لوگو! اللہ کے دین میں رائے' قیاس کرنے سے بچو اور حدیث کی تابعداری کرو۔ اگر سُنت کا اتباع چھوڑ دیا۔ تو گمراہ ہو جاؤ گے۔"

## ...یث اور آراء رجال

حضرت امام صاحب فرماتے ہیں:

﴿ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اٰرَاءِ الرِّجَالِ﴾ (عقود الجواهر)

"میرے نزدیک ضعیف حدیث اقوال رجال سے زیادہ محبوب ہے۔"

غور کریں کہ امام صاحب رحمہ اللہ حدیث کے کتنے شیدائی ہیں کہ ضعیف حدیث تک کو آراء رجال سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ شمع حدیث کے پروانہ ہیں۔۔۔ لیکن افسوس جو صحیح حدیث کو چھوڑ کر اقوال رجال کو لیتے ہیں، وہ کتنے حق سے دور ہیں۔ ہم حنفی علماء کی خدمت میں بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو حدیث پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں، کتب فقہ کی بجائے صحاح ستہ پر زور دیں!

## حدیث سر آنکھوں پر

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿مَا جَاءَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِالرَّاسِ وَالْعَيْنِ ......﴾ (ظفر الامانی)

"جو کچھ حدیث شریف سے ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر ہے۔"

اِمام صاحب کے اس اِرشاد کو سن کر ہر حنفی بھائی کا فرض ہے کہ وہ کہہ دے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی میرا مذہب ہے، حدیث میرے سر آنکھوں پر ہے اور پھر وہ عمل کے لئے صرف حدیث ہی تلاش کرے اقوال رجال کے درپے نہ ہو۔ جب حدیث مل گئی تو قول کی کیا ضرورت ہے؟

## اِمام صاحب کا طریق عمل

جزء تاریخ بغداد للخطیب میں ہے۔

﴿اِذَا وَرَدَتْ عَلَيْهِ مَسْئَلَةٌ فِيْهَا حَدِيْثٌ اِتَّبَعَه اَوْ كَانَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ﴾

"جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس کوئی مسئلہ آتا، اور اس کے بارے میں صحیح حدیث ہوتی تو آپ حدیث کی پیروی کرتے۔۔۔ ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ کی۔"

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب حدیث تھا۔ ان کا عمل ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾ پر تھا۔ پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب حنفی ہے۔ بھائیو! سوچو کہ حنفی مذہب کہاں سے آ گیا؟ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تو اپنا مذہب حدیث بتائیں اور خود اپنا کوئی مذہب جاری نہ کریں بلکہ حکم دیں کہ حدیث سر آنکھوں پر رکھو۔ پھر امام صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق آپ کا مذہب حدیث ہی ہونا چاہئے۔ عمل کے لئے صرف کتاب و سنت کو کافی جانیں۔

دیکھئے! حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مجموعہ فتاویٰ" میں فرمایا:

"مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا۔"

جب مسلمان ہونے میں حنفی ہونا شرط نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ حنفی ہونا اسلام کا حکم نہیں، بغیر حنفی ہوئے اور

کہلائے بھی مسلمان سولہ آنے مسلمان ہے! کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ حنفی، شافعی وغیرہ قطعاً نہ تھے اور سب مقرب بارگاہ ایزدی تھے۔ ان کا عمل صرف کتاب وسنت پر تھا۔

## گھڑے ہوئے مسائل

ان تصریحات کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن اور حدیث کے عامل تھے۔ پھر کیا یہ ان سے ہوسکتا ہے کہ ان کے اقوال حدیث کے خلاف ہوں؟ یعنی انہوں نے دانستہ حدیث سے اختلاف کیا ہو؟ ہرگز نہیں! اور یہ جو فقہ کے اندر بے شمار مسائل واحکام حدیث سے مختلف ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہیں' بلکہ بعد کے لوگوں کے گھڑے ہوئے ہیں اور جبراً امام صاحب کے ذمہ لگا دیئے ہیں۔ لاکھوں رحمتیں ہوں امام صاحب پر'انہوں نے حدیث پاک کو ہی اپنا مذہب بنایا' حدیث کے مل جانے پر اپنی رائے کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں جانا۔ ڈر ڈر کر' بچ بچ کر' بڑی اِحتیاط سے مسائل بتائے اور پھر تاکید پر تاکید کی کہ اگر یہ حدیث کے خلاف ثابت ہو جائیں تو انہیں دیوار پر دے مارنا اور حدیث پر عمل کرنا......

پھر افسوس ان علماء پر جو زبردستی فقہ کی کتابوں کے خلاف حدیث مسائل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے لوگوں میں بیان کرتے ہیں اور پھر تقلیدی رنگ میں انہیں ماننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے زور دیتے ہیں...... اگر کوئی کہے کہ فلاں مسئلہ حدیث سے مختلف ہے تو حنفی بھائیوں کو یہ تعلیم دے رکھی ہے کہ تم اسی قول پر جمے رہو' اِدھر اُدھر جاؤ گے تو غیر مقلد ہو جاؤ گے۔ استغفر اللہ! حدیث سے مختلف (امام کے فرضی) قول کو اپنانے اور حدیث سے بے اعتنائی برتنے کو کہا جاتا ہے کہ یہ تابعداری ہے حضرت امام صاحب کی؟ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا ہے کہ میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو"!

## ھدایہ کے مصنف کا زمانہ

جس طرح قرآن کے بعد اصح الکتاب صحیح بخاری مسلم ہے: اسی طرح احناف میں ھدایہ کا درجہ ہے کہ ہدایہ میں ہی لکھا ہے کہ ﴿إِنَّ الْهِدَايَةَ كَالْقُرْانِ﴾ کہ "ہدایہ مثل قرآن کے ہے۔" اس ھدایہ کے خلاف حدیث احکام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگائے گئے ہیں' حالانکہ ھدایہ امام صاحب سے صدیوں بعد لکھی گئی ہے۔ حضرت علی بن ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ ہدایہ کے مصنف ہیں۔ آپ کا لقب: برہان الدین اور کنیت ابوالحسن ہے۔ ۸ ماہ رجب ۵۱۱ھ سوموار کے دن عصر کے بعد پیدا ہوئے۔ آپ مرغنیاں کے باشندہ تھے اور ۱۴ ذی الحجہ ۵۹۳ھ منگل کی رات کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور سمرقند کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

آپ نے ہدایہ کی تالیف ۵۷۳ھ میں شروع کی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ گویا ہدایہ کا نام لوگوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چار سو تئیس برس بعد سنا۔ اس ہدایہ میں کتب حدیث کے راویوں کی طرح

سلسلہ روایت نہیں ہے کہ فلاں مسئلہ جو حضرت امام صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔اس کا کیا ثبوت ہے؟بس یونہی لکھ دیا گیا ہے۔

﴿ما یتخذ من الحنطة و الشعیر و العسل و الذرة حلال عند ابی حنیفه و لا یحد شاربه عندنا و ان سکر منه﴾

''گیہوں' جو' شہد' جوار کی شراب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے اور اس کے پینے والے کو امام صاحب کے نزدیک حد بھی نہیں مارنی چاہئے خواہ اسے نشہ بھی چڑھ جائے۔''

## امام صاحب بری الذمہ ہیں!

جس طرح اس مسئلہ کی حلت زبردستی ساڑھے چار سو برس کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ کے ذمہ لگائی گئی ہے' اسی طرح تمام خلاف حدیث اقوال و احکام بھی جبراً امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ ان منسوبات سے بری الذمہ ہیں۔پھر کہا جاتا ہے کہ تقلید نہ کرنے والے امام صاحب کا ادب نہیں کرتے۔۔۔خوب! مخترعات کا الزام دور کرنے والے امام صاحب کے بے ادب ہیں اور جو یہ کہتے ہیں ﴿حَلاَلٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیفَةَ﴾ وہ امام صاحب رحمہ اللہ کا ادب کرنے والے ہیں؟ انصاف! انصاف!!

بھائیو! جامد تقلید ترک کردو اور امام صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کو پڑھو:

﴿اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ﴾

''صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔''

پس آپ بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق اپنا مذہب حدیث اختیار کرلو۔اہلحدیث ہو جاؤ کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ بھی مذہب اہلحدیث رکھنے کے سبب اہلحدیث تھے۔

یہ جو ہم نے تقلید اور فقہ کے احکام و مسائل پر اتنی لمبی نظر کی ہے......اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ مسلمان بھائی امتیوں کے کورانہ بندھنوں سے آزاد ہو کر براہ راست رسول کریم ﷺ کی تابعداری میں لگ جائیں صرف سبیلِ رسول ﷺ پر چلیں۔فرقہ بندی سے بال بال بچ کر صرف سرور رسولاں ﷺ کے اقوال کو ایمان کی جان سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمیں یہی حکم دیا ہے: ﴿وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ سبیلِ رسول ﷺ پر چلنے والا ہی اللہ کا حکم بردار ہے۔

## اِمام ابوحنیفہؒ کی کوئی کتاب نہیں ہے!

اِمام صاحب رحمہ اللہ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں کہ انہوں نے اس ڈر سے کوئی کتاب نہیں لکھی۔کوئی تصنیف اپنے پیچھے نہیں چھوڑی۔کہ لوگ ان کا مذہب نہ بنالیں' ان کے نام سے کوئی فرقہ پیدا نہ کرلیں۔چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ

نے مناقب الشافعی میں تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی!

(سیرت النعمان از شبلی نعمانی رحمہ اللہ ص ۶۷)

حضرت مولانا شبلی رحمہ اللہ سیرت النعمان میں تحریر فرماتے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے۔ (۱)

بلاشبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحب رحمہ اللہ کی کوئی تصنیف موجود نہیں۔...... (سیرت النعمان از شبلی نعمانی رحمہ اللہ ص ۶۹)

غور کریں کہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دُنیا میں کوئی تالیف' کوئی تصنیف' کوئی کتاب نہیں ہے تو پھر حنفی مذہب کہاں سے آ گیا؟ اور اس مذہب کا اختیار کرنا کیونکر واجب ہو گیا جبکہ علماء احناف کے فتوے بھی موجود ہیں...... کہ مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا"۔۔۔ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی)

ملا علی قاری حنفی شرح عین العلم میں لکھتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى مَا كَلَّفَ اَحَدًا اَنْ يَّكُوْنَ حَنَفِيًّا اَوْ شَافِعِيًّا اَوْ مَالِكِيًّا اَوْ حَنْبَلِيًّا﴾

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہرگز یہ تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی بنیں"...... (معیار الحق)

جب احناف کرام کے فتاویٰ موجود ہیں کہ اللہ نے حنفی' شافعی وغیرہ ہونے کی تکلیف نہیں دی تو پھر اور کس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حنفی وغیرہ بننے کی تکلیف دے؟ کیا ایسا کرنا دِین میں زبردستی نہیں ہے؟ مذاہب اربعہ سے پہلے تین چار سو سال کے لوگ تو حنفی' شافعی وغیرہ نہ تھے۔ پھر ان کی مسلمانی پر کوئی حرف آ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ نیک' پارسا اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

افسوس! جس امر سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ڈرتے تھے' وہی کام لوگوں نے کر دکھایا کہ ان کے نام سے حنفی مذہب بنا لیا...... فقہ کا طومار بنا کر ان کے ذمے لگا ہی دیا۔ مسلمان بھائیو! سیدھے کتاب وسُنت پر عمل کرو۔ اہل سُنت' اہل حدیث بن کر زندگی گزارو اور آپس میں محبت اور اِتفاق رکھو!

## وفات حسرت آیات

ستر برس کی عمر میں یہ علم وفضل اور عمل وتقویٰ کا آفتاب غروب ہو گیا' ۱۵۰ھ میں بغداد کے قید خانے میں

---

(۱) بعض مسند امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ان کی تصنیف کہتے ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ دراصل وہ مسند خوارزمی ہے جو ساتویں صدی ہجری میں جمع کی گئی ہے۔ اور حضرت امام صاحب دوسری صدی میں وفات پا گئے تھے۔ پھر یہ کس طرح امام صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ مسند امام اعظم رحمہ اللہ جو بالفعل مشہور ہے۔ یہ قاضی القضاۃ ابوالموید محمد بن محمود الخوارزمی کی تالیف ہے۔ جو اس نے ۶۷۴ھ میں جمع کی تھی۔

جان...... جان آفریں کے سپرد کردی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جنازے پر پچاس ہزار مسلمان حاضر تھے۔ بیس روز تک لوگ آپ کی قبر منورہ پر جنازہ پڑھتے رہے اور آپ کے لئے مغفرت کی دُعائیں مانگتے رہے۔ خداوندا...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روح پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسا...... اور احناف کرام کو ان کے اِرشاد ﴿اذا صح الحدیث فھو مذھبی﴾ کے مطابق مذہب حدیث نصیب کر! انہیں اہلحدیث بنادے! (آمین)

## فقہ پر علیٰ وجہ البصیرت عمل کریں

قرآن مجید وحی ہے اور صحیح حدیث بھی وحی ہے۔ یہ دونوں چیزیں غلطیوں سے مبرا ہیں' باقی رہا کلام رجال تو وہ صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ سچ فرمایا اِمام مالک رحمہ اللہ نے:

﴿مَامِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَمَاخُوْذٌ مِنْ کَلَامِهٖ وَمَرْدُوْدٌ عَلَیْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.
(معیار الحق).

''دُنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کی بعض باتیں درست اور بعض درست نہ ہوتی ہوں۔ پھر اچھی باتیں لے لی جاتی ہیں اور بری باتیں چھوڑ دی جاتی ہیں سوائے حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے کہ حضور ﷺ کی سب باتیں سچ' حق' درست اور سب کی سب مان لینے کے ہی قابل ہیں۔''......

(انصاف از شاہ ولی اللہ بحوالہ معیار الحق)

فقہ الہامی نہیں ہے' وحی نہیں ہے کہ قرآن حدیث کی طرح مان لی جائے بلکہ اس کلام رجال کو پرکھ کر مانا جائے گا جو قرآن حدیث کے مطابق ہے' مان لیں گے اور جو مطابق نہیں ہوگا اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر ہم کچھ باتیں فقہ کی آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں' غور فرمائیں۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہیں۔ آپ اپنی مایہ ناز کتاب ''سیرۃ النعمان'' میں حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو کہ اِیمان اور عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ صحیح ثابت کرنے کے لئے ایک آیت ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

﴿من یومن باللہ فیعمل صالح﴾ حرف تعقیب آیا ہے: جس سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ (سیرۃ النعمان)

آپ سارے قرآن کی ورق گردانی کیجئے' حافظوں کو پوچھ دیکھئے' آپ کو ﴿من یومن باللہ فیعمل صالحا﴾ آیت (معاذ اللہ) نہیں ملے گی۔

علامہ شبلی رحمہ اللہ اتنی بڑی شخصیت! کیا کہیں یہ ان سے کیا ہوا۔ افسوس! بعد کے لوگ ان کی کتاب سے اتنی بھاری غلطی کو درست بھی نہیں کرتے۔ فقہ کی چوٹی کی کتاب ھدایہ جس کے متعلق کہا گیا ہے الھدایہ کالقرآن کہ ہدایہ

قرآن کی مانند ہے۔" اس ہدایہ میں کتاب الصلوٰۃ باب الامامتہ میں ایک حدیث یوں نقل کی گئی ہے۔

﴿لقوله عليه السلام من صلى خلف عالم تقى فكانما صلى خلف النبى﴾ ......

جس نے متقی عالم کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کی اسے اتنا اجر ملے گا' جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں پڑھنے کا۔"

(ہدایہ کتاب الصلوٰۃ)

یہ کوئی حدیث نہیں' رسول اللہ ﷺ پر بہتان ہے! ایک اور موضوع حدیث ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

﴿ان آدم افتخربى و انا افتخر برجل من امتى اسمه' نعمان و كنية ابو حنيفه هو سراج امتى﴾ ...... (در مختار)

"آدم کو میری ذات پر فخر ہے اور مجھے اپنے ایک امتی کے سبب فخر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے جو کہ میری اُمت کا چراغ ہے۔" (از نتائج التقلید)

غور فرمائیں! کہ یہ بھی کوئی حدیث نہیں۔ حضور ﷺ پر بہتان ہے۔ آخر یہ سب کچھ بھی کتب فقہ میں ہے۔ اور دیکھیں۔ ہدایہ مایوجب القضاء والکفارہ میں اعرابی کی کفارہ والی حدیث کا ذکر کرتے ہوئے مصنف ہدایہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے ہیں۔ ولا یجزی احدا بعدک (نتائج التقلید ص ۷۷)

گویا رسول اللہ ﷺ کی حدیث مذکورہ میں الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔ یعنی آپ کے ذمہ لگا دیئے ہیں' کتنی جسارت ہے!

توضیح تلویح جو اصول فقہ حنفیہ کی چوٹی کی مشہور درسی کتاب ہے اس میں یہ مشہور موضوع حدیث صحیح بخاری کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

﴿بلفظ يكثر لكم الاحاديث من بعدى فاذا روى لكم حديث فاعرضوه على كتاب الله الحديث﴾

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد لوگ بہت سی من گھڑت حدیثیں بیان کریں گے' پس جب تمہارے پاس کوئی حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن شریف پر پیش کرنا۔"

افسوس! اس بہتان علی الرسول کو کتب فقہ میں حدیث رسول ﷺ لکھا گیا ہے' اور پھر کہا گیا ہے۔ وایراذ البخاری ایاہ فی صحیحہ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حالانکہ صحیح بخاری میں قطعاً نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ کتب فقہ میں یقیناً غلطیاں ہیں۔

دیکھئے! یہ ہے ہمارے سامنے اصول شاشی مایہ ناز درسی کتاب اصول فقہ حنفیہ کی اس میں بھی مذکورہ موضوع

حدیث کو حدیث لکھا گیا ہے۔

﴿قال علیه السلام تکثر لکم الاحادیث من بعد فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فما وافق فاقبلوه و ماخالف فردوه﴾

(اصول شاشی ص۲۶۹ مطبع فاروقی دہلی)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد لوگ کثرت سے جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے۔ پس جب تمہارے پاس میری حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن پر پیش کرو اگر موافق ہوئی تو قبول کر لینا' ورنہ چھوڑ دینا۔''

پھر آگے لکھا ہے کہ اگر کوئی اس حدیث کی صحت پر اعتراض کرے تو اس کا جواب یہ ہے:

﴿فالجواب عنه ان امام محمد بن اسماعیل البخاری اوردهذا الحدیث فی کتابه و هو امام هذه الصنعته فکفی به دلیلا علی صحة ولا تلتفت الی طعن غیره بعده کذا فی شرح اصول البزروی﴾ (اصول شاشی ص ۲۶۹)

حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور وہ علم حدیث کے امام ہیں۔ پس یہی دلیل ہے اس حدیث کی صحت پر۔ اس کے بعد (کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے) کسی کے طعن کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور ایسا ہی ہے شرح اصول بزوری میں۔

اللہ اکبر! اتنے چوٹی کے فقہا اور مایہ ناز فقہ کی کتابیں۔۔۔ سب کہتے ہیں کہ حدیث مذکور صحیح بخاری میں ہے۔ حالانکہ ہرگز بخاری شریف میں نہیں ہے اور پھر یہ کہ مذکورہ حدیث ہے ہی موضوع!

ثابت ہوا کہ کتب فقہ میں ضرور غلطیاں بھی ہیں' نور الانوار فقہ کی مشہور کتاب میں ہے:

﴿وان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه کانس وابی هریرة ان و افق حدیثه القیاس عمل به﴾ (نور الانوار ص ۱۵۰ مطبع نول کشور)

''یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث اگر امام کے قیاس کے خلاف ہو تو حدیث چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا جائے گا۔''

یہ ہے اصول فقہ حنفیہ کا نور الانوار میں۔ افسوس!

اور پھر حضور انور ﷺ کے صحابیوں حضرت ابوھریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہنا کہ وہ فقیہہ نہیں تھے۔ سخت افسوس!

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ کے متعلق ایک ریمارک ملاحظہ ہو:

﴿وان کان مجهولا ای فی روایة الحدیث والعدالة لافی النسب بان لم یعرف الا

بالحدیث او حدیثین کوابصة بن معبد﴾ ...... (نور الانوار ص ۱۵۱ مطبع نول کشور)

یعنی صحابی اگر غیر عادل اور مجہول ہو جیسے وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ

غور کریں کہ صحابی رسول ﷺ حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کو غیر عادل اور مجہول لکھ دیا گیا ہے۔ نہایت افسوس!

حسامی میں ہے:

﴿وان کان الراوی مجهولا ای فی روایة لا یعرف الا بحدیث رواه او بحدیثین مثل وابصة بن معبد وسلمة بن المحبق﴾ ...... (حسامی ص ۱۵۰)

اصول فقہ کی کتاب حسامی میں ہے حضرت وابصہ بن معبد اور حضرت سلمہ بن محبق صحابی رسول رضی اللہ عنہما کو مجہول کہا گیا ہے۔

یہ ادب ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا۔

ہم ان ہی چند باتوں پر اکتفا کرتے ہیں' ورنہ اس قسم کا بہت سا مواد کتب فقہ میں موجود ہے جس کو نقل کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے' کیونکہ ہمیں انتشار پھیلانا مقصود نہیں ہے' اور نہ حنفی بھائیوں پر طعن کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ فقہ کو آنکھیں بند کر کے نہیں ماننا چاہئے۔ اس میں غلطیاں بھی ضرور ہیں کیونکہ یہ امتیوں کا کلام ہے' اور امتی غیر معصوم ہوتے ہیں۔ بھول چوک سے پاک نہیں ہیں۔ ہاں معصوم ذات اور غلطی سے پاک صرف مُحمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں ان کا فرمان حرف آخر ہے۔ منتہائے کلام ہے۔ یہاں نقد ونظر اور چھان بین کی ضرورت نہیں۔ پس فقہ کا جو حصہ قرآن اور حدیث کے مطابق ہے' سر آنکھوں پر رکھو اور جو مطابق نہیں' اسے چھوڑ دو!

# فرقہ بندی کا ہلکاؤ

یہ بات آپ پچھلے اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ اُمت مُحمدیہ ﷺ میں فرقے پیدا ہوں گے اور سوائے ایک جماعت کے' جو ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾[1] پر کاربند ہوگی' سب کے سب گمراہ ہوں گے' اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہیں کہ وہ ناجی جماعت صرف سُنت اور حدیث پر عمل کرنے والی ہوگی۔

یاد رکھیں کہ جس جماعت کا عمل اور عقیدہ قرآن اور حدیث پر ہو وہ فرقہ نہیں ہے' گمراہ نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث کے سوا۔۔۔ عقیدہ اور عمل رکھنے والے فرقے کہلاتے ہیں' اُمت کے اعاظم رجال کے ناموں کی طرف خود کو منسوب کر کے ان کے ذاتی فرمودہ مسائل و احکام کو اندھا دھند عمل میں لاتے ہیں اور وہ بھی فرقے ہیں جو

(۱) حسن ہے' اس کی تخریج ص ۴۸ حاشیہ نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

حضور انور ﷺ کی صحیح حدیثوں کو دانستہ ترک کر کے اپنے بزرگوں اور اماموں کے قولوں پر چلتے ہیں۔

فرقہ بندی کے سلسلے میں یہ بھی آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّهٗ سَيَخْرُجُ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَاءُ كَمَا تَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ﴾ ...... (احمد' ابوداؤد)[1]

''بیشک نکلیں گی میری اُمت میں کئی قومیں' سرایت کریں گی ان میں (شرکیہ' بدعیہ' عقائد و اعمال کی) خواہشیں جیسے سرایت کرتی ہے ہڑک' ہڑک والے کو۔ نہیں باقی رہتی اس سے کوئی رگ اور نہ کوئی جوڑ مگر داخل ہوتی ہے اس میں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اُمت مُحمّدیہ میں جو فرقے پیدا ہوں گے' ان فرقوں کے مغائر اِسلام' عقائد و اعمال ان کی رگ رگ میں سرایت کر جائیں گے' جیسے باؤلے کتے کے کاٹے کا زہر سگ گزیدہ کی رگ رگ' اور جوڑ جوڑ میں سرایت کر جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جس شخص کو باؤلا کتا کاٹ جاتا ہے تو اس کا زہر تمام نسوں' رگوں' جوڑوں میں اثر کر جاتا ہے۔ پھر اس پر پیاس غلبہ کرتی ہے لیکن وہ پانی سے بھاگتا ہے اور پیاسا مر جاتا ہے۔ ایسے ہی فرقوں پر ان کے مخصوص ''حادث'' عقائد و اعمال کی خواہش غالب ہو گی۔ لیکن قرآن و حدیث کے سچے علم سے بھاگیں گے اور گمراہی کے ریگزار میں ہلاک ہوں گے۔ یعنی فرقے اپنے اپنے عقیدوں' عملوں' طریقوں پر ایسے پکے ہوں گے کہ ہزار آیتیں' حدیثیں سناؤ گے' وہ ایک نہ مانیں گے' ان سے بھاگیں گے' بدکیں گے' نفرت کریں گے۔ انہیں اپنی فرقہ بندی کا ہلکاؤ ہو گا کتاب وسُنت کے شفاف پانی سے بھاگیں گے اور پیاسے مر جائیں گے۔

کیا حضور انور ﷺ کا فرمان پورے سولہ آنے صحیح نہیں ہو رہا ہے؟ فرقوں میں باؤلہ پن نہیں ہے' دیوانگی کی وجہ سے حدیث سے نہیں بھاگ رہے ہیں؟ سُنت سے نفرت نہیں کر رہے ہیں؟ اِسلام خالص کے امرت سے گریزاں نہیں ہیں؟ ہر فرقے کو کٹ مرنا منظور ہے لیکن اپنے محدثہ عقیدوں اور عملوں سے ادھر ادھر ہونا گوارا نہیں ہے۔ یہی باؤلہ پن اور ہلکاؤ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو سنکر آپ نے کسی کو بدکتے نہیں دیکھا۔ سُنت کے نام سے آستیں چڑھاتے نہیں پایا۔ شرکیہ عقیدوں کے رد میں آیتیں سن کر کوئی لال پیلا ہوتا نظر نہیں آیا' اور پھر ان لوگوں نے قرآن اور حدیث سے' مختلف' اپنے مخصوص معتقدات کے لحاظ سے اُمت کو تقسیم نہیں کر رکھا ہے؟ خبردار! جس گروہ کا طریق کار احادیث سرور رسولاں ﷺ اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہو...... جو قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کے معارضے میں امتیوں کے نقش قدم پر چلنے والا ہو' وہ گمراہ ہے' راہ گم کردہ فرقہ ہے۔ ایسے گروہوں اور فرقوں کے عمل و اعتقاد کی آکاس بیل سے اپنے شجر ایمان کو بچائیں۔

---

(۱) صحیح ہے' اس کی تخریج ص ۴۹ حاشیہ نمبر ا میں گزر چکی ہے۔

## ملت واحدہ اہل حدیث

اِسلام دُنیا میں جمع کا پیغام لے کر آیا ہے' وہ تفریق کے نام سے ناآشنا ہے۔ اس نے صدیوں کے متفرق لوگوں کو اِسلام کی آغوش مواخات میں جمع کر دیا ہے۔ ہمیشہ الفت و اخوت کا درس دیا اور افتراق و تشتت کو مٹایا' اس نے سارے جہان کے مسلمانوں کو توحید و رسالت کے جھنڈے تلے اکٹھا کر دیا۔ اس امن و آشتی و موالات کے پیغام لانے والے حضرت مُحمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی اُمت کو مذہبی یک جہتی کا یہ حکم دیا:

﴿تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوْلِه﴾ ......
(رواہ فی المؤطا)[1]

''لوگو! (سنو)! میں تُم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تُم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے' ہرگز گمراہ نہ ہو گے (یاد رکھو وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سُنت ہے۔''

اس تاکید رسول ﷺ سے ثابت ہوا کہ ملت واحدہ ناجیہ وہ ہے جو صرف ان دو چیزوں پر مضبوطی سے کاربند رہے۔ یہی جماعت ہے' جس پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس جماعت کی پہچان بھی حضور ﷺ نے بتا دی ہے۔ ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِىْ﴾ جو میرے اور میرے صحابہ ؓ کے طریقے پر ہو۔'' اسی جماعت میں شامل رہنے کی تاکید فرمائی۔

﴿وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ﴾ ...... (مشکوٰۃ)[2]

''جو شخص تنہا ہوا (قرآن وحدیث پر عمل کرنے والی) جماعت سے تنہا ڈالا جائے گا آگ میں۔''[3]

ثابت ہوا کہ نجات کے لئے حدیث پر ایمان اور عمل رکھنے والی جماعت سے چمٹے رہنا ضروری ہے' اور یہ جماعت کسی رنگ' نسل' قوم' وطن اور شخصیت کی طرف منسوب نہیں ہوگی...... کسی قسم کے بت کی پجاری نہیں ہوگی۔ اس کا دائرہ کسی خاص طبقے تک محدود نہیں ہوگا' اس کا کوئی گھڑا ہوا ذاتی عقیدہ اور عمل نہیں ہوگا۔۔۔ اِسلام میں یہ کوئی نیا راستہ تجویز نہیں کرے گی' کسی فرقے کی بنیاد نہیں رکھے گی' گروہ سازی نہیں کرے گی' ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد نہیں چنے گی' نہ کوئی اپنا ذاتی نیا خیال' تصور' عمل' طریقہ اور دستور جاری کرے گی۔ بلکہ وہ بالراست قرآن اور حدیث پر عمل کرے گی اور لوگوں کو اسی شاہراہ اِسلام کی دعوت دے گی۔ پس آپ صراط مستقیم کو کبھی نہ بھولیں اور قرآن اور حدیث پر عمل کر کے جماعت میں داخل ہوں اور قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والا آپ کا جماعتی بھائی ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو

(۱) صحیح ہے' اس کی تخریج ص ۹۷ حاشیہ نمبر ۲ میں گزر چکی ہے۔

(۲) ترمذی کتاب الفتن (۳۱) باب ماجاء فی لزوم الجماعة (۷) الحدیث ۲۱۶۷ و مستدرک ۱/۱۱۵ عن ابن عمر ؓ اس روایت کا پہلا جملہ تو شواہد کی وجہ سے صحیح ہے مگر مؤلف کے درج کردہ الفاظ ضعیف ہیں' کیونکہ سند میں ایک راوی' سلیمان بن سفیان المدنی' ضعیف ہے' تقریب ص ۱۳۲ علامہ البانی نے اس جملہ کو ضعیف قرار دیا ہے' تحقیق مشکوٰۃ ۱/۶۱۔

(۳) سُنت اور حدیث کے خلاف عقیدہ اور عمل رکھنا جماعت سے تنہا ہونا ہے۔

اور کہیں کا ہو۔

## اہلحدیث کا مفہوم

محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا مطلب رسول اللہ ﷺ کا فرمان فعل اور تقریر ہے۔اس کے علاوہ اللہ کے کلام۔۔۔قرآن مجید کو بھی حدیث کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ (پ ۲۳ : ع ۱۷)

''اللہ نے اتاری ہے بہتر حدیث۔''

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَه يُؤْمِنُوْنَ﴾ (پ ۲۹ : ع ۲۲)

''وہ اس حدیث (قرآن) کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔''

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِه يُؤْمِنُوْنَ﴾ (پ ۲۵ : ع ۱۷)

''وہ کس بات پر پیچھے اللہ کے اور اس کی آیتوں کے ایمان لائیں گے۔''

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ﴾ (پ ۲۷ : ع ۷)

''کیا پس اس حدیث (قرآن) سے تعجب کرتے ہو۔''

﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِه اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ (پ ۲۷ : ع ۴)

''پھر چاہئے کہ لے آئیں یہ بھی ایسی حدیث (قرآن) اگر ہیں سچے۔''

﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾ (پ ۲۷ : ع ۱۶)

''کیا پھر ساتھ اس حدیث (قرآن) کے تم سستی کرتے ہو۔''

ان آیتوں میں لفظ حدیث کا مطلب اللہ کا کلام قرآن پاک اس کی باتیں ہیں خود حضور انور ﷺ فرماتے ہیں

﴿خَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ﴾[1] ''سب حدیثوں (باتوں) میں بہتر حدیث اللہ کی کتاب ہے۔''

اور اللہ نے اپنی حدیث (بات) کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (پ ۵ : ع ۸)

''اور کون بہت سچا ہے اللہ تعالیٰ سے حدیث (بات) میں۔''

معلوم ہوا کہ سارا قرآن اللہ کی حدیثیں اور باتیں ہیں جن سے بہتر اور سچی باتیں کسی کی نہیں ہو سکتیں۔

اللہ کی حدیثوں کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو بھی قرآن نے حدیث کہا ہے:۔

﴿اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِه حَدِيْثًا﴾ (پ ۲۸ : ع ۱۹)

(۱) مسلم کتاب الجمعة (۷) باب تخفيف الصلاة و الخطبة (۱۷۸) الحديث ۲۰۰۵ عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ

اس میں حدیث کا لفظ حضور انور ﷺ کے کلام کے متعلق آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ کلام اللہ بھی حدیث ہے اور رسول اللہ ﷺ کا کلام بھی حدیث ہے۔ یہ صرف دو ہی قسم کی حدیثیں ہیں۔ یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی' جن کا ماننا اور ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ ان کو قال اللہ اور قال الرسول کہتے ہیں۔ یہ ہی حجت ہیں۔ ان کے آگے بولنے کی اجازت نہیں۔ اونچا سانس لینے کی رخصت نہیں۔ ﴿اطیعوا الله واطیعوا الرسول﴾ میں اللہ اور رسول ﷺ کی حدیثوں کی اطاعت ہی واجب ہے۔ اللہ اور رسول کی حدیثوں کے سوا امتیوں کی حدیثیں بھی ہیں' لیکن یہ دین میں حجت نہیں ہیں' حجت صرف قرآن اور حدیث پیغمبر کے لئے ہی ثابت ہے۔ پھر جو شخص امتیوں کی حدیثوں (باتوں' قولوں' قیاسوں' رایوں' سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ اور اس کے سچے رسول حضرت محمد ﷺ کی حدیثوں کو پڑھے پڑھائے' سنے سنائے' آگے پہنچائے' انہیں دین کی اصل واساس بنا کر ان پر عمل کی عمارت چنے وہ اہلحدیث ہے یعنی احسن الحدیث (قرآن) اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا عامل اہلحدیث اہلسنت ہے۔

## اہلحدیث محدثہ فرقہ نہیں!

یاد رکھنا چاہئے کہ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں ہے کیونکہ یہ لقب کسی امتی کے نام کی طرف منسوب نہیں ہے۔ کسی رنگ' نسل' وطن' قومیت' اور شخصیت کو اس میں دخل نہیں۔ اللہ کی بات (حدیثِ قرآن) اور رسول پاک کی بات (حدیثِ رسول ﷺ) کے سوا کسی کی بات' رائے' قیاس' خیال اور نظریئے کو یہاں راہ نہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک صرف حکم اللہ کا' اور اس پر عمل کرنے کے لئے طریقہ رسول اللہ ﷺ کا کافی ہے۔ ان کے عقیدے میں اسلام صرف قرآن اور حدیث میں مکمل موجود ہے محدود ہے اور صحابہ ؓ سے لے کر آج تک کے مسلمان صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرنے کے لئے مامور ہیں۔

## اہلحدیث کی اِبتداء

صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرنے سے نہ تو کسی فرقے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے نہ کوئی دکان کھولی جا سکتی ہے' نہ ریستوران چلایا جا سکتا ہے۔ کوئی بانس نہیں کھڑا کیا جا سکتا کیونکہ محمود و ایاز کے لئے یہاں ایک ہی صف ہے۔ کسی شخصیت کو کسی رنگ میں بچانے اور کمانے کی گنجائش نہیں۔ پھر جب اہلحدیث کتاب وسنت کے استدلال' (اور زور سے) دین کی منڈی میں ہر قسم کی غیر جنس کی درآمد کو روکتے ہیں۔ صفرائے کراتی کو اعتدال پر لانے کے لئے معدلات استعمال کراتے ہیں۔ کشت اسلام سے احداث کی روئیدگی اکھاڑتے ہیں۔ بتوں پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔ لات ومنات کے دور میں وحدت کا گیت گاتے ہیں تو آذری کرنے والے فرقہ ساز عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ اہل حدیث تو ابھی کل پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی باتیں مت سنو! یہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے منکر ہیں اور

بے ادب ہیں۔ [1]

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سورج تو ابھی کل معرض وجود میں آیا ہے‘ چاند کا وجود پچاس ساٹھ برس سے ہے؟ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ سنئے! سورج اس وقت سے ہے جب سے دِن کا نام ہے‘ جب سے روشنی کا ظہور ہوا ہے۔ ایسے ہی جب سے چاندنی ہے اس وقت سے چاند ہے۔ اسی طرح جب سے اللہ نے احسن الحدیث (قرآن) کو اتارا ہے اور جب سے رسول رحمت ﷺ کا ظہور ہوا ہے‘ اہلحدیث اس وقت سے ہیں یعنی جب سے قرآن ہے اور رسول اللہ کی حدیث ہے۔۔ اہلحدیث کا وجود اسی وقت سے ہے۔ اہلحدیث کے معنی ہیں: حدیث پر اِیمان اور عمل رکھنے والے۔ تو جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہلحدیث ہیں۔ اگر قرآن اور حدیث کل نکلے ہیں: تو اہلحدیث بھی کل نکلے ہیں اور اگر قرآن اور حدیث رسول رحمت ﷺ کے دور سے ہیں تو اہلحدیث بھی اسی دور ہمایوں سے چلے آ رہے ہیں۔ [2] اس چیز پر پڑھے لکھے حضرات سنجیدگی سے غور فرمائیں اور عوام دیانت داری سے سمجھنے کی کوشش کریں!

## صحابہؓ اہلحدیث تھے!

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور انور ﷺ کی حدیثوں کے عامل تھے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ صحاح ستہ اور دوسری حدیث کی کتابوں میں جو حضور کی ہزاروں حدیثیں ہیں‘ ان سب کے راوی صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ جب حدیثوں کے روایت کرنے والے۔۔ انہیں پھیلانے اور سارے جہان میں پہچانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں تو کیا وہ اہلحدیث نہ ہوئے؟ اہل حدیث کے معنی ہیں: حدیثوں والے‘ حدیثوں کے پڑھنے پڑھانے‘ آگے پہنچانے اور ان پر عمل کرنے والے! نماز‘ روزہ‘ حج‘ زکوٰۃ‘ صدقات‘ خیرات اور دِین و دُنیا کے بے شمار مسائل کے متعلق حضور ﷺ کی حدیثیں ہی تو ہیں جن سے دِین عبارت ہے بس ان حدیثوں سے واسطہ اور رابطہ رکھنے والے۔ اسلام کو حدیث کے ذریعہ پہچاننے والے اور عمل میں لانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث والے ہیں!

# ایک حدیث کے لئے مدینہ سے دمشق کا سفر

کثیر بن سعد کہتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس مَدِینۃُ الرَّسُول ﷺ سے آیا اور کہنے لگا: اے ابو درداء رضی اللہ عنہ میں صرف اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں کہ مجھے

---

بزرگان دِین اور اولیاء اللہ کے بے ادبوں پر اللہ کی پھٹکار۔ یہ حق گوؤں پر محض افترا ہے تا کہ لوگ کتاب وسُنت کے فدائیوں اور مبلغوں سے نفرت کریں اور حق نہ سنیں۔ اور یار لوگوں کے ”سمگل کے مال“ کی ”دکانیں“ قائم رہیں۔

ہاں اہلحدیث کے سوا جتنے مذہبی گروہ‘ فرقے‘ اماموں‘ مجتہدوں‘ بزرگوں اور اعاظم رجال کے ناموں سے منسوب ہیں یہ یقیناً دور قرآن و رسالت سے بعد نکلے ہیں۔ کوئی اِنکار کر سکتا ہے اس حقیقت کا کہ اماموں کے مقلد کل پیدا نہیں ہوئے؟ بے شک یہ حقیقت ہے کہ تیسری یا چوتھی صدی سے پہلے ان کا نام ونشان نہ تھا۔

ایک حدیث پہنچی ہے جسے آپ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں (آپ سے بلا واسطہ سننے آیا ہوں) اس لئے یہ حدیث مفصل بیان فرمائیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا: (ہاں! وہ حدیث سنئے) بے شک سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْهِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰهُ بِه طَرِیْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰئِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَه مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَ الْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوْا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَه اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ﴾ (احمد. ترمذی. ابوداؤد. ابن ماجه. دارمی)[1]

## تاجدار عالم بطحاؐ نے فرمایا

"جو شخص علم (دین کا) حاصل کرنے کے لئے ایک راہ چلے اللہ اس کو بہشت کی راہوں میں سے ایک راہ پر چلاتا ہے[2] اور طالب علم کی رضا مندی کے لئے فرشتے (رحمت کے) اپنے بازو رکھتے ہیں' اور (یہ تو طالب علم کا درجہ ہے اور عالم باعمل کا مرتبہ یہ ہے کہ) عالم کے لئے استغفار کرتے ہیں' جو کہ آسمان میں ہیں (فرشتے) اور جو زمین میں ہیں (جن وانس وغیرہ) اور مچھلیاں درمیان پانی کے اور بے شک عالم کی بزرگی عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی تاروں پر اور تحقیق علماء وارث ہیں پیغمبروں کے اور تحقیق نبی نہیں چھوڑ گئے ورثہ دینار اور نہ درہم اور سوائے اِس کے نہیں کہ انہوں نے ورثہ چھوڑا ہے علم۔ پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے لے لیا حصہ کامل۔"

غور کیا آپ نے۔ کہ ایک حدیث کے لئے اس شخص نے مدینہ سے دمشق تک سفر برداشت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ حدیث کے شیدائی تھے اور ہوتے بھی کیوں نہ۔ جب کہ مذہب کا دارومدار ہی

(۱) مسند احمد ۱۹۶/۵ و سنن دارمی ۱۱۰/۱ المقدمة باب فی فضل العلم و العالم (۳۲) الحدیث ۳۴۲ و ابوداؤد کتاب العلم (۱۹) باب الحث علی طلب العلم (۱) الحدیث ۳۶۴۱ و ترمذی کتاب العلم (۴۲) باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (۱۹) الحدیث ۲۶۸۲ و ابن ماجة المقدمة باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم (۱۷) الحدیث ۲۲۳ و ابن حبان رقم الحدیث ۸۸ ابن حبان اور البانی نے صحیح کہا ہے صحیح سنن ترمذی ۲۱۸۹۔

(۲) یعنی طالب علم کے لئے جو راہ طے کی جاتی ہے دراصل وہ بہشت کی راہ طے کی جاتی ہے۔ تحصیل علم کا سفر بہشت کو پہنچاتا ہے۔ جو قدم اس راہ پر اٹھتا ہے وہ بہشت کی جانب اٹھتا ہے۔ مبارک ہو قرآن وحدیث کے طلبہ کو!

حدیث پر ہے۔ (۱) یقین کریں کہ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اہلحدیث' اہلسنت تھے۔

## سُنت اور حدیث

سُنت: حضور ﷺ کی راہ' روش' عادت' چلن اور طریقے کو کہتے اور حدیثوں میں حضرت رحمت للعالمین ﷺ کی یہی چیزیں بیان ہوتی ہیں۔ گویا حدیث کے علم سے آپ کی عادت' راہ' روش کا پتہ چلتا ہے' حیات پاک جس طرح گزری ہے۔ اس کے طریقے معلوم ہوتے ہیں پھر لاکھوں رحمتیں ہوں ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے احادیث کو بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے روایت کیا اور کروٹ کروٹ جنت دے اللہ محدثین کو جنہوں نے ان انوار کو کتابوں میں جمع کر کے دِین کی تحصیل سہل کر دی ہے۔ اگر حدیثیں نہ ہوتیں تو حضور ﷺ کی راہ و روش کا کچھ پتہ نہ چلتا۔ یہ جو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں دو چیزیں دے چلا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی سُنت۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ اپنا عمل بالقرآن بھی تمہیں دے چلا ہوں۔ یعنی سُنت حضور ﷺ کا قرآن پر عمل ہے۔ احکام خداوندی کی بجا آوری کا طریقہ ہے۔ یہ طریقہ حضور ﷺ کا عمل بالقرآن حدیثوں کے علم سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو پھر کتنا ضروری ہے یہ علم حدیث...... اور کتنا اہم ہے اس کا پھیلانا' یہی وجہ ہے کہ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں:

﴿نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ﴾ (مشکوٰۃ) (۲)

''اللہ اسے ہرا بھرا رکھے جس نے مجھ سے سنا کچھ (کوئی حدیث) پھر اسے (آگے) پہنچا دیا جیسے سنا اس کو۔''

حدیثوں کو پھیلانے اور آگے پہنچانے والے کے لئے حضور دُعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ انہیں ہرا بھرا رکھے' ترو تازہ رکھے۔ حدیثوں کے پڑھنے پڑھانے' سننے سنانے اور ان کا شغل رکھنے والے اہلحدیث' حضور انور ﷺ کی دُعا کی برکت سے ہرے بھرے اور ایمان سے ترو تازہ رہتے ہیں۔ آپ سب بھائیوں کو حضور ﷺ کی دُعا میں شریک ہونے کے لئے حدیثوں سے محبت کرنی چاہئے۔ انہیں پڑھنا اور آگے پہنچانا چاہئے۔ ان کی خوب اِشاعت کرنی چاہئے اور انہیں اپنا طور طریقہ' مذہب اور مسلک بنانا چاہئے تاکہ آپ ہرے بھرے ہوں' ترو تازہ رہیں!

---

(۱) اگر چہ قرآن اصل ہے۔ مگر جب تک قرآن کا مطلب اور مفہوم حضور انور ﷺ کی حدیثوں سے نہ سمجھا جائے اس پر عمل نہیں ہو سکتا پس قرآن پر یعنی اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے لئے احادیث کا ہونا لازمی ہے۔

(۲) مسند احمد ۱/۴۳۷ و ترمذی کتاب العلم (۴۲) باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع (۷) الحدیث ۲۶۵۷ و ابن ماجۃ' المقدمۃ' باب من بلغ علما (۱۸) الحدیث (۲۳۲) و ابن حبان رقم الحدیث (۶۶) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' امام ترمذی' ابن حبان اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے' صحیح ترمذی (۲۱۴۰)

## صحابی رضی اللہ عنہ کی زبان پر لفظ اہلحدیث

حضرت علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ایک یگانہ روزگار محدث گزرے ہیں۔ آپ کی وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی۔ پانچویں صدی کے یہ امام حدیث اپنی مایہ ناز کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' میں روایت ذیل لائے ہیں جو اس طرح ہے:

﴿حَدَّثَنَا ابْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَهْلٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْجَهْمِ السَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدَ بْنِ ذَكْوَانَ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيُّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّه كَانَ اِذَا رَاَى الشَّبَابَ قَالَ مَرْحَبًا لِّوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُوَسِّعَ لَكُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَ اَنْ نُّفْهِمَ كُمُ الْحَدِيْثَ فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا وَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا﴾(شرف اصحاب الحديث)[1]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ ﷺ جب حدیث کے نوجوان طالب علموں کو دیکھتے تو کہتے (نوجوانو)! رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم اپنی (علمی) مجلسوں کو تمہارے لئے کشادہ کریں اور تمہیں حدیثیں سمجھائیں (ہاں ہاں)! تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے پیچھے تم ہی اہلحدیث ہو۔''

نوجوان طالب علمو! تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے بعد تم ہی اہلحدیث ہو۔

یہ الفاظ ہیں حضرت اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اس سے پتہ چلا کہ خود حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی اپنے تئیں اہل حدیث کہلاتے تھے جبھی تو حدیث کے طالب علموں کو اپنے خلیفے اور اہلحدیث کہا' پھر فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا بصیغہ جمع فرمایا کہ تم ہمارے خلیفے ہو۔ یہ صیغہ متکلم مع الغیر ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نہ صرف حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی اہلحدیث کہلاتے تھے بلکہ ان کے ساتھ سب صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اہلحدیث کے معزز لقب سے سرفراز تھے اور طالب علموں کو بھی اہلحدیث کے لقب سے نواز کر اپنی خلافت تفویض کرتے تھے۔ ﴿وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا﴾ اور تم ہی ہمارے بعد اہلحدیث ہو۔'' معلوم ہوا کہ وہ خود بھی اہلحدیث تھے جو بعد والوں کو اہلحدیث کہہ رہے ہیں۔

(۱) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۲ باب وصیة النبی ﷺ بکرام اصحاب الحدیث اس کی سند میں ابو ہارون (عمارۃ بن جوین) العبدی راوی کذاب ہے میزان ۱۷۳/۳۔

## اہلحدیث کل پیدا ہوئے؟

پھر جولوگ کہتے ہیں کہ اہلحدیث کل پیدا ہوئے' یہ اللہ کا خوف کر کے تعصب چھوڑ کر بتائیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی بھی کل پیدا ہوئے ہیں جو خود کو اور اپنے شاگردوں کو اہلحدیث کہتے ہیں۔

آپ پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ احناف کی معتبر کتاب ''حدائق الحنفیہ'' میں ہے کہ حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے پوچھا کہ آپ اہلحدیث کیسے ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلحدیث بنایا۔ فرمایئے! یہ حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کل ہی ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلحدیث بنایا۔[1] یہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے جنہوں نے سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اہلحدیث بنایا تھا۔

اور خود حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ﴾ (شامی) میرا مذہب صحیح حدیث ہے یعنی میں اہلحدیث ہوں۔ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کل ہی ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ میرا مذہب حدیث ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قرہ بن ایاس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں سے ایک گروہ ہمیشہ مظفر و منصور رہے گا جو کوئی بھی ان کا ساتھ چھوڑ دے گا۔ اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

اس کے بعد حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری سے ان کے استاد امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ مظفر و منصور جماعت کون سی ہے؟ لکھتے ہیں:

﴿قال محمد بن اسمعیل قال علی بن المدینی هم اصحاب الحدیث﴾

امام محمد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ بخاری کہتے ہیں کہ (میرے استاد) علی بن مدینی نے فرمایا کہ وہ مظفر و منصور جماعت اہلحدیث ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاد علی بن المدینی بھی کل ہی ہوئے ہیں۔ جن کی زبان پر اھل حدیث کے الفاظ ہیں۔

جس حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی۔ اس کے متعلق حضرت امام احمد[2] بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ﴿اِنْ لَّمْ یَکُوْنُوْا اَصْحَابَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ ھُمْ﴾ اگر (یہ جماعت) اہلحدیث نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون لوگ مراد ہیں؟

---

(۱) سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ آپ بڑے پایہ کے حدیث کے امام ہیں۔

(۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔

(فتح الباری' شرف اصحاب الحدیث)

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کوتو گیارہ صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا۔ کہ انہوں نے جماعت اہلحدیث کا ذکر فرمایا تھا۔ یہ بھی کل کی بات ہے؟

مقدمہ ابن خلدون فصل فی علم الفقہ میں علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کے زمانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ان میں فقہ دو طریقوں میں منقسم ہوگئی۔ اہل رائے وقیاس کا طریق اور وہ اہل عراق ہیں اور اہلحدیث کا طریق' اور وہ اہل حجاز ہیں۔"

علامہ خلدون رحمہ اللہ جو اہل حجاز کو اہلحدیث فرما رہے ہیں۔ یہ بھی کل کی بات ہے؟

شامی شرح درمختار میں ہے کہ قاضی ابوبکر جوزجانی کے عہد میں ایک حنفی نے اہلحدیث سے اس کی لڑکی کا رشتہ مانگا۔ الفاظ یہ ہیں۔

﴿ان رجلا من اصحاب ابی حنیفة خطب الی رجل من اصحاب الحدیث﴾

تو اس اہلحدیث نے اِنکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ حنفی اپنا مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھا کرے اور رکوع کے وقت رفع الیدین بھی کیا کرے۔ ﴿و نحو ذالک﴾ اور اسی طرح (دوسرے مسائل بھی اہلحدیث کی طرح کیا کرے) ﴿فاجابه فزوجه﴾ پس اس (حنفی) نے یہ بات منظور کر لی اور اہلحدیث نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی۔

یہاں تو تیسری صدی میں اہل حدیث کا ذکر خیر موجود ہے' پھر وہ لوگ کتنے متعصب اور کس قدر غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ اہل حدیث تو نیا فرقہ ہے' ابھی کل پیدا ہوئے ہیں۔ حالانکہ مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہو گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہلحدیث تھے اور اس وقت سے لے کر آج تک اہل حدیث چلے آ رہے ہیں اور یہی سب سے قدیمی ہیں۔ یعنی قرآن اور حدیث کے وقت سے ہیں جبکہ احناف وشوافع کا نام ونشان نہ تھا۔

دیکھئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بھی اہلحدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں:

﴿فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِیْ اَهْلِ الْاَثَرِ﴾

"پس اہل بدعت کی نشانی اہلحدیث کی بدگوئی کرنا ہے۔"

(غنیۃ الطالبین)

غور کریں کہ حضرت شیخ علیہ الرحمتہ بھی اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ اہل حدیث کو برا کہنے والوں کو بدعتی فرماتے ہیں:

آپ مزید اِرشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَلَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا اِسْمٌ وَّاحِدٌ وَهُوَ اَصْحَابَ الْحَدِيْثُ﴾

''اور (سنو)! ان کا صرف ایک ہی نام ہے کہ وہ اہلحدیث ہیں۔ (''غنیۃ الطالبین)

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تلویح شرح توضیح جلد دوم میں فرماتے ہیں:

﴿وَعَلَیْهِ عَامَّةُ اَهْلِ الْحَدِیْثِ وَالشَّافِعِیَّةُ﴾

''اور اسی پر ہیں عام اہل حدیث اور شافعیہ بھی۔''

دیکھئے کتب فقہ میں بھی اہلحدیث کا ذکر موجود ہے پھر تسلیم کرو کہ یہ مسلک اہل حدیث حضور ﷺ کے وقت سے آج تک چلا آ رہا ہے۔

مسلمان بھائیو! تفرقہ پرداز لوگوں سے بچو۔ فرقہ بندی چھوڑ دو! اہلحدیث یعنی حدیث والے بن جاؤ۔ جو لوگ آپ کو حدیثوں سے نفرت دلاتے ہیں وہ آپ کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ غور کرو کہ ان کے دِل میں حضور انور ﷺ کی کہاں تک محبت ہے جو حدیثوں سے مسلمانوں کو دور ہٹاتے ہیں۔ بھائیو! آنکھیں کھولو! سوچو سمجھو! حدیثوں پر عمل کرو اور اِیمان کا مزا پاؤ۔

حضرت ابوبکر بن ابوداؤد سجستانی محدث اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿رَأَیْتُ فِي النَّوْمِ اَبَا هُرَیْرَةَ وَاَنَا بِسَجِسْتَانَ وَاُصَنِّفُ حَدِیْثَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقُلْتُ لَه اَنَا اُحِبُّکَ فَقَالَ اَنَا صَاحِبُ الْحَدِیْثِ کَانَ فِي الدُّنْیَا﴾ (اصابه)

''میں سجستان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثیں جمع کر رہا تھا کہ مجھے ان کی خواب میں زیارت ہوئی۔[1] میں نے کہا (اے حضور) مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا (کیوں نہ ہو) کہ میں دُنیا میں اہلحدیث تھا۔''

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ حضور انور ﷺ کے سوا لاکھ سے زائد اصحاب تھے رضی اللہ عنہم۔ یہ سب حضور ﷺ پُر نُور

---

(۱) حضرت ابوبکر بن داؤد کا یہ خواب ہم نے اہلحدیث اور مذہب اہلحدیث کی تائید میں پیش کیا ہے۔ غور کریں کہ جب حضور ﷺ نے خود اپنی حدیثوں اور سنتوں کو مضبوط پکڑنے اور آگے پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق حدیث کے عامل اور مبلغ تھے۔ اس لئے اہلحدیث ہوئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر بن داؤد کا یہ خواب سچا ہے۔ اس لئے ہم نے بطور تائید بیان کیا ہے نہ کہ اساساً یا حجتہ! ہاں تو یاد رہے کہ قرآن اور حدیث کی صریح دلیل کے خلاف کوئی خواب صحیح ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے دلیل یا تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً صحیح حدیث ہے۔ ﴿لا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ﴾۔۔۔ (بخاری' مسلم) ترجمہ: ''الحمد شریف کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔'' اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے فلاں بزرگ خواب میں ملے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے تو یہ خواب حضور انور ﷺ کی حدیث کے خلاف ہونے کے سبب نہ دلیل ہو سکتا ہے نہ تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے۔'' (محمد صادق) (بخاری کتاب الاذان (۱۰) باب وجوب القراء ة للامام و المأموم فی الصلوٰة کلها ...... (۹۵) الحدیث (۷۵۷) و مسلم کتاب الصلاة (۴) باب وجوب القراء ة الفاتحة فی کل رکعة ...... (۱۱) الحدیث (۸۷۴) عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ)

کے اَقوال واَفعال یعنی حدیثیں بیان کرنے اوران پرعمل کرنے والے تھے۔حضور ﷺ کا عام حکم ہے۔

﴿بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَه﴾ (۱)

''میری طرف سے پہنچادو خواہ میری ایک حدیث ہی ہو۔'' (مشکوٰۃ)

جب صحابہ رضی اللہ عنہم حدیثوں کے بیان کرنے' سنانے اور آگے پہنچانے والے تھے تو کیا وہ سب کے سب اہل حدیث نہ ہوئے اوران کا مذہب حدیث نہ ہوا؟ کیوں نہیں! کہ کتب حدیث کے اندر حدیثوں کے راوی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔حدیثیں پڑھنی' پڑھانی' سنانی اور آگے پہنچانی ان کا شغل تھا۔پھر وہ ضرور ضرور حدیث والے' اصحاب الحدیث۔ اہلحدیث' تھے! کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی میں آپ امتیوں کی نسبتوں کو خیر باد کہہ کر حدیث والے بننے کو تیار نہیں؟ فرمایئے! ہم ضرور ضرور حدیث والے ہیں' اور حدیث ہی پر تا زیست عمل کریں گے۔ (۲)

آپ اپنے اِیمان سے پوچھ کر بتائیں کہ کیا آپ حنفی کہلا کر خوش ہوتے ہیں یا اہلحدیث (رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں پر اِیمان اور عمل رکھنے والے کہلا کر)؟۔۔۔غور فرمائیں کہ ایک شخص حنفیت کو نہیں مانتا آپ اسے کہہ سکتے ہیں کہ تُم مسلمان نہیں ہو؟ ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ خود کو حنفی نہیں کہتے تھے اور باوجود حنفی نہ ہونے کے اعلیٰ درجہ کے مسلمان مانے جاتے تھے اوران کی مسلمانی ساری اُمت کے لئے ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔اگر کوئی شخص کہے کہ میں حدیث رسول ﷺ کو نہیں مانتا' تو وہ یقیناً مسلمان نہیں رہتا۔معلوم ہوا۔حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی وغیرہ ہونا اللہ کے حکم کی چیزیں نہیں ہیں اور نہ اللہ رسول کے مقرر کردہ مذہب ہیں۔ہاں دِین اور مذہب حدیث ہے جو احسن الحدیث اور رسول اللہ کی حدیث پر مشتمل ہے۔

## منکر حدیث مسلمان نہیں!

منکر حدیث اِیمان بالقرآن کے ہزار دعوے کرے' سب بیکار ہیں' قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾

''اور جو (قرآن پرعمل کرنے کا طریقہ) دے تُم کو رسول ﷺ' پس پکڑ لو اس کو۔''

---

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء (۶۰) باب ما ذکر عن بنی اسرائیل (۵۰) الحدیث (۳۴۶۱) عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

(۲) مقلد حنفی کہلانے سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول ماننے پڑتے ہیں اور اہلحدیث کہلانے میں حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل پر عمل کرنا پڑتا ہے پہلی صورت میں نسبت ایک غیر معصوم امتی کی طرف ہے اور دوسری صورت میں نسبت معصوم رسول حضرت رحمت للعالمین ﷺ کی طرف ہے جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے اُمت پر فرض کی ہے اور جنہوں نے قیامت کو اللہ کی اجازت کے بعد شفاعت کرنی ہے اب آپ سوچ کر بتائیں کہ آپ حنفی ہیں یا مُحمدی اہلحدیث۔ (مُحمد صادق)

ثابت ہوا کہ قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ حضورانور ﷺ کے قول وفعل سے حاصل ہوتا ہے اور قول وفعل حدیث ہے۔ پس بغیر حدیث کے قرآن پر عمل نہیں ہوسکتا۔ پھر جو شخص حضورانور ﷺ کے عمل بالقرآن یعنی حدیث کا اِنکار کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ افسوس! منکرین حدیث حضور ﷺ کو محض ڈاکیہ کا درجہ دیتے ہیں۔ (استغفراللہ) کہ جیسے ڈاکیہ چٹھی دے کر چلا جاتا ہے۔ اسے چھٹی کو کھولنے' سنانے اور پڑھنے سے کوئی سروکار نہیں' ایسے ہی معاذاللہ رسول اللہ ﷺ چٹھی (قرآن) دے کر چلے گئے ہیں اب اُمت جانے اور چٹھی۔'' اُمت خود چٹھی کھولے' پڑھے' سمجھے اور عمل کرے حالانکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (پ ۴ : ع ۸)

''بے شک اللہ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب بھیجا ان میں پیغمبر ﷺ ان کی جنس سے' پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور (کتاب کی) سمجھ۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے برگزیدہ ایلچی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی چٹھی کو کھولا پڑھا' لوگوں کو سنایا۔ سمجھایا اور اس کی کماحقہ' تعلیم دی اور اس تعلیم سے ان کو شرک اور رزائل کی گندگی سے پاک کیا ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ کے حکم خداوندی کی تعمیل سے سارے قرآن پر خود عمل کیا اور لوگوں کو اپنے عمل کے ساتھ قرآن پہنچایا۔ ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ کا حکم مانو' رسول خدا کی تابعداری کرکے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے عمل بالقرآن کو اپنا کر اللہ کے قرآنی احکام بجالاؤ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ کے ذریعہ اللہ نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ جس نے رسول ﷺ کی تابعداری کی' اس نے اللہ کا حکم مان لیا۔ حضور ﷺ کی اطاعت میں اللہ کی حکم برداری ہے۔ پھر آپ خوب سمجھ لیں کہ حضور ﷺ کا عمل بالقرآن (حدیث وسنن) واجب العمل ہیں۔ جس نے حدیث کے مطابق قرآن پر عمل کیا' اللہ وہی عمل قبول کرے گا۔ غیر مسنون اعمال ہرگز قبول نہیں ہوں گے۔ یہ ہے اہمیت حدیث!

## اہلحدیث ہونے کی دعوت!

آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم آپ کو بحیثیت ایک فرقہ کے اہلحدیث بننے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اچھی طرح یادرکھیں کہ اِسلام میں فرقہ بندی نہ صرف منع ہے بلکہ ایک عذاب ہے جس کی تردید ہم گذشتہ اوراق میں کر آئے ہیں۔

یادرہے کہ بطور عالمگیر جماعت کے ساری اُمت اصولاً اہلحدیث ہے ہر شخص جو حضورانور ﷺ کو رسول مانتا ہے۔ اور ان کی اِطاعت فرض جانتا ہے' اہلحدیث ہے! پس ہم آپ کو حدیث کے قائل' عامل اور مبلغ دیکھنا چاہتے

ہیں۔ حدیث پر کٹ مرنے والے' حدیث والے بنانا چاہتے ہیں۔ زندگی کے گوشہ گوشہ میں حدیث مصطفیٰ کو جاری و ساری کرنے کرانے والے اہلحدیث بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' خیرات' صدقات' تمام عقائد و اعمال۔۔۔ چلنا' پھرنا' اٹھنا' بیٹھنا' کھانا' پینا' مرنا' جینا' شادی' غمی..... تمدنی' معیشی' معاشرتی اور اخلاقی قدریں' سن شعور سے لے کر موت تک سارا امورِ حیات حضرت رحمتہ اللعالمین ﷺ کی سُنت اور حدیث کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھ کر آپ کو اہل سُنت' اہلحدیث کے معزز لقب سے نوازتے ہیں۔

کس قدر جگر خراش منظر ہے کہ ہم اپنے آپ کو مذہب کے ماحول میں سینکڑوں رنگوں' مقاموں' اماموں' بزرگوں اور شخصیتوں کی طرف منسوب کر کے خوش ہوتے اور فخر کے ساتھ نام کے آگے اس نسبت کو لکھتے ہیں۔ لیکن رونے کا مقام ہے کہ جناب سید الکونین والثقلین' سید العرب والعجم' پیغمبر انس و جن' ہادی بحر و بر' سرور کائنات رسول رب العالمین کے پاک نام محمّد ﷺ اور آپ کے قول و فعل (حدیث) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے محمدی یا اہلحدیث کہلاتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے اور ہم ہچکچاتے ہیں۔ اتنے دور ہو گئے ہیں ہم اپنے شافع روز جزا سے۔ یا اتنا دور کر دیا ہے ہم کو ہمارے علماء و مشائخ نے' اُمت کے ''بزرگوں'' اور ''اماموں'' نے اور شخصیت پرستی کرنے والوں نے۔ ؎

نمود روئے تو گلہائے باغ راچہ کنم
چو آفتاب برآمد چراغ راچہ کنم

فرمایئے! کون ہیں آپ کے رسول ﷺ؟ کہیے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (پ:۲۶) مُحمّد رسول اللہ ﷺ!

کس کا قول و فعل۔۔۔ اِطاعت آپ پر اللہ نے فرض کی ہے؟ فرمایئے!......

اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (پ ۵) حضرت مُحمّد ﷺ کی اِطاعت' اور حضور ﷺ ہی کے قول و فعل (سُنت اور حدیث) پر عمل کرنا اللہ نے فرض کیا ہے۔

جب یہ حق ہے تو پھر حضور انور ﷺ کے قول و فعل' یعنی حدیث کی طرف خود کو منسوب کرنا کیونکر باعثِ حجاب ہو گیا۔ ؎

ترا اے قیس کیونکر ہو گیا سوز دروں ٹھنڈا
کہ لیلٰی میں تو ہیں ابتک وہی انداز لیلائی

ذرا جرأت اور اخلاقی جوانمردی سے کام لیں اور کہہ دیں اپنے آپ کو اہلحدیث بطور عقیدہ و عمل کے نہ بطور فرقہ کے' جب ہمارے رسول حضرت مُحمّد ﷺ ہیں اور اللہ نے ہم پر صرف حضور ﷺ ہی کی اِطاعت فرض کی ہے۔ حضور ﷺ کے سوا سب اُمتی ہیں۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں' تابعین رحمہم اللہ' تبع تابعین رحمہم اللہ' فقہاء' اولیاء اللہ اور بزرگان

دین ہوں یہ سب حضور انور ﷺ ہی کے اقوال وافعال کے مبلغ ہیں۔ ﴿بَلِّغُوْا عَنِّیْ﴾ [1] کے ذریعہ حضور ﷺ نے ان سب کو حکم دیا ہے کہ میری حدیثوں اور سنتوں کو آگے پہنچاؤ' پھیلاؤ' پھر حدیثوں اور سنتوں کو آگے پہنچانے' پھیلانے' اوران پر عمل کرنے والے یہ سب حدیث والے ہوئے اور جن کو احادیث نبوی ﷺ پہنچیں' انہوں نے قبول کیں اوران پر عمل کیا' یہ بھی حدیث والے ہوئے۔ جب حدیث اور سُنت کے بغیر کوئی چارہ نہیں' کوئی عقیدہ درست نہیں' کوئی عمل قبول نہیں' کوئی راہ سیدھی نہیں تو پھر کیوں نہ ہم اپنا مذہب قرآن وحدیث ٹھہرائیں۔

## اصحاب الحدیث کے حق میں حضور انور ﷺ کی دُعا

﴿اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ﴾ [2] حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ میرے خلیفوں پر رحم کر۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔ حضور! آپ کے خلیفے کون لوگ ہیں؟ اِرشاد فرمایا جو میرے بعد آئیں گے' میری حدیثیں روایت کریں گے' اورانہیں لوگوں کو سکھائیں گے۔

(شرف اصحاب الحدیث)

گویا حضور ﷺ حدیث پڑھنے' پڑھانے' سنانے' سمجھانے اور پھیلانے والوں کو اپنے خلیفے ۔۔۔ نائب فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کتنا مرتبہ ہے' اہلحدیث کا! اور پھر اپنے خلیفوں کے حق میں اللہ کی جناب میں دست بہ دُعا ہیں: اے اللہ! میرے خلیفوں پر رحم کر! یہ مستجاب دُعا حضور ﷺ کی حدیث والوں کے حق میں ہے۔ چنانچہ صاف فرمایا ﴿اَلَّذِیْنَ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ﴾ میرے خلیفے میری حدیثوں کو روایت کرنے والے ہیں۔

پس جو لوگ حضور ﷺ کی حدیثوں کو پڑھاتے ہیں سنتے' سناتے ہیں اوران کی اِشاعت کرتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کی دعائے مستجاب میں شریک ہیں۔ حضور ﷺ کی دُعا ان کے حق میں ہے۔ مبارک ہو حدیث والوں کو حضور ﷺ کی مستجاب دعا۔

## قیامت تک حق پر رہنے والی جماعت

آپ گذشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بنی اِسرائیل میں بہتر فرقے ہوگئے تھے اور

---

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء (۶۰) باب ما ذکر عن بنی اسرائیل (۵۰) الحدیث ۳۴۶۱ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔

(۲) شرف اصحاب الحدیث ص ۱۷ باب کون اصحاب الحدیث خلفاء النبی ﷺ فی التبلیغ' و طبرانی الاوسط ۶/۳۹۵ رقم الحدیث ۵۸۴۲ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند میں 'احمد بن عیسی' راوی ہے جسے امام دارقطنی نے کذاب کہا ہے' مجمع الزوائد ۱/۱۲۶ و فی نسخۃ الاخذی ۱/۱۳۱ علامہ ذہبی' حافظ بن حجر اور علامہ البانی نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔ میزان ۱/۱۲۷ و لسان المیزان ۱/۲۴۱ و الضعیفہ ۸۵۴۔

میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک جماعت کے اور وہ نجات پائے گی اور اِس نجات پانے والی جماعت کے متعلق فرمایا:

﴿لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ﴾

(شرف اصحاب الحدیث۔ترمذی)

''میری اُمت میں سے ایک جماعت مظفر و منصور ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔ان کے مخالف قیامت تک ان کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔''

یہودی سارے ہی فرقے بندی کے سبب تباہ و برباد ہو گئے' ان میں کوئی جماعت بھی حق پر نہ رہی۔ ان کے مولوی اور پیر سب کو لے ڈوبے لیکن اُمت مُحمدیہ میں جہاں بمطابق خبر رسول کریم ﷺ بہتر فرقے ہو جائیں گے وہاں ایک جماعت تا قیامت حق پر ثابت رہے گی' مظفر و منصور رہے گی' توحید کا جھنڈا پکڑ کر حدیثوں اور سنتوں کی مشعلوں کو روشن رکھے گی۔ باطل فرقوں کی گمراہی سے عامتہ المسلمین کو بچائے گی۔ خالص قرآن اور حدیث کو پھیلائے گی' کوئی انہیں مٹا نہ سکے گا...... ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾[1] کی شاہراہ پر تا صور اسرافیل گامزن رہے گی۔ یعنی حضور ﷺ کے اِرشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہود کی طرح میری ساری کی ساری اُمت نہیں بگڑ جائے گی بلکہ میری اُمت میں ایک جماعت ضرور حق پر قائم رہے گی اور قیامت تک حق کی نشر و اِشاعت کرتی رہے گی۔

اب اس جماعت کو حضور ﷺ کی نشاندہی کے مطابق انصاف سے پہچانو! حضور نے فرمایا ہے ﴿مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ﴾ ''وہ جماعت میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق پر ہوگی۔'' اس نشان دہی سے صاف پتہ چل گیا کہ وہ نجات پانے والی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق پر ہوگی۔۔۔اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق صرف حضور ﷺ کی سُنت اور حدیث پر عمل کرنا تھا پس آج تعصب چھوڑ کر پہچان لو اس جماعت کو جو صرف قرآن اور حدیث پر چلنے کی دعوے دار ہے جو بغیر کسی کی تقلید جامد کے بالراست صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح حدیث کو مانتی ہے اور اس پر عمل کرتی ہے۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق قیامت تک حق پر قائم رہنے والی یہی ناجی جماعت ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جیسا کہ پیچھے گزرا۔

﴿اِنْ لَّمْ یَکُوْنُوْا اَصْحَابَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ هُمْ﴾ (شرف اصحاب الحدیث)

''ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اگر اہل حدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا۔ کہ وہ کون ہیں۔''

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' میں مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی موجود ہیں:

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (جو جماعت قیامت تک حق پر رہے گی) اس سے مراد اہلحدیث ہیں۔

(۱) حسن ہے اس کی تخریج ص ۴۸ حاشیہ نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہلحدیث زمین پر اللہ کے دین کے نگہبان ہیں۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ یَّعْتَقِدُ مَذْهَبَ اَهْلَ الْحَدِیْثِ﴾

''ہمیشہ حق پر قائم رہنے والی وہ جماعت ہے جو مذہب اہلحدیث کی پابند ہے۔''

حضرت امام ابن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

﴿هُمْ عِنْدِیْ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ﴾

''میرے نزدیک یہ(لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ) لوگ اہلحدیث ہیں۔''

حضرت امام احمد بن سنان رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ وہ جماعت اہلحدیث ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس جماعت کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ حق پر رہے گی اس سے مراد جماعت اہل حدیث ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مظفر' منصور ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اہلحدیث ہے۔[1]......(شرف اصحاب الحدیث)

ان تصریحات کے ایراد سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ کو یقین آ جائے کہ حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق پر چلنے والی' قیامت تک حق پر قائم اور ثابت رہنے والی جماعت صرف حدیث والوں کی جماعت ہے اور آپ بھی عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے حدیث والے بن جائیں۔۔۔تمام پیوندی ذرائع چھوڑ کر سیدھے رسول اللہ ﷺ کی آغوش میں آ جائیں اور مصطفیٰ کی گفتار کے ہوتے ہوئے کسی کے قول و کردار کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔''کالی کملی'' کے سوا تمام جمود بردوش تقلیدی ''بھورے'' پھاڑ دیں۔''پٹے'' حلق سے اتار دیں۔ ''نمدے'' دریا برد کر دیں۔۔۔اور فرقہ وارانہ نسبتیں بھی مٹا دیں[2] کہ آپ نے پڑھا ہوا ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

---

(۱) بار بار اہلحدیث کا نام پڑھ کر آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم آپ کو کسی نئے فرقے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اہلحدیث ہرگز کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کی حدیث پر عمل کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ہم آپ کو سنت اور حدیث پر عمل کرنے والے بنانا چاہتے ہیں۔ بندھنوں سے آزاد کرا کر حضور انور ﷺ کے قول و فعل کے پابند کرانے کے خواہاں ہیں۔ یاد رکھیں کہ فرقے حضور ﷺ کے بعد نکلے ہیں۔ سنت اور حدیث بعد کی چیز نہیں ہے اور نہ سنت اور حدیث کے عامل بعد کے ہیں۔

(۲) نسبتوں سے ہماری مراد وہ نسبتیں ہیں جو عقائد و اعمال میں شخصیتوں کی اندھی اور جامد تقلید کا موجب ہیں! منہ

## اس کا مطلب یہ ہے

کہ عبادت اللہ کی اور اِطاعت مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔یعنی اللہ کی خالص عبادت رحمت عالم ﷺ کے طریقہ کے مطابق کرنی چاہیئے کہ معبود برحق کی حکم برداری حضور ﷺ سید ولد آدم ﷺ کی تابعداری میں بجالائی جائے۔ حضور ﷺ کے طریقہ کے سوا کسی کا طریقہ درخور اعتنا نہ مانا جائے۔حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں:

﴿فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهُدٰى هَدْىُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾(۱)

تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام سے کوئی کلام بہتر نہیں ہے۔اس لئے اس کا کلام قرآن مجید ہی دراصل قابل عمل ہے۔ احکم الحاکمین کے نازل کردہ دستور اور قانون کے مطابق ہی زندگی گزارنی لازم ہے کہ اسی خالق، مالک رازق اور شہنشاہ لازوال کا حکم ہی اِنسانی زندگی پر لاگو ہے۔اب اللہ کے کلام، اِرشاد اور حکم پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیئے؟ ﴿خَيْرَ الْهُدٰى هَدْىُ مُحَمَّدٍ﴾ ''کلام اِلٰہی پر عمل کرنے کا طریقہ محمد ﷺ کے طریقے سے کوئی بہتر نہیں ہے۔''

گو شمع میارید دریں بزم کہ امشب
در مجلس ما ماہ رُخِ دوست تمام است

جب ثابت ہوا کہ طریقہ رسول ﷺ کے سوا کوئی بہتر طریقہ نہیں ۔۔۔اور حضور ﷺ کے طریقے کے سوا کسی اور طریقے کو اِختیار کرنے کی اللہ کی طرف سے اجازت نہیں تو پھر جو شخص حضور ﷺ خاتم النبین ﷺ کے طریقہ کے سوا عقائد و اعمال میں کوئی اور طریقہ اِختیار کرتا ہے وہ یقیناً فرقے بندی کی راہ پر چلتا ہے۔وہ سبیلِ رسول ﷺ پر نہیں ہے۔سبیل رسول پر صرف حدیث والا ہی ہوسکتا ہے۔کہاں احادیث اور کہاں احادیث کے مقابلہ میں اقوالِ اُمتیاں۔ مسلمان بھائیو! ''جواھرات'' چھوڑ کر کیوں ''خرمہرے'' لئے پھرتے ہو

باغ مراچہ حاجت سرو و صنوبر است
شمشادِ خانہ پرورما از کہ کمتر است

## اَصحاب الحدیث کا حشر کے دِن مرتبہ

﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ جَاءَ

(۱) صحیح ہے اس کی تخریج ص ۳۱ میں گزر چکی ہے۔

اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ مَا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ مَعَهُمُ الْمَحَابِرُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ كُنْتُمْ تُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ (جواهر الاصول تاریخ خطیب از محدث خطیب بغدادی)(1)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حشر کے روز اہلحدیث اللہ کے حضور اپنی دواتوں سمیت (جن سے احادیث نبوی لکھا کرتے تھے) حاضر ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو فرمائے گا۔ ﴿اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ﴾ تم اہل حدیث ہو۔ تم (حدیثوں کو لکھتے پڑتے اور سناتے وقت) میرے نبی ﷺ پر درود پڑھتے تھے۔ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

مسلمان بھائیو! بہنو! اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں پڑھو' حدیثوں پر عمل کرو' ان کو سر آنکھوں پر رکھو' جان سے عزیز جانو' اور حدیثوں کے عمل کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالو۔ سچے اہل حدیثوں۔ عاملوں کی طرح زندگی گزارو۔ بڑی طیب اور پاک زندگی بسر کرو۔ حلال کھاؤ' پیو' پہنو' سچ بولو' عقائد اور اعمال کی تمام تاریکیوں کو حدیثوں کے اجالے سے کافور کرو۔ حدیث والے بن کر شاہراہ رسول ﷺ پر تا زیست گامزن رہو۔ یاد رکھو! کہ ہدایت کی قندیلوں سے ایسی روشن راہ کہیں بھی آپ کو نہیں مل سکے گی۔

نکہت زلف سے کم مرتبہ مشک ہوا
شرم سے ناف میں آہو کے لہو خشک ہوا

## حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نعرہ حق!

# اہل سُنت والجماعت اہلحدیث ہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کے علم و فضل زہد و ورع کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور آپ کی ذات احناف اور اہل حدیث میں یکساں عزت اور مرتبہ کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ نجات پانے اور تا قیامت حق پر رہنے والی مظفر و منصور۔۔۔ ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ﴾ کی

(1) موضوعات کبیر ۱/۲۶۰ و اللالی المصنوعه ۱/۱۹۸ عن انس رضی اللہ عنہ اس کی سند میں' محمد بن یوسف الدقی راوی کذاب ہے' خطیب' علامہ ذھبی' اور حافظ ابن حجر' ابن جوزی اور شوکانی نے اس روایت کو باطل اور من گھڑت قرار دیا ہے' میزان الاعتدال ۴/۷۳ و لسان المیزان ۵/۳۳۶ و فوائد المجموعه ص ۲۹۱۔

روشن راہ پر چلنے والی جماعت کے متعلق آپ اپنی مایہ ناز کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں: ضد اور تعصب چھوڑ کر ایمان کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں!

﴿وَاَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ﴾ (غنیتہ الطالبین)

''اور لیکن نجات پانے والا (حق پر ثابت) گروہ اہل سُنت والجماعت ہے۔''

آگے آپ اہل سُنت والجماعت کو فرقہ بندی سے بالا بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

﴿فَاَهْلُ السُّنَّةِ طَائِفَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ (غنیتہ الطالبین)

''پس اہل سُنت ایک ہی گروہ ہے۔''(۱)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے کیسا دیانت داری سے سچا فیصلہ عین حدیث کے مطابق کیا ہے کہ اہل سُنت ایک ہی گروہ ہے۔ فرقے بندی سے بالا صحابہ ؓ کی طرح ایک ہی جماعت ہے۔ اب اس طائفہ واحدہ۔۔ ایک جماعت کی مزید وضاحت فرماتے ہیں' اور پہچان بتاتے ہیں:

وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ (غنیتہ الطالبین)

''اور وہ اہل حدیث ہیں۔''

بیا ساقی نوائے مرغزار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد' نگار آمد قرار آمد

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔۔۔ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اہل سُنت والجماعت صرف اہلحدیث کو فرمارہے ہیں۔(۲) تین صدیوں کے بعد جتنے فرقے آج تک ہوئے ہیں' ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا۔ اگر ناجی اہل سُنت والجماعت کسی کو کہا ہے تو اہلحدیث کو کہا ہے۔

در مجلس ما عطر میامیز کہ جاں را
ہر لحظہ بہ گیسوئی تو خوشبوئی مشام است

برادران احناف کو اخلاقی جرأت کر کے ایمان کا سہارا لے کر حضرت شاہ جیلانی علیہ الرحمتہ کے ارشاد کے

---

(۱) سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے ناجی گروہ اہل سُنت والجماعت کو قرار دیا ہے۔ صحابہ ؓ تابعین ؒ اور تبع تابعین ؒ کے نیک زمانوں کے بعد نکلے ہوئے کسی فرقے کا نام نہیں لیا اور اہل سُنت والجماعت کی آپ نے شناخت بھی بتادی ہے فرماتے ہیں۔ ﴿السُّنَّةُ مَا سَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ (غنیۃ الطالبین) رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو سُنت کہتے ہیں اور صحابہ ؓ کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں۔ پس مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ کی راہ پر چلنے والے۔ قرآن اور حدیث کو بالراست صحابہؓ کے طریق پر بجالانے والے اہل سُنت والجماعت ہوئے۔

(۲) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ جیلانی ؒ اہلحدیث تھے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اہل سُنت گروہ اہلحدیث ہے۔

مطابق اپنا مذہب حدیث اختیار کر لینا چاہئے۔ اہل سنت' اہلحدیث بن جانا چاہئے۔۔۔سبیل رسول ﷺ پر چلنے۔۔۔صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذہب رکھنے والوں......اصحاب الحدیث میں شامل ہو جانا چاہئے۔ جن بھائیوں کا حضرت شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا اعتقاد ہے اور جو انہیں بزرگ اور بڑے ولی اللہ سمجھتے ہیں وہ ان کے فرمان کی بھی قدر کریں' ان کی بزرگی کے ساتھ ان کے ارشاد کو بھی مانیں کہ آپ فرما رہے ہیں:

''نجات پانے والا گروہ اہل سنت والجماعت ہے۔۔۔اور اہل سنت ایک ہی گروہ ہے۔ اور وہ اہلحدیث ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کو برحق جاننے والے بھائیو! کبھی حدیث والوں کو برائی سے یاد نہ کرنا۔ یہ حدیث کوئی اہلحدیث کی گھر کی چیز نہیں ہے بلکہ ہمارے اور آپ کے اور سارے جہان کے رسول سید الکونین والثقلین حضرت محمد ﷺ کے فرمان ہیں جن کی عزت وقدر کرنا اور ان پر عمل کرنا سب پر فرض ہے۔ حضرت شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر سب حدیث والے بن جاؤ۔[1] للّٰہیت کے ماحول میں انصاف کی راہ اختیار کرو۔

ہے طلسم دھر میں صد حشر پاداش عمل
آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہیں

## حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے

# اہل بدعت کی پہچان!

حضرت شاہ جیلانی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاعْلَمْ اَنَّ لِاَهْلِ الْبِدَعِ عَلَامَاتٍ يُعْرَفُوْنَ بِهَا﴾ (غنیۃ الطالبین)

''اور یاد رکھو کہ بدعتیوں کی کئی نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔''

آگے آپ بدعتیوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتاتے ہیں:

﴿فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ﴾ (غنیتہ الطالبین)

''پس نشانی بدعتیوں کی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں۔''

---

(1) سچا مرید اور مخلص تابعدار وہ ہوتا ہے جو اپنے پیرومرشد کے (مدلل) کہنے پر چلے جب شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت والجماعت صرف اہل حدیث کو کہا ہے۔ اور کسی فرقے کو نہیں کہا تو شاہ صاحب کے سب معتقدوں اور عقیدتمندوں کا فرض ہے کہ جناب پیر حقانی کی بات مان کر اپنا مذہب ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ﴾ اختیار کر لیں۔ صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والے اہل حدیث بن جائیں۔ آپ کی خیر خواہی کے لئے درد دل سے اپیل ہے۔

حضرت پیر جیلانی رحمہ اللہ نے اہل اثر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اہل اثر کے معنی اہل حدیث کے ہیں۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ کرتے ہوئے علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ فاضل سیالکوٹی اہل اثر کا ترجمہ اہلحدیث کرتے ہیں۔

اِس طرح:

﴿فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ﴾

''پس نشان اہل بدعت عیب کردن است در اہلحدیث۔''

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی) از علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ سیالکوٹی

## بدعتی اہلحدیث کو برا بھلا کہتے ہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے کتنی خدا لگتی کہی ہے۔ اظہار حق میں کتنا بے باک قدم اُٹھایا ہے بلاخوف لومتہ لائم علی الاعلان فتویٰ دیا ہے کہ اہلحدیث کو برا کہنے والے' ان کی بدگوئی اور عیب جوئی کرنے والے بدعتی ہیں۔ یعنی پہچان ہی بدعتیوں کی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں۔

اہلحدیث کو برائی سے یاد کرنے والے بھائیو! گوشِ ہوش سے سن لو کہ شاہ جیلانی رحمہ اللہ اہلحدیث کو برا کہنے والوں کو بدعتی فرماتے ہیں۔ آئندہ توحید کے پروانوں اور حدیث وسُنت کے شیدائیوں کو کبھی برائی سے یاد نہ کرنا بلکہ ان سے محبت کرنا اور خیر خواہی سے پیش آنا کیونکہ یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روش پر رحمت للعالمین ﷺ کا اتباع کرتے ہیں اور تمام اُمت کے بزرگوں' ولیوں اور اولیاء اللہ کا ادب واحترام بجالاتے ہیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ شیخ علیہ الرحمتہ نے جو اہلحدیث کی برائی کرنے والوں کو بدعتی کہا ہے۔ یہ بدعت کا فتویٰ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ بدعتی کے متعلق اِرشاد فرماتے ہیں' غور سے ملاحظہ فرمائیں:

﴿لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَّلَا صَلٰوةً وَّلَا صَدَقَةً وَّلَا حَجًّا وَّلَا عُمْرَةً وَّلَا جِهَادًا وَّيَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ﴾ (ابن ماجه)[1]

''اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز' اور نہ زکوٰۃ وخیرات اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی (دائرہ) اِسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔''

ناظرین! دیکھا آپ نے کہ بدعتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا مردود ہے کہ اس کا کوئی عمل تک قبول نہیں ہوتا۔ لہٰذا یاد رکھیں۔ آپ کبھی کوئی کام بدعت کا نہ کرنا۔[2] حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بدعتیوں کے کاموں سے

---

(۱) ابن ماجة ' المقدمة' باب اجتناب البدع و الجدل (۷) الحديث ۴۹ عن حذيفه رضی اللہ عنہ اس کی سند میں' محمد محصن' راوی کذاب ہے' تقریب ص ۳۱۷ علامہ البانی نے اس روایت کو موضوع' قرار دیا ہے' الضعیفہ ۱۴۹۳

(۲) حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ ﴿مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ﴾ (بخاری شریف) ترجمہ: ''جس شخص نے ہماری (مکمل) شریعت کے اندر کوئی نیا طریقہ (مسئلہ وغیرہ) نکالا۔ جو شریعت میں ہمارا (جاری کردہ) نہ ہو تو وہ طریقہ مردود

کام یہ بتاتے ہیں کہ وہ اہلحدیث کی برائی کرتے ہیں۔ شیخ علیہ الرحمتہ نے یہ بالکل حق کہا ہے۔ غور کریں کہ جو رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور حدیثوں پر عمل کرنے والوں کو برا جانیں وہ بدعتی نہیں تو اور کون ہو سکتے ہیں؟ بے شک حضور رحمت للعالمین ﷺ کے اقوال و افعال۔۔۔ احادیث و سنن کو برا جاننا' ان سے نفرت کرنا' چڑنا۔ انہیں مٹانا' ان پر عمل کرنے والوں سے لڑنا بھڑنا بدعتیوں کا ہی کام ہے۔ ایسے بھائیوں سے ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اس روش کو چھوڑ دیں۔ اہلحدیث سے بغض نہ رکھیں' انہیں اُمت کے ایک قطب الاقطاب کے فتویٰ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ ولایت کے بادشاہ کے کوڑے کی ضرب سے کانپ اٹھنا چاہیے۔

## علماءِ سوء کی انگیخت!

جب اہلحدیث قرآن اور حدیث بیان کرتے ہیں اور تبلیغ کی ذمہ داری میں شرک اور بدعت کا رد کرتے ہیں' خانہ ساز مسلکوں کے ''بیت العنکبوت'' کو تار تار کرتے ہیں تو جن احبار و رہبان کی ''بلیک مارکیٹ'' کی آمدن ماری جاتی ہے وہ سادہ دِل عوام کو اہلحدیث کے خلاف ابھارتے ہیں کہتے ہیں: یہ بے ادب ہیں' بزرگوں کے منکر ہیں' ان کی باتیں مت سنو' ان کے پاس نہ جاؤ۔۔۔ یہ سن کر عوام۔۔۔ سادہ لوح مسلمان' اہلحدیث سے نفرت کرتے ہیں۔ ''برادران یوسف'' کی انگیخت پر حدیث والوں سے بیر رکھتے ہیں۔ ہم بڑے خلوص اور محبت سے ان سادہ دِل مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی خالی خولی باتوں پر نہ جائیں۔ ان کے کہنے پر اہلحدیث کو برا نہ کہیں۔ یہ لوگ ''ریستوران'' کی رونق کے لئے اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں اور آپ سے کراتے ہیں۔ ذرا سوچئے تو کہ اہل حدیث کا کیا گناہ ہے؟ صرف یہی کہ وہ تمام اُمت کے بزرگ اور ولیوں کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ لیکن تمام اُمت کے لئے اِطاعت صرف حضرت محمّد ﷺ کی فرض جانتے تھے۔ حضور ﷺ خیرالوریٰ کی ذاتِ قدس کو معیارِ اُمت' حرفِ آخر اور منتہائے کلام مانتے ہیں:

جنہیں حریم تصور میں باریابی ہے!
وہ بزمِ سرو سمن سے کشاں کشاں گزرے

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ آپ کو متنبہ کر رہے ہیں کہ اصحاب الحدیث کو برا نہ جانیں کہ انہیں برا جاننا اہل بدعت کا شیوہ ہے۔ پھر آپ علماءِ سُوء کا محرک (tnalumitS) نہ لیں۔ اس ڈوز (Dose) سے پرہیز کریں۔

---

(وغیرہ) مردود ہے۔'' معلوم ہوا کہ شریعت کے اندر امتیوں کے بنائے اور گھڑے ہوئے مسلکوں اور طریقوں کو بدعت کہتے ہیں پس آپ محتاط رہیں کہ کسی بے سند گھریلو مسئلے پر ثواب جان کر' اسے دِین کی چیز مان کر عمل نہ کر بیٹھیں کہ بدعت پر عمل کرنے سے اللہ کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔..... (محمد صادق)(بخاری کتاب الصلح (۵۳) باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فا الصلح مردود

(۵)الحدیث ۲۶۹۷ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔)

یارب العالمین علماءِ کرام کو توفیق دے کہ وہ مسلمانوں میں اِتفاق و اتحاد اور محبت و پیار کے وعظ کریں۔ وہ ایک دوسرے کو قریب لائیں اور انہیں شیر وشکر رہنے کی تلقین کریں کہ اِسلام کا پیغام اولین یہی ہے۔

دیئے سے جلنے لگے زیست کے دھندلکوں میں
یہ کس کے روئے درخشاں کی یاد آئی ہے!

## یہود کے فرقہ ساز علماء کا حال

یہودیوں کے فرقہ ساز علماء سادہ دل ان پڑھ لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے مسائل بتا کر گمراہ کرتے تھے' جھوٹے قصے کہانیاں سنا سنا کر روٹی کماتے تھے۔ بنی اسرائیل کو فرقہ فرقہ کر کے آپس میں لڑاتے تھے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ﴾ ...... (پ ۱ : ع ۹)

''اور بعض ان (یہود) میں سے ان پڑھ ہیں۔ نہیں جانتے' کتاب (تورات) کو مگر (جھوٹی) آرزوئیں اور نہیں وہ مگر گمان کرتے۔''

اس آیت میں اللہ نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں جو ان پڑھ بے علم اور سادہ لوح لوگ تھے وہ تورات کے احکام و مسائل نہیں جانتے تھے۔ ہاں ان اکاذیب اور جھوٹے قصوں کو جانتے تھے جو ان کے مولویوں اور پیروں نے ان کو سنا رکھے تھے ان ہی بے سند اکاذیب اور قصص پر ان پڑھ لوگوں کے مذہب کا دارومدار تھا اور ان کے علماء بھی تورات کے احکام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل بالتورات چھپا کر لوگوں کو خانہ ساز مذہب پر چلاتے تھے اور ناجائز روٹی کماتے تھے۔ دیکھئے خدا تعالیٰ ان علماء و مشائخ کی ناجائز کمائی کا حال بیان کرتا ہے:

﴿فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ﴾ ...... (پ ۱ : ع ۹)

''پس افسوس ہے ان لوگوں (علمائے یہود) پر جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں پھر (ان پڑھوں سے) کہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے تھوڑے سے دام (دنیاوی فائدہ) حاصل کریں۔ پس افسوس ہے ان پر کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے (جھوٹ) لکھا اور (پھر) افسوس ہے ان پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں۔''

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے علماء جاہلوں سے مال حاصل کرنے کی غرض سے خود گھڑ کر مسائل لکھتے اور انہیں کہتے تھے کہ تورات میں اللہ کا ایسا ہی حکم ہے۔ یعنی شریعت کے نام سے بہت سے کھانے پینے کے مسائل اور دولت اکٹھی کرنے کے فرضی احکام انہوں نے خود لکھ لئے تھے۔ نذروں' نیازوں' چڑھاووں کے سلسلہ دین کے لیے سے خود قائم کر لی تھیں اور لوگوں کو یہ کہہ کر دغا دیتے تھے:

﴿هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾

''یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔''۔(دین ہے' شریعت ہے)

اللہ فرماتا ہے۔ فَوَیْلٌ خرابی ہے' بربادی ہے' ہلاکت اور جہنم ہے ان علماء کے لئے جو اپنے پاس سے (اکاذیب) لکھ کر جہلا کو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور یہ سب کچھ کیوں کرتے ہیں' عوام کو مذہب میں کیوں دھوکا دیتے ہیں؟ ﴿لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ تا کہ اس لکھے ہوئے (خانہ ساز مذہب) کے عوض تھوڑا مول لیں۔'' مطلب یہ کہ وہ علماء ومشائخ پیری مریدی کے پیشے کے ذریعے جھوٹے مسائل کے طفیل لوگوں کا لہو چوس چوس کر ہزاروں' لاکھوں روپے جمع کرتے تھے۔ قرآن نے اس مال کو ﴿ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''تھوڑی قیمت'' کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ دینِ حق کو حق بیان کرتے تو اس حق بیانی کے بدلے اللہ نے جو آخرت میں انہیں انعام دینا تھا۔ بہشت کی نعمتیں عطا کرنی تھیں۔ اس آخرت کے اجر کے مقابلہ میں دُنیا کا مال و دولت خواہ کتنا ہی کثرت سے ہو' لاکھوں کروڑوں روپیہ ہو...... واقعی تھوڑا ہے' ثمن قلیل ہے۔ غور فرمایا آپ نے! کہ یہ حال تھا یہود کے مولویوں کا' اصل دِین یعنی تورات اور سُنت موسیٰ علیہ السلام کو گلدستہ طاق نسیان بنا کر خانہ ساز مذہب گھڑ کر جہلا کو اس پر چلا کر ان سے دُنیا اکٹھی کرتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾

''پس خرابی' ہلاکت اور عذاب ہے ان کے لئے' جنہوں نے لکھا (خانہ ساز مذہب) اپنے ہاتھوں سے۔''

وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ

''اور خرابی' بربادی' ہلاکت اور دوزخ کی آگ ہے اس چیز سے جو کماتے ہیں۔''

یعنی اصل دِین کو چھپا کر اپنا بنایا ہوا دِین لوگوں کو بتانے والے علماء کے لئے دوزخ ہے اور اس گھریلو دین' اقوال وآراء کے بدلے جو دُنیا کا مال اکٹھا کیا ہے یہ بھی جہنم کا ایندھن ہے۔

مسلمان سادہ دِل بھائیو! یہ حال تھا یہود کے علماء ومشائخ کا...... اللہ نے ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے مزید ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴾

(پ ۲ : ع ۵)

''تحقیق جو لوگ (علماء ومشائخ) ان احکام کو جو اللہ نے کتاب میں نازل کئے (نفسانی اغراض کی بناپر) چھپاتے ہیں اور ان کے بدلے (دنیاوی معاوضہ جو بمقابلہ آخرت) تھوڑا ہے' حاصل کرتے ہیں۔ یہ

لوگ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں۔ ان (خائن عالموں اور درویشوں) سے اللہ قیامت کے دِن بات بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو (دین فروشی اور مذہبی خیانت کے گناہوں سے) پاک کرے گا' اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ (خائن علماء) وہ لوگ ہیں جنہوں نے مول لیا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب کو بدلے بخشش کے' پھر کیا صبر کرتے ہیں وہ آگ پر۔''

آپ نے یہودی مولویوں کا حال پڑھ لیا کہ کس طرح دُنیا کا مال اکٹھا کرنے کے لئے شریعت موسوی میں ردو بدل کرتے تھے اور عوام کو مذہب کے متعلق دھوکا دیتے تھے۔ اللہ نے ایسے دِین چھپانے والے فرقہ ساز مولویوں کے بارے میں صاف فرما دیا کہ یہ لوگ اپنے پیٹوں میں انگارے بھر رہے ہیں یعنی مذہب میں دھوکا فریب کر کے جو عوام سے مال اکٹھا کرتے ہیں' یہ آگ ہے آگ! جہنم کی آگ۔ اللہ قیامت کے دِن ان مردود مولویوں سے کلام تک نہ کرے گا۔ نہ ان کے دجل و فریب کی خباثت و نجاست سے انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب سے دوچار کرے گا۔

یہ سزا ان مولویوں کو اللہ اس لئے دے گا کہ دُنیا میں انہوں نے عوام کو فرقہ فرقہ کر دیا۔ اور ان فرقوں کو مذہبی تجارت کی منڈیاں بنا لیا۔ ''تجارت'' کے ''اصول وضوابط'' (مسائل وفتاویٰ) خود گھڑ لئے۔ ہر فرقے کو دوسرے فرقے کے ساتھ لڑایا اور خوب دُنیا کمائی۔ ایسے ایسے مسائل کے شوشے چھوڑے کہ ان کا نام و نشان نہ تورات میں ملتا ہے' نہ موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی میں!

## اُمّتِ خیرُ الرُّسُل کو اِنتباہ!

سادہ اوران پڑھ لوگ ہر زمانے میں ہوتے ہیں جنہیں بیوقوف بنا کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت رسول ﷺ کے سادہ دلوں کو علماءِ سُوء سے بیدار اور ہوشیار رہنے کے لئے آیت ذیل نازل فرمائی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾(پ ۱۰ : ع ۱۱)

''مسلمانو! تحقیق بہت سے عالموں اور درویشوں میں سے البتہ کھا جاتے ہیں مال لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے' اور بند کرتے (روکتے) ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے۔''

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ مولویوں اور پیروں کی اکثریت سادہ لوح عوام کو مذہب کا چکمہ دے کر ان کے مال ہتھیاتی ہے۔ جھوٹ اور فریب سے مکار علماء اور مشائخ لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور انہیں (بدعت اور شرک کی رسموں پر چلا کر) راہ اللہ سے روکتے ہیں۔ خانہ ساز مسئلوں پر عمل کرا کر ان کی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ

ایسے مولوی اور پیر بھی ہیں اور کثرت سے ہیں۔ ان ''کالی بھیڑوں'' کی بہتات ہے۔

یہ تو علماءِ سوء کا حال مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے اللہ نے بیان کیا ہے اب رسول اللہ ﷺ کی زبانی بھی ایسے علماء کا حال سنیں:

﴿وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُه وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَاءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَ فِيْهِمْ تَعُوْدُ﴾ (مشکوٰۃ کتاب العلم)(۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت پر ایک زمانہ آئے گا' جب اِسلام نام کا رہ جائے گا اور قرآن کی فقط رسم۔ مسلمانوں کی مسجدیں (بظاہر جھاڑ فانوس' پانی' روشنی اور ''بھیڑ'' سے تو) آباد ہوں گی لیکن ہدایت (خالص قرآن وحدیث کے درس وتدریس' اور مسنون عبادات) سے ویران ہوں گی اور (اس وقت) ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ ان کے پاس سے (دین میں افتراق وانشقاق اور اشراک واحداث کا) فتنہ پھیلے گا اور ان میں لوٹے گا۔''

برادران اسلام! حضور پرنور ﷺ کی اس حدیث پاک (وحی) پر ایک بار پھر نظر کریں اور سوچیں کہ کیا حضور ﷺ نے اپنی اُمت میں علماءِ سُوء کو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق نہیں فرمایا۔ انہیں فتنہ پھیلانے والے نہیں کہا؟ جب کہا ہے تو یقین کیجئے کہ ایسے علماء ضرور ہیں اور کثرت سے ہیں جو مسلمانوں میں خود گھڑ کر نئے نئے مسائل جاری کرکے روٹی کماتے ہیں۔ بدعت اور شرک کی رسموں کے ذریعہ سادہ لوحوں سے مال ہتھیاتے' اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے اور فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں۔ ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرکے فرقہ سازی کرتے ہیں۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ان ہی علماءِ سوء کے متعلق کہا ہے:

دِین ملّا فی سبیلِ اللہ فساد!

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ فتنہ فساد اور لڑائی جھگڑا اس وقت سر اٹھاتا ہے' مسلمانوں میں فرقہ بندی اس وقت راہ پاتی ہے جب قرآن اور حدیث کے سوا' اعتقاد وعمل کی کوئی نئی راہ بار پائے' جب قال رسول اللہ ﷺ کی جگہ قال فلاں کہا جائے۔ احادیث کی جگہ اقوال رجال لے لیں۔ علماء مشائخ اپنی باتیں منوانے لگیں۔ امانی' اکاذیب اور بے سند قصے کہانیاں منبروں پر سنانے لگیں۔ حقیقت خرافات میں کھو جائے' مذہب میں دھونس اور دھاندلی سے کام لیا جائے۔ سادہ لوح اندھی ارادت کی بناء پر احادیث کی شمعیں جگانے والوں کے مقابل نبرد آزما ہوں۔ ''زاغ وزغن''

(۱) شعب الایمان ۲/۳۱۱ رقم الحدیث ۱۹۰۸ و ابن عدی ۴/۱۵۴۳ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی سند میں بشر بن ولید قاضی راوی ہے جس میں ضعف ہے علامہ البانی نے اس پر ضعیف کا حکم لگایا ہے' تحقیق مشکوٰۃ ۱/۹۱۔

عقابوں کے نشیمن پر قبضہ جمانے کے لئے پر تولیں۔ ایسے ماحول کے سرپرستوں سے بچنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قرآن اور حدیث میں مسلمانوں کو ہوشیار کیا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

## علماء ربانی لوگوں کے لئے رحمت ہیں!

جہاں علماءِ سُوء اُمت کے لئے زحمت ہیں وہاں علماء ربانی لوگوں کے لئے سراسر رحمت اور نعمت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى اَدْنَاكُمْ﴾ (مشکوٰۃ)[1]

''بزرگی عالم (ربانی، حق گو، باعمل) کی اوپر عابد کے اس طرح ہے۔ جس طرح میری (محمد ﷺ کی) بزرگی تمہارے ادنیٰ پر ہے۔''

حضور انور ﷺ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَه وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَ حَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ﴾ ...... (ترمذی)[2]

''تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان اور زمین حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں (دریاؤں میں) لوگوں کو خیر (قرآن اور حدیث کا علم) سکھانے والے کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں۔''

معلوم ہوا کہ نیک، سچے، صالح، حلال خور، حق گو، دیانتداری سے قرآن و حدیث بیان کرنے والے صاحب کردار عالم باعمل کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ سرورِ عالم ﷺ کی شریعت کے دیانت دار وارث اور امین کے مقام کو کوئی غیر عالم نہیں پہنچ سکتا۔ سبحان اللہ! ایسے نیک علماء ربانی پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور چیونٹیاں اور مچھلیاں ان کے حق میں بخشش مغفرت اور عافیت کی دُعا کرتی ہیں۔ پھر کتنی بڑی رحمت ہے۔ ایسے علماء اُمت کے لئے۔ یاد رکھیں ایسے علماء یقیناً اولیاء اللہ ہیں۔ علمائے ربانی کے حق میں حضور انور ﷺ اور ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ﴾ (دارمی شریف)[3]

---

(۱) ترمذی کتاب العلم (۴۲) باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (۱۹) الحدیث (۲۶۸۵) عن ابو امامة الباهلی رضی اللہ عنہ، البانی نے صحیح کہا ہے، صحیح ترمذی ۲۱۶۱۔

(۲) صحیح ہے دیکھئے حاشیہ گذشتہ نمبر۱۔

(۳) سنن دارمی ۱/۱۱۶، المقدمة، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر الله (۳۴) الحدیث ۳۷۰ عن حکیم بن عمیر، اس کی سند میں شدید ضعیف ہونے کے علاوہ مرسل بھی ہے، حکیم تابعی ہے اور ضعیف ہے، اور سند میں دوسرا راوی، بقیہ بن ولید ہے جو مدلس ہے تقریب، علامہ البانی نے اس کی سند کو کمزور قرار دیا ہے، تحقیق مشکوٰۃ ۱/۸۹۔

"بے شک بہترین بھلوں کے بھلے علماء ہیں۔"

یعنی علمائے حقانی سے بڑھ کر کوئی بھلا نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ علمائے خیر کا وجود اپنے لئے رحمت جانیں' ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھیں ان کی عزت وآبرو اور احترام بجالانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔ ان کی صحبت کو کبریت احمر اور اکسیر تصور کریں۔ کَثَّرَ اللّٰهُ سَوَادَهُمْ

## اہلحدیث کا ایک ہی نام ہے!

"دیناری علماء" خود بھی حدیث والوں (اہلحدیث) کو برا کہتے ہیں اور عوام کو بھی ان کے خلاف اکساتے ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا فتویٰ ایسے لوگوں کے حق میں آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ اہل حدیث کو برا کہنے والے بدعتی ہیں۔ حضرت پیر جیلانی علیہ الرحمہ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں:

وَعَلَامَةُ الزَّنَادِقَةِ تَسْمِيَتُهُمْ اَهْلَ الْاَثَرِ الْحَشْوِيَةِ يُرِيْدُوْنَ اِبْطَالَ الْاٰثَارِ وَ عَلَامَةُ الْقَدْرِيَّةِ تَسْمِيَتُهُمْ اَهْلَ الْاَثَرِ مُجْبَرَةً وَعَلَامَةُ الْجَهْمِيَّةِ تَسْمِيَتُهُمْ اَهْلَ السُّنَّةِ مُشَبِّهَةً وَعَلَامَةُ الرَّافِضَةِ تَسْمِيَتُهُمْ اَهْلَ الْاَثَرِ نَاصِبَةً. وَكُلُّ ذٰلِكَ عَصَبَةٌ وَّ غِيَاظٌ لِّاَهْلِ السُّنَّةِ وَلَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا اِسْمٌ وَّاحِدٌ وَّهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَلَا يَلْتَصِقُ بِهِمْ مَا لَقَّبُوْهُمْ اَهْلُ الْبِدَعِ كَمَا لَمْ يَلْتَصِقْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْمِيَةُ كُفَّارِ مَكَّةَ سَاحِرًا وَّشَاعِرًا وَّ مَجْنُوْنًا وَّمَفْتُوْنًا وَكَاهِنًا وَّلَمْ يَكُنْ اِسْمُهُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ مَلَائِكَتِهِ وَعِنْدَ اِنْسِهِ وَجِنِّهِ وَ سَائِرِ خَلْقِهِ اِلَّا رَسُوْلًا نَبِيًّا بَرِيْئًا مِنَ الْعَاهَاتِ كُلِّهَا﴾(غنية الطالبين)

"(میرے مریدو سنو)! بے دین زندیق فرقے کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث جماعت کا نام (شرارتاً) حشویہ رکھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ حدیثوں پر لوگ عمل نہ کریں۔ قدریہ فرقہ کا نشان یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کا نام (شرارتاً) مجبرہ رکھتے ہیں۔ جہمیہ فرقہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کا نام (شرارتاً) مشبہ رکھتے ہیں۔ رافضی فرقہ اہلحدیث کا نام (شرارتاً) ناصبہ رکھتے ہیں۔ (سنو)! ان تمام باطل فرقوں کی یہ تہمتیں اہلحدیث پر محض افترا ہیں' ہٹ دھرمی اور تعصب ہے۔ ان کے ساتھ حسد وبغض رکھنے کے سبب یہ بہتان باندھتے ہیں۔ (خوب یاد رکھو)! کہ اہل سُنت والجماعت کا ایک نام کے سوا کوئی نام نہیں اور وہ نام اہلحدیث ہے۔ یہ بدعتی ٹولے اہلحدیث کو خواہ کچھ ہی کہیں (ان کے الٹے الٹے نام رکھیں) اس سے اہلحدیث کا کچھ نہیں بگڑتا۔ (سنو)! جس طرح رسول اللہ ﷺ کے کفار مکہ نے بہت سے نام گھڑ لئے تھے اوران کا کچھ نہ بگڑا تھا۔ (دیکھو)! کافروں نے حضور ﷺ کے (الٹے الٹے) نام' جادوگر' شاعر' مجنون' مفتون کاہن وغیرہ رکھے تھے (لیکن) درحقیقت نبی اکرم ﷺ کا ان ناموں میں سے' اللہ کے نزدیک'

اس کے فرشتوں کے نزدیک' انسانوں' جنوں اور ساری خلقت کے نزدیک کوئی نام نہ تھا۔ آپ ﷺ کا نام صرف رسول' نبی ہی تھا۔ حضور ﷺ ان آفتوں سے قطعاً پاک تھے۔''

## اہلحدیث کے الٹے سیدھے نام رکھنا بدعتیوں کا کام ہے

آپ نے حضرت پیر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد سن لیا کہ وہ فرماتے ہیں: کہ بدعتی گروہ اور فرقے' اہلحدیث کے ساتھ بغض اور حسد رکھتے ہیں اور بغض وحسد کے سبب (شرارتاً) اہلحدیث کے الٹے سیدھے نام رکھتے ہیں حالانکہ ان کا ایک ہی نام ہے' اور وہ اہلحدیث ہے اور اہلحدیث ہی دراصل اہل سُنت والجماعت ہیں!

اہلحدیث کو برا کہنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کے الٹے سیدھے نام رکھنے والے ساحر' شاعر' مجنوں' مفتون مکہ کے کافر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے تھے۔ ایسے ہی اہلحدیث کے الٹے سیدھے نام رکھنے والے اہلحدیث کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تو اہلحدیث کے بدگو بقول شاہ جیلانی رحمہ اللہ کن کے نقش قدم پر ہوئے؟ نقش قدم پر ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلحدیث کے الٹے سیدھے نام رکھنا' انہیں دل آزار لقب دینا۔۔۔ اہل بدعت کا کام ہے۔ پھر جو لوگ انہیں وہابی' نجدی' لامذہب وغیرہ مذموم القاب سے یاد کرتے ہیں بقول حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ بدعتی ہوئے' کیونکہ آپ نے فرمایا ہے:

﴿فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ﴾ (غنية الطالبين)

''بدعتیوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں۔''

## وہابی' نجدی' لامذہب کے دل آزار القاب!

اہلحدیث علیٰ وجہ البصیرت صرف قرآن اور حدیث کو ماننے والے ہیں وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ پھر انہیں کسی بزرگ عبدالوہاب صاحب کی طرف زبردستی منسوب کرکے وہابی کہنا عقل و دیانت کے منافی ہے۔ ایسے ہی نجد میں رہنے والے کسی بزرگ کی طرف منسوب کر کے اہلحدیث کو از راہ حقارت نجدی کہنا۔ یہ بھی شرافت سے بعید ہے۔ غور فرمائیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفہ کے رہنے والے تھے کیا ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد کوفی ہیں؟ نہیں۔ جب مقلد کوفی نہیں ہوسکتے تو جو کسی کے مقلد ہی نہیں وہ کیونکر نجدی ہوسکتے ہیں؟ سنئے! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ﴾ ...... (مشکوٰۃ)[1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سُنت ہیں۔''

(۱) صحیح حدیث ہے' تخریج حاشیہ نمبر ۲۱ میں گزر چکی ہے۔

اس فرمان رسول ﷺ کے مطابق اہلحدیث نے حضور ﷺ کی چھوڑی ہوئی دو چیزوں کو مضبوطی سے تھام لیا یعنی قرآن اور حدیث کو اپنا مذہب بنالیا۔ پھر قرآن حدیث کا مذہب رکھنے والوں کو لا مذہب کہنا کیا ایمانداری ہے؟ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے سچ فرمایا ﴿كُلُّ ذٰلِكَ عَصَبَةٌ وَّغِيَاظٌ﴾ (سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کے یہ) سب (الٹے سیدھے) نام اور القاب (تہمت طرازیاں اور بہتان بازیاں) تعصب اور حسد و بغض کے سبب ہیں۔ امید ہے کہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عزت کرنے والا کوئی شریف حنفی آئندہ اہلحدیث کو وہابی' نجدی' لا مذہب وغیرہ دلآزار القاب سے نہیں پکارے گا' بلکہ محبت سے اہلحدیث کہے گا' بلکہ حضور ﷺ کی حدیث کی محبت میں خود بھی اہلحدیث کہلائے گا۔

حنفی بھائیو! پھر سنو! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

﴿لَا اِسْمَ لَهُمْ﴾ سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کا کوئی نام نہیں۔

﴿اِلَّا اِسْمٌ وَّاحِدٌ﴾ سوائے ایک نام کے ﴿وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ﴾ اور وہ نام اہلحدیث ہے۔

## حضرت شیخ جیلانیؒ کا مذہب

حضرت شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ جیلانی اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ اِمَامًا لَّكَ وَانْظُرْ فِيْهِمَا بِعَاُمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَّاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالَ وَالْقِيْلِ وَالْهَوَسِ﴾ (فتوح الغيب)

''اور صرف کتاب وسُنت (قرآن حدیث) کو اپنا امام بنا اور غور اور تدبر سے ان دونوں کو پڑھا کر' اور ان دونوں ہی پر عمل کیا کر' اور (خبردار)! اُمتیوں کی رائے' قیاس پر مت چل۔''

شاہ جیلانی رحمہ اللہ نے صاف فرمایا ہے کہ دِین میں اپنا امام اور پیشوا صرف قرآن اور حدیث کو بناؤ اور ان ہی پر عمل کرو اور سوائے قرآن وحدیث کے اوروں کی قال وقیل اور رائے قیاس پر (اندھادھند) نہ چلو۔ ثابت ہوا کہ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کا مذہب قرآن وحدیث تھا۔ وہ کسی کے جامد مقلد نہ تھے۔ یعنی بغیر تحقیق کے اندھادھند کسی کے پیچھے نہ چلتے تھے۔ بے دلیل کسی کی نہیں مانتے تھے۔ سچی بات ہے کہ اہل اثر یعنی اہلحدیث تھے۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے اہل سُنت اہلحدیث اصحاب کو فرمایا ہے تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ خود اہل سُنت اہلحدیث نہ تھے۔ جب اہل سُنت ہو کر اہلحدیث ہوئے تو حضرت کے ارادت کیشوں اور عقیدت مندوں کو انصاف سے چاہیے کہ وہ بھی شاہ صاحب کے اِرشاد کے مطابق صرف قرآن اور حدیث کو اپنا امام اور پیشوا بنالیں۔ بندھنوں سے آزاد ہو کر اصحاب الحدیث میں شامل ہو جائیں۔ دیکھئے! حضرت شیخ علیہ الرحمۃ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ایک اور وصیت

فرماتے ہیں:

﴿فَيَعْمَلُ بِمَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَصُمُّ عَمَّا سِوَاىَ ذَالِكَ﴾ (غنیہ الطالبین)

''(اے میرے مریدو)!صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرو اور ان کے ماسوا سے بالکل بے بہرہ ہو جاؤ۔''

ثابت ہوا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ صرف قرآن اور حدیث کو بالراست ماننے والے اہلحدیث تھے اور اتنے زبردست اہلحدیث تھے کہ مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ آیت اور حدیث کے سوادین کے اندر کچھ سنیں ہی نہ بہرے ہو جائیں۔ مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَعَلَيْكَ بِالتَّمَسُّكِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْعَمَلُ بِهِمَا اَمْرًا وَّنَهْيًا اَصْلًا وَّفَرْعًا فَيَجْعَلُهُمَا جَنَاحَيْهِ يَطِيْرُبِهِمَا فِي الطَّرِيْقِ الْوَاصِلِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ﴾ (غنیته الطالبین)

''میرے ہر طالب اور مرید پر ضروری اور لازمی ہے کہ قرآن اور حدیث کو مضبوط پکڑ لے اور ان دونوں پر (ہی) عمل کرے' ان کے امر کو بجالائے اور نہی سے باز رہے۔ اصول میں بھی ان کا پابند رہے اور فروع میں بھی ان دو ہی کی تعمیل کرے۔ یہی قرآن و حدیث ہی دو پر ہیں جن کے ساتھ آدمی اللہ کی راہ میں پرواز کر کے اللہ عزت اور جلال والے سے مل سکتا ہے''!

غور کریں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے سامنے صرف قرآن و حدیث ہی کو پیش کیا ہے اور اللہ سے ملنے کے لئے ان کو دو پر کہا ہے۔ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کو پیر حقانی ماننے والو! آپ کے ارشاد کے مطابق ان دو پروں سے رب العزت کی جناب میں پرواز کرو اور کتاب وسنت کے ماسوا سے بے نیاز ہو جاؤ۔

یہاں کہ سینہ خس میں رواں ہے موجِ بہار
یہاں کہ رقص شرر میں ہے نورِ سینائی

## بادہ پیماؤں کے سلیقے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے والو! ''بادہ پیماؤں'' کے ان سلیقوں کو اختیار کرو جو رحمت عالم کی نظر سے مرتب ہوئے ہیں۔ حدیث کی کیف آور صہبا سے ایسے سرمست ہو جاؤ کہ اُمتیوں کے اقوال کا ''چشمہ حیواں'' آپ کی نظر میں رقص کرنے لگے۔ ''زہر شمائلوں'' کی ''زلف دوتا'' لٹ جائے۔ بربط دِل کے نغمے سو جائیں۔ حسن کے ''دیپ'' بجھ جائیں' اور سنت کی وسعت کے آگے آرائے رجال کی دُنیا چشم حسود سے تنگ تر دکھائی دے۔

مسلمانو! رسالت کو اس طرح مانو کہ رحمت عالم ﷺ کو اُمتیوں کے ساتھ تولنے کے لئے کوئی ''ترازو'' نہ ہو۔

قول وفعل کے نور کے آگے کوئی ''کرمک شب تاب'' دکھائی نہ دے اور اطاعت مصطفیٰ کی ''وارفتگی'' میں ''دنیا و مافیہا'' سے بے نیاز ہو جاؤ۔ پھر اقرار رسالت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گے' پھر مسلمان بنو گے!

کیا وجہ ہے کہ آپ کے دِل دھک دھک نہیں کرتے۔ ''حسن'' اور ''شباب'' خزاں کی نیند سو گئے ہیں۔ عشق اور محبت کے سوتے سوکھ گئے ہیں اور آپ پر ایک اداس اور مصنوعی ماحول چھا گیا ہے۔ اگر ہلکے پھلکے' اور بجھے بجھے ایمان کے شباب کے خواہاں ہو۔ افسردہ اور سُونے ''باغ'' میں جشن بہاراں کے مزے لوٹنا چاہتے ہو' تو اپنے ''خرابے'' کو رحمت عالم ﷺ کے ''تنفس'' سے رشک جناں بناؤ' سراپائے ایمان کو حدیث کے پھولوں سے بساؤ۔

که صاف دردی کش پیمانہ جم ہیں ہم لوگ
وائے وہ بادہ کہ افشردہ ''انگور'' نہیں

## دین کے ٹکڑے اور حصے بخرے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ انبیاء کے اندر بہت سے پہلے نبیوں اور ان کی اُمتوں کا حال بیان کیا ہے کہ کس طرح ان اُمتوں نے اپنے نبیوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کیں۔ دِین میں پھوٹ اور تفریق ڈالی اور بربادی مول لی۔ اُمت محمدیہ ﷺ کی آنکھیں کھولنے کیلئے ارشاد فرمایا:

﴿وَتَقَطَّعُوٓا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ كُلٌّ اِلَيۡنَا رَاجِعُوۡنَ﴾ (پ ۱۷ : ع ۶)

''اورلوگوں نے آپس میں (اختلاف کر کے) اپنے دِین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (بالآخر) سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ پہلے لوگوں نے اپنے دِین کے حصے بخرے کر لئے تھے۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی راہیں بنالی تھیں۔ نبیوں کی راہ کو چھوڑ کر فرقہ فرقہ ہو گئے تھے۔ اللہ نے فرمایا ﴿كُلٌّ اِلَيۡنَا رَاجِعُوۡنَ﴾ آخر کار یہ سب فرقہ باز ہماری جناب میں حاضر ہونے والے ہیں۔

ان گروہ سازوں' فرقہ بازوں' دِین کے حصے بخرے کرنے والوں کو ہم پوچھیں گے کہ تُم نے میرے نبیوں کے متعینہ رستوں کو چھوڑ کر دِین میں کیوں اور راستے اختیار کئے؟ کیوں فرقے بنائے؟ کیوں اللہ کے دِین میں گھریلو مذہبوں کی بنیادیں رکھیں۔

مسلمان بھائیو! یہ سوال جہاں دوسری اُمتوں کو ہوگا۔ وہاں میدان محشر میں آپ سے بھی پوچھ گچھ ہوگی کہ حضور سید العرب والعجم سید الکونین والثقلین حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کی راہ چھوڑ کر تُم نے اور راہیں کیوں اختیار کیں؟ تُم کیوں فرقے فرقے ہوئے؟ کیوں گروہ گروہ اور ٹولے ٹولے بنے؟ اِسلام کے عالمگیر دِین میں تُم نے

کیوں مختلف مذہبوں کے جام کھنکائے؟ اُمتیوں کے نام سے کیوں مشربوں کی داغ بیل ڈالی؟ بولو۔۔۔ ظالمو! قال الرسول کے سامنے کیوں کہتے تھے: فلاں امام کے نزدیک مسئلہ یوں ہے؟ فلاں بزرگ کے نزدیک یہ حلال ہے فلاں کے نزدیک حرام ہے؟ اِطاعت کی تکمیل امتیوں کے ہاتھ میں پکڑا کر کٹھ پتلی بننے والو! بتاؤ تمہارا رسول کون تھا؟ کلمہ کس کا پڑھا تھا؟ اور بلا دلیل کس کی مانی تھی؟ ٹکسالی سکوں میں جعلی سکے کیوں ملائے تھے؟ ہیروں کو خرمہروں کے ساتھ کیوں تولتے تھے؟ مسلمانی کا دعویٰ کر کے کن کن کی اِطاعت کے پٹے گلے میں ڈال رکھے تھے؟ اندھی تقلید کے نشہ میں کیوں بدرووں میں گرتے تھے۔ تمہیں ہوش کے دارو سے کیوں نفرت تھی؟ بولو! آج تمہارا کون مددگار ہے؟

بیکسی ہائے شب ہجر کی وحشت ہے ہے
سایہ خورشید قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے

راہِ رسول ﷺ کے خلاف اور راہوں کو پکڑنے والے بھائیو! سوچو! میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی پوچھ گچھ کے جواب میں آپ کیا کہیں گے؟ جب حنا کا رنگ جاتا رہا۔ غازے اتر گئے تو خلاف سنن اعمال کا ابطال کیا رنگ لائے گا' اس وقت نہ کوئی مقتدا ملے گا' نہ بزرگ نظر آئے گا' فرقے ھباءً منثوراً ہو جائیں گے۔ پھر بہتر ہے کہ آج ہی رسول اللہ ﷺ کا دامن مضبوطی سے تھام لو اور تمام موہوم دامنوں کو چھوڑ دو۔

زمصحف رخ دلدار آیتے برخواں
نہ ایں مقام مقالاتِ کشف و کشاف است

## رسول اللہ ﷺ کا فرقہ بازوں سے کوئی تعلق نہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اِرشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ (پ ۸ : ع ۷)

''(اے پیغمبر ﷺ) جن لوگوں نے اپنے دِین میں تفرقہ ڈالا اور ہو گئے فرقے فرقے۔ تیرا ان سے کچھ سروکار نہیں۔''

اِس آیت نے صاف بتا دیا کہ فرقوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا کچھ سروکار نہیں' کوئی واسطہ نہیں۔ فرقہ والو! توبہ کرو' فرقہ بندی سے اور اپنی نسبت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قائم کرو' اعتقاداً بھی اور عملاً بھی۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

# اللہ کی راہ سے بھٹکے ہوئے کا حشر کے دِن واویلا

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾(پ ۱۹ : ع ۱)

''اور جس دِن ظالم (آدمی مارے افسوس کے) اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا: اے کاش! پکڑتا میں ساتھ رسول ﷺ کے راہ۔ ہائے میری کم بختی' کاش کہ نہ پکڑتا میں فلاں کو دوست۔''

اس آیت میں حشر کے دِن ظالم کے واویلا کا ذکر ہے کہ ظالم اس بات پر بہت پچھتائے گا۔ پشیمان' نادم' شرمندہ اور منفعل ہوگا اور مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ کہے گا: اے کاش! میں نے دُنیا میں رسول ﷺ کی راہ اِختیار کی ہوتی' جس رستے پر حضور ﷺ چلے تھے' میں بھی اس رستے پر چلا ہوتا۔ ان کے قدم پر قدم رکھا ہوتا۔ سُنت اور حدیث کے مطابق عمل کیا ہوتا...... ہائے راہ رسول ﷺ نہ پکڑنے کے سبب آج اللہ نے مجھے پکڑ لیا ہے' گرفتار کرلیا ہے۔ زنجیروں میں کس دیا ہے' الزام ثابت کر کے فردِ جرم لگادی ہے۔ بیشک میں مجرم ہوں اور میرا جرم یہ ہے کہ راہ رسول ﷺ چھوڑ کر میں نے اور راہیں اِختیار کی تھیں۔ یہ اور راہیں اِختیار کرنا میرا جرم ہے' اپنی جان پر ظلم ہے۔ اللہ نے اپنے سچے رسول حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کو دُنیا میں اس لئے بھیجا تھا کہ وہ قرآن پر عمل کر کے لوگوں کے لئے راہ متعین کردیں۔ بے شک حضور ﷺ نے اپنے عمل سے راہ دکھائی' پر میری کم بختی' میں نے راہ رسول ﷺ نہ پکڑی ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ﴾ کی کہکشاں سے آنکھ موندلی۔ یہ میں نے بڑا ظلم کیا۔ اس ظلم کی سزا آج بھگتنے لگا ہوں۔ آج نہ کوئی میرا سفارشی ہے۔ نہ ضامن نہ وکیل ہے۔ نہ بدلہ' نہ رشوت ہے۔ کوئی یار' دوست' ساتھی' سنگی' نہ مددگار' نہ کارساز' نہ بچانے والا' نہ چھڑانے والا ہے۔

آہ! میری کم بختی' بدبختی جن کی راہیں میں نے اِختیار کیں' جن کے کہنے پر میں نے عمل کیے' جن کے طریقے پکڑے۔ آنکھیں بند کر کے پیچھے چلا' اِشارہ ابرو پر فدا ہوتا رہا۔ مال' جان' اولاد جن کی خدمت کے لئے وقف تھے جن کی زبان پر دِن کو رات اور رات کو دِن مانتا رہا' اُٹھتے بیٹھتے جن کو پکارتا اور ناموں کے وظیفے جپتا رہا۔ دِل کے آئینہ خانے میں جن کی تصویر ہر وقت آویزاں رہتی تھی۔ کیا اندھیر ہے کہ آج ان میں سے کوئی نظر نہیں آتا' کوئی شکل نہیں دکھاتا' کدھر گئے میرے ''پیر'' ''مرشد'' ''ہادی'' ''امام'' ''پیشوا'' ''صوفی'' ''ملنگ'' ''درویش'' ''قلندر'' ''مجاور'' ''صاحبزادہ'' ''گدی نشین'' ''اولیاء'' اپنی اطاعت کی ''افیون'' میں صد سبیل کا زہر گھول کر مجھے پلا کر آج کہاں چھپ گئے؟ اپنی راہوں پر چلا کر کیوں غائب غلہ ہوگئے ہیں؟

﴿يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ میری شومئی قسمت (ماتھے پر ہاتھ مارتا ہے) میری بدنصیبی! (ہاتھ کاٹتا ہے) ہائے میں نے ان فلاں' فلاں' فلاں کو کیوں دوست بنایا؟ ان سے کیوں یارانہ گانٹھا کیوں مرید بنا؟

کیوں ان کی راہ اختیار کی

اے کاش! جانتا نہ تری رھگذر کو میں

مسلمان بھائیو! دیکھ لیا آپ نے کہ سبیل رسول ﷺ یعنی حضور انور ﷺ کی راہ روش سُنت اور حدیث کا محروم اور تارک' قیامت کو کس طرح سر پھوڑے گا' روئے گا' چلائے گا' چیخے گا' ہاتھ کاٹے گا اور بری طرح واویلا کرے گا۔ پھر سوچ لو اچھی طرح کہ آپ کو کس کی سبیل اختیار کرنی چاہئے۔ کس کی راہ پر چلنا چاہئے؟ ضمیر کی آواز تو یہی ہے۔ ایمان بالرسالت یہی گواہی دیتا ہے کہ حضور سید الکونین' سید العرب والعجم' رسول بحرو بر' سرور کائنات ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ حضرت محمد ﷺ کی راہ پر ہی چلنا چاہئے۔

جس جا نسیم شانہ کش زُلفِ یار ہے
نافہ دماغ آھوئے دشتِ تیاّر ہے

## مشرکین مکہ کا مذہب!

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِه سُلْطَانًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِه عِلْمٌ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ (پ ۱۷ : ع ۱۹)

''اور (مشرک اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں اس چیز کی کہ نہیں اُتاری (اس نے) ساتھ اس کے کوئی دلیل' اور اس چیز کی' کہ نہیں ہے واسطے ان کے ساتھ اس کے علم اور نہیں ہے واسطے ظالموں کے کوئی مدد گار۔''(۱)

یعنی مشرکین مکہ ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں کہ اللہ نے اس کے لئے کوئی حجت اور سند نہیں اُتاری۔(۲) جس طرح ان کے باپ دادا کرتے آئے تھے وہ بھی اسی طرح کرتے تھے' چنانچہ قرآن کہتا ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْ ابَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا﴾ (پ ۲ : ع ۵)

''اور جب کہا جاتا ہے ان کو' پیروی کرو اس چیز کی کہ اتاری ہے اللہ نے' کہتے ہیں بلکہ پیروی کریں گے ہم اس چیز کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپوں کو۔''

مشرکین اپنے مذہب کے لئے یہی ثبوت رکھتے تھے کہ ان کے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں اس لئے وہ بھی

(۱) یہاں اللہ نے ظالم ان لوگوں کو فرمایا جو مذہب پر بلا دلیل چلتے ہیں۔ وحی جلی یا وحی خفی کی سند کے بغیر عمل اور عقیدے رکھتے ہیں۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ قیامت کے دِن ان ظالموں کے لئے اللہ کے عذاب سے چھڑانے والا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ احادیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف رواجی اور تقلیدی مذہب رکھنے والے لوگوں کو لرز جانا چاہئے۔

(۲) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہر قسم کی عبادت اور شرعی کاموں کے لئے سند رکھیں۔ قرآن اور حدیث کی دلیل سے مذہبی امور بجالائیں اور بے سند طریقوں اور عملوں کو ترک کر دیں۔ آیت مذکورہ میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

کرتے ہیں۔ حضور انور ﷺ ان کو قرآن کی دلیل اور حدیث کی حجت کی طرف بلاتے تھے۔ وہ بجائے قرآن کی طرف آنے کے اپنے آباء کے طریقے کی طرف جاتے تھے قرآن کے مقابلہ میں باپ دادا' اور بزرگوں کو پیش کرتے تھے۔ ایسے اندھے اور جامد مقلد تھے' گویا بزرگوں کو پوجتے تھے۔

یاد رکھیں! کہ ایسی جامد تقلید حرام ہے جو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں کی جائے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا﴾ ...... (پ ۷ : ع ۴)

''اور جب کہا جاتا ہے ان کو' آؤ اس چیز کی طرف جو اتاری ہے اللہ نے اور (آؤ) طرف رسول ﷺ کے (تو) کہتے ہیں کافی ہے ہم کو جو کچھ کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپوں کو۔''

غور فرمائیں! ارشاد خداوندی ہوتا ہے ﴿تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ آؤ قرآن کی طرف ﴿وَاِلَى الرَّسُوْلِ﴾ اور رسول (کی حدیث) کی طرف! یعنی جب ان کو قرآن اور حدیث کی طرف بلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں: ہمارے باپ دادا کے طریقے ہمارے لئے کافی ہیں۔ قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اپنے آباؤ اجداد اور بزرگوں کے اقوال پر چلتے ہیں۔ گویا اپنے آباء کے جامد مقلد ہیں۔ مسلمان بھائیوں کو ڈرنا چاہئے اور قرآن اور حدیث سے ثابت شدہ مسئلہ کے مقابلہ میں برادری کی بات یا اپنے بزرگوں کے اقوال ہرگز نہیں ماننے چاہیں کہ یہ مشرکین کی روش ہے۔ مزید ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَاءَ نَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا﴾ ...... (پ ۸ : ع ۱۰)

''اور جب کرتے ہیں بے حیائی (کے کام) کہتے ہیں پایا ہم نے اس پر اپنے باپوں کو' اور اللہ نے حکم کیا ہے ہم کو ساتھ اس کے۔

دیکھیے! مکہ کے مشرک ایسے اندھے اور جامد مقلد تھے کہ جب بے حیائی کے کام کرتے تھے اور ان کو ٹوکا جاتا تھا تو کہتے تھے چونکہ یہ کام ہمارے اجداد کرتے تھے' اس لئے ہم کرتے ہیں۔ پھر کہا جاتا: یہ تو بے حیائی کا کام ہے۔ پھر کہتے ﴿وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا﴾ ہم کو اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ جب پوچھا جاتا کہ اللہ کا حکم دکھاؤ تو جواب دیتے کہ ہمارے باپ دادا کوئی بے وقوف تھے کہ بغیر اللہ کے حکم کے کرتے تھے۔ یہ ہے مکہ کے جامد' اندھے مقلدوں کا جواب۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ اللہ' رسول ﷺ کے احکام کے مقابلہ میں تقلید کرتے تھے۔ یہ تقلید حرام ہے۔ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ اس کتاب میں ایسی ہی تقلید کی تردید کی گئی ہے۔

مسلمان بھائیو! سوچو کہ آج بھی جب قرآن اور حدیث پیش کیا جاتا ہے تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مقلد ہیں۔ ہمارے لئے اپنے بزرگوں کا طریقہ' امام کا قول کافی ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد جس مذہب پر تھے' ہم بھی اسی پر ہیں۔ پھر صریحاً حدیث کے خلاف اُمتی کا قول لے لیتے ہیں اور حدیث چھوڑ دیتے ہیں۔ کیا یہ کلمہ گو مذکورہ آیت کی

زد میں نہیں آتے؟ اس شرط پر امام کے مسلک پر چلنا کہ اگر کوئی قول امام کا حدیث کے خلاف ہوا تو قول چھوڑ کر حدیث لے لوں گا' درست روش ہے؟ لیکن ایسی جامد اور اندھی تقلید کہ مقلد کے آگے آیت پڑھو' حدیث پڑھو' دونوں کا ترجمہ بھی دکھا دو' وہ اپنی آنکھوں سے پڑھ بھی لے۔ پھر بھی اس آیت' حدیث کے خلاف عقیدہ' عمل نہ چھوڑے اور کہے کہ میں اپنے بزرگوں کے عقیدے اور عمل کو نہیں چھوڑ سکتا۔ کہئے کیا ایسے لوگ قیامت کو محض اس لئے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ زبانی کلمہ پڑھتے تھے۔ احادیث خیر البشر کو پرے ہٹا کر اپنے آباء' ائمہ اور بزرگوں کے طریقوں اور قولوں کو اپنانے والے اس لئے نہ پوچھے جائیں گے کہ وہ امت رسول ﷺ کہلاتے تھے؟ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ وہ ضرور ضرور پوچھے جائیں گے۔

مسلمان بھائیو! ہوش کرو اور سوچو اور قرآن اور حدیث کے مقابلہ کی تقلیدی راہ' جو شرطی تقلید ائمہ کے منافی ہے' مشرکین مکہ کی روش ہے جو سراسر مذموم اور مطرود ہے۔ کتاب وسنت کے مقابلہ میں حرام تقلید کے بارے میں علامہ اقبال رحمہ اللہ سچ فرماتے ہیں۔

اگر تقلید بودے شیوۂ خوب
پیمبر ہم رہ اجداد رفتے

''یعنی اگر تقلید (قرآن وحدیث کے مفاد میں کسی اُمتی کی بے دلیل بات مان لینا) اچھا طریقہ ہوتا تو پیغمبر ﷺ بھی اپنے آباؤاجداد کی راہ پر چلتے۔''

قرآن مجید نے کافروں کی اس روش (اندھی اور جامد تقلید) کو بار بار بیان کیا ہے تاکہ مسلمان اس مرض کا شکار نہ ہو' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون اور اس کی قوم کو حق کی دعوت دی تو انہوں نے جواب میں کہا۔

﴿وَجَدْنَا آبَاءَ نَا لَهَا عَابِدِيْنَ﴾ (پ ۱۷ : ع ۵)

''پایا ہم نے اپنے باپوں کو واسطے ان (غیر اللہ) کی عبادت کرنے والے۔''

﴿وَجَدْنَا آبَاءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ (پ ۱۹ : ع ۹)

''پایا ہم نے اپنے باپوں کو اسی طرح کرتے تھے۔''

مشرک اپنے عقیدے کی بنا پر فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اور ایسے ہی اور واہی تباہی عقیدے رکھتے تھے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (پ ۲۵ : ع ۸)

''نہیں ہے ان کو ساتھ اس کے کچھ علم' نہیں وہ مگر قیاس آرائیاں کرتے۔''

یعنی ان مشرکوں کے یہ عقائد و اعمال علم کی بنا پر نہیں ہیں' محض قیاسی' اور خیالی ہیں کہ بغیر سند' ثبوت اور دلیل کے ہیں۔

﴿اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ کِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَھُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِکُوْنَ﴾ (پ ۲۵ : ع ۸)

''کیا دی ہے ہم نے ان کو کتاب اس سے پہلے۔ پس وہ ساتھ اس کے محکم پکڑ رہے ہیں۔''

یعنی کیا ان مشرکوں کو ہم نے کوئی کتاب دی ہے جس کو مضبوطی سے پکڑ کر ان عقیدوں اور عملوں پر چل رہے ہیں؟ اللہ ان کو پوچھتا ہے کہ کوئی کتاب دکھاؤ' سند اور دلیل لاؤ جس کی بنا پر تم نے یہ مذہب بنا رکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں:

﴿اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَ نَا عَلٰی اُمَّةٍ وَاِنَّا عَلٰی اٰثَارِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (پ ۲۵ : ع ۸)

''تحقیق پایا ہم نے اپنے باپوں کو اوپر ایک راہ کے اور تحقیق ہم ان ہی کے قدم بقدم ٹھیک رستے پر جا رہے ہیں۔''

یہ ہے جواب مشرکوں کا۔ کہ ہم اپنے آباء کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اللہ پوچھتا ہے کہ اپنے مسئلے' مسائل' جائز' ناجائز' حلال' حرام' کار ثواب اور کار گناہ پر کوئی کتاب' کوئی سند' کوئی دلیل پیش کرو' وہ اپنے باپ دادا کے اقوال پیش کرتے ہیں جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔

یہ آیتیں مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں' وہ اپنے عقائد اور اعمال پر کتاب و سُنت کو گواہ لائیں' قرآن اور حدیث سے دلیل لائیں نہ کہ بزرگوں کے اقوال۔

جن لوگوں نے قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اُمتیوں کے طریقوں کو پیش کیا' اللہ نے ان کے متعلق اپنا فیصلہ دیا:

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَاءَ نَا اَوَلَوْ کَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ﴾ (پ ۲۱ : ع ۱۲)

''اور جب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ (قرآن) جو اللہ نے اتارا ہے اس پر چلو' تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس (طریق) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کے باپوں کو عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہو (تو بھی انہی کے طریقے پر چلیں گے)۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ جو طریقہ بھی کتاب و سُنت کے مقابلہ میں بغیر سند اور دلیل کے اِختیار کیا جائے وہ شیطانی طریقہ ہے۔ جب ان آباء کے جامد مقلدوں کے پاس اپنے طریقے کی کوئی خدائی سند نہیں' صرف باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کوئی دلیل نہیں رکھتے' تو اللہ نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے آباؤ اجداد جو قیاسی' رواجی' اٹکل پچو اور اوٹ پٹانگ مذہب رکھتے تھے وہ دراصل شیطان کی دعوت پر چلتے تھے' ان کا پیشوا شیطان تھا جو انہیں عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا۔ اس تصریح سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرآن اور حدیث کے مغائر اور خلاف تمام اقوال و افعال' عقائد و اعمال' نظریات' طریقے' راستے اور راہیں۔۔ شیطان کی دعوتیں اور پکاریں ہیں۔ اس لئے

مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ وہ بغیر قرآن اور حدیث کی سند اور دلیل کے مذہب میں کوئی بات نہ مانیں نہ اس پر عمل کریں۔ کسی کے پیچھے اندھا دھند نہ دوڑیں۔ قرآن کا اِرشاد یاد رکھیں:

﴿يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾

''شیطان بلاتا ہے ان (کتاب وسُنت کے خلاف بغیر سند' دلیل اور حجت کے عمل کرنے والوں) کو دوزخ کی طرف۔''

کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ مذکورہ آیتوں میں تو کافروں اور مشرکوں کی جامد تقلید کا بیان ہے اور ہم تو مسلمان ہیں ہمیں ان آیتوں سے کیا واسطہ؟ جواب یہ ہے کہ اگر جھوٹ بولنا کافروں کے لئے منع تھا تو ہمارے لئے بھی منع ہے۔ شرک' کفر' وعدہ خلافی' چوری' زنا' اغوا' اگر ان کے لئے حرام تھا تو ہمارے لئے بھی یہ کام حرام ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے بے سند اقوال اور برادری کے طور طریقوں کو دِین کا نام دے کر پیش کرتے تھے۔ اللہ نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو' خدائی سند کے مطابق عمل کرو۔ ایسے ہی ہمارے لئے بھی آیات مذکورہ کی روشنی میں ضروری ہو گیا کہ ہم برادری کے رواجوں' رسموں' اپنے آباؤ اجداد کی بے سند باتوں اور ائمہ کے بے دلیل اقوال پر دِین کے نام سے عمل نہ کریں۔ جب قرآن اور حدیث کی دلیل کامل موجود ہے تو پھر سب کو چاہئے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں دلیل سے عمل کریں۔ اس انتباہ سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم ائمہ اربعہ کے ماننے والوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ نہیں' ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم خود ائمہ اربعہ اور ان کے سوا اور بہت سے ائمہ کو مانتے اور ان کے لئے اللہ سے رحمتیں طلب کرتے ہیں۔۔۔ ان اُمت کے چراغوں کے علم واجتہاد سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی بات ان غیر معصوم ہستیوں کی کتاب وسُنت سے ٹکرائے تو وہ چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ان پر وحی نہیں آتی تھی۔ پس ان کے مسالک پر جو لوگ قرآن اور حدیث کی روشنی میں عمل کرتے ہیں وہ حق پر ہیں۔

## مسلمان آباؤ اجداد

اگر کوئی کہے کہ مشرکین کے آباء تو کافر تھے' اس لئے ان کی تقلید سے اللہ نے منع کیا ہے۔ ہمارے بڑے تو مسلمان ہیں اور تھے اس لئے ہمیں اپنے آباء کی بات بلاچوں وچراں مان لینی چاہئے۔ تو جواب یہ ہے کہ حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ ہر ایک سے غلطی کا امکان ہے' اس لئے شریعت میں کسی اُمتی کا قول وفعل حجت نہیں ہو سکتا۔ جب تک قرآن اور حدیث کے مطابق نہ ہو۔ نہیں مانا جا سکتا۔ اللہ نے قرآن میں ﴿اطیعوا الرسول﴾ فرما کر رحمت عالم ﷺ کی حدیث کی حجیت کے سوا غیر مشروط اِطاعت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ گدا سے شاہ تک کی بات پرکھ کر مانی جائے گی۔ اگر حدیث اس کی شناخت سے اِنکاری ہے تو وہ بات ٹھکرا دی جائے گی' باپ دادے' ولی' شہید' بزرگ' امام' مجتہد' حضور انور' سید العرب والعجم' سید الکونین والثقلین حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کی

''اجازت'' کے بغیر لب نہیں ہلا سکتے۔ گفتارِ اطہر کی ''روشنی'' میں ہی حرکت کر سکتے ہیں۔ درِ رسالت کی ''بھیک'' پر ہی سب کی گزران ہے' دلہیز نبوت سے پھوٹے ہوئے ''چشمہ'' سے پی کر ''زندگی'' پاتے ہیں۔ ؎

بابا کے ہاں سے کون لایا[1]
جس نے پایا وہیں سے پایا بے شک
محمد ﷺ حامئ دیں ماحئ کفر و ضلالت ہے
محمد ﷺ شمعِ ایماں مشعلِ راہِ ہدایت ہے
محمد ﷺ مصطفیٰ کے واسطے کیا کیا سعادت ہے
نبوت ہے' رسالت ہے' قیادت ہے امامت ہے
محمد ﷺ کے سرِ پُر نور پر تاجِ شفاعت ہے
نہیں ملتی ہے جوہر آدمی کو وہ یہ نعمت ہے
محمد ﷺ ہی کے دم سے افتخار آدمیت ہے
محمد ﷺ جانِ ملت' آنِ ملت' شانِ ملت ہے
اک اُمی نے سب ادیان و ملل منسوخ کر ڈالے
محمد ﷺ تاجدار منصب ختم رسالت ہے

ہاں تو زندگی بڑی احتیاط سے گزاریں' پھونک پھونک کر قدم رکھیں' ایسا نہ ہو کہ کوئی ''ساحرالموط'' آپ کو ''برگِ حشیش'' دے رہا ہو اور آپ اسے ''شاخِ نبات'' سمجھ کر نوش جان کر رہے ہوں۔ دیکھو تو ؎

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں!

## یہودیوں کی راہ وروش سے بچنے کا حکم

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (پ ۲۷ : ع ۱۸)

''کیا مسلمانوں کے لئے نہیں آیا وہ وقت کہ نرم ہوں دِل ان کے اللہ کی یاد کے لئے اور اس کے لئے جو اترا ہے حق سے (یعنی قرآن) اور نہ ہوں مانند ان لوگوں (یہود) کے کہ دیئے گئے تھے کتاب پہلے اس سے' پس دراز ہوئی ان پر مدت' پھر سخت ہو گئے دِل ان کے اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔''

---

(۱) یعنی کوئی بھی ہدایت کا درس بابا کے ہاں سے نہیں لایا۔ جس نے کوئی مرتبہ پایا ہے حضور پرنور ﷺ کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر ہی پایا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو جھنجھوڑا ہے کہ کیا ابھی تک ان کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ذکر الٰہی اور قرآنی احکام کے لئے ان کے دِل گداز ہوں؟ اللہ کے ذکر اور قرآن برحق کے لئے عاجز' نرم اور رقیق ہوں؟ یعنی مسلمان پورے پورے اللہ کے حکم بردار اور مطیع ہوں' نہ کہ بجائے مطیع اور فرماں بردار ہونے کے یہودیوں کی مانند ہو جائیں جن کو تورات دی گئی تھی اور ایک زمانہ دراز گزر جانے کے بعد ان کے دِل سخت ہو گئے' ان کے دلوں سے اللہ کا خوف نکل گیا۔ وہ تورات کو چھوڑ گئے اور فاسق بن کر من مانیاں کرنے لگے' اسی لئے اللہ نے ہمیں یہودیوں کی روش پر چلنے سے روکا ہے کہ خبردار! ان کی طرح اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر خواہش کا مذہب نہ بنالینا قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں رائے قیاس پر نہ چلنے لگ جانا' احبار و رہبان کی اندھا دھند تقلید نہ کرنا' اُمتیوں کے اقوال پر احادیث چھوڑ کر نہ مرمٹنا۔ ان کی کتاب و سُنت کے مقابلہ میں جامد تقلید کر کے انہیں رب نہ بنالینا۔

یہودیوں کی راہ و روش مذہب کے بارے میں یہ تھی کہ وہ تورات کو چھوڑ کر اپنے مولویوں اور پیروں کے اندھے مقلد ہو گئے تھے۔ ان کی رائے قیاس کو بلا دلیل مانتے تھے۔ ان کی زبانی بتائے ہوئے حلال حرام' جائز ناجائز کی کچھ تحقیق نہ کرتے تھے۔ آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے تھے۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

﴿اَقْبَلُوْا عَلَى الْاٰرَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْاَقْوَالِ الْمُؤْتَفِكَةِ وَقَلَّدُوا الرِّجَالَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ وَاتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (ابن کثیر)

''یہودی (تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقے کو چھوڑ کر) بزرگوں کی مختلف آراء اور اِیجادی اقوال کے پیچھے لگ گئے تھے اللہ کے دِین یعنی شریعت موسوی میں اماموں کے مقلد بن گئے اور (تقلید جامد کر کے) اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔''

## علماء و مشائخ کو رب بنانا

اللہ نے اِرشاد فرمایا ہے: یہودیوں کی اندھی تقلید کا ذکر کر کے مسلمانوں کو سمجھایا ہے۔

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًامِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (پ ۱۰ : ع ۱۱)

''ٹھہرالیا (یہودیوں اور عیسائیوں نے) اپنے مولویوں اور درویشوں کو رب' اللہ کے سوا۔''

عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم طائی[1] نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء مشائخ کو کس طرح اللہ کے سوا رب بنالیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ﴾ (ترمذی شریف)

---

(۱) حسن ہے' اس کی تخریج ص ۱۲۹ حاشیہ نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

"یہود و نصاریٰ کے علماء و درویش جب کسی چیز کو لوگوں کے لئے (صرف زبان سے بلا دلیل) حلال کہہ دیتے تھے تو لوگ (اندھا دھند) حلال مان لیتے تھے اور جب کسی چیز کو لوگوں کے لئے (صرف زبان سے بلا دلیل) حرام کہہ دیتے تھے' لوگ (اندھا دھند تقلید کرتے ہوئے) حرام مان لیتے تھے۔"

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا رب اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ان کی دِین میں اندھا دھند تقلید کی جاتی ہے' جو وہ زبان سے بلا دلیل کہہ دیں اسے دِین مان لیا جائے اور جب ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث کے خلاف ہے پھر اسے نہ چھوڑا جائے تو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اماموں' بزرگوں' درویشوں کی آراء اور اقوال کو ماننا اِن کو اللہ کے سوا رب بنانا ہے۔

پھر غور کریں کہ جو بھائی احادیث کے مقابلہ میں اپنے اپنے اماموں کے قولوں پر چلتے ہیں' ان کی آراء پر سنن ھدیٰ کے معارضہ میں عمل پیرا ہیں۔ کیا وہ اللہ اور رسول ﷺ کی زبانی اپنے اماموں کو اللہ کے سوا رب نہیں بنا رہے ہیں؟ ان بھائیوں کو احادیث کے مقابلہ میں جامد تقلید کی روش چھوڑ دینی چاہیے۔

بھائیو! خدارا ضد اور تعصب کو چھوڑ کر ٹھنڈے دِل سے غور کرو اور سوچو کہ آپ کدھر جا رہے ہیں؟ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم! ہم آپ کی دینی خیر خواہی اور رضائے اِلٰہی کی نیت سے یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ ہماری صرف یہی عرض ہے کہ آپ فرقہ بندی کی پگڈنڈیاں چھوڑ کر ﴿ما انا علیه و اصحابی﴾ کی شاہراہ پر آ جائیں۔ پیارے بھائیو! اللہ جامد تقلیدی راہوں اور فرقوں کو خیر باد کہہ کر خواجہ بدر و حنین ﷺ کی آغوشِ رحمت میں آ جاؤ' صرف حدیث کی شمع کے اجالے میں زندگی گزارنا اپنا مذہب بنا لو۔ غور نہیں کیا آپ نے کہ ﴿قَلَّدُو الرِّجَالَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾ یہودیوں نے اپنے مذہب میں اماموں اور بزرگوں' احبار اور رہبان کی جامد تقلید کر رکھی تھی' ان کی آراء اور اقوال پر اندھا دھند چلتے تھے۔ اللہ کی کتاب اور سُنت موسیٰ علیہ السلام سے بے پروا ہو کر درویشوں اور مولویوں کی بے سند باتوں پر مرتے تھے۔ اگر آپ بھی ان کی طرح حدیث کے مقابلہ میں اقوال رجال لے لیں تو یہ راہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوگی۔ ائمہ کو اللہ کے سوا رب بنانا لازم آئے گا۔ فرمایئے رسالت کے تخت پر کون جلوہ فرما ہے؟ حضرت مُحمّد رسول اللہ ﷺ! اس تخت رسالت پر کوئی اور بھی آپ ﷺ کا جلیس ہے؟ کوئی نہیں! جب کوئی نہیں ہے تو پھر آپ نے کیوں اُمتیوں کو رسالت کا مقام دے رکھا ہے۔۔ اس طرح کہ حدیث کے مقابلہ میں ان کے بلا دلیل اقوال کو حجت فی الدین مان کر انہیں شریک رسالت کرتے ہیں۔ کتاب و سُنت کے معارضہ میں بزرگوں کی باتوں کو تسلیم کر کے ان کو تختِ نبوت پر بٹھاتے ہیں! ایسا کرنے والے کل قیامت کو رسول اللہ ﷺ کو کون سا منہ دکھائیں گے؟ اللہ رب العالمین کو کیا جواب دیں گے؟ حدیث کو چھوڑ کر امتی کی رائے پر عمل کرنے والو! سوچو

افشائے محبت کا جو تھا خوف تو ہر اشک
دامن میں چھپا تھا' کوئی پلکوں میں نہاں تھا

# حدیث کے مقابلہ میں رائے پر عمل کرنے والے گمراہ ہیں!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تَعْمَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ بُرْهَةً بِكِتَابِ اللّٰهِ وبُرْهَةً بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَعْمَلُوْنَ بِالرَّأْيِ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَقَدْضَلُّوْا﴾ (ابن کثیر)(۱)

''میری اُمت ایک زمانہ تک تو قرآن اور سُنت پر عمل کرتی رہے گی' اِس کے بعد (افسوس! اُمتیوں کی) رائے پر چلنے لگے گی جب رائے پر چلے گی تو گمراہ ہو جائے گی۔''

اِس سے معلوم ہوا کہ حدیثِ سرورِ کائنات ﷺ کے خلاف رائے پر چلنے والے گمراہ ہیں۔

## حضرت عمرؓ کا فتوی

حضرت عمرؓ اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿اَصْحٰبُ الرَّأْيِ اَعْدَاءُ السُّنَّةِ اَعْيَتْهُمُ الْاَحَادِيْثُ اَنْ يَّحْفَظُوْهَا وَتَّخَلَّتْ مِنْهُمْ اَنْ يُّعُوْهَا وَاسْتَحْيَوا حِيْنَ سُئِلُوْا اَنْ يَقُوْلُوا لَا تَعْلَمُ فَعَارَضُوْا السُّنَنَ بِرَأْيِهِمْ بِإِيَّاهُمْ اِيَّاكُمْ (اعلام الموقعين)

''اہل رائے حدیثوں کے دشمن ہیں۔ حدیثیں ان کو یاد نہیں رہتیں حافظے سے نکل جاتی ہیں اور جب ان سے مسائل پوچھے جاتے ہیں تو ان کو شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ ہم نہیں جانتے۔ پھر یہ (جہال) اپنی رائے سے' فتوے دیتے ہیں جو حدیثوں کے برعکس ہوتے ہیں۔ (خبردار)! تُم ان رائے سے' فتوے دینے والوں سے الگ رہنا اور انہیں قریب نہ آنے دینا۔''

## فتنہ انگیز لوگ

حضور انور ﷺ فرماتے ہیں۔

---

(۱) مسند ابو یعلی ۵/۳۲۷ رقم الحدیث ۵۸۳۰ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند میں' عثمان بن عبدالرحمٰن الزہری راوی ہے جس کے ضعف پر محدثین متفق ہیں' خطیب نے 'الفقیه و المتفقه ۱/۱۷۸ میں ذہبی نے میزان ۳/۴۴ میں ابویعلی کے طریق سے اسے ذکر کیا ہے' اور ابن عبدالبر نے 'جامع بیان العلم ۲/۱۳۴ میں' لیکن اس کو روایت کرنے میں عثمان منفرد نہیں بلکہ حماد بن یحییٰ' خطیب اور ابن عبدالبرؒ کی روایت میں متابع موجود ہے' لیکن اس کی سند میں جبارۃ بن مغلس راوی ضعیف ہے۔ کذا فی ھامش ابی یعلی۔

﴿اَعْظَمُهَا فِتْنَةً عَلٰی اُمَّتِیْ قَوْمٌ یَّقِیْسُوْنَ الْاُمُوْرَ بِرَاْیِهِمْ﴾(مجمع الزوائد)(۱)

''میری اُمت میں سب سے بڑے فتنہ انگیز وہ لوگ ہیں جو امور دین میں (احادیث کی موجودگی میں) رائے قیاس چلائیں گے۔''

ثابت ہوا کہ جو لوگ حدیثوں کو پرے ہٹا کر ان کے خلاف اقوال اور قیاسات پر عمل کرتے ہیں وہ سب سے بڑے فتنہ انگیز فرقہ باز ہیں!

## حدیث کے خلاف رائے کے مسائل کوڑے میں پھینک دو!

### امام شعبیؒ کا فتویٰ

﴿مَا حَدَّثُوْکَ هٰؤُلَآءِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْبِه وَمَا قَالُوْا بِرَاْیِهِمْ فَاَلْقِه فِیْ الْحَشِ(الانصاف از شاہ ولی اللہ)

''یہ (مسائل و فتاویٰ بتانے والے) لوگ اگر رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں لائیں تو انہیں لے لیا کرو اور جو مسائل یہ اپنی رائے سے بتائیں انہیں کوڑے میں پھینک دیا کرو۔''

امام شعبی رحمہ اللہ کے اس ایمان افروز فتوے بیباک حق گوئی سے معلوم ہوا کہ احادیث کے مقابلہ میں قیاسات اور آراء کوڑے میں پھینک دینے کے لائق ہیں۔

## ائمہ و رہبان کے اقوال کی طرف دعوت

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رِجَالٌ یَّدْعُوْنَ النَّاسَ اِلٰی اَقْوَالِ اِمَامِهِمْ وَرُهْبَانِهِمْ وَ یَعْمَلُوْنَ بِهَا وَیَحْسُدُوْنَ عَلَی التَّأْمِیْنِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَلَآ اِنَّهُمْ یَهُوْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثَلٰثًا﴾(از طریق مُحمّدی' رواہ ابن القطان و صحیحة ابن السکن)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اُمت میں عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو لوگوں کو اپنے اماموں اور درویشوں کے اقوال کی طرف بلائیں گے اور ان پر

(۱) طبرانی کبیر و مسند بزار بحوالہ مجمع الزوائد ۱/۱۸۴ و مستدرک ۳/۵۴۷ و ۴/۴۳۰ عن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ حاکم و ذہبی نے صحیح اور ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند کے تمام راوی صحیح کے ہیں۔

(حدیث چھوڑ کر) عمل کریں گے' اور (سُنت پر عمل کرنے والے) مسلمانوں سے امام کے پیچھے پکار [1] کر آمین کہنے پر دشمنی کریں گے۔ (سنو)! وہ اس اُمت کے یہودی [2] ہیں تین مرتبہ فرمایا۔''

بھائیو! ڈر جاؤ' اُمتیوں کے بے دلیل قولوں اور رایوں کو چھوڑ دو' اور حدیث پر عمل شروع کر دو احادیث کے خلاف اقوالِ رجال پر چلنا یہودیت ہے اور جو بھائی اِمام کے پیچھے اُونچی آواز سے آمین کہتے ہیں ان کی مخالفت بھی نہ کرنا کہ یہ بھی یہود کی خصلت ہے حدیث آپ اُوپر پڑھ چکے ہیں: کہ یہود اُونچی آواز سے آمین سنکر حسد کرتے اور چڑتے تھے۔

## اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے!

﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (پ ۱۷ : ع ۱۷)

''اس نے تمہیں پسند کیا اور نہیں رکھی تُم پر دِین میں کچھ مشکل' دِین (توحید والا) تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔''

---

(۱) آمین بالجہر سے چڑنے کے متعلق ایک اور حدیث میں سرور عالم فرماتے ہیں:

﴿عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْئٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنِ﴾ (ابن ماجہ) (مسند احمد ۶/۱۳۴ و ۱۳۵ و ابن ماجة كتاب اقامة الصلاة (۵) باب الجهر بآمين (۱۴) الحديث ۸۵۶۔ و بيهقى ۲/۵۶ و الادب المفرد للبخارى (۹۹۱) و ابن خذيمه (۵۷۴ و ۱۵۸۵) عائشة رضي الله عنها ابن خذيمه' منذرى (الترغيب ۱/۳۲۸) اورالبانی نے صحیح کہا ہے۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہودی تُم سے (کسی اور بات پر اس قدر) حسد نہیں کرتے جس قدر السلام علیکم اور آمین پکارنے میں کرتے ہیں۔'' آمین پکارنے پر جو حنفی بھائی حسد اور دشمنی کرتے اور اس فعل کو برا جانتے ہیں حدیث مذکور کی روشنی میں انہیں اپنی اس روش پر ٹھنڈے دِل سے غور کرنا چاہئے۔ اور پھر کبھی آمین بالجہر پر نہ چڑنا چاہیے۔ بھائیو! اس سُنت پاک پر بجائے مخالفت کے عمل کرو اور کسی مولوی کے کہنے پر ہرگز نہ چڑنا' نہ نفرت کرنا! فرقہ بندی پیدا کرنے اور لڑانے والے علماء نہ اِسلام کے خیر خواہ ہیں نہ آپ کے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علماءِ سُوء اور ان کے جامد مقلدوں کو یہود کی روش پر بتاتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر آپ یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ان برے علماء کو دیکھو جو دُنیا کے طالب ہیں اور اگلوں کی تقلید کے خوگر ہیں اور کتاب وسُنت سے روگرداں ہیں۔ اور تعمق اور تشدد سے ایک عالم کی سند پکڑ کر کلامِ شارع معصوم سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ اور موضوع حدیثوں اور تاویلات فاسدہ کو اپنا مقتدا بنا رکھا ہے۔ ﴿كَاَنَّهُمْ هُمْ﴾ گویا کہ یہ یہودی ہیں (فوز الکبیر) یہ فتویٰ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا کتاب وسُنت کے مقابلہ میں تقلید کرنے کرانے والے مقلدوں کے متعلق۔ ہم محترم علماء کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ تقلید پر زور دینے کی بجائے لوگوں کو سُنت اور حدیث پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کیلئے منتخب فرمایا اور ہمارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی' ہر امر میں آسانی فرمائی ہے۔ نماز ہی کو لیجئے۔ سفر میں چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔ سفر میں روزہ کی رخصت فرما دی۔ لولے' لنگڑے سے جہاد ساقط کر دیا۔ غرض سارے دین میں اسی طرح آسانیاں رکھ دی ہیں اور نفس کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دی ہے۔ پھر فرمایا: یہ آسان اور سہل دین وہی ہے جو تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ اس پر (سُنت رسول اکرم ﷺ کے مطابق) چلو' اور خبردار! فرقے نہ ہونا' دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دینا۔ خود کو مذہب کی رو سے اُمتیوں کے ناموں سے منسوب کر کے دین کے حصے بخرے نہ کر لینا۔ سنو! اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اسی پیارے نام کو اپنے لئے موجب فخر جاننا کہ مسلمان کے نام میں صرف اللہ کی فرماں برداری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ہاں ہاں! یاد رکھنا تم مسلمان ہو!۔

مسلمان کہلانے میں پھوٹ اور تفریق پیدا نہیں ہوتی۔ جو شخص اللہ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کو مان کر عقائد اور اعمال میں قرآن اور حدیث کا پابند ہو جاتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اس اصول پر تمام دُنیا کے مسلمان ایک ہی عالمگیر برادری میں شامل ہیں۔ اِتفاق' اِتحاد اور اُخوت و محبت کے پیکر ہیں لیکن جب اِماموں' مجتہدوں' اور بزرگوں کے ناموں کی طرف مذہب کو' عقیدوں کو منسوب کیا جائے گا تو لا محالہ فرقے بندی پیدا ہوگی' جو اُمت کے لئے تفریق اور نقصان کا موجب ہے۔ اماموں اور مجتہدوں کے علمی کارنامے اس لئے نہیں ہیں کہ ان کے ناموں کے مذہب بنا لئے جائیں' بلکہ چاہئے کہ ان سے استفادہ کر کے' کتاب و سُنت پر عمل کیا جائے۔ پس ہر شخص کو شخصیت پرستی سے آزاد ہو کر مذہبی فرقوں کا چولا اتار کر خود کو (قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا) مسلمان کہلانا چاہئے۔

## اہلحدیث مسلمان

اور یہ جو آپ نے پیچھے ذکر خیر پڑھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہلحدیث تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اہلحدیث کو نجات پانے والی جماعت کہتے ہیں اس کے متعلق پھر گزارش ہے کہ اہلحدیث فرقہ نہیں ہے۔ اہلحدیث کے معنی ہیں رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے والا۔ قرآن کو حدیث کے ذریعے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا۔ سنئے! اللہ کی توحید' حضور انور ﷺ کی رسالت اور قرآن کو مان کر مسلمان تو ہو گئے۔ اب قرآن پر عمل کرنا۔ ﴿اقیموا الصلوٰۃ﴾ کے فرض کو ادا کرنا ہے۔ اب نماز کس طرح پڑھیں؟ قرآن کہتا ہے۔

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾

''اور جو' نماز اور قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ' دے تُم کو رسول ﷺ پس وہ لے لو۔''

تو قرآن کے اس حکم کی بناء پر ہم نماز اس طرح پڑھیں گے۔ جس طرح حضور ﷺ نے پڑھی ہے اور حضور ﷺ کے نماز پڑھنے کا طریقہ حدیث ہی سے مل سکتا ہے۔ پھر حدیث کا ماننا اتنا ہی ضروری ہوا' جتنا کہ قرآن پر

اِیمان ضروری ہے۔ ثابت ہوا کہ بغیر حدیث کے قرآن پر عمل نہیں ہوسکتا تو مسلمان وہ ہے جو اس اِسلام کو مانے اور قابل عمل جانے جو حدیث اور سُنت کے ذریعے پہنچا ہے۔ جامد تقلیدی فرقے اپنے اماموں اور بزرگوں کے اقوال کے مطابق اِسلام پر چلتے ہیں' ان کی آراء سے پیش کیا ہوا اِسلام مانتے ہیں۔ لیکن اہلحدیث صرف رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کے ذریعے پہنچے ہوئے اِسلام کو مانتے ہیں۔ حضور انور ﷺ کے عمل بالقرآن کے اجالے میں آیات خداوندی کو پڑھتے پڑھاتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ اِسلام کو ماننے والے مسلمان ہیں تو یاد رکھیں کہ اہلحدیث کہلانا فرقہ بندی سے بیزاری کا اعلان ہے' اِسلام میں گروہ سازیوں اور جتھہ بندیوں سے فرار کی راہ ہے۔ جنگ ہفتاد و دوملت سے کنارہ کشی اور عافیت کوشی کا نشان ہے۔ تمام فرقوں کے اپنے اپنے جدا ساقی ہیں۔ لیکن اہلحدیثوں کے صرف ایک ہی ''ساقی'' حضور سید العرب والعجم' سید الکونین والثقلین جناب خاتم النبیین' رحمت للعالمین' شفیع المذنبین' اکرم الاولین والاخرین حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ہچوں تو نازنینے سرتا پا لطافت
گیتی نشاں ندادہ' ایزد نیا فریدہ

## فرقوں کو اِسلام میں مدغم کردیں!

اِسلام میں فرقے کثرت سے پیدا ہوگئے ہیں جو رجال اُمت کے ناموں سے موسوم ہیں۔ ان سب کو یہاں نام بنام گنانا مشکل ہے۔ ہم سب فرقوں سے باادب دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان کا وجود قرون مشہود لہا بالخیر میں تھا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم' تابعین رحمہم اللہ' تبع تابعین رحمہم اللہ کے نیک زمانوں میں یہ فرقے پائے جاتے تھے؟ نہیں! پھر یہ بعد کی پیداوار ہوئے جس کی اِسلام نے اجازت نہیں دی ہے۔ پھر ان کو چاہئے کہ اِسلام میں فرقہ بندی قائم نہ کریں اور فرقہ بندی سے اُمت کی وحدت کو پارہ پارہ نہ کریں۔ ہم دردِ دل سے ان سب فرقہ والوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ خدارا وہ ان سب فرقوں کو اِسلام میں مدغم کردیں۔ صرف مسلمان کہلائیں اور عمل کے لئے صرف سُنت اور حدیث کو کافی جانیں۔ عبادت اللہ کی اور طریقہ حضرت مُحمد ﷺ کا یہی مطلب ہے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ کا۔

ہم پڑھے لکھے دردمند حضرات کی خدمت میں بڑے خلوص سے عرض کرتے ہیں کہ وہ خود کو صرف مسلمان جانیں اور عمل کے لئے حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے (سُنت اور حدیث) کو کافی جان کر فرقہ بندی کی زہریلی فضا سے باہر آجائیں۔ پکے حدیث والے مسلمان بن جائیں۔ قیامت کے روز اللہ نے آپ کے اعمال کا جائزہ لینا ہے۔ ترازوئے عدل میں آپ کے اعمال کو تولنا ہے۔ یاد رکھیں! صرف وہی اعمال بارآور ہوں گے جو طریقہ رسول ﷺ (سُنت اور حدیث) کے مطابق کئے ہوں گے' اسوۂ رسول ﷺ کے معیار پر پورے اتریں گے۔

فرقوں کے عقیدوں اور طریقوں کو اللہ نے نہیں پوچھنا۔ اللہ نے صاف فرما دیا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (پ ۲۱ : ع ۱۹)

"(مسلمانو! اللہ کے احکام پر چلنے کے لئے) بیشک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے۔"

جب اللہ نے آپ کو عمل کے لئے پیغمبر رحمت ﷺ کی ذات ایک لا مثال نمونہ دے دیا ہے تو پھر اس پیغمبری نمونے کو چھوڑ کر فرقوں میں نمونے تلاش کرنا رسالت سے استغنا برتنا نہیں ہے؟ نبوت کی بے قدری نہیں ہے؟ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ پر حرف لانا نہیں ہے؟

حضرت ختم نبیاں ﷺ کے کامل نمونہ زندگی کی موجودگی میں بے نیاز ہو جاؤ امتیوں کے نمونوں سے! چلے آؤ فرقوں کی تقلیدی بستی سے اسوۂ حسنہ کے دار البصیرت میں!

# قبروں میں نکیرین کے سوال

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ یہاں آخرت کے راہی کی مذہبی زندگی کا ہلکا سا امتحان (Test) لیا جاتا ہے۔ اگر وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اگلی منزلیں اس پر آسان ہو جائیں گی۔ حتی کہ سب سے بڑے حشر والے امتحان میں کامیاب ہو کر بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر قبر کے ٹیسٹ میں سوالوں کا جواب نہ دے سکا تو آنے والی منزلوں میں مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ امتحانِ محشر میں ناکام ہو کر بڑی جیل (دوزخ) میں جا پڑے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے اِرشاد کے مطابق قبر میں منکر نکیر نے اللہ کے حکم سے ہمیں پوچھنا ہے۔[1]

﴿مَنْ رَّبُّكَ﴾ "بتا تیرا رب کون ہے؟"......(ابوداؤد)

﴿وَمَا دِيْنُكَ﴾ "اور تیرا دین کیا ہے؟"......(ابوداؤد)

﴿وَمَنْ نَبِيُّكَ﴾ "اور تیرا نبی کون ہے؟"......(ابوداؤد)[2]

---

(۱) مؤلف مرحوم نے اسے ابوداؤد (کتاب السنه (۳۹) باب المسالة فی القبر وعذاب القبر (۲۳و۲۴) الحدیث ۴۷۵۳ سے نقل کیا ہے جبکہ یہ حدیث بخاری کتاب الجنائز (۲۳) باب ماجاء فی عذاب القبر (۸۶) الحدیث ۱۳۶۹ او مسلم کتاب الجنة و صفة نعیمها (۵۱) باب عرض مقعد ا لـ ـ ـت من الجنة و النار علیه (۱۷) الحدیث (۷۲۱۹) عن البراء ابن عاذب رضی اللہ عنہ) میں بھی مروی ہے۔

(۲) اور ایک روایت میں ﴿مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ﴾ بھی آیا ہے۔ یعنی ان کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ (احمد، ابوداؤد) (مسند احمد ۴/ ۲۸۷و۲۸۸و۲۹۵و۲۹۶ و ابو داؤد' المصدر السابق' عن براء ابن عاذب رضی اللہ عنہ البانی نے صحیح کہا ہے' تحقیق مشکوٰۃ ۱/ ۴۸۔)

اب نکیرین کے سوالوں کے جواب حضور ﷺ کی زبانی سنئے۔

منکر نکیر: بتا تیرا رب کون ہے؟

مسلمان: ﴿ربی اللہ﴾ ترجمہ: ''میرا رب اللہ ہے۔'' (ابوداؤد)

منکر نکیر: اور تیرا دِین کیا ہے؟

مسلمان: ﴿دینی الاِسلام﴾ ''میرا دِین اِسلام ہے'' (ابوداؤد)

منکر نکیر: اور تیرا نبی کون ہے؟

مسلمان: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ﴾ میرے نبی مُحمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ﷺ (ابوداؤد)

## دنیا کا ''اندھا'' آخرت کا اندھا ہے

بھائیو! سنو! اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (پ ۱۵ : ع ۸)

''اور جو اس دُنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور بہت کھویا ہوا ہے راہ۔''

جس طرح ظاہر کی روشن آنکھ کے لئے بیماریاں ہیں مثلاً قذی' رمد' تکدر' جرب العین' ناخنہ' بیاض' سبل' ضعف البصر' دھند' غبار' جالا' اندھراتا' قریب نظری' بعید نظری' پڑبال' موتیا بند' اندھا پن۔ وغیرہ۔ ویسے ہی باطنی آنکھ کے لئے بھی روحانی اور اخلاقی بیماریاں ہیں ظاہری بیماریاں بینائی کے لئے مضر ہیں تو روحانی بیماریاں اِیمانی اور اخلاقی بینائی کے لئے نقصان دہ ہیں مثلاً شرک ایک ایسی بیماری ہے جو اِیمانی بصارت کو کلیۃ زائل کر کے پورا ''اندھا'' بنا دیتی ہے۔ ایسے ہی کفریہ عقائد و اعمال' دوسرے اکبر کبائر' اور بدعات' باطنی بصارت گنوا دیتے ہیں۔

جس نے اس دارِ مکافات میں اپنے خالق' مالک' رب اور معبود برحق کو اس کی الوہیت اور صفات کی وحدت کے ساتھ نہیں پہچانا' جو توحید کے عقیدہ و عمل کے ساتھ اس پر اِیمان نہیں لایا' جو قرآنی احکام سے آنکھیں بند کر کے طغیان کی وادیوں میں پھرتا رہا۔ ہدایت خداوندی کا نابینا۔ شاہراہ رسالت ماب ﷺ کا اندھا' حشر میں بہشت کی تلاش میں ٹامک ٹوئیاں مارے گا۔ اندھوں کی طرح ہاتھ پسارے گا۔ لیکن ''نابینا'' گوہر مقصود نہ پا سکے گا۔

قبر بھی آخرت کی ایک منزل ہے۔ توحید کا اندھا' اِسلام کی پہچان کا اندھا' حدیث کی قدر اور سُنت کے عمل کا اندھا' قبر میں نکیرین کے روبرو...... آہ کس طرح اپنے موحد مسلمان اور اُمت مُحمد رسول اللہ ﷺ ہونے کا دعویٰ کر سکے گا؟ کیری آنکھوں والے خوفناک فرشتوں کے سامنے' اللہ سے بے تعلق' اِسلام ناشناس' نافرمانِ رسول ﷺ پر کیا بیتے گی؟ اللہ ہم سب کے حال پر رحم فرما! کتاب و سُنت پر عمل کی توفیق دے کر قبر کے فتنوں اور آخرت کی سختیوں سے بچا لینا! (آمین)

قارئین کرام!

جو چیز قبر میں پوچھی جاتی ہے وہ توحید خداوندی ہے اس کی نگہداشت کریں کہ موحد مسلمان بنیں۔ پھر دین کا سوال ہونا ہے اس لئے خالص دین اسلام یعنی صرف قرآن اور حدیث پر عمل رکھیں' بانی اسلام حضور سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آپ صرف حضور انور ﷺ کی اطاعت کے سوا تمام اطاعتوں کو کندھوں سے اتار دیں۔[1]

خبردار! توحید کی شراب طہور میں شرک کی نجاست نہ گرائیں..... اسلام کے خالص شہد میں کسی قسم کی ''راب'' نہ ملائیں۔ اسلام کی شاہراہ پر چلنے کے لئے رحمت عالم ﷺ کے طریقے کے سوا کوئی طریقہ نہ اپنائیں' پس حدیث اور سنت کی روشنی میں اسلام کے احکام پر عمل کرنے والا موحد مسلمان بتوفیقہ تعالیٰ قبر میں ثابت قدم رہے گا۔

حدیث نکیرین کے بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ قبر کے امتحان میں کسی فرقے' کسی گروہ' کسی امام' مجتہد' مرشد' اور اماموں' مرشدوں' مجتہدوں کی طرف منسوب کئے گئے مذہبوں' اور مشربوں کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔ پھر للہ خیر باد کہہ دیں آپ تمام فرقوں' گروہوں اور ایجادی مذہبوں اور مسلکوں کو کہ آپ مسلمان ہیں۔ آپ کا دین اسلام ہے' اور دین اسلام پر چلنے کا طریقہ مذہب و مسلک شافع روز جزا کی ادائیں ہیں ﷺ!

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

(۱) اُمتیوں کی اطاعت مشروط ہے۔

# خاتمہ اور دُعا

اے اللہ! ہمیں اپنی پسند کا ایمان عطا فرما' اپنی مرضی کا مسلمان بنا' آسمان سے اترے ہوئے دِین اِسلام پر اس طرح عمل کرنے کی توفیق دے جس طرح تیرے سچے رسول حضرت مُحمد رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا۔ ہماری زندگی کی راہ میں رحمت عالم ﷺ کے قول و فعل کے دیپ جلا' سنن ہدیٰ کی شمعیں جگا' اُسوۂ اطہر ہمارے نزدیک سارے جہان سے زیادہ محبوب بنا۔ اللہ! ہمیں "دلدلوں" سے بچا' تا زیست تنفس پاک کی عنبر بیز فضا میں رکھ' رحمت عالم ﷺ کے ہاتھوں جام کوثر پلا اور حضور انور ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین۔

رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

# ضمیمہ سبیل الرسول ﷺ

## کیا تقلید جائز ہے

مؤلف سبیل الرسول نے قرآن کی متعدد آیات اور احادیث کثیرہ تقلید کے رد میں نقل کی ہیں، جن کو قارئین مطالعہ بھی کر چکے ہیں، مگر مولوی محمد امین صفدر اوکاڑوی لکھتا ہے کہ:

(۱) اس آیت میں علماء کو رب بنانے کا ذکر ہے نہ کہ ان کی تقلید کرنے کا

(۲) مؤلف کا فرض تھا کہ وہ یہ ثابت کرتا کہ یہود و نصاریٰ کے وہ علماء و مشائخ مجتہد تھے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۷۔

الجواب: (۱) مؤلف رحمہ اللہ نے رب، بنانے کی وضاحت میں سنن ترمذی، سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی تھی جس نے یہ معنی متعین کر دیا تھا کہ علماء پر اندھا اعتماد کو نا ان کو رب بنانا ہے اور اسی کا دوسرا نام تقلید ہے، مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ

اس آیت میں نصوص کے مقابلہ میں تقلید کرنے کی مذمت ہے جیسے جاہلوں کی عادت ہے کہ جب رسوم منکرہ سے منع کیا جائے تو اپنے مشائخ سے تمسک کرتے ہیں، (حاشیہ بیان القرآن ص ۱۰۷ ج ۴)

مولوی غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی فرماتے ہیں کہ

قرآن کی اس آیت اور اس حدیث (عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ) سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اور اس پر اصرار کرنا اس دینی پیشوا کو خدا بنا لینا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی صریح حدیث کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے۔ (تبیان القرآن ص ۲۲ ج ۵ طبع فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ)

(۲) ماسٹر صاحب کا یہ مطالبہ بھی فضول اور لچر ہے اگر یہ قرآن کے الفاظ پر غور کرتے تو ایسا مطالبہ ہی نہ کرتے۔ سنئے قرآن نے ان کے لئے احبار، کا لفظ استعمال کیا ہے جو حبر کی جمع ہے اور لغت عرب میں اس کا استعمال بمعنی علماء آتا ہے۔ مفردات القرآن ص ۱۰۶ اور تمام مترجمین نے اس کا یہی معنی کیا ہے۔

# حدیث رسول ﷺ میں تحریف

فرماتے ہیں کہ:
مجتہد کے بارہ میں بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ اگر صواب پر ہو تو دو اجر خطاء پر ہو تو بھی ایک اجر ملتا ہے۔ کیا آپ کا یہی عقیدہ ہے کہ یہود ونصاری کے وہ علماء جن کا ذکران آیات میں ہے، وہ بعض مسائل میں دو اجر اور بعض میں ایک اجر کے مستحق ہیں، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۔

**الجواب:** اولاً حدیث میں دگنا اجر ملنے کا تو بلاشبہ ذکر ہے مگر یہ مجتہد کے متعلق نہیں بلکہ حاکم کے بارے میں ہے، حدیث کے الفاظ ہیں۔

**اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران، واذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله اجره.**

یعنی جب حاکم کوشش کر کے فیصلہ کرے، پھر درست کرے، تو اس کے لئے دو چند اجر ہے اور اگر بوجہ غلطی کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (بخاری ۷۳۵۲ و مسلم ۴۴۸۷)

قارئین کرام حدیث پر غور کریں اس میں لفظ ''حاکم'' ہے مگر ماسٹر صاحب اس کا ترجمہ مجتہد کرتے ہیں۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**، محترم یہاں مسئلہ قضاء کا ہے، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حاکم وقت کسی مقدمہ میں فیصلہ کرنے کے لئے تحقیق کے بعد فیصلہ کرے تو اس کے لئے دگنا اجر ہے، عالم دین اور مجتہد کے دینی مسائل بتانے کے بارے میں یہ حدیث نہیں ہے، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک انصاری صحابی کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا اور صحابہ کرام کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا، اتفاق سے اہل لشکر کی کسی بات سے امیر لشکر (انصاری صحابی) غضب ناک ہو گیا، اس نے لکڑی جمع کر کے انہیں آگ لگانے کا حکم صادر کیا پھر صحابہ کو کہا اس میں داخل ہو جاؤ صحابہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ نبی ﷺ کی اطاعت میں محض جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے آئے ہیں، الغرض صحابہ آگ میں داخل نہ ہوئے، جب اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

**لو دخلوها ماخرجوا منها ابدا، انما الطاعة فی المعروف،**

یعنی اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی بھی نکالے نہ جاتے بلاشبہ امیر کی اطاعت فقط معروف (نیکی) میں ہے، (بخاری ۷۱۴۵ و مسلم ۴۷۶۶)

یہاں ایک معقول سوال جنم لیتا ہے جس انصاری صحابی کو آپ علیہ السلام نے امیر قافلہ مقرر کیا تھا، وہ جاہل تھا یا دین کو جاننے والا صاحب علم تھا۔ یقیناً عالم تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کے حکم کو پسند نہیں کیا بلکہ کہا اگر تم اس پر عمل کرتے تو ہمیشہ ہمیشہ آگ میں ہی رہتے۔

کیا حدیث عدی بن حاتم ضعیف ہے۔

فرماتے ہیں کہ:

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم عبدالسلام بن حرب کے علاوہ کسی طریق سے اس حدیث کو پہچانتے تک نہیں، اور اس سند کا دوسرا راوی، غطیف بن اعین حدیث میں غیر معروف ہے، (ترمذی ص ۴۴۱) اس سند کا پہلا راوی حسین یزید کوفی ہے ابو حاتم اس کو لین الحدیث کہتے ہیں۔ (میزان ص ۵۵ ج ۱) اور لا مذھبوں نے تو صراحۃ لکھا ہے کہ اہل کوفہ کی حدیث بے نور ہوتی ہے۔ (حقیقة الفقه) سند کا دوسرا راوی عبدالسلام بن حرب بھی کوفی ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۶۱۴ ج ۲) تیسرا راوی غطیف بن اعین ہے امام دار قطنی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (میزان ص ۳۳۶ ج ۳) یہ حضرت عدی بن حاتم والی حدیث ہے جس کی سند کا حال حکیم صاحب نے چھپایا جب کتمان سبیل یہود ہے سبیل رسول نہیں، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰

الجواب: اولاً آپ نے یہ مغالطہ دیا ہے کہ امام ترمذی نے اس پر جرح کر کے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ یہ بات درست نہیں، انہوں نے حسن غریب کہہ کر اس پر صحت کا حکم لگایا ہے کیونکہ غریب اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کی سند ایک ہی ہو دوسری ثابت نہ ہو، جیسے انما الاعمال بالنیۃ، غریب ہونے کے باوجود صحیح حدیث ہے اور (بخاری (۱) و مسلم ۴۹۲۷) کی متفق علیہ ہے، اور حدیث کا حسن ہونا اس کے حجت ہونے کی دلیل ہے تمام کے نزدیک حسن حجت ہے۔

ثانیاً اہل کوفہ کی روایت کو بے نور، مؤلف حقیقة الفقه، نے نہیں کہا بلکہ امام اہل سنت اور مجتہد ذی شان امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ (سنن ابو داؤد ۳۴۱ ج ۲) لہٰذا آپ نے، لا مذہب کہہ کر جو گالی دی ہے وہ ان آئمہ کے متعلق ہیں۔

ثالثاً۔ بلا شبہ امام ابو حاتم نے حسین بن یزید کو "لین" کہا ہے مگر امام ابو حاتم جرح میں متشدد ہیں (الرفع والتکمیل ص ۲۷۵) تنہا ابو حاتم کی جرح کا اعتبار نہیں، پھر جہاں میزان میں ابو حاتم کی جرح ہے وہاں ہی ابن حبان سے توثیق بھی لکھی ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ حسین کا (طبرانی کبیر ۹۲/۱۷) میں قیس بن ربیع اور یحییٰ دو راوی متابع موجود ہیں۔

رابعاً۔ عبدالسلام بن حرب پر یہ جرح نقل کی گئی ہے کہ یہ کوفی تھا حالانکہ یہ بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ امام ترمذی اور دار قطنی اور متعدد اہل علم نے انہیں ثقہ اور حجت کہا ہے۔ (تھذیب ص ۲۸۳ ج ۶) آئمہ جرح و تعدیل میں سے اسے کسی ایک نے بھی ضعیف قرار نہیں دیا، غالباً ماسٹر امین علوم حدیث اتنا ہی آشنا تھا جتنا پیدائشی اندھا ہر رنگ سے واقف ہوتا ہے۔

خامساً۔ رہا راوی غطیف تو اسے امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ (تھذیب ص ۲۵۱ ج ۸) الغرض یہ حدیث

قابل حجت ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی اور علامہ البانی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔(صحیح سنن ترمذی ۲۴۷/۱)

## حدیث عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے معنی میں تحریف

فرماتے ہیں:

اس حدیث سے لامذہب مراد ہیں مجتہدین مراد نہیں اگر حکیم صاحب اور ان کا پورا فرقہ مل کر اصول فقہ سے صرف ایک حوالہ دکھا دیں جس میں مجتہد کی تعریف یہ لکھی ہو کہ مجتہد اسے کہتے ہیں جو اللہ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہے۔تو ہم انہیں ایک ہزار روپیہ نقد رائج الوقت انعام دیں گے۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک مجتہد قانون ساز نہیں بلکہ قانون دان ہوتا ہے۔وہ قیاس شرعی اللہ اور رسول کے حکم کو ظاہر کرتا ہے۔خود مسائل نہیں بناتا،سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰ تا ۱۱۔

الجواب:اولاً۔آپ اہل سنت کا نام کس منہ سے لیتے ہیں،آپ تو اہل بدعت ہیں تفصیل تحفہ حنفیہ میں کر دی گئی ہے وہاں سے دیکھ لی جائے۔

ثانیاً۔مقلدین کی کتب فقہ تو اس بات کی پرزور تردید کرتی ہیں کہ ابوحنیفہ قانون ساز کی بجائے قانون دان کی تھی،آپ نے اپنی کتاب غیر مقلدین کی غیر مستند نماز،میں بیسوں مسائل کی نشان دہی کی ہے کہ یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں،بلکہ یہ خالص فقہ کے مسائل ہیں،گویا آپ نے خود تسلیم کر لیا کہ آپ کے نزدیک امام ابوحنیفہ کی حیثیت شریعت دان کی بجائے شریعت ساز کی ہے،علاوہ ازیں مؤلف سبیل الرسول نے متعدد مسائل کی نشان دہی کی ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں،اور امام ابوحنیفہ نے چند احادیث رسول ﷺ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

**هذا الذی سمعتم كله ريح وباطل .**

یعنی یہ تمام فرمان نبی علیہ التحیۃ والسلام واھیات اور باطل ہیں۔(الجرح والتعدیل ص ۴۵۰ ج ۸)

امام یحییٰ بن حمزہ اور امام سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ

**ان ابا حنيفة قال لو ان رجلا عبده هذه النعل يتقرب بها الى الله لم ار بذلك باسا**

یعنی ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے جوتی کی عبادت کی تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

(کتاب المعرفة والتاريخ ص ۷۸۴ ج ۲ و تاریخ بغداد ص ۳۷۴ ج ۱۳)

اس جگہ پر ہم قارئین کرام کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ غور کریں کہ یہ حیثیت قانون دان کی ہے یا قانون ساز کی ہے۔

## سبیل الرسول میں اوھام

فرماتے ہیں کہ:

حکیم صاحب نے یہود کے نقش قدم پر یہود کے علماء جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔ان کا خصوصی وصف جھوٹ کہنا اور جھوٹ سننا تھا،حکیم صاحب بھی اس وصف میں کچھ ان سے کم نہیں،آپ نے بخاری شریف پر جھوٹ بولے ہیں۔

پہلا جھوٹ۔آپ ایک لکھتے ہیں،**افضل الا عمال الصلوٰۃ فی اول وقتھا**۔بخاری سبیل الرسول ص ۲۴۶ یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شھادت القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی۔**ھذا خلیفۃ اللہ المھدی**۔

دوسرا جھوٹ۔حکیم صاحب نے طلاق ثلاثہ کے متعلق سبیل الرسول ص ۲۶۸ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے اور حوالہ بخاری کا دیا ہے۔حالانکہ اس حدیث کا نام ونشان تک صحیح بخاری میں نہیں ہے۔

تیسرا جھوٹ۔اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے یکبارگی کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث مذکور میں نہیں۔

چوتھا جھوٹ۔سبیل الرسول،پر امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے لئے جو واقعہ فجر کی نماز والا ذکر کیا ہے اس میں حوالہ ابن ماجہ اور موطا امام مالک کا بھی دیا ہے۔جو بالکل جھوٹ ہے،ان دونوں کتابوں میں اس واقعہ کا نام ونشان تک موجود نہیں۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱ تا ۱۲۔

الجواب:(۱)ان تمام فضولیات کا جواب خاکسار اپنی تالیف تحفہ حنفیہ ص ۵۰۲ تا ۵۱۵ میں دے چکا ہے قارئین کرام وہاں سے اس کی تفصیل دیکھ سکتے ہیں بفضلہٖ تعالی یہ تمام کے تمام اعتراضات دراصل ان حضرات کے تعصب کی پیدائش ہیں۔

(۲)ماسٹر صاحب نے متعدد احادیث خود وضع کی تھیں۔بطور نمونہ دو کو لکھا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے مسلم ص ۱۹۷ ج ۱۔لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی دونوں کی شرمگاہوں پر نظر پڑتی رہی۔(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۱ و ۴۲)ناشر المدنی دارالکتب سرے گھاٹ حیدر آباد،و مجموعہ وسائل ص ۳۵۰ ج ۳ طبع گوجرانوالہ ۱۹۹۶ء

اسی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تحقیق رسول اللہ ﷺ جس وقت کہ تکبیر کہتے تھے، تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے اور جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتے تھے تب بھی تھوڑا سے سکتہ کرتے تھے، اور جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو سکتہ نہ کرتے تھے بلکہ کہتے تھے الحمد للہ رب العالمین۔

تحقیق مسئلہ آمین مندرجہ مجموعہ رسائل ص ۱۲۷ ج ا۔

یہ دونوں عبارتیں مؤلف، سبیل الرسول پر ایک نظر کی وضع کردہ ہیں ماسٹر امین نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے نڈر ہوکر اور یہود کے نقش قدم پر چل کر افترا کی ہیں۔ کتب حدیث میں ان کا قطعاً کوئی وجود نہیں ہے۔

# مقلدین کا طرزِ عمل

فرماتے ہیں کہ:

حکیم صاحب نے آئمہ مجتھدین کی تقلید کو شرک ثابت کرنے کے لئے دو اور آیتوں سے استدلال کیا ہے، ان آیات سے آئمہ مجتھدین کی تقلید شخصی کو شرک اور حرام ثابت کرنے کے لئے دو باتیں ضروری تھیں۔

(۱) مشرکین کے آباؤ اجداد کا مجتھد ہونا قرآن پاک سے ثابت کردیا جائے۔

(۲) ان کے مذاہب کا مرتب و متواتر ہونا اور مشرکین کا تقلید شخصی کی وجہ سے ان کی طرف نسبتیں کرنا قرآن وحدیث سے ثابت کردیا جائے اور یہ دونوں باتیں حکیم صاحب اور ان کا فرقہ قیامت تک ثابت نہیں کرسکتا۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۔

**الجواب:** اولاً، اس بیان سے آپ نے یہ بات تسلیم کرلی کہ تقلید شرعی اور دینی معاملہ نہیں بلکہ مشرکین مکہ اور گمراہ لوگوں کا راستہ ہے، ہاں البتہ آپ نے اس سلسلہ میں دو باتوں کو بہانہ بنا کر حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ مشرکین کے آباء مجتھد نہ تھے اور ان کا مذہب متواتر نہ تھا، حالانکہ قرآن سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے مذہب کو متواتر کہتے تھے اور وہ نسل در نسل اسی بات کے قائل تھے۔

قرآن کریم نے انہیں علماء بھی کہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ان كثير من الاحبار والرهبان لياكلون اموال لناس بالباطل ويصدون عن سبيل الله﴾ (التوبة : ۳۴)

بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے (شاہ عبدالقادر) (۹۔۳۴)

اس آیت میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ اہل کتاب حق سے دور کیوں تھے؟ ان کی گمراہی اور دین سے دور کا سبب ان کے علماء اور درویش تھے، مگر ماسٹر امین اس حقیقت سے انکار کرتا ہے، حالانکہ قرآن پوری ذمہ داری ہی ان

کے مذہبی قائدین پر ڈالتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ماسٹر صاحب کا دل بھی اس بات پر مطمئن نہ ہوا تو آگے چل کر اس پر مزید چار پانچ اعتراض کر دیئے کہ

(۱) جن مسائل کا مشرکین مکہ انکار کرتے تھے وہ سب مسائل اعتقادی تھے، ایک بھی مسئلہ اجتہادی نہ تھا۔

(۲) ان کے آباء خدا اور سول سے ہٹانے والے تھے، اور مجتہدین خدا و رسول کے طریقہ پر چلانے والے ہیں۔

(۳) وہ علم سے بالکل کورے تھے جبکہ آئمہ مجتہدین علوم شرعیہ میں بحر ناپید کنار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۴) وہ ہدایت سے خالی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے تھے جبکہ آئمہ مجتہدین خود ہدایت یافتہ اور دنیا بھر کے لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے والے تھے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۔

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۳) میں بھی بیان کیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

﴿قل ان هدى الله هو الهدى﴾ (البقرة : ۱۲)

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ (۲۔۱۲۰)

﴿قل ان الهدى هدى الله﴾ (آل عمران : ۱۷۳)

آپ کہہ دیجئے کہ بلاشبہ ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔

ان آیات میں یہ بات سمجھائی گئی ہے، دین صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آتے ہیں۔ اور اسی دین کی پیروی لازم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الاخرة من الخاسرين﴾ . (آل عمران : ۸۵)

جو شخص اسلام کے علاوہ اور دین تلاش کرے اس کا دین ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔ (۳۔۸۵)

الغرض دین اسلام میں اتباع و پیروی اور واجب الاتباع صرف اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ ان کی ہدایت کو ترک کر کے کسی بھی امتی کی طرف دعوت دینا خواہ وہ عالم ہے یا جاہل ہدایت یافتہ ہے یا بے ہدایتہ، بہر حال یہ صریحاً گمراہی ہے، مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں بعض مقلدین نے اپنے امام کو معصوم عن الخطاء و مصیب وجوبا مفروض الاطاعۃ تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل وخلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد

کر دیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ اتخذ وا احبارھم ...... الخ، اور خلاف وصیت آئمہ مرحومین ہے امداد (الفتاوی ص ۲۹۷ ج ۵ طبع جدید کراچی)

مولوی ارشاد حسین رامپوری مجدد الف ثانی سے نقل کرتے ہیں کہ

ہم مقلدوں کو چھوڑنا مذہب اپنے امام کا ظاہر احادیث کے جائز نہیں۔ (انتصار الحق ص ۲۵۵)

حوالہ اول سے معلوم ہوا کہ ایسی تقلید حرام ہے اور حوالہ دوم سے معلوم ہوا کہ مقلدین ایسی ہی تقلید کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ مذکورہ آیت کی زد میں تمام مقلدین آتے ہیں خواہ وہ کسی کی تقلید کریں، قصہ مختصر یہ کہ واجب الاتباع صرف قرآن وسنت ہی ہیں آباؤ اجداد کی پیروی کا اسلام میں تصور بھی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

**عن معاذ بن جبل ؓ عن رسول اللہ ﷺ قال، ایاکم وثلاثہ زلہ عالم، وجدال منافق ودنیا تقطع اعناقکم فامازلة عالم، فان اھتدی فلا تقلدوہ دینکم ،** (الحدیث طبرانی الاوسط ۹/ ۳۲۶ رقم الحدیث ۸۷۱۰)

حضرت معاذ ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، عالم کی لغزش، منافق سے جھگڑا، اور دنیا میں مگن ہونا، عالم کی لغزش یہ ہے کہ خواہ وہ ہدایت یافتہ بھی ہے تو اس کی تقلید نہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ

**لا یقلدن احدکم دینہ رجلا.**

تم میں سے کوئی بھی دین کے معاملہ میں کسی کی تقلید نہ کرے۔ طبرانی کبیر ۹/ ۱۵۲ (رقم الحدیث ۸۷۶۴)

الجواب: اولاً، یہ تمام رام کہانی محض الفاظ کا ہیر پھیر ہے جو حقیقت سے کوسوں دور ہے، غور کیجئے کہ اختلاف کی بنیاد آباؤ واجداد کی حیثیت پر نہیں بلکہ ان کی پیروی پر ہے، اسلام کی تعلیم میں آباؤ اجداد کی پیروی کی بجائے قرآن وسنت کی پیروی کا درس دیا گیا ہے، اور یہ بات قرآن کریم نے کھول کر بیان کی ہے کہ انسان کا نفس اسے برائی کی طرف مائل کرتا ہے مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوارشاد ہوتا ہے۔

**﴿وما ابری نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا مارحم ربی﴾** (یوسف: ۵۳)

(یوسف علیہ السلام نے کہا) اور میں تو اپنے نفس کو پاک نہیں کہہ سکتا کیونکہ نفس تو ہر آن برائیوں پر ابھارتا ہے۔ مگر جتنا وقت اللہ کا رحم ہو (۱۲۔۵۳)

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

**کلکم ضال الامن ھدیتہ مسلم کتاب الادب باب تحریم الظلم**

تم تمام کے تمام گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت دوں۔ (الحدیث ۶۵۷۲)

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کا مقدس سلسلہ جاری کیا، جن کے ذمہ ہدایت کا پہنچانا لگایا اور انہیں معصوم عن الخطاء کر کے ان کی اتباع کو فرض کیا، اور فلاح و کامیابی کو ان کی پیروی میں رکھا، ارشاد ہوتا ہے۔

﴿فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون﴾ (البقرة : ۳۸)

پس اگر میری طرف سے تم کو ہدایت پہنچے تو جو لوگ میری ہدایت کے تابع ہوں گے سو نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔ (۲۔۳۸)

رہا آپ کا یہ عذر کہ وہ اعتقادی مسائل میں تقلید کرتے تھے اور ہم فروعی مسائل میں تقلید کرتے ہیں آپ کا یہ دعویٰ محتاج دلیل ہے۔ آپ کسی نص سے ثابت کریں کہ وہ فروعی مسائل میں عدم تقلید کے قائل تھے واضح رہے کہ قرآن نے انہیں علی الاطلاق مقلد قرار دیا ہے آپ بلا دلیل اس کو مقید کر رہے، حالانکہ آپ کے نزدیک خبر آحاد یعنی حدیث صحیح سے بھی قرآن کو مقید نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن افسوس کہ یہاں آپ نے کذب بیانی سے قرآن کے الفاظ کو مقید کر دیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہاں ہم ارباب عقل وخرد کو دعوت فکر دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ کفار مکہ جس طریقہ سے عبادت کرتے تھے مثلاً بیت اللہ کا ننگے طواف کرنا، تالیاں بجاتے ہوئے اللہ کو یاد کرنا، حج سے واپس آتے ہوئے گھر کے دروازے سے نہ آنا یہ تمام اعمال فروعی ہیں یا اعتقادی اگر فروعی ہیں یقیناً فروعی ہیں تو سوال یہ ہے کہ آیا وہ ان مسائل میں آباؤ واجداد کی تقلید کرتے تھے یا کسی نبی کی پیروی کرتے تھے، یقیناً آباؤ جداد کی تقلید کرتے تھے۔ ثابت ہوا کہ ماسٹر امین کا انہی صرف اعتقاد میں مقلد قرار دینا غلط بیانی اور کھلا افترا ہے۔

ثالثاً۔ انہیں بے عقل قرار دینا بھی محض دل کو بھلانے کے لئے ہے، کفار عرب عقل وشعور اور قوت حافظہ میں اپنی مثال آپ تھے، قرآن نے انہیں جگہ جگہ عقل وشعور سے کام لینے کی دعوت دی ہے، تو کیا یہ بے عقلوں اور کند ذہن لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے، واضح رہے کہ وہ شرعی طور پر مکلف تھے حالانکہ دیوانہ مرفوع القلم ہوتا ہے یہ بات ملحوظ رہے کہ وہ عقل مند تو تھے مگر عقل سے کام نہ لیتے تھے، جیسے آج کے مقلد عقل مند ہونے کے باوجود شعور سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے امام کے قول پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، یہی روش ان کی تھی۔

## تقلید کی دلیل

فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ، واتبع من اناب الی، اور تقلید کر (اے مخاطب) اس شخص کی جو میری طرف رجوع رکھتا ہے۔ مجتہد قیاس شرعی کے موافق بذریعہ۔۔ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرتا ہے، اور پھر سبیل یعنی مذہب کو مرتب کرتا ہے، دوسرے لوگ جو خود قیاس شرعی سے خدا رسول کی طرف رجوع نہیں کر سکتے وہ اس منیب

(مجتھد) کی طرف رجوع کرلیں جس کا مسلک مشہور اور متواتر ہو، لیجئے مجتھد کی تقلید کا وجوب تو خود قرآن پاک سے ثابت ہوگیا۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۔

الجواب: اولاً۔ قرآن کریم نے واتبع کا لفظ استعمال کیا ہے، مگر ماسٹر امین اتباع کا معنی تقلید کرتا ہے، حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے، امام ابن قیم فرماتے ہیں۔

**والاتباع ما ثبت علیه حجة،** یعنی تقلید بغیر دلیل کے ہوتی ہے اور اتباع با دلیل۔

(اعلام الموقعین ص ۱۳۷ ج ۲)

مولوی غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی کہتا ہے کہ

تقلید کے معنی ہیں دلائل سے قطع نظر کرکے کسی امام کے قول پر عمل کرنا اور اتباع سے یہ مراد ہے کہ کسی امام کے قول کو کتاب وسنت کے موافق پاکر اور دلائل شرعیہ سے ثابت جان کر اس قول کو اختیار کرنا، شرح صحیح مسلم ص ۶۳ ج ۵

مولوی سرفراز خاں صفدر حنفی دیوبندی فرماتے ہیں۔

یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے، (راہ سنت ص ۳۵)

ثانیاً۔ قرآن کریم یا پھر احادیث صحیحہ میں سے یہ بات ثابت کریں کہ اناب الی سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں ورنہ خالی آپ کے دعویٰ کو کون سنتا ہے۔

ثالثاً۔ اس میں لفظ "مَنْ" استعمال ہوا ہے جو عموم کے لئے آتا ہے، تو کیا آپ ہر متقی اور صالح کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اگر نہیں یقیناً نہیں تو پھر یہ آپ کے دعویٰ کی دلیل جرح بن گئی، اس سے تو تقلید شخصی کا رد ہوتا ہے، مگر آپ اناڑیوں کی طرح جس سے اثبات کررہے ہیں۔

رابعاً۔ آیئے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کو ملاحظہ کریں جس سے ہمارے مہربان، تقلید ثابت کررہے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

**﴿ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علی وهن وفصله فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر وان جاهدک علی ان تشرک بی ما لیس لک به علم فلاتطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا واتبع سبیل من اناب الی ثم الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون﴾** (سورۃ لقمن : ۱۴ و ۱۵)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو

شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ اور پیروی اس شخص کے راستہ کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ اس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔ (۳۱۔۱۴ او ۱۵)

ان آیات پر غور کیجئے کہ ان میں مسئلہ یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ والدین کی ہر حال میں فرمانبرداری کی جائے خواہ وہ مسلمان ہیں یا کافر، ہاں البتہ جب وہ شرک کی تلقین کریں تو تب ان کی بات نہ ماننا، اور اللہ تعالیٰ کے راستہ پر جو لوگ چلتے ہوں۔ ان کے راستے پر چلنا، یہاں سے تو تقلید کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ عقائد میں مقلد بھی تقلید کے قائل نہیں، اور یہاں معاملہ تو عقیدہ توحید کا ہے۔

اور عقائد میں تقلید کا تو مؤلف، سبیل الرسول پر ایک نظر بھی قائل نہیں جیسا کہ پہلے اس نے اپنی اور کفار کی تقلید کا فرق بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے اور دیوبند کے جید عالم اور مدرسہ نصرۃ العلوم کے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں کہ عقائد اور اصول دین میں تقلید جائز اور درست نہیں ہے۔ (الکلام المفید ص ۳۳۵)

# کتے کا ناپاک برتن

فرماتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے تین حکم ہیں۔ آٹھ مرتبہ دھونا، سات مرتبہ دھونا تین مرتبہ دھونا، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونا۔ (دارقطنی طحاوی، بسند صحیح، آثار السنن ص ۱۲، محدث طحاوی) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ کا تین بار دھونے کا فتویٰ دینا واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی سات دفعہ دھونے والی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ہم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن ظن رکھتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ اور سنیں اور پھر فتویٰ آپ کے خلاف دیں۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۲۹۔

الجواب: اولاً سات بار دھونے کی حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے جبکہ تین بار دھونے کی روایت ابن عدی نے روایت کی ہے، اور اس کی سند میں عبدالملک بن ابی سلیمان راوی ہے جو گو صدوق ہے مگر اس کی روایات میں وہم پایا جاتا ہے تقریب ص ۲۱۹ میں ہے صدوق لہ اوھام یہی وجہ ہے کہ ابن عدی نے اس کی روایت تین بار والی کو منکر اور ابن جوزی نے لایصح کہا ہے (نصب الرایہ ۱/۱۳۱ او العلل المتناھیۃ ۱/۳۳۳)

ثانیاً۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے جو فتویٰ بیان کیا جاتا ہے وہ بھی مذکورہ عبدالملک عن عطاء سے روایت کیا جاتا ہے (دارقطنی ۱/۶۶) اور عبدالملک کا حال اوپر گزر چکا ہے کہ یہ وہم کرتا ہے ایسا ہی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ خطائیں کرتا ہے۔ (خلاصہ ۱)

جبکہ اس کے برعکس حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ سات بار دھونے کا فتویٰ منقول ہے (سنن

دارقطنی ۱/۶۴)

ان حقائق کے برعکس ماسٹر امین صاحب پہلے تو متفق علیہ احادیث کو ترک کرتے ہیں جو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مغفل، عبداللہ بن عمر، اور سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہم، سے مروی ہیں۔ دیکھئے (ارواء الغلیل ۲۴)

اور صحیح کے بجائے ضعیف روایت ابن عدی کا انتخاب کرتے ہیں پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے صحیح فتویٰ کو چھوڑ کر ضعیف کا انتخاب کرتے ہوئے نسخ کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ بعض اکابر احناف نے دعویٰ نسخ کو دیوانے کی بڑ قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی نے (السعایہ ۱/۴۵۲) میں طحاوی کا خوب رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ محض احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوتا۔

ثالثاً۔ خودغرضی اور مطلب برآری کی انتہا دیکھئے کہ وہی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کے متعلق فقہ حنفی کی اصول کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غیر فقیہی تھا۔

مگر یہاں ان کے ضعیف فتوی کو بنیاد بنا کر احادیث صحیحہ کو رد کرنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں حالانکہ کسی حدیث کو منسوخ قرار دینے کے لئے دلائل شرعیہ کی ضرورت ہوتی ہے احتمال اور محض دعویٰ سے نسخ ثابت نہیں ہوتا۔

<u>نسخ کی دلیل</u>: احادیث پر نظر رکھنے والا جانتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں کتوں کے بارہ میں احکام بہت سخت تھے ان کو مار ڈالنے کا حکم تھا بعد میں ان سے شکار کھیلنے کی اجازت مل گئی اور احکام نرم کر دیئے گئے اس لئے خیر القرون میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ میں فتویٰ تین پر ہی رہا۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۰۔

تبصرہ: اولاً اس بات کی دلیل دیجئے کہ ابتدائے اسلام میں سات بار دھونے کا حکم تھا جو بعد میں تین بار دھونے میں بدل دیا گیا، محض آپ کے دعویٰ کو کون سنتا ہے، بلکہ آپ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کریں۔

ثانیاً۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ متاخر اسلام ہیں وہ فرماتے ہیں

**"یا اهل العراق انتم تذعمون انی اکذب علی رسول الله ﷺ لیکون لکم المهنا وعلی الاثم اشهد لسمعت رسول الله ﷺ یقول اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیغسل سبع مرات"**

اے عراقیو! تم خیال کرتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہوں (آہ) تم تو اچھے رہو اور مجھ پر گناہ رہے میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب برتن میں کتا منہ ڈال دے تو برتن کو سات بار دھویا جائے۔ (سنن ابن ماجہ ۳۶۳۔ ومسند احمد ۲/۴۲۴)

اس میں ایک دوسری حدیث بھی ملاحظہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا، پھر شکاری اور ریوڑ کے کتے کی اجازت دی اور فرمایا۔

**اذا ولغ الکلب فی الاناء فاغسلوہ سبع مرات وعفروہ الثامنۃ فی التراب،**

جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات بار دھویا جائے اور آٹھویں بار مٹی سے صاف کیا جائے۔(مسلم کتاب الطھارۃ باب حکم و لوغ الکلب' الحدیث ۶۵۳)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ انہوں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے بلاواسطہ سنی تھی اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ متاخر اسلام ہیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا ہے کتوں کے متعلق جب احکام نرم ہوئے تو تب برتن کو سات بار دھونے کا حکم ہوا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی انہیں حقائق کی بنا پر فرماتے ہیں کہ۔

**ذلک صریحا علی ان الامر بالغسل سبعا کان بعد نسخ الامر بقتل الکلاب لا فی ابتداء الاسلام**

یعنی یہ احادیث اس بات پر صریح دلیل ہیں کہ کتوں کو قتل کرنے کے حکم کے منسوخ ہونے کے بعد برتن کو سات بار دھونے کا حکم دیا گیا۔(السعایہ ۱/۴۵۱)

لیکن ماسٹر امین اتنا بد دیانت اور بے حیا تھا کہ وہ اس حقیقت کے برعکس یہ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے کہ سات بار دھونے کا حکم پہلے کا ہے اور کتوں کو قتل نہ کرنے کا حکم بعد کا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثالثاً۔ اس کی دلیل عنایت کیجئے کہ مراکز اسلام میں فتویٰ تین بار دھونے پر تھا، آپ جیسے کاذب اور خائن کی بات پر کوئی جاہل ہی اعتبار کرے گا۔

## زبان پر گالیاں اور مجنوں سی باتیں

فرماتے ہیں کہ

حکیم صاحب نے احناف پر اعتراض کرنے کے لئے تو دیانت وامانت سب کو خیر باد کہہ دیا مگر بخاری ص۲۹/ج ۱ پر کتے کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کی اجازت دی ہے ذرا اس طرف بھی توجہ فرماتے اور آپ کے علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ کتے کا پیشاب پاک ہے۔(ھدایۃ المھدی ص ۴۸ ج ۳) اور نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں کہ کتے کے گوشت، خون، بال، اور پسینہ کے نجس ہونے پر دلیل نہیں ہے بدور الاہلہ ص ۱۶ حکیم صاحب آپ نے ان کی تردید میں کیا لکھا ہے جو کسی امتی کے نام سے نہیں بلکہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے نام سے ایسے گندے مسائل پھیلا کر نبی معصوم ﷺ کو بدنام کر رہے ہیں۔ حکیم صاحب آپ کے ابن حزم نے یہ لکھا ہے کہ بیوی کو حق مہر میں کتا دینا جائز ہے۔ حکیم صاحب ذرا اس کی تفصیل بیان فرمائیں کہ آپ کے مذہب میں کنواری کے لئے کس نسل کا کتا اور ثیبہ کے لئے کس نسل کا کتا مطلوب ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۲۔

الجواب: اولاً اگر بخاری ص ۲۹ ج ا میں ہے کہ امام زھری جو خیر القرون کے خیار امت سے ہیں ان کا قول ہے کہ:

**اذ ولغ الکلب فی اناء لیس له وضوء غیرہ یتوضا به.**

یعنی جب برتن میں کتا منہ ڈال دے اور پانی اس کے علاوہ میسر نہ ہو تو اس کے ساتھ وضوء کر لے، باب ۳۳ الماء الذی یغسل ......)

ماسٹر امین یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس سے کتے کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کی اجازت دی گئی ہے مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ یہ رخصت اضطراری حالت میں دی گئی ہے۔ علامہ عینی اور مولانا انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں کہ امام بخاری کتے پہلے والا پانی کے متعلق امام ابو حنیفہ کے ہم مسلک ہیں اور مذکورہ اثر سے پانی کی طہارت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر شاہ صاحب ایک فقہی مسئلہ کی نظیر بیان کرتے ہیں کہ

**ان المصلی اذا لم یجد الا ثوبا نجسا هل یصلی عریانا اوفی ذلک الثوب فکما یکن عنده غیر هذا السور لایکون دلیلا علی طهارته وهو ظاهر،**

یعنی جیسے کہ ہمارے حنیفہ کے نزدیک نمازی کے پاس صرف نجس کپڑا ہی ہو تو کیا نمازی ننگا نماز ادا کرے یا اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھے (بہر حال نمازی اسی نجس کپڑے میں نماز ادا کرے) تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمارے نزدیک وہ کپڑا پاک ہے۔ ایسے ہی امام زھری کے قول میں پانی کے طاہر ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ (فیض الباری ص ۲۷۵ ج ا)

ثانیاً۔ علامہ وحید الزمان کی حدیۃ المھدی، نام کی کوئی کتاب نہیں۔ اگر یہ کتابت کی غلطی سے ھدیۃ المھدی کی بجائے لکھا گیا ہے تو اس کتاب کی صرف دو جلدیں ہیں۔

حیات وحید الزمان ص ۱۴۲ مگر آپ اس کی تیسری جلد کا حوالہ نقل کرتے ہیں۔

ثالثاً۔ کتا احناف کے نزدیک بھی نجس العین نہیں ہے مفتی دار العلوم فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ کلب (کتا) نجس العین نہیں ہے (فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۲۸۵ ج ا)۔ یہی وجہ ہے کہ احناف کے نزدیک کتے کا گوشت طاہر ہے، (ھدایہ مع فتح القدیر ص ۸۴ ج ا) مفصل بحث کے لئے (دین الحق ص ۶۲۵ ج ا) کی مراجعت کرے گا۔

رابعاً۔ احناف کے نزدیک شراب اور خنزیر کو مہر رکھ کر نکاح پڑھا گیا تو نکاح ہو جاتا ہے (شرح و قایہ ص ۳۱ ج ۲ باب المھر)، دیوبندی وضاحت کریں کہ سور دودانتہ ہونا چاہئے یا کھیرا۔

# بیت اللہ کی چھت پر نماز

ماسٹر صاحب پہلے تو یہ شکوہ کرتے تھے کہ ترمذی وغیرہ میں اس روایت پر جرح تھی جسے حکیم صاحب نے نقل نہیں کیا پھر اس کی صحت کو بھی تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

صاحب ھدایہ نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ اس حدیث سے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کا مکروہ ہونا ثابت کیا۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۳

الجواب: اولاً۔ آپ کی تحریر کا خلاصہ تو یہ ہوا کہ نماز بیت اللہ کی چھت پر، جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بلاشبہ حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور صاحب ھدایہ نے بھی یہی کہا ہے لیکن آپ نے اعتراض پر غور نہیں کیا۔ اعتراض یہ کہ صاحب ھدایہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس کے جواز پر آپ کوئی شرعی دلیل درج کریں۔

ثانیاً۔ باقی آپ نے جو دیگر مسائل میں نفی کی روایات نقل کر کے کہا ہے کہ نہی کبھی کراہت کے لئے ہوتی ہے اور کبھی تحریم کے لئے ہوتی ہے، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۴

بلاشبہ یہ بات درست ہے کہ ہر جگہ نہی تحریم کے لئے نہیں آتی مگر ان کے لئے خارجی دلائل ہوتے ہیں اور آپ نے جن احادیث کی نشان دہی کی ہے ان میں خارجی دلائل موجود ہیں جبکہ یہاں مفقود ہیں لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ آپ اس کے جواز پر کوئی دلیل نقل کریں تو ہم اس کی جواز مع الکراھت تسلیم کرلیں گے۔ محض آپ کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

ثالثاً۔ آپ اپنے ساتھ امام ترمذی اور ابن ماجہ کو مت ملائیں کیونکہ انہوں نے تبویب ابواب سے اس کو سمجھا دیا ہے واضح رہے کہ آئمہ مجتھدین کے نزدیک مکروہ اور ناجائز مترادف الفاظ ہیں، امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، باذوق حضرات مراجعت کریں۔

## کیا عورتیں جنازہ میں شامل ہوسکتیں ہیں

فرماتے ہیں کہ:

حضرت ام عطیہ فرماتے ہیں **نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا**، (بخاری ص ۱۷۰ ج ۱)۔ اور فرماتی ہیں **کنا تنھی عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا** (مسلم ص ۳۰۴ ج ۱) امام نووی فرماتے ہیں **معنا نھانا رسول اللہ ﷺ عن ذلک نھی کراھة تنزیه لانھی عزیمه وتحریم** (نووی ص ۳۰۴ ج ۱) حکیم صاحب صحابیات بھی جانتی تھی کہ نہی کبھی کراھت کے لئے ہوتی ہے۔ کبھی تحریم کے لئے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۴

**الجواب**: اولاً۔ امام نووی کے کلام سے ہی نہیں بلکہ الفاظ حدیث اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ نہی تحریم کے لئے نہیں بلکہ تنزیہ کے لئے ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ ہیں۔

**ولم یعزم علینا**، اس کا معنی ہے **لم یؤ کد علینا فی المنع**، (فتح الباری ص ۱۱۲/ج ۳ وفتح الملھم ص ۴۸۳ ج ۲)

اس معنی کو ملحوظ رکھا جائے تو حدیث کے الفاظ کا یہ معنی ہوگا کہ

ہمیں عورتوں کو جنازہ نہ پڑھنے کی ترغیب دی گئی اور تاکید کے ساتھ منع نہ کیا گیا۔

ثانیاً۔ اگر آپ **لم یعزم علینا** کو موقوف تسلیم کرتے ہیں تو تب بھی آپ کا استدلال باطل ہے کیونکہ صحابیہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی یہ تفسیر ہے جو فہم حدیث میں متاخرین کے اقوال سے بہرحال مقدم اور بہتر ہے لہٰذا آپ بیت اللہ کی چھت پر نماز کی ممانعت کو تنزیہ ثابت کرنے کے لئے راوی حدیث کی تفسیر دکھادیں۔ ورنہ آپ اس نہی کو کراہت کہہ کر جواز کا لبادہ پہنانے کا کوئی حق نہیں رکھتے، آپ کا کردار بالکل مبتدعین کا سا ہے۔ افسوس آپ بہت سی احادیث میں یہی چکر چلا کر فرمان نبوی کا انکار کر دیتے ہیں۔ جیسے مرزائی حدیث لا نبی بعدی میں نفی کمال کا چکر دے کر نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

ثالثاً۔ نہی کو تنزیہ پر محمول کرنا مجاز ہے اور کسی بات کو مجاز قرار دینے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے، بلا دلیل بات کوئی بھی عقل مند قبول نہیں کرتا۔

## کیا دھوکا کرنے سے بیع فسخ نہیں ہوتی

فرماتے ہیں:

حکیم صاحب بیع میں دھوکا منع ہے مگر ایک شخص جو دھوکا کھا جاتا ہے اسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا، **ثم لا خلابة** کہہ دیا کرو، امام بخاری اس پر ان الفاظ سے باب باندھتے ہیں۔ **ما یکرہ من الخداع فی البیع**، (صحیح بخاری ص ۲۸۴ ج ۱) حافظ ابن حجر اس کا مطلب بیان کرتے ہیں **کانہ اسار بھذا الی ان الخدع فی البیع مکروہ ولکنہ لا یفسخ البیع**، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۴

**الجواب**: اولاً۔ حضرت امام بخاری نے (صحیح بخاری کتاب الخصومات باب (۲) من رد امر السفیہ و الضعیف العقل و ان لم یکن حجر علیہ الامام، الحدیث ۲۴۱۴) کے تحت لا کر یہ مسئلہ سمجھایا کہ دھوکہ دے کر جو بیع کی جائے وہ باطل ہے۔

ثانیاً۔

یہ صحابی حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ تھے جو غزوہ احد میں شریک تھے۔ ان کے سر میں چوٹ لگی جس کی وجہ سے

عقل میں خلل آ گیا تجارت پیشہ تھا بوجہ لوگ ٹھگ لیتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

**(فجعل له رسول الله ﷺ الخیار فیما اشتری ثلاثا.)**

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت حبان رضی اللہ عنہ کے لیے بیع میں تین دن تک خیار رکھا۔

(مستدرک حاکم ۲/۲۲ و بیہقی ۵/۲۷۳)

حاکم وذھبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ آپ نے حافظ ابن حجر کو گواہ پیش کیا ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث پیش کر دی ہے کہ ایسی صورت میں بیع فسخ ہوتی ہے۔

الغرض بیع میں دھوکہ دے کر چیز کو سستا خرید لینا عقل ونقل کی رو سے باطل ہے اور ایسی بیع جائز ہے نہ ہی درست بلکہ باطل ہے۔ اسی دھوکے کی بیع کے سلسلہ میں مولانا محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ فقہاء حنفیہ نے اس حدیث کے جواب میں بہت سی تاویلات کی ہیں لیکن کوئی تاویل قابل اطمینان نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے الفاظ بالکل واضح اور صاف ہیں اس لئے صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہے۔ (تقریر ترمذی ص ۷۷ ج ا طبع میمن اسلامک پبلشرز، کراچی ۱۹۹۹ء)

آپ نے ہم پر شافعی گواہ پیش کیا تھا اس کے جواب میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ایک معتبر حنفی دیوبندی بھی پیش کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اب آپ بیع کو باطل تسلیم کر لیں گے۔

## حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حدیث من قال لا الہ الا اللہ

فرماتے ہیں کہ:

حکیم صاحب آپ نے مشکوۃ میں یہ حدیث پڑھی ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو سچے دل سے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو روک دیا کہ لوگوں کو اس کی خبر نہ دینا اس روک کے باوجود حضرت معاذ نے موت کے وقت یہ حدیث سنا دی بلکہ اس کے نہ سنانے کو گناہ سمجھا (مشکوٰۃ) حکیم صاحب آنحضرت ﷺ نے جس سے روک دیا تھا اس کو سنانا ہی رسول پاک کی کیا کم مخالفت تھی لیکن اب نہ سنانے کو گناہ سمجھنا یہ تو انتہا ہوگئی۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۵

الجواب: اولاً۔ یہ بات احکام کی ہو رہی ہے اور آپ کی بیان کردہ مثال کا تعلق علم وبشارت سے ہے۔ اور ان دونوں میں مشرق ومغرب کا فرق ہے۔

زید کا والد سکول میں ٹیچر تھا، اسے بخوبی معلوم ہے کہ میرا بیٹا لائق اور قابل ہے اور یقیناً وہ امتحان میں ممتاز پوزیشن میں کامیاب ہوگا، مگر یہ بات وہ اپنے بیٹے کو نہیں کہے گا۔ کیونکہ اسے یہ خدشہ ہوگا کہ کہیں یہ محنت ہی نہ چھوڑ

دے، یہی اس حدیث کا مفہوم ہے جیسا کہ علامہ نووی نے (شرح مسلم ص۴۶ ج ۱) میں لکھا ہے اس کے برعکس اگر سکول سے بچے کو ہوم ورک ملا تھا تو اس کے متعلق ضرور ہدایات دے گا کہ بیٹے اسے کرلو، امتحان میں آپ کے کام آئے گا، حالانکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ بیٹا اچھی پوزیشن میں پاس ہوگا۔

پہلا عمل خیانت نہیں اور دوسرا کذب نہیں۔ ایسا ہی نبی مکرم ﷺ کا منع فرمانا اس وجہ سے تھا کہ کہیں لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے کو ہی نجات کے لئے کافی نہ سمجھ لیں اور اعمال صالحہ کو ترک کردیں۔ جیسا کہ (مسلم ۱۴۷) کی حدیث ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ میں اس کی وضاحت بھی مروی ہے بلکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اس کی صراحت ہے کہ جب حضرت معاذؓ نے لوگوں کو بتانے کی اجازت طلب کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ **لا تبشرھم فیتکلوا** (بخاری ۲۸۵۶۔ و مسلم ۱۴۴)

یعنی لوگ محض کلمہ پڑھ لینے پر بھروسہ کرلیں، اس سے ثابت ہوا کہ یہ ممانعت محض مصلحت وقت کی وجہ سے تھی اور اس کے وقتی اور مصلحتی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے خاص خاص متعدد صحابہ کو یہ خوش خبری سنائی ہے جن کی تعداد کم وبیش تیس کے لگ بھگ ہے اگر اس کا بیان کرنا حرام ہوتا تو رسول اللہ ﷺ قطعاً اس کے مرتکب نہ ہوتے، یہ بات ملحوظ رہے کہ دین میں، مصلحت وقت، کی بھی ایک اہمیت ہے۔ غالباً اس سے کوئی عالم تو انکار نہیں کرے گا کیونکہ (بخاری ص ۲۱۵ ج ۱ مسلم ص ۴۲۹ ج ۱) میں مصلحت کے تحت بیت اللہ کے دو دروازے نہ لگانے کی صحیح حدیث موجود ہے۔

## عورتوں کی امامت کا مسئلہ

ماسٹر امین صاحب ادھر ادھر کی فضول بھرتی کرتے ہوئے آخر اپنی راگ کی تان اس پر توڑتا ہے کہ حکیم صاحب نے ابوداود امامۃ النساء سے حضرت ام ورقہ کی حدیث نقل کی حکیم صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فضیل ہے جو سچا تو ہے مگر مذھباً شیعہ ہے دوسرا راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع ہے جو سچا تو ہے مگر وہم کا مریض اور مذھباً شیعہ ہے، تیسرا راوی عبدالرحمٰن بن خلاد ہے جو مجہول ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۶

الجواب: اولاً۔ محمد بن فضیل بخاری و مسلم کا راوی ہے کوئی ادنی سا کلمہ جرح بھی راقم کو کتب رجال سے ان کے حق میں نہیں ملا۔ خود ماسٹر امین نے ان کو صدوق لکھ کر تعدیل کردی ہے۔ رہا ان کا شیعہ تو یہ خالص افترا ہے ہاں کتب رجال میں انہیں تشیع ضرور کہا ہے علم سے کورا اور عقل سے پیدل ماسٹر امین نے اس کا مطلب شیعہ سمجھ لیا ہے اس نالائق کو جب علم رجال سے اتنی ہی واقفیت تھی تو کس پاگل نے اسے سبیل الرسول کا جواب تحریر کرنے پر مجبور کیا تھا۔

واضح رہے کہ متقدمین کی اصطلاح میں تشیع کا مفہوم محض غلبہ محبت علی رضی اللہ عنہ ہے، تفصیل کے لئے راقم کی تالیف دین الحق ص ج ۱ اور مولوی سرفراز صفدر کی کتاب ارشاد الشیعہ کا مطالعہ کریں۔

ثانیاً۔ محمد بن فضیل کے متعدد ثقہ متابع موجود ہیں (۲) (ابو نعیم مسند احمد ۶/ ۴۰۵ و بیھقی ۳/ ۱۳۰ (۲) عمر بن شبه سنن دارقطنی ۱/ ۲۷۹ (۳) عبدالله بن داود مستدرك ۱/ ۲۰۳)۔

ثالثاً۔ ولید بن عبداللہ سے امام مسلم نے روایت لی ہے ابن معین اور عجلی نے ثقہ کہا ہے امام ابو حاتم نے صالح الحدیث قرار دیا ہے امام احمد اور ابوداؤد نے ولیس به باس کہا ہے (تھذیب ص ۱۳۸ ج ۱۱)

رابعاً۔ مستدرک حاکم وغیرہ کی سند میں، عبدالرحمٰن خلاد، کی متابعت، لیلیٰ بنت مالک راویہ نے کی ہے۔ علاوہ ازیں عبدالرحمٰن تابعی ہے اور خیر القرون کا مجہول راوی آپ کے نزدیک حجت ہے۔ تجلیات صفدر ص ۱۲۷ ج ۴۔

الغرض اس حدیث پر جملہ اعتراض غلط و باطل ہیں متعدد آئمہ فن نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل حاشیہ نمبر ۱۷ میں گزر چکی ہے علام نیموی حنفی دیوبندی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (آثار السنن ص ۱۶۴)

## دوسرا عذر

لکھتا ہے کہ حدیث میں حضور ﷺ کا امر موجود ہے، امر وجوب کے لئے ہوتا ہے، تو غیر مقلدین کا فرض ہے کہ ہر گھر میں عورت کی امامت کو واجب قرار دیں یہ اجازت کا لفظ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۶۔

الجواب: اولاً، ہر امر سے وجوب ثابت نہیں ہوتا، (صحیح بخاری ۶۰۷۔ صحیح مسلم ۸۳۸) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی طرف سے حضرت بلال کو اکہری تکبیر اور دوھری اذان کہنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن حنیفہ کے نزدیک اکہری اقامت واجب تو کجا سنت بھی نہیں، علاوہ ازیں اذان کہنے کا تو حکم دیا گیا ہے، حالانکہ احناف کے نزدیک اذان واجب نہیں بلکہ سنت ہے، تجلیات صفدر ص ۱۴۲ ج ۲

ثانیاً۔ حدیث میں ایسے یقیناً موجود ہیں جن کا معنی، اجازت ہے سنن ابو داؤد میں حدیث امام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا میں ہے۔

فاستاذنت النبی صلی الله علیه وسم ان تتخذ فی دارها مؤذنا فاذن لها، (ابو داود کتاب الصلاة باب امامة النساء الحدیث ۵۹۱)

اس حدیث پر غور کیجئے کہ اس میں لفظ "فاذن" موجود ہے تمام کتب لغت میں اس کا معنی اجازت ہی لکھا ہے ہاں دیوبندی لغت میں اس کا معنی واجب لکھا ہو تو بعید نہیں کیونکہ اس فرقہ کی اکثریت عقل و خرد سے یکسر خالی اور بغض و تعصب سے لبریز ہے، واضح رہے کہ عورت کی امامت کے سلسلہ میں حکیم صاحب نے جو بھی بحث کی ہے اس میں

سرے سے اجازت کا لفظ ہی نہیں یہ اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔

## تیسرا عذر

فرماتے ہیں کہ پھر حکیم صاحب کو مندرجہ ذیل احادیث جو کلیہ قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہیں نظر کیوں نہیں آئیں۔

**عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال لا خیر فی جماعة النساء الافی المسجد وفی جنازة قتیل،** (رواہ احمد وطبرانی مجمع الزوائد ص ۱۵۵ ج۱)

حضرت علی فرماتے ہیں

**لا توم المراة المدونة الکبری** (ص ۸۶ ج۱)، اور حضرت ابوھریرۃ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **خیر صفوف الرجال اولها وشرها آخرها وخیر صفوف النساء آخرها وشرها اولها،** (مسلم ص ۱۸۲ ج۱)

عورت کے لئے تو مقتدی بن کر بھی اگلی صف میں کھڑے ہونا منع ہے پھر اس کی امامت کیسے جائز ہوگی۔

حکیم صاحب جب گھر کے مرد عورت کے مقتدی بنیں گے تو ان پر امام صاحبہ کی اطاعت واجب ہوگی یا نہیں اگر وہ اطاعت کریں گے تو حضرت کا فرمان ہے، **هلکت الرجال حین اطاعت النساء** (رواہ احمد والحاکم وقال صحیح الاسناد)

ہماری پیش کردہ حدیث سے پتہ چلا کہ عورت کی جماعت میں کوئی خیر نہیں اور خیر سے خالی ہونا ہی دلیل کراہت ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۶ و ۳۷

**الجواب:** اولاً۔ اس کی سند میں ابن لھیعۃ راوی ہے۔

(مسند احمد ۶/۶۶ و ۱۵۴ وطبرانی الاوسط ص ۱۶۶ ج ۱۰ رقم الحدیث ۹۳۵۵۔ والعلل المتناھیۃ ص ۴۱۶ ج۲) اور دیوبندیوں کے نزدیک یہ ضعیف ہے (احسن الکلام ص ۶۴ ج ۲) کیونکہ اس سے نماز میں فاتحہ پڑھنے کی حدیث آتی ہے مگر یہاں مطلب برآری کے لئے اس کی حدیث سے استدلال کر لیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک جب اس سے، عبداللہ بن وھب عبداللہ بن مبارک، ابن یزید، اور ابن مسلمہ روایات نقل کریں تو تب اس کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔ (میزان ص ۴۸۲ ج۲ وتھذیب ص ۳۷۹ ج۵) دراصل اس کے گھر آگ لگ گئی تھی جس کی وجہ سے اس کی کتب جل گئیں اور حافظہ بگڑ گیا تھا۔

اور مذکورہ چار شاگرد چونکہ قدیم السماع ہیں اس لئے ان کی روایات بھی صحیح ہیں جبکہ بقیہ کی نہیں اور زیر بحث

روایت میں ان سے روایت کرنے والا راوی ابوصالح الحدانی وغیرہ ہیں، اس لئے یہ روایت صحیح نہیں، امام ابن جوزی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ثانیاً۔ ماسٹر امین نے اپنے ضعیف قرار دیئے ہوئے راوی کی روایت سے استدلال تو کر لیا مگر حدیث کا ترجمہ جان بوجھ کر چھوڑ دیا، روایت کے آخری الفاظ ہیں کہ الا فی مسجد وفی جنازۃ قتیل مگر مسجد اور مقتول کے جنازہ میں۔ یہ فقرہ دو احتمال رکھتا ہے۔

(الف) عورت مسجد میں اور مقتول کے جنازہ کی امامت کرواسکتی ہے۔

(ب) عورت مسجد کی جماعت اور مقتول کے جنازہ میں شرکت کر سکتی ہے۔

ان دونوں احتمالوں میں سے پہلا احتمال ہمارے نزدیک راجح ہے کیونکہ حرف، الا استثنٰی کے لیے آیا ہے اور حدیث کے پہلے فقرے میں جماعت میں شامل ہونے کا بیان نہیں بلکہ امامت کروانے کا ذکر ہے۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ عورت گھر میں تو نہیں بلکہ مسجد اور مقتول کے جنازہ کی امامت کرواسکتی ہے۔ لیجئے جناب کہتے ہیں نماز معاف کروانے گئے اور روزے گلے پڑ گئے۔

ثالثاً۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی صحیح سند پیش کیجئے۔ ویسے موقوف روایت سے مرفوع کا رد نہیں ہوتا۔

رابعاً۔ مسلم کی حدیث ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ امامت کے متعلق نہیں بلکہ صفیں بنانے کے بارے میں ہے امامت اور صف بندی کے فرق کو بھی جو لوگ نہیں جانتے وہ عقل سے یقیناً پیدل ہیں۔

خامساً۔ مسند احمد اور مستدرک کی روایت کا تعلق بھی امامت سے نہیں، غالباً ماسٹر صاحب اقتداء اور اطاعت کو مترادف الفاظ سمجھ بیٹھا ہے، حالانکہ ان کے درمیان مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۹۵۲) میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، تو کیا رسول اللہ ﷺ اپنے امتی کی اطاعت کرتے تھے۔ کاش آپ نے قرآن پڑھا ہوتا، ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ﴾ (النسا : ۶۴)

یعنی کوئی رسول بھی ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

مگر ماسٹر امین رسول اللہ ﷺ کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اطاعت کروا رہا ہے اللہ کا ڈر نہیں تو بدنامی کا ہی خوف کیجئے۔

سادساً۔ ھلکت الرجال حین اطاعت النساء کی روایت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں، بکار بن عبدالعزیز راوی ہے (مسند احمد ص ۴۵ ج ۵ و مستدرک ص ۲۹۱ ج ۴)۔ ابن معین فرماتے ہیں ہیچ محض ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ضعیف راویوں میں سے ہے علامہ ذہبی نے، میزان میں اور البانی نے ضعیف قرار دیا ہے (الضعیفہ ۴۳۶)

واضح رہے کہ صحیح حدیث میں خلافت کا ذکر ہے، **لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ** ،(بخاری رقم الحدیث ۴۴۲۵و ۷۰۹۹)

اگر تمام دینی و دنیاوی معاملات میں عورت کی اطاعت باعث ہلاکت ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا صحابہ کرام دینی مسائل میں ام المؤمنین کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ اگر کرتے تھے یقیناً کرتے تھے تو وضاحت کیجئے کہ صحابہ کرام کا اخروی معاملہ کیا ہے، دیوبندیو اپنی پوزیشن صاف کرو۔

جلدی سے اس بات کا انکار نہ کر دینا، کیونکہ حقائق کے برعکس چلنا آپ کا دین و مذہب ہے مدینہ کے معروف عالم دین امام قاسم فرماتے ہیں کہ

**کانت عائشہ قداستقلت بالفتوی فما خلافۃ ابی بکر وعمرو عثمان وھلم جراالی ان ما تترحمھا اللہ،** (طبقات ابن سعد ص ۱۲۶ ج ۲ قسم ۲)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی مستقل افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں، حضرت عمر حضرت عثمان اور ان کے بعد آخر زندگی تک وہ برابر فتوے دیتی رہیں۔

## عورت امامت کے وقت کہاں کھڑی ہو

ماسٹر امین لکھتا ہے:

حکیم صاحب نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اولاً تو وہ صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف ہے۔ دوسرے اس طریقہ کی تائید آنحضرت ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں اور جماعت کے وقت مقتدیوں کے درمیان ہونا بالاتفاق مکروہ ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳

الجواب: اولاً۔ لیث پر جرح کا جواب تو حاشیہ نمبر ۲۷ میں گزر چکا ہے کہ اس اثر کی متعدد دیگر صحیح اسناد بھی موجود ہیں، قارئین کرام ورق الٹ کر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ثانیاً۔ اس کے علاوہ بھی یہ اثر ثابت ہے حجیرہ بنت حصین فرماتی ہیں کہ ہمیں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عصر کی نماز پڑھائی، قامت بیننا ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۳۔ ۵۰۸۲۔ وبیھقی ص ۱۳۱ ج ۳)

**ربطۃ الحنفیۃ** فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو فرض نماز پڑھائی اور امامت کراتے وقت، **قامت بینھن** ان کے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۳ (۵۰۸۷) وبیھقی ص ۱۳۱ ج ۳)

علامہ نیموی حنفی دیو بندی نے ان دونوں آثار کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔(آثار السنن ص ۱۶۴)
یہی فتویٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔(مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۳ (۵۰۸۳) و بیہقی ص ۱۳۱ ج ۳) لہٰذا آپ کا اتفاق کا قطعاً باطل و مردود ہے۔
ثانیاً۔ کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں کہ عورت امامت کراتے وقت آگے کھڑی ہو، اگر آپ اپنے دعویٰ میں صادق ہیں تو دلیل بیان کیجیے محض آپ کے زبانی دعویٰ کی حیثیت دمڑی کی بھی نہیں۔

# نابالغ کی امامت کا مسئلہ

فرماتے ہیں کہ حکیم صاحب نے سبیل الرسول میں بچے کی امامت کا مسئلہ ذکر کیا ہے کہ حدیث سے بچے کی امامت جائز ہے۔اور فقہ ناجائز کہتی ہے۔لیکن بچے کی امامت کے جواز میں نہ تو وہ آنحضرت ﷺ کا حکم پیش کر سکے کہ بالغ مرد نابالغ بچے کو اپنا امام بنالیا کریں نہ حضرتؐ کا فعل ثابت کر سکے کہ خود آنحضرت ﷺ نے کسی نابالغ بچے کو مردوں کا امام بنایا ہو اور نہ یہ ثابت کر سکے ہیں کہ عمرو بن سلمہ سات سالہ بچے کی امامت کا حضور کو علم ہوا اور آپ خاموش رہے۔ویسے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے یہ جھوٹ لکھ دیا ہے کہ حضور ﷺ کو علم ضرور تھا اور آپ نے سکوت فرمایا یہ بالکل غلط ہے حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا ہے مگر بخاری میں یہ ہرگز مذکور نہیں، عمرو بن سلمہ کے خاندان کے لوگ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے حضرت کا حکم سنا کہ جو زیادہ قرآن پڑھا ہو اس کو امام بناؤ، انہوں نے اپنی رائے سے عمرو بن سلمہ کو امام بنالیا، اس حال میں کہ عمرو بن سلمہ کی چادر پھٹی ہوتی تھی جس کی وجہ سے چوتڑ ننگے ہوتے تھے، پیچھے نماز پڑھنے والی عورتوں نے کہا کہ امام صاحب کے چوتڑ تو چھپا دو (ابو داؤد) حکیم صاحب نے پورا واقعہ اس لئے نقل نہیں کیا کہ اس حدیث سے استدلال کی صحت سے ستر عورت کا وجوب بھی ختم ہو جاتا ہے، اور احناف کی ضد میں ان کے آئمہ مساجد کو چوتڑ ننگے کر کے نماز پڑھانی پڑتیں۔سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۹۔
الجواب: اولاً، حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے والد جب نبی مکرم ﷺ کے پاس بمع اپنی قوم بغرض قبول اسلام تشریف لے گئے تو واپسی پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ

**صلوا صلوٰۃ کذا فی حین کذا وصلوا کذا فی حین کذا، فاذا حضرت الصلوٰت فلیؤذن احدکم ولیومکم اکثرکم قرآنا.**

فلاں نماز فلاں وقت پر پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پر، اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان دے اور جس کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ نماز پڑھائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی قوم جب واپس تشریف لائی تب رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز کے موٹے موٹے مسائل سمجھا کر رخصت کیا، اور انہوں نے انہی ہدایات پر عمل کیا اور قرآن سب سے زیادہ عمرو بن سلمہ

رضی اللہ عنہ کو یاد تھا ان کو ہی امام بنالیا۔

اگر اس بات کو تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ ان صحابہ کرام کا اجتہاد تھا حکم نبوی ﷺ کی بنا پر ان لوگوں نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو امام مقرر نہیں کیا تھا تو تب بھی ہمارا مدعا واضح ہے، کیونکہ یہ نبی مکرم ﷺ کی زندگی میں صحابہ کا اجتہاد تھا، اگر یہ غلط ہوتا تو اس سلسلہ میں وحی نازل ہوتی اس لئے کہ نماز دین کا اہم معاملہ ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی جوتی پر ناپاکی لگی ہوئی تھی تو عین حالت نماز میں جبریل وحی لے کر آ گئے۔

(ابو دائود ص ۹۵ ج او بیهقی ص ۴۳۱ ج ۲ و دارمی ص ۳۷۰ ج او مسند احمد ص ۴۱۱ ج ۳ و ۹۲ و ۲۰ و مسند طیالسی (۲۱۵۴) و مستدرك ص ۲۶۰ ج ۱)

ثانیاً۔ حدیث میں پھٹی چادر کا نہیں بلکہ چھوٹی چادر کا ذکر ہے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

**وكانت علی بردة اذا سمرت تقلصت عنی**

یعنی میرے تن پر صرف ایک چادر تھی جب میں سجدہ کرتا تو وہ سمٹ جاتی، (بخاری کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۳۰۲)

عورت کی توجہ دلانے پر لوگوں نے عمرو بن سلمہ کو قمیص بنوا کر دی، اس سے ثابت ہوا کہ نماز کی شرائط وغیرہ کا بھی انہیں علم تھا تب ہی عورت نے توجہ دلائی تھی، اور صحابہ نے نئی قمیص بنا کے دے دی رہا ماسٹر امین کا یہ اعتراض کہ توجہ دلانے سے پہلے تو صحابی کے چوتڑ ننگے ہوتے تھے بھائی یہ لاعلمی کے وقت ہوا جب علم ہوا تو نئی قمیص بنوا کر دی گئی۔

<u>پہلا عذر</u>

ماسٹر امین لکھتا ہے آنحضرت ﷺ بچے کو امام بننے کی تو کیا اجازت دیتے وہ بچے کو پچھلی صف سے آگے بڑھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے، **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لا ينقدم الصف الاول اعرابی ولا اعجمی ولا غلام لم يحتلم** (سنن دارقطنی ص ۳۹۸ ج ا، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۹ و ۴۰)

الجواب: اولاً۔ اوکاڑوی صاحب نے مطلق بچے کی امامت سے انکار کر دیا ہے حالانکہ **ماوراء النهر** اور مشائخ بلخ کے تمام حنفیوں کے نزدیک نوافل میں بچہ امامت کراسکتا ہے (مرقاۃ ص ۸۹ ج ۳) بلکہ حنفیہ خاص کر دیوبندیوں کے نزدیک اگر نابالغ بچہ فرائض میں بھی نابالغ بچوں کی امامت کرائے تو جائز ہے۔

(فتاویٰ عالم گیری ص ۴۴ ج او خیر الفتاویٰ ص ۳۵۳ ج ۲)

یہ بات ملحوظ رہے کہ نابالغ بچہ جب نماز کے مسائل سے واقف ہو اور نماز کو صحیح مسنون طریقہ سے ادا کرسکتا ہو

اورقرآن کے حروف کو باقاعدہ اصول تجوید کے مطابق ادا کرسکتا ہو تو اس کی امامت بالکل جائز ہے، ماسٹر امین نے لاعلمی کی وجہ سے مغالطہ کھایا ہے یا جان بوجھ کر مغالطہ دیا ہے۔ اصل اختلاف بچے کی امامت میں نہیں بلکہ اصل اختلاف متنفل کی اقتداء میں فرائض ادا کرنے کے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں نابالغ کی اقتدا میں نماز پڑھنے میں تامل ہے۔ فتاویٰ شامی وامداد الفتاویٰ ص ۲۳۸ ج ۱ کیونکہ احناف کے نزدیک نابالغ پر نماز فرض نہیں۔

حالانکہ اولاد کو دس برس کی عمر میں نماز چھوڑنے پر مارنے کا حکم ہے۔ (ابو داؤد (۴۹۵ و ۴۹۶) مسند احمد ص ۱۸۰ و ۱۸۷ ج ۲ و دارقطنی ص ۲۳۰ ج ۱ و مستدرك ص ۱۹۷ ج ۱۔ و بیهقی ص ۸۴ ج ۳)

الغرض دس برس کی عمر میں نماز فرض ہو جاتی ہے بلکہ دس برس کا لڑکا بالغ نہیں نابالغ ہوتا ہے، مزید تحفہ حنفیہ ص ۳۲۸ کی مراجعت کریں۔

ثانیاً۔ آپ نے جو روایت پیش کی ہے اس کا ترجمہ کیونکر نہیں کیا؟ غالباً آپ کا ضمیر بھی اس پر ملامت کر رہا ہو گا۔ سنئے روایت کے الفاظ کا معنی ہے۔

آخری صف سے آگے نہ بڑھے، دیہاتی، عجمی، اور نابالغ لڑکا،

وضاحت کیجئے کہ آپ کے نزدیک دیہاتی اور عجمی (غیر عربی) بھی امامت کے اہل ہے کہ نہیں، دیوبندیو! اگر اس حدیث کو مانتے ہو تو اپنی مساجد میں کسی دیہاتی اور غیر عربی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھا کرو، لیجئے جناب اس سے بچے کی امامت ہی نہیں بلکہ، مولانا محمود حسن خاں شیخ الہند، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا قاسم علی نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مفتی محمد شفیع، مفتی رشید احمد، مولانا تقی عثمانی، مولانا سرفراز خاں صفدر وغیرہ جید اور نامور علماء دیوبند کی امامت بھی ناجائز ہوتی ہے کیونکہ یہ تمام کے تمام عجمی الاصل ہیں۔

ثالثاً۔ اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ہے، (سنن دارقطنی ص ۲۸۱ ج ۱) اور یہ بالاتفاق ضعیف ہے خود ماسٹر امین نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۳۷ میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیث سے روایت کرنے والا راوی، عبیداللہ بن سعید، مجہول ہے (العلل المتناهية ص ۴۲۸ ج ۱)

## دوسرا عذر

لکھتے ہیں اہل طائف نے نماز تراویح میں ایک بچے کو امام بنالیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور خوش خبری یہ بات لکھی حضرت عمر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں ہرگز نہیں چاہئے کہ لوگوں کا امام ایسے بچے کو بناؤ جس پر حدود واجب نہیں۔ (عبدالرزاق ص ۳۹۸ ج ۲)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۰

الجواب: اولاً، اس کی سند میں عبدالعزیز عمر، ہیں جن کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں جو اس

بات کا مدعی ہے وہ دلیل دے۔

ثانیاً۔ کسی بچے کو امام بنایا گیا اس کے متعلق (عبدالرزاق ص ۳۸۴۸) میں وضاحت ہے کہ یہ محمد بن ابی سوید ہیں اور یہ بالاتفاق مجہول ہیں (تقریب ص ۳۰۱)

ثالثاً۔ امام محمد اور علماء بلخ کے نزدیک بچے کی امامت تراویح اور سنن وغیرہ میں جائز ہے۔ (هداية مع فتح القدير ص ۳۱۰ ج ۱)

## تیسرا عذر

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب نے ہمیں منع فرمایا کہ تھا کہ ہم امامت اس حال میں کرائیں کہ قرآن پاک مصحف سے دیکھ کر پڑھ رہے ہوں اور ہمیں منع فرمایا کہ ہم کسی نابالغ کو امام بنائیں۔ (کنز العمال ص ۲۴۶ ج ۴)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۰۔

**الجواب:** اولاً، یہ روایت (کنز الاعمال ص ۱۲۵ ج ۸ رقم الحدیث ۲۲۸۳۲) میں بحوالہ ابن ابی داؤد مروی ہے صاحب کنز العمال نے مقدمہ کنز میں صراحت کی ہے اور اس جیسی کتابوں کی نسبت کرنا ہی ضعف کے لئے کافی ہے۔

ثانیاً۔ جو اس کی صحت کا مدعی ہے وہ سند بیان کرے۔

ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لڑکا اس وقت تک امام نہ بنے جب تک اس پر حدود واجب نہ ہوں۔ رواہ الاثرم فی سنہ کذا فی المنتقی، (اعلاء السنن ص ۲۸۲ ج ۴) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۰۔

**الجواب:** اولاً، علامہ البانی فرماتے ہیں کہ اس کتاب پر میں مطلع نہیں ہو سکا، المکتبہ الظاھریۃ میں کتاب الطھارۃ کا حصہ موجود ہے۔ اور نہ ہی میں اس بات پر مطلع ہو سکا ہوں کہ کسی نے اس کی سند پر بحث کی ہو، ہاں البتہ یہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے اثر کے خلاف ہے جو حکماً مرفوع ہے اور امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ کسی صحابی سے اس کی مخالفت ثابت نہیں، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ ضعیف ہے، (ارواء الغلیل ص ۳۱۳ ج ۲۔ ۵۳۲)

الغرض جو اس کی سند کا مدعی ہے وہ اثبات دعویٰ کے لئے صحیح یا حسن سند درج کرے۔

ثانیاً۔ احناف کا یہ موقف ہے کہ چونکہ بچے کی نماز نفل ہوتی ہے اور مقتدی کی نماز فرض ہوتی ہے۔ لہٰذا متنفل کی اقتداء میں فرض جائز نہیں ہیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچے پر نماز کس وقت فرض ہوتی ہے۔ بلوغت پر یا اس سے قبل؟ ماسٹر صاحب کے پہلے عذر کے جواب میں ایک صحیح حدیث نقل کی جا چکی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ بچے پر

دس برس کی عمر میں نماز فرض ہو جاتی ہے، لہٰذا نابالغ کی اقتداء میں نماز ادا نہ کرنے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

ثالثاً۔ فقہ حنفی میں دو قول مروی ہیں ۱۹ سال اور ۱۵ سال اور فتویٰ پندرہ سال پر ہے لہٰذا قرآن و حدیث اقوال صحابہ سے اس بات کا ثبوت دیجئے کہ اس سے قبل بچے کی اقتدا میں نماز درست نہیں ہے۔

پانچواں عذر

ماسٹر صاحب فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امام نہ بنے، (عبدالرزاق ص ۳۹۸ ج ۲)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۰۔

الجواب: اس کی سند میں داود بن الحصین راوی ہے جو امام عکرمہ سے روایت کر رہا ہے اور امام علی بن مدینی اور امام ابوداود فرماتے ہیں کہ داود بن حصین کی عکرمہ سے روایت منکر ہے۔ (تھذیب ص ۱۸۱ ج ۳ و میزان ص ۵ ج ۲) حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص ۱۴۷ ج ۱ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور مولانا ظفر احمد تھانوی نے (اعلاء السنن ص ۲۹۸ ج ۴) میں اس کے ضعف کو تسلیم کیا ہے۔

## چھٹا عذر

ماسٹر امین لکھتا ہے کہ:

مکہ مکرمہ کے مفتی عطاء فرماتے ہیں لڑکا امامت نہ کرائے جب تک بالغ نہ ہو، (ص ۳۹۸ ج ۲)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۰۔

الجواب: اولاً، یہ تابعی کا فتویٰ ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ

**واما اذا انتهى الامر الى ابراهيم والشعبي والحسن وعطاء فاجتهد كما اجتهدوا**

(مناقب الامام ابی حنیفه ص ۲۰)

یعنی جب معاملہ ابراہیم، شعبی، حسن اور عطاء (وغیرہ تابعین) کی طرف آیا تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا اسی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

جب امام ابو حنیفہ کے نزدیک تابعین کے اقوال ہی سرے سے حجت ہی نہیں تو پھر ان کے مقلدین کو کیا حق ہے کہ وہ تابعین کے اقوال کو فریق مخالف پر بغرض حجت نقل کریں۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں ابن جریج ہیں جو بدترین قسم کی تدلیس کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کان یدلس ویرسل (تقریب ص ۲۱۹)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

**شرالتدليس تدليس ابن جريج فانه قبيح التدليس، لا يدلس الافيما سمعه من مجروح**

بدترین تدلیس ابن جریج کی ہے کیونکہ وہ قبیح التدلیس ہیں وہ صرف اسی روایت میں تدلیس کرتے ہیں جو انہوں نے مجروح راوی سے سنی ہو، (طبقات المدلسين ص ۴۱)

جبکہ زیر باعث روایت میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ صیغہ عن سے مروی ہے لہٰذا یہ امام عطاء سے ثابت نہیں۔

## ساتواں عذر

ماسٹر صاحب فرماتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز امام شعبی، امام مجاہد فرماتے ہیں کہ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امامت نہ کرے، (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۰۔)

**الجواب:** اولاً، بلاشبہ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۴۹ ج ۱) کتاب الصلوٰت باب **في امامة الغلام قبل ان يحتلم** میں امام مجاہد سے یہی منقول ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے مگر امام ابراہیم اور امام حسن بصری سے جواز کا قول منقول ہے۔ مصنف میں ہے، **لا باس ان يؤم الغلام قبل ان يحتلم** اور امام ابراہیم کے قول کے ساتھ **في شهر رمضان** کے الفاظ زیادہ مروی ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابراہیم کے نزدیک تراویح میں اور امام حسن بصری کے نزدیک فرائض و نوافل میں نابالغ کی امامت درست ہے۔ مگر ماسٹر امین مصنف کے حوالے سے اس کے برعکس نقل کرتا ہے جو صریحا جھوٹ ہے۔

ثانیاً۔ امام عبدالعزیز سے مصنف میں کوئی ایسا فتویٰ منقول نہیں، واضح رہے کہ انہوں نے صرف امام شعبی سے فتویٰ نقل کیا ہے۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں واصل بن جمیل (مصنف میں تصحیف سے واصل بن ابی بکر ہے) راوی ہے امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ہیچ محض ہے اور امام بخاری فرماتے ہیں مجاہد سے مرسل روایت کرتا ہے۔ (میزان ص ۳۲۸ ج ۴)

## آٹھواں عذر

ماسٹر صاحب فرماتے ہیں۔

ابراہیم نخعی (صحابہ و تابعین) اس سے کراہت کرتے تھے کہ لڑکا بالغ ہونے سے پہلے امام بنے، (المدونة الكبرى ص ۸۵ ج ۱ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۰۔)

**الجواب:** اولاً، پہلے گذر چکا ہے کہ ابراہیم نخعی کے نزدیک نوافل تراویح وغیرہ میں بچے کی امامت جائز ہے خود

حنفیہ کے اکابر بھی مذکورہ قول کو اس پر محمول کرتے ہیں۔(اعلاء السنن ص ۲۹۹ ج ۴)

ثانیاً۔اس کی سند میں سفیان ثوری ہیں جو تدلیس کرتے ہیں، میزان میں ہے، یدلس عن الضعفاء یعنی ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے ہیں۔ مسئلہ آمین میں تمام حنفیہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام سفیان ثوری کی تدلیس کے بہانے رد کرتے ہیں دیکھئے،(آثار السنن ص ۱۲۶ او اعلاء السنن ص ۲۵۳ ج ۲۔و معارف السنن ص ۴۲۰ ج ۲و درس ترمذی ص ۵۲۱ ج ۱) دیکھئے حنفی دیوبندی۔ یہاں بھی سفیان کی تدلیس کو تسلیم کر کے روایت کو ضعیف کہتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ سند میں تدلیس ہے۔

نواں عذر

آنحضرت ﷺ نے امام کو خاص فرمایا ہے،(احمد طبرانی مجمع الزوائد ص ۱۴۳ ج ۱)،اب اگر امام کی نماز نفل ہوگی اور مقتدی کی فرض ہوگی تو وہ ضامن کیسے بنے گا اور ظاہر ہے کہ نابالغ بچے کی نماز نفل ہوتی ہے اور مردوں کی فرض تو وہ کیسے امام بن سکتا ہے معلوم ہوا کہ اس مسئلے کو خلاف حدیث کہنا حکیم صاحب کی جہالت کا کرشمہ ہے۔

حکیم صاحب ذرا ہمت کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت ابراہیم نخعی اور اس دور کے صحابہ و تابعین کو منکر حدیث کی لسٹ میں درج فرمالیں یا پھر بیچارے احناف سے بھی درگزر فرمالیا کریں۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۱۔

الجواب: اولاً، اوپر کی تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی صحابی اور تابعی سے موافقت ثابت نہیں لہٰذا آپ کا سوال ہی غلط ہے۔

ثانیاً۔احادیث سے ثابت ہے کہ نفل ادا کرنے والے امام کی اقتداء میں فرض نماز ہو جاتی ہے۔
تفصیل کے لئے دین الحق جلد اول کی مراجعت کریں جہاں ہم نے صحیح احادیث پیش کر کے حنفیہ کے جملہ اعتراضات کو باطل و مردود ثابت کر دیا ہے۔

ثالثاً۔امام ضامن کا یہ معنی کسی لغت میں نہیں لکھا کہ بچہ امامت کے لائق نہیں اور آپ کے ضامن کا یہ مفہوم التزام، بیان کرنا درست نہیں کیونکہ دوسری حدیث میں اس کی وضاحت آ چکی ہے۔

**الامام ضامن فان احسن فله ولهم وان اساء يعني فعليه ولا عليهم**

یعنی امام ضامن ہے اگر اس نے نماز صحیح پڑھائی تو امام و مقتدی دونوں کے لئے اور اگر امام نے نماز غلط پڑھائی تو اس کا وبال امام پر ہے مقتدی کی نماز ہو جائے گی۔(ابن ماجه ۹۸۱)

رابعاً۔احناف کے نزدیک فاسق و فاجر کی اقتداء جائز ہے۔

(هدايه مع فتح القدير ص ۳۰۴ ج ۱ وفتاوىٰ شامی ص ۵۶۱ ج ۱ والبحرالرائق ص ۳۴۹ ج ۱

وفتاویٰ عالم گیری ص ۸۴ ج ۱)

سوال یہ ہے کہ جس معنی میں آپ نے یہاں لفظ ضامن کو لیتے ہیں اس معنی کو ملحوظ رکھ کر فاسق و فاجر ایک مومن کا ضامن کس طرح بن سکتا ہے۔ وضاحت کیجئے۔

## ھبہ کو واپس لینا

مؤلف سبیل الرسول نے ھبہ کو واپس نہ لینے پر بخاری و مسلم سے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل فرمائی تھی، پھر ھدایہ سے نقل کیا تھا کہ اگر اجنبی آدمی کو کوئی چیز ھبہ کر دی جائے تو ھبہ کرنے والے کو اختیار ہے چونکہ یہ مسئلہ غلط اور منشاء نبوت کے خلاف تھا، اس لئے حکیم صاحب نے اس پر تنقید کر دی، اس تنقید پر ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ

حضرات معلوم ہوا کہ ھبہ کا رجوع جائز بالکراہت ہے، صاحب ھدایہ نے جواز پر بھی دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں ایک حدیث نبوی ایک عقلی دلیل اور کراہت پر بھی دو دلیلیں بیان کی ہیں ایک حدیث نبوی دوسری دلیل عقل، اس لا مذہب تبرائی غیر مقلد نے مسئلہ بھی نقل کرنے میں خیانت کی کہ جواز کا ذکر تو کیا کراہت کا ذکر تک نہیں کیا اور پھر یہ کہنا کہ رجوع کے حق پر دلیل نہیں خالص جھوٹ ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۳

الجواب: اولاً، جو بھی صورت اختیار کی ہے اس میں ھبہ کرنے والے کو رجوع کا اختیار دیا ہے گویا فعل حرام کو حلال بنایا ہے۔

ثانیاً۔ آپ نے صاحب ھدایۃ کی طرف ھبہ میں رجوع کو تحریمی ہونا منسوب کیا ہے، حالانکہ ھدایۃ میں ایسی کوئی عبارت نہیں۔

### ھبہ رجوع کی دلیل اول

ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الرجل احق. بھبتہ ما لم یشب بھا (ابن ماجۃ ص ۱۷۴)

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ھبہ میں رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک عوض نہ ملے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۴

الجواب: اولاً، فقہاء احناف کے نزدیک فقط اجنبی سے ھبہ لینے کا جواز ہے ذی رحم سے ھبہ لینے کا اختیار نہیں۔ (تکملۃ فتح الملھم ص ۶۲ ج ۲ و اعلاء السنن ص ۱۰۷ ج ۱۶) حالانکہ اس حدیث میں ذی رحم کی

تخصیص نہیں بلکہ تمام سے واپس لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔اور حنفی اس کے منکر ہیں۔

ثانیاً۔اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل راوی ہے۔(ابن ماجہ ۲۳۸۷)اور اسے بالاتفاق امام ابوحاتم اور بخاری نے کثیر الوہم قرار دیا ہے امام ابوداؤد نے ضعیف ومتروک کہا ہے امام ابن حبان کا کہنا ہے کہ اسانید کو الٹ پلٹ دیتا ہے۔(تہذیب ص ۹۱ ج۱) حافظ ابن حجر نے ضعیف کہا ہے تقریب ص ۱۹ کوئی ادنی کلمہ توثیق بھی کتب رجال سے ہمیں نہیں ملا۔علاوہ ازیں ابراہیم نے یہ روایت عمرو بن دینار سے اور انہوں نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔(مراسیل ابن ابی حاتم ص ۱۴۴ علامہ زیلعی نے نصب الرایۃ ص ۱۲۵ ج ۴) میں مولانا تقی عثمانی نے،(تکملہ فتح الملھم ص ۶۰ ج ۲) میں اور علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے(الضعیفہ ۳۶۴۳)

## دوسری دلیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسندوں سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی کو کوئی چیز ھبہ کی وہ اس میں رجوع کا اختیار رکھتا ہے۔جب تک اس کا عوض نہ ملے لیکن یہ رجوع کرنا ایسا ہی ہے جیسے کتاقے کر کے چاٹ لے۔طبرانی،دارقطنی،دونوں سندیں باعث تقویت ہیں۔سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۴۔

الجواب:اولاً،طبرانی کی سند اس طرح ہے۔(حدثنامحمد بن عثمانٍ بن ابی شیبة حدثنی ابی قال وجدت فی کتاب ابی عن ابن ابی لیلی عن عطاء عن ابن عباس ، طبرانی کبیر ص ۱۹ ج ۱۱ رقم الحدیث ۱۱۳۱۷) یہ سند متعدد وجوہ سے سخت ضعیف ہے سند میں وجادہ ہے۔

(۲) سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان،راوی متروک ہے،(تقریب ص ۲۲)

(۳) سند میں ابن ابی لیلی راوی ہے جو سخت خراب حافظے والا ہے۔(تقریب ص ۳۰۸)

جس سند میں وجادہ کے علاوہ ایک راوی متروک ہو اور دوسرا سخت سئی الحفظ ہو اس کے باطل ومردود ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

ثانیاً۔(سنن دارقطنی ص ۴۴ ج ۳) کی جو دوسری سند کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں ابراہیم بن ابی یحییٰ راوی ہے جسے امام قطان،امام ابن معین امام علی بن مدینی وغیرہ نے کذاب کہا ہے۔امام یحییٰ بن سعید نے امام مالک سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ روایت اور دین دونوں میں غیر ثقہ ہے۔امام احمد فرماتے ہیں کہ ایسی روایات نقل کرتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ہر گناہ(فسق وفجور اور کذب وافترا)اس میں تھا،محدثین نے اسے ترک کر دیا(خبیث)رافضی تھا۔امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن مبارک اور محدثین نے اسے ترک کر دیا تھا(میزان ص ۵۷ ج ۱)۔

(زیلعی نے نصب الرایہ ص ۱۲۵ ج ۱ میں حافظ ابن حجر نے درایہ ص ۱۸۴ ج ۲) میں ابن عباس کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مولانا ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے (اعلاء السنن ص ۱۰۸/۱۶) میں اور مولانا محمد تقی عثمانی دیوبندی نے (تکملة فتح الملهم ص ۶۰ ج ۲) میں اس فیصلے کو تسلیم کیا ہے۔

ثالثاً۔ رہا ماسٹر صاحب کا یہ کہنا کہ دونوں سندیں باعث تقویت ہیں تو یہ بات محل نظر ہے۔ علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں کہ

اور کتنی ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے متعدد طرق بھی ہیں مگر اس کے باوجود ضعیف ہیں۔ (نصب الرایہ ص ۳۶۰ ج ۱)

مفصل بحث دین الحق ص ۵۴ ج ۱ میں دیکھئے۔

## تیسری دلیل

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ھبہ کرے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ جب تک اس کا عوض نہ لے، (مستدرك حاكم ص ۱۵۲ ج ۲) اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۴

الجواب: اولاً، امام حاکم نے اس سے آگے **الا ان يكون الحمل فيه علی شيخنا**، کہہ کر راوی اسحاق بن محمد کو مرفوع بیان کرنے میں متھم بھی قرار دیا تھا، جسے آپ بے ڈکار ہضم کر گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ ذھبی نے میزان ص ۱۹۹ ج ۱ میں کہا ہے **رُوِیَ عنه الحاكم واتهمه** گو تلخیص مستدرک کے مطبوعہ نسخہ میں ذھبی کا حاکم پر کوئی نقد وغیرہ نہیں ہے مگر علامہ مناوی نے الجامع الصغیر کی شرح میں کہا ہے کہ میں نے ذھبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تخلیص مستدرک کا مسودہ دیکھا ہے جس میں انہوں نے اس روایت پر موضوع کا حکم لگایا ہے۔ (بحواله الضعيفه ص ۳۶۴ ج ۱)

ثانیاً۔ اگر کہا جائے کہ دارقطنی نے (السنن ص ۴۳ ج ۳) میں ایک دوسری سند بھی بیان کی ہے جس میں اسحاق راوی نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ خود امام دارقطنی نے آگے لکھا ہے کہ

**لايثبت هذا مرفوعا والصواب عن ابن عمر عن عمر موقوفا.**

یعنی اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

امام بیہقی نے معرفة السنن میں کہا کہ اسے مرفوع بیان کرنے میں، عبیداللہ بن موسیٰ نے خطاء کی ہے۔ علامہ زیلعی حنفی نے (نصب الرایہ ص ۱۲۶ ج ۴) میں اس کی موافقت کی ہے۔ علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ ۳۶۳)

## چوتھی دلیل

اس دلیل کے تحت ماسٹر امین نے چند صحابہ و تابعین کے اقوال ذکر کیے ہیں کہ یہ ھبہ میں رجوع کے قائل تھے۔ اگر ان کے اقوال کی صحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو تب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ صحابہ و تابعین کے اقوال مرفوع حدیث کے خلاف حجت نہیں ہیں۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں۔

ان قول الصحابی حجة فیجب تقلیده عندنا اذا لم ینفه شیء آخر من السنة

یعنی صحابہ کے اقوال حجت ہیں جب تک سنت سے کوئی چیز اس کی نفی نہ کرے۔

(فتح القدیر ص ۳۷ ج ۲)

اس پر مفصل بحث، تحفہ حنفیہ ص ۳۷۷ ج ۱ میں ملاحظہ کریں۔

# زبان پر گالیاں مجنوں سی باتیں

ماسٹر امین کو جب دلائل میں شکست نظر آئی تو الزام تراشی کذب افترا پر اتر آیا چنانچہ سبیل یہود پر چلتے ہوئے لکھتا ہے کہ

کتے کا قے کر کے چاٹ لینا شرعاً حرام نہیں کیونکہ وہ مکلف نہیں، اگرچہ طبعاً نہایت خسیس اور قبیح حرکت ہے، لیکن غیر مقلدین کے مذہب میں کتا خود بھی پاک ہے، عرف الجادی ص ۱۰ اس کی قے اور خون بھی پاک ہے، بدور الاہلہ ص ۱۷ کتا کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۰۰ ج ۱) البتہ بچوں کی گیند کھیلتے ہوئے کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو گیا۔ اب تاوقتیکہ تمام و کمال پانی نہ نکلے پاک نہیں ہوگا (فتاویٰ نزیریہ ص ۲۰۲ ج ۱) اگر کسی کی جوتی گر جائے تو سارا پانی کنوئیں کا نکالنا آتا ہے، (فتاویٰ نزیریہ ص ۲۰۲ ج ۱) ان فتاویٰ کے لئے حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۵ تا ۴۶۔

## تبصرہ

اولاً، بلاشبہ شرعی احکام کا کتا مکلف نہیں اور نہ ہی حدیث کا یہ مفہوم ہے بلکہ حدیث میں ھبہ کو واپس لینے والے کو کتے کی قے خوری سے تشبیہ دی گئی ہے اور حرف کاف جو مشابہت کے لیے آتا ہے اس میں من کل وجوہ مشابہت جیسے کم عقل کو گدھا لمبے کو اونٹ موٹے کو ہاتھی اور بہادر کو شیر کہہ کر ان لوگوں کو شرعی احکام سے رخصت دینا مقصود نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کو بعض جذوی مشابہت کی وجہ سے جانوروں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ایسا ہی اس حدیث میں بھی انسان کو (جو مکلف ہے) ذمہ داری کا احساس دلایا گیا تھا کہ کتے (جو غیر مکلف) کی طرح تم غیر مکلف نہیں بلکہ احکام شرعی کے پابند ہو، لہٰذا ایسی بری حرکت کر کے کتے کی طرح آوارہ نہ ہونا چنانچہ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی

مروی ہے۔

لا یحل لرجل یعنی کسی انسان کے لئے (ھبہ میں رجوع) حلال نہیں۔

(ابوداؤد کتاب البیوع باب الرجوع فی الھبۃ الحدیث ۳۵۳۹۔و ترمذی۲۱۳۲) اس کے بعد حدیث میں وہی کتے کی مثال ہوئی ہے۔اب ظاہر ہے کہ جو چیز مسلمان کے لئے حلال نہیں وہ یقیناً حرام ہے۔امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

ثانیاً۔احناف کے نزدیک کتا پاک ہے (فتاوی دار العلوم ص ۲۸۵ ج ۱) یہاں تک کہ اگر اونٹ بکری وغیرہ کی مینگنی کنویں میں گر گئی تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔(کفایۃ المفتی ص ۲۴۲ ج ۲) اس کے برعکس اگر حوض میں کتا گر گیا تو حوض پاک ہے۔(خیر الفتاوی ص ۱۰۱ ج ۲) یہی وجہ ہے کہ کتے کی کھال کا جانماز مسجد میں کتے کی کھال کی چٹائی، کنویں سے پانی نکالنے کے لئے ڈول بنانا اور اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔(فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۳۲۲ ج ۱)

ثالثاً۔جو عبارات آپ نے فتاویٰ نذیریہ کی طرف منسوب کی ہیں وہ بدترین جھوٹ ہے، کیونکہ فتاویٰ نذیریہ میں یہ فتویٰ محمد مسعود نقشبندی تحریر کرتا ہے جس نے فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ تحریر کیا ہے۔اور سائل نے بھی فقہ حنفی کا حکم دریافت کیا تھا۔اور حضرت میاں صاحب مرحوم نے بھی نقشبندی کے فتویٰ پر تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کتب حنفیہ میں ایسا ہی ہے۔(فتاوی نذیریہ ص ۳۴۲ ج ۱)

## نماز استسقاء میں جماعت کا مسئلہ

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول میں بخاری و مسلم کی حدیث پیش کر کے ھدایہ سے عبارت نقل کی تھی کہ امام صاحب کے نزدیک استسقاء میں نماز باجماعت مسنون نہیں۔اس پر ماسٹر صاحب رقم کرتے ہیں کہ

امام صاحب نے نماز باجماعت کے جواز سے انکار نہیں کیا، بلکہ سنت کی نفی کرتے ہیں۔حدیث کے خلاف جب ہوگا کہ آپ حدیث میں سنت کا لفظ دکھا دیں۔

قرآن نے بارش مانگنے کا جو طریقہ ذکر کیا ہے اس میں استقاء ہے نماز باجماعت کا ذکر نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اکثر اوقات بارش کے لئے صرف دعا استسقاء پر ہی اکتفا فرمایا نماز باجماعت نہیں پڑھائی۔

ابو مروان الاسلمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ استسقاء کے لئے نکلے تو آپ نے استغفار کے علاوہ اور کچھ بھی نہ کہا، (ابن ابی شیبہ سعید بن منصور زجاجہ ص ۴۲۲ ج ۱)

**الجواب**: اولاً، صاحب ھدایہ کی عبارت کا جو مفہوم مؤلف سبیل الرسول نے بیان کیا ہے یہ مفہوم بعض اکابر

احناف کو بھی مسلم ہے، چنانچہ علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ

**اما استسقاء علیه السلام فصیح ثابت، واما انه لم یرو عنه الصلاة،فهذا غیر صحیح بل صح انه صلی فیه، کماسیاتی، ولیس فی الحدیث انه استسقی ، ولم یصل بل غایة مطحو مایوجد ذکر الاستسقاء دون ذکر الصلاة ولا یلزم من عدم ذکر الشیء عدم وقوعه.**

یعنی بارش کی دعا تو آپ علیہ السلام سے صحیح ثابت ہے، اور یہ بات کہ آپ ﷺ سے نماز ثابت نہیں، غیر صحیح ہے۔ بلکہ صحیح اور خالص حق بات یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے استسقاء کی نماز پڑھی ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ بارش کے لئے دعا کی اور نماز نہ پڑھی، زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ بعض احادیث میں نماز کا ذکر نہیں اور عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں۔ (نصب الرایہ ص ۲۳۸ ج ۲)

مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم حنفی فرماتے ہیں کہ

**وبه ظهر ضعف قول صاحب الهدایة فی تعلیل مذهب ابی حنفیه ان رسول الله ﷺ استسقی ولم یروعنه الصلاة انتهی، فانه ان ارادانه لم یرو بالکلیة فهذه الاخبار تکذبه وان اراد انه لم یرد فی بعض الروایات فغیر قادح واما ما ذکروا ان النبی ﷺ فعله مرة وترکه اخری فلم یکن سنة فلیس بشیء فانه لا ینکر ثبوت کلیهما مرة هذا ومرة هذالکن یعلم من تتبع الطرق انه لما خرج بالناس الی الصحراء صلی فتکون الصلاة مسنونه فی هذه الحالة بلا ریب ودعاء ہ المسجد کان فی غیر هذه الصورة،**

یعنی اس سے صاحب ھدایہ کے قول کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے، جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بارش طلب کرنے کے لئے نماز منقول نہیں، اگر صاحب ھدایہ کا مقصود یہ ہے کہ بعض احادیث میں نماز کا ذکر نہیں تو اس میں کوئی عیب نہیں اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی نماز پڑھی کبھی نہیں پڑھی لہٰذا نماز سنت نہیں تو یہ بات کچھ بھی نہیں، اس لئے کہ وہ ان دونوں کے ثبوت کا انکار نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ کبھی نماز پڑھی کبھی نہیں پڑھی۔ لیکن تمام احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام جب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ میدان میں بارش طلب کی غرض سے نکلے تو نماز پڑھی، لہٰذا نماز اس حالت میں بلاشبہ مسنون ہے۔ اور اس کے علاوہ صرف دعا پر اکتفا فرمائی۔ (التعلیق الممجد ص ۱۵۸)

بلکہ شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں

**ولعل هذه الاخبار لم تبلغ الامام وإلا لم ینکر استنان الجماعة.**

ممکن ہے کہ یہ احادیث امام ابوحنیفہ کو نہ پہنچیں ہوں ورنہ بارش طلب کرنے کے لئے نماز با جماعت کا انکار نہ

کرتے۔(عمدۃ الدعایہ ص ۲۰۸ ج ۱)

ان دو گواہوں کی شہادت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صاحب ھدایہ کے قول کو حضرت حکیم صاحب نے بدلا نہیں۔ صاحب ھدایہ کے قول کے علاوہ بھی متعدد حنفی بزرگوں کے اقوال سے یہی بات ثابت ہوتی ہے، امام محمد فرماتے ہیں۔ **امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فکان لا یری فی الاستسقاء صلوٰۃ**

یعنی امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہے کہ استسقاء میں نماز نہیں، (موطا امام محمد ص ۱۵۸)

علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ

**فظاهر الرواية عن ابی حنيفة انه قال لا صلاة فی الاستسقاء وانما فيه الدعاء**

یعنی ظاہر الروایت میں امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے کہ استسقاء میں نماز نہیں بلکہ اس میں دعا ہے، بدائع الصنائع ص ۲۸۲ ج ۱) یہی وجہ ہے کہ احناف میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ امام صاحب کے نزدیک استسقاء کی نماز بدعت ہے، (فتاویٰ شامی ص ۱۸۴ ج ۲)

ثانیاً۔ قرآن اور بعض احادیث میں نماز استسقاء کے عدم ذکر کا جواب علامہ زیلعی حنفی کی عبارت میں گزر چکا ہے۔

ثالثاً۔ حدیث میں سنت کا لفظ بھی موجود ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (سنة الاستسقاء سنة الصلاة فی العيدين مستدرك ص ۳۲۶ ج ۱) گو یہاں اس کا استعمال لغوی معنیٰ میں ہوا ہے مگر آپ کا مطالبہ پورا ہوگیا۔

رابعاً۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جو قول آپ نے ذکر کیا ہے اس میں بھی آپ نے بددیانتی کی ہے۔ اس کے الفاظ ہیں، **فما زاد علی الاستسقاء**، (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۷۴ ج ۲) اور اس سے حنفیہ کا موقف ثابت نہیں ہوتا، مولانا رشید اشرف سیفی حنفی دیوبندی فرماتے ہیں۔ اس روایت سے استدلال واضح نہ ہو سکے گا۔ (حاشیہ درس ترمذی ص ۳۳۹ ج ۲)

## غائبانہ نماز جنازہ

مؤلف سبیل الرسول نے مخالفت حدیث کی غائبانہ نماز جنازہ کی مثال بھی دی تھی اور بخاری و مسلم کی صحیح صریح حدیث پیش کی تھی کہ نبی ﷺ نے نجاشی کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا تھا، اس کا جواب رقم کرتے ہوئے بارہ سوالات کی ایک طویل فہرست مرتب کر کے آخر میں بطور فرماتے ہیں کہ

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھنا ہی سنت متواترہ ہے اور سنت متواترہ کے خلاف کوئی حدیث خبر واحد مل بھی جائے تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کو قبول نہ کرو (الکفایہ) جس حدیث سے حکیم صاحب نے دھوکا

دینے کی کوشش کی ہے اس میں نہ غائب کا لفظ نہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے غائبانہ جنازہ پڑھی نہ صحابہ نے کہا ہم نے غائبانہ جنازہ پڑھا حکیم صاحب نے قیاس سے یہ نکال لیا، اب ذرا نماز جنازہ پڑھنے والے صحابہ کی سن لیجئے فرماتے ہیں۔

**نحن لا نری الا ان الجنازة قدامنا، ابو عوانه، وهم لا يظنون الا ان الجنازة بين يديه، ابن حبان، وما نحسب الجنازة الا موضوعة بين يديه، (مسند احمد ص ۴۴۶ ج ۴)**

جب جنازہ سامنے تھا، تو غائبانہ کیسے رہا، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۴۹

**الجواب:** اولاً، صحیح حدیث متفق علیہ سے غائبانہ نماز جنازہ ثابت ہے۔ خلفاء الراشدین، امہات المؤمنین سمیت کسی بھی صحابی سے اس کی ممانعت ثابت نہیں جس سے ثابت ہوا کہ جنازہ غائبانہ پڑھنا سنت متواترہ ہے۔

ثانیاً۔ باقی رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ فلاں سے ثابت کیا جائے، تو آپ کا یہ مطالبہ فضول ہے کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ عدم ذکر عدم شیء کو مستلزم نہیں جیسا کہ پہلے علامہ زیلعی اور مولانا لکھنوی مرحوم کی عبارت نقل کی جا چکی ہے۔

ثالثاً۔ آپ نے جو روایت الکفایہ سے نقل کی ہے اس میں سنت متواترہ کے الفاظ نہیں یہ آپ کی زیادتی ہے اگر آپ کہہ دیں کہ حدیث کا مفہوم یہی ہے (جو بہر حال غلط ہے) تو جواباً عرض ہے کہ ثابت ہوا کہ جو چیز مفہوم سے ثابت ہو وہ بھی دلیل شرعی ہے، لیکن افسوس کہ آپ حدیث نجاشی میں اس کلیہ کو بھول گئے ہیں اور غائب کا لفظ نہ ہونے کی وجہ سے اس حدیث سے غائبانہ نماز جنازہ کے ثبوت سے منکر ہیں، حالانکہ یہ ایک مسلمہ اصول سے انحراف ہے۔

رابعاً۔ حدیث الکفایہ سخت ضعیف ہے، اس کی سند میں صالح بن موسیٰ راوی ہے۔ (ابن عدی ص ۱۳۸۷ ج ۳ و دارقطنی ص ۲۰۸ ج ۴) سے امام یحییٰ ہیچ محض کہتے ہیں امام بخاری منکر الحدیث قرار دیتے ہیں۔ امام نسائی متروک کہتے ہیں، (میزان ص ۳۰۲ ج ۲) حافظ ابن حجر نے متروک کہا ہے۔ تقریب، متعدد اہل علم اور علامہ البانی نے اس روایت کو سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ ۱۰۶۹)

رابعاً۔ یہ اصول ہی لغو اور باطل ہے کہ تواتر عمل کے خلاف خبر واحد کو قبول نہ کیا جائے، کیونکہ مشرکین عرب بھی اس بات کے مدعی تھے کہ بت پرستی ان کی نسل در نسل میں متواتر چلی آ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ حنفی میں بھی ادلہ شرعیہ چار ہیں، قرآن و سنت، اجماع اور قیاس شرعی، مگر تواتر کو شرعی دلیل کسی اصول نے بھی قرار نہیں دیا، نبی ﷺ ایک مدت تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ اور امت مرحومہ میں بھی یہی معمول بہ تھے۔ مگر جب عین حالت نماز میں قبلہ تبدیل ہو گیا تو صبح کے وقت ایک آدمی مکہ سے قباء کی طرف گیا اور صحابہ کرام بیت اللہ کی بجائے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے اس شخص نے کہا کہ آج رات نبی ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے جس سے قبلہ تبدیل ہو گیا ہے تو صحابہ کرام نے عین حالت نماز میں مسجد اقصیٰ کی طرف سے منہ

کعبہ کی جہت میں کرلیا، (بخاری ۴۴۹۰۔و مسلم ۱۱۷۸)

اس واقعہ پر غور کیجئے کہ صحابہ کرام نے متواتر عمل کے خلاف فقط ایک شخص کی خبر کو قبول کرلیا اور تواتر کو ترک کر دیا، ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کے خلاف تواتر کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

خامساً۔آپ نے جن روایات سے نجاشی کے جنازہ کو حاضر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے گو اس کی سند میں جرح کا ثبوت موجود ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی ابو قلابہ ہے۔(مسند احمد ص ۴۴۶ ج ۴ و ابن حبان ۳۰۹۲) جو خیر سے مختلط ہیں (تقریب ص ۲۲۰)، اور ان سے راوی یحییٰ بن ابی کثیر ہیں، جو قدیم السماع ثابت نہیں ہیں، مگر ہم اس بات کو صرف نظر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ابوعوانہ میں نیز ابن حبان میں یظنون اور مسند احمد میں نحسب کے الفاظ ہیں، اور یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں اور ان کا اطلاق تصوراتی چیز پر ہوتا ہے۔اس معنی کو ملحوظ رکھا جائے تو حدیث کا مفہوم یہ بنتا ہے۔

نجاشی کا نماز جنازہ ایسا ہی پڑھا گیا ہے جیسے حاضر میت کا پڑھا جاتا ہے، اور اس پر سنن ترمذی میں مروی حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بھی دلالت کرتی ہے۔

**قال لنا رسول الله ﷺ ان اخاكم النجاشي قدمات فقوموا فصلو عليه فقمنا فصففنا كما يصف على الميت وصلينا عليه كما يصلي على الميت .** (ترمذی مع تحفہ ص ۱۴۹ ج ۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا دینی بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے۔اٹھو اور اس پر نماز جنازہ پڑھو (ہم جنازہ پڑھنے کے لئے) اٹھے اور صف بندی کی جیسے میت پر صف بندی کی جاتی ہے، اور نماز جنازہ پڑھا جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔(ترمذی كتاب الجنائز باب ما جاء في صلوٰة النبي ﷺ على النجاشي الحديث ۱۰۳۹)

## جماعت میں اکہری تکبیر

حنفی فقہ کی مخالف حدیث میں آٹھویں مثال حضرت حکیم صاحب نے اکہری تکبیر کا مسئلہ بیان کیا تھا، اس پر ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ

حکیم صاحب نے ہدایہ سے یہ عبارت نقل کی ہے، **ولا قامة مثل الاذان** اس کی دلیل میں صاحب ھدایہ نے لکھا تھا، **هكذا فعل الملك النازل من السماء**، (ھدایہ ص ۸۷)

صاحب ھدایہ نے بات صاف کردی ہے کہ یہ اقامت کسی فقیہ نے معاذ اللہ گھر سے نہیں گھڑی بلکہ اصل اذان و اقامت اس فرشتے کی ہے جس نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان سکھائی تھی، اس فرشتے نے اقامت

مثل اذان سکھائی تھی۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۰۔

## تبصرہ

صاحب ھدایہ نے جو دلیل درج کی ہے وہ قابل اعتماد نہیں، کیونکہ اس بات کو بیان کرنے والے معاذ رضی اللہ عنہ ہیں اور معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ راوی ہیں اور انکی معاذ سے ملاقات وسماع ثابت نہیں، علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں۔ **عبدالرحمن لم یسمع من معاذ**، یعنی معاذ رضی اللہ عنہ سے عبدالرحمٰن کا سماع نہیں ہے۔ فتح القدیر ص ۲۱۱ ج ۱۔ امام علی بن مدینی، امام ترمذی، امام ابن خزیمہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات وسماع نہیں ہے۔ (تہذیب التھذیب ص ۲۳۵ ج ۶) الغرض یہ روایت منقطع ہے۔

## پہلا عذر

حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں کہ اس فرشتے کی اذان اور اقامت دونوں دوھری دوھری تھیں، (ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱، عبدالرزاق ص ۴۶۱ ج ۱، وآثار السنن ص ۵۲ و سندہ صحیح ھذا اسناد فی غایۃ الصحۃ المحلی لابن حزم ص ۱۵۸ ج ۱) حافظ ابن دقیق العید کہتے ہیں (رجالہ رجال الصحیح، نصب الرایہ ص ۲۶۷ ج ۱ ابو داؤد ص ۷۵ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۰

**الجواب**: اولاً، ماسٹر امین کو علم حدیث کا دھواں بھی لگا ہوتا تو اس دلیل کو اس ترتیب سے بیان نہ کرتا، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، اور ابو داود، تینوں کتابوں کی اسناد مختلف ہیں اور الفاظ بھی متغائر ہیں، ابو داود کی سند ابن ابی لیلیٰ عن معاذ بن جبل سے ہے۔ عبدالرزاق کی سند، **عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ یقول کان النبی ﷺ**، (رقم الحدیث ۱۷۸۸) اور مصنف ابن ابی شیبہ کی سند عبدالرحمن بن ابی لیلی قال حدثنا اصحاب رسول اللہ ﷺ ہے ص ۲۰۳ ج ۱) ان میں سے ابن ابی شیبہ کی سند کو علامہ ابن حزم نے غایۃ الصحۃ کہا ہے (المحلی لابن حزم ص ۱۹۰ ج ۲)

ثانیاً۔ اب ترتیب وار ان روایات کی کھوٹ ملاحظہ کریں۔ عبدالرزاق کی روایت مرسل ہے۔ ابو داود کی روایت کی تفصیل گزر چکی ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کی حضرت معاذ سے ملاقات ثابت نہیں علاوہ ازیں سند میں المسعودی، راوی مختلط ہے۔ اس کے بارے میں آئمہ فن کا یہ فیصلہ ہے کہ جس نے بغداد میں سنا ہے اس نے حالت اختلاط میں سماع کیا ہے۔ اور زیر بحث روایت میں المسعودی سے یزید بن رومان راوی روایت نقل کر رہا ہے۔ اور امام ابن نمیر نے کہا ہے کہ یزید کا سماع حالت اختلاط کا ہے۔ (تہذیب ص ۲۱۱ ج ۶)

ان تمام علتوں کے علاوہ ابن ابی لیلیٰ پر یہ روایت مختلط ہو گئی تھی، تفصیل کے لئے دین الحق ص ۱۹۵ ج ۱ کی

مراجعت کریں، رہی مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت تو اس کی سند میں الاعمش (سلیمان بن مہران) راوی مدلس ہے۔ (میزان ص ۲۲۴ ج ۲ و طبقات المدلیسن ص ۳۳ و تقریب ص ۱۰۳) اور زیر بحث روایت میں سماع کی صراحت نہیں بلکہ عن کر کے مروی ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ مدلس راوی کی ایسی روایت جو عن کر کے بیان کرے وہ ضعیف ہوتی ہے باقی آپ نے جو ابن حزم سے سند کی تصحیح نقل کی ہے اس سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ ہم نے تدلیس کا ذکر کیا ہے راوی حدیث کی تضعیف بیان نہیں کی، ویسے بھی ابن حزم اور محدثین کے ضابطہ تدلیس میں اختلاف ہے اردودان حضرات، (توضیح الکلام ص ۲۸۸ ج ۲) کی مراجعت کریں۔

الغرض یہ روایت ضعیف ہے۔

ثالثاً۔ یہ روایت آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں ابتداء اذان میں کلمہ اللہ اکبر چار کی بجائے دو بار کا ذکر ہے حالانکہ تمام حنفی اذان کے ابتداء میں چار بار اللہ اکبر کہتے ہیں۔

رابعاً۔ یہ صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے کیونکہ صحیح حدیث میں واقعہ خواب میں اکہری تکبیر کا ذکر ہے۔ (ابو داؤد ص ۷۲ ج ۱ و ابن حبان ص ۹۴ ج ۴ رقم الحدیث ۱۶۷۷۔ و بیھقی ص ۳۹۰ ج ۱ و مسند احمد ص ۴۳ ج ۴ و دارقطنی ص ۲۴۱ ج ۱ وغیرہ)

## دوسرا عذر

فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اذان و اقامت دو دو مرتبہ تھی (ترمذی ص ۲۷ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۰۔

الجواب: اولاً، یہ حضور ﷺ پر افترا ہے کیونکہ ترمذی میں یہ بات موقوف بیان کی گئی ہے مگر آپ مرفوع نقل کرتے ہیں۔

ثانیاً۔ امام ترمذی آگے فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی الیلیٰ لم یسمع من عبداللہ بن زید، (ترمذی مع تحفہ ص ۱۷۳ ج ۱) امام ترمذی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت سنداً منقطع ہے۔

## تیسرا عذر

فرماتے ہیں حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے اذان و اقامت دو دو مرتبہ سکھائی (عبدالرزاق ص ۴۵۸ ج ۱)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۰۔

الجواب: اولاً، مصنف عبدالرزاق کی عبارت میں تصحیف ہے کیونکہ یہی روایت امام احمد بن حنبل نے اپنے

استاد امام عبدالرزاق سے نقل کی ہے اور اس میں اذان ترجیع سے اور اقامت دو دو مرتبہ ہے۔ (مسند احمد ص ۴۰۹ ج ۳) امام عبدالرزاق کے شاگرد امام محمد بن نافع (بیہقی ص ۳۹۳ ج ۱) امام ابوالازہر (دارقطنی ص ۲۳۵ ج ۱) امام عاصم (سنن ابن داود مع عون ص ۱۹۱ ج ۱) وغیرہ نے بھی امام عبدالرزاق سے ترجیع والی رایت نقل کی ہے، علاوہ ازیں امام عبدالرزاق نے یہ روایت، ابن جریج سے اخذ کی ہے اور ابن جریج سے امام حجاج نے بھی روایت کی ہے، (سنن کبریٰ للنسائی ص ۴۹۸ ج ۱ و مجتبیٰ رقم الحدیث ۶۳۴) اس میں بھی ترجیع کا ذکر ہے، اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یا تو تصحیف ہوئی ہے یا اختصار ہے۔ اصل روایت میں ترجیع اذان کا ذکر ہے۔ اور جب اذان میں ترجیع ہو تو تب اقامت بھی دوہری کہنی چاہئے احادیث مرفوعہ کا یہی مفاد ہے۔

ثانیاً۔ علامہ ماردینی حنفی فرماتے ہیں کہ:

**حدیث عثمان بن السائب عن ابیہ وام عبدالملک بن ابی محذورۃ، قلت، عثمان و ابوہ وام عبدالملک مجھول حالھم.**

یعنی عثمان بن سائب کی روایت کے متعلق میں کہتا ہوں کہ عثمان اور اس کا باپ اور ام عبدالملک کا حال مجہول ہے۔ (الجوھر النقی ص ۳۹۲ ج ۱) عبدالرزاق کی روایت بھی عثمان بن سائب والی ہی ہے۔

## چوتھا عذر

فرماتے ہیں:

عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں میں نے ابومحذورہ کی اذان واقامت سنی دونوں دو دو مرتبہ تھیں، طحاوی ص ۹۳ ج ۱

الجواب: اس کی سند میں شریک بن عبداللہ راوی ہے، جو گو صدوق ہیں مگر جب یہ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تب سے ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا، (تقریب ص ۱۴۵) علاوہ ازیں یہ مدلس بھی ہیں، (طبقات المدلیسن ص ۳۲) اور زیر بحث روایت معنعن مروی ہے جس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

## پانچواں عذر

فرماتے ہیں:

حضرت سلمہ بن الاکوع بھی اذان واقامت دوہری کہتے تھے، (دارقطنی، واسنادہ صحیح، آثار السنن ص ۵۳ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۰۔

الجواب: بلاشبہ علامہ نیموی دیوبندی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے مگر محدث مبارکپوری فرماتے ہیں اس کی سند

میں ابن جنید راوی ہے جس سے دارقطنی کا شیخ ابوعمر القاضی روایت کر رہا ہے۔ اور اس کے حال اور نام سے میں واقف نہیں ہوا، جو اس کی صحت کے مدعی کا ہے وہ اس کی عدالت و ثقاہت بیان کرے۔ جبکہ سنن دارقطنی ص ۲۴۱ ج ا میں ہے۔ یزید بن ابی سلمہ اپنے والد سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اذان دو دو مرتبہ اور اقامت ایک ایک بار کہی جاتی تھی (ابکار المنن ص ۹۵)

اس معارضہ کا جواب دیوبندیوں کی طرف سے تادم تحریر نہیں بن پڑا۔

## چھٹا عذر

فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں حضرت ثوبان کی اذان واقامت دوہری دوہری ہوتی تھیں (عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۲)

الجواب: یہ روایت عبدالرزاق میں تو نہیں ہاں البتہ طحاوی نے (شرح معانی الاثار ص ۹۵ ج ۱) میں روایت کی ہے، علامہ نیموی حنفی دیوبندی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل ہے کیونکہ ابراہیم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ (آثار السنن مع حاشیہ ص ۶۸)

یہ روایت مرسل ہونے کے علاوہ ضعیف بھی ہے کیونکہ سند میں حماد بن سلمہ ہیں جن کا حافظہ بگڑ گیا تھا، (تقریب ص ۸۲) ضعیف ہونے کے باوجود یہ اصولی طور پر دلیل کے قابل نہیں کیونکہ یہ موقوف ہے جو مرفوع کے معارض نہیں ہوسکتی۔

حضرت سوید بن غفلۃ فرماتے ہیں میں نے حضرت بلال کو اذان واقامت کہتے سنا ان کی اذان واقامت دو دو مرتبہ ہوتی تھی، (راوہ الطحاوی واسنادہ حسن آثار السنن ص ۵۳) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۱۔

الجواب: اولاً، اس کی سند میں شریک بن عبداللہ القاضی راوی ہے، (طحاوی ص ۹۴) اس کا حال پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ جب کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تو تب انکا حافظہ بگڑ گیا تھا، جس کی وجہ سے یہ کثرت سے خطائیں کرتے تھے۔ (تقریب ص ۱۴۵) اور مختلط کی روایت حسن کیسے ہوسکتی ہے۔ جتنی دیر تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ راوی عنہ نے ان سے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے۔

ثانیاً۔ سوید بن غفلۃ تابعی ہیں جن کی ملاقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ملاقات ہونا ایک یقینی بات ہے، جبکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد اذان ہی نہیں دی (مفصل دیکھئے دین الحق ص ۱۸۲ ج ۱) علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں کہ

واعترض الحاکم بان الاسود بن یزید و سوید بن غفلۃ لم یدرک اذان بلال فی عہد

**رسول اللہ ﷺ وابی بکر قال فی الامام، وکون سوید ابن غفلة لم یدرک اذان بلال فی عهده علیه السلام صحیح،**

یعنی حاکم نے اعتراض کیا ہے کہ اسود بن یزید اور سوید بن غفلۃ نے نبی مکرم علیہ السلام کے زمانہ میں اذان بلال ؓ کو نہیں پایا، ایسا ہی خلافت صدیقی میں کہا امام میں کہ سوید بن غفلۃ نے آپ علیہ السلام کے عہد میں اذان بلال کو نہیں پایا، یہی بات درست ہے۔(نصب الرایة ص ۲۹۴ ج ۱)

## آٹھواں عذر

حضرت ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال ؓ نبی پاک ﷺ کے لئے اذان بھی دو دو مرتبہ اور اقامت بھی دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے۔ (رواہ دارقطنی و الطبرانی) محدث طحاوی فرماتے ہیں حضرت بلال کا دوہری اقامت کہنا تواتر سے ثابت ہے طحاوی ص ۹۴ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۱۔

الجواب: اولاً، اس کی سند میں زیاد بن عبداللہ البکائی کوفی راوی ہے (طبرانی کبیر ص ۱۰۱ ج ۲۲ و دارقطنی ص ۲۴۲ ج ۱) جو گو صدوق ہیں مغازی میں مثبت ہیں مگر انکی وہ تمام روایات جو ابن اسحاق کے علاوہ ہیں ان میں لین ہیں، (تقریب ص ۱۱۰) علامہ نیموی حنفی دیوبندی نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ (آثار السنن ص ٦٧) الغرض یہ روایت ضعیف ہے۔

ثانیاً۔ طحاوی کا یہ دعویٰ کہ حضرت بلال کا دوہری اقامت کو تواتر سے ثابت ہونا، کہنا، کذب صریح اور سوفی صد مغالطہ ہے (بخاری ص ۸۵ ج او مسلم ص ۱۶۴ ج ۱) کی صحیح صریح حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ حضرت بلال ؓ کو اکہری تکبیر کہنے کا حکم نبی علیہ السلام سے ہوا تھا۔

## نواں عذر

حضرت علی کا موذن اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتا تھا، (عبدالرزاق ص ۴۶۳ ج ۱)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۱

الجواب: یہ روایت بھی ضعیف ہے، سند کا ایک راوی مسلم کہتا ہے، اخبرنی من سمع مؤذن علی، الغرض مسلم بطین کا شیخ مبہم راوی ہے۔ اس کی عدالت وثقات ثابت کی جائے۔ علاوہ ازیں اس کی سند میں سفیان ثوری راوی ہیں جو مدلس ہیں اور روایت بھی معنعن ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

ثانیاً۔ یہ روایت بھی موقوف ہے جو مرفوع کے بالمقابل مرجوح ہے۔

## دسواں عذر

حضرت بن قیس (نقل مطابق اصل) کہتے ہیں کہ بے شک حضرت علی اذان واقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے

تھے، ایک دن ایک مؤذن کو سنا جس نے ایک ایک مرتبہ کہی حضرت علی نے فرمایا تو نے دو دو مرتبہ کیوں نہ کہی، تیری ماں مر جائے، (ابن ابی شیبہ ص ۱۳۸ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۱۔

الجواب: اولاً، ماسٹر امین نے یہ روایت عبدالرزاق ص ۴۶۳ ج ۱ کے حاشیہ سے غالباً نقل کی ہے جس میں دیوبندیوں کے محقق شہیر نے ابن ابی شیبہ کی تصحیف کا بھی ذکر کیا تھا، جسے اوکاڑوی نالائق ہونے کی وجہ سے غالباً سمجھ نہیں سکا۔ اور اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے حضرت بن قیس ہی نقل کر دیا۔ بن قیس کون ہے۔ تفصیل دین الحق ص ۱۹۷ ج ۱ میں عرض کر دی گئی تھی، وہاں سے دیکھ لیا جائے۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں ھشیم بن بشیر راوی ہے، ابن ابی شیبہ ص ۲۰۵ ج ۱ جو مدلس ہیں، جیسا کہ امام عجلی، ابن سعد، حاکم، ابن حبان، نسائی، اور حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے، (تھذیب ص ۶۳ ج ۱۱ وطبقات المدلسین ص ۴۷ و تقریب ص ۲۶۷) جبکہ زیر بحث سند معنعن ہے تحدیث کی صراحت نہیں، الغرض یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

## گیارھواں عذر

فرماتے ہیں:

ابواسحاق کہتے ہیں کہ اصحاب علی اور اصحاب عبداللہ بن مسعود سب کے سب اذان اور اقامت دو دو کہا کرتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۱۔

الجواب: اولاً، ابواسحاق (عمرو بن عبداللہ السبعی) بلاشبہ ثقہ ہیں، مگر مختلط ہیں، تقریب، اور ان سے روایت کرنے والے حجاج بن ارطاۃ ہیں یہ بات دلیل سے ثابت کی جائے کہ ابواسحاق سے حجاج کا سماع اختلاط سے پہلے ہے۔

ثانیاً۔ حجاج بن ارطاۃ راوی کثرت سے غلطیاں کرتا ہے، (تقریب ص ۶۴) جس کی وجہ سے یہ روایت درجہ صحت سے گری ہوئی ہے اور صحیح حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود بھی ہے۔

## بارھواں عذر

فرماتے ہیں:

حضرت امام سفیان ثوری نے منیٰ میں اذان واقامت کہی جو دو دو مرتبہ تھی (عبدالرزاق ص ۴۶۳ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۱۔

الجواب: اولاً، مصنف عبدالرزاق کے الفاظ یہ ہیں، (قال عبدالرزاق سمعت الثوری واذن لنا بمنیٰ، رقم الحدیث ۱۷۸۹) ان الفاظ کا معنی ماسٹر امین کرتا ہے، امام سفیان ثوری نے منیٰ میں اذان واقامت کہی۔ جس

نالائق کو نصف سطر کا ترجمہ نہیں آتا وہ سبیل الرسول کا رد لکھنے بیٹھا ہے۔

ثانیاً۔ یہ امام کا قول ہے جو مرفوع حدیث کے معارض نہیں ہو سکتا۔

## تیرھواں عذر

فرماتے ہیں مجاہد فرماتے ہیں کہ ایک ایک مرتبہ اقامت کہنا امراء (بن امیہ) کی تخفیف ہے۔ اقامت تو دو دو مرتبہ ہی ہے۔

(عبدالرزاق ص ۴۶۳ ج ا' ابن ابی شیبہ ص ۱۳۸ ج ا' طحاوی ص ۹۵ ج ا' قط ص ۸۹) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۱۔

الجواب: اولاً، قط دارقطنی کی علامت ہے جبکہ یہ روایت دارقطنی اور ابن ابی شیبہ میں نہیں یہ الاعظمی اور مؤلف (الجوھر النقی ص ۴۲۵ ج ) کا وہم ہے، ہاں البتہ طحاوی اور عبدالرزاق میں ضرور ہے۔

ثانیاً۔ اس کے ابتداء میں اللہ اکبر چار بار کی بجائے دو بار کا ذکر ہے، فما کان جوابکم فھو جوابنا۔

ثالثاً۔ حدیث صحیح مرفوع متصل میں ایک ایک اقامت کہنے کا ذکر ہے، جس سے ثابت ہوا کہ امام مجاہد کو یہ روایات نہ ملی تھی اور عدم علم سے عدم شیء لازم نہیں آتا۔

## ماسٹر امین کا ایک سوال

آنحضرت ﷺ تو فقہ کو خیر فرماتے ہیں (بخاری ص ۱۸ ج ۱) مگر آپ کا محمد جوناگڑھی کتاب کا نام رکھتا ہے۔ (اظھار الطیب و الخبیث بتقابل الفقه و الحدیث) بتایئے اس نام میں فقہ کو خبیث کہا گیا ہے، یا حدیث کو، جس کو بھی خبیث کہا گیا ہے۔ یقیناً حدیث کے مخالف ہے، ورنہ قرآن وحدیث میں دکھاؤ کہاں فقہ کو خبیث کہا گیا ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۲۔

الجواب: اولاً، یہ نام شمع محمدی، کا ہے جو فقہ حنفی کے رد میں لکھی گئی ہے۔ جس میں مؤلف شمع محمدی نے نمبر ۱۵۶ مسائل کی نشان دہی کی ہے کہ یہ یہ مسئلے فقہ حنفی کے قرآن واحادیث صحیحہ کے مخالف ہیں، وضاحت کیجئے کہ جو چیز قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ طیب ہے کہ خبیث؟ یقیناً خبیث ہے۔

ثانیاً۔ آپ اقوال فقہاء کو فقہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور حدیث میں آئمہ کے اقوال کو خیر نہیں کہا گیا، یہ آپ کی زبانی ہے۔

ثالثاً۔ بخاری کے مذکورہ صفحہ پر ایسی کوئی حدیث نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ فقہ خیر ہے، ہاں البتہ مثل الخبیث کی حدیث ضرور ہے مگر اس کا وہ مفہوم نہیں جو آپ بیان کر رہے ہیں۔

## نماز کی امامت کا مسئلہ

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۰۲ میں نماز کی امامت کا مستحق کون ہے، اس پر حدیث صحیح صریح پیش کی تھی کہ سب سے مقدم وہ ہے جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہے۔ اس کے بعد جو سنت کا عالم ہے پھر مہاجر اور اس کے بعد امامت کا مستحق وہ ہے جس کی عمر بڑی ہو، صحیح مسلم، اس حدیث سے فقہ حنفی کا اختلاف ثابت کرتے ہوئے ھدایہ سے عبارت نقل کی ہے کہ سب سے مقدم وہ ہے جو سنت کا عالم ہو، پھر قاری قرآن، پھر متقی و پرہیز گار، پھر زیادہ عمر والا۔

اس گرفت پر ماسٹر امین پہلے تو ادھر ادھر کی فضول بھرتی کرتا ہے کہ یہ فرقہ اہل حدیث انگریزی دور میں پیدا ہوا۔ اور مساجد میں اختلاف انتشار پھیلانے کے لئے انگریز نے ایسے مسائل کو ہوا دی اور مولانا محمد حسین بٹالوی اور نواب صدیق حسن خاں نے جہاد کے حرام ہونے پر کتب تحریر کی۔

یہ اتنا جھوٹ ہے کہ اس پوری زمین پر کبھی نہ بولا گیا ہوگا، کسی اہل حدیث نے بھی جہاد کے حرام ہونے پر کتاب تحریر نہیں کی، نہ ہی انگریز کی غلامی کو قبول کیا، بلکہ ہمیشہ جماعتی سطح پر جہاد فی سبیل اللہ کو فروغ دیا۔ اگر ہم جہاد کے منکر ہوتے تو افغانستان اور کشمیر میں قربانیاں کیوں دیتے۔

سید سلیمان ندوی مرحوم فرماتے ہیں کہ

اہل حدیث کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے۔ حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے...... بہر حال اس تحریک کے جو اثرات اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے دوراد بار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا، توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا، قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا، حدیث نبوی کی تعلیم تدریس اور تالیف واشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں، اور دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی، نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی ﷺ کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا وہ سالہا سال تک کے لئے دوبارہ پیدا ہو گیا مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جارہا ہے۔ اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ ''جہاد'' جس کی آگ اسلام کے مجمر میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ وہ پھر سے بھڑک اٹھی، یہاں تک کہ ایک زمانہ گزرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہو گئے۔ کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا اور کتنے پا بجولاں دریائے شور عبور کر دیئے گئے یا تنگ کوٹھڑیوں میں انہیں بند ہونا پڑا۔

مقدمہ تراجم علمائے حدیث ص ۳۵ و ۳۶ طبع

مولانا ابوالحسن علی ندوی مرحوم فرماتے ہیں۔

ہندوستان میں تحریک اہل حدیث جن بنیادوں پر قائم ہوئی۔ وہ بنیادیں چار تھیں۔ عقیدہ، توحید، اتباع سنت، جذبہ جہاد، اورانابت الی اللہ...... جماعت انہیں چار چیزوں کا مجموعہ تھی۔

اخبار الهدی، دربھنگہ مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۱ء بحوالہ تحریک جہاد جماعت اہل حدیث اور علمائے احناف ص ۵۰۔

اس طرح کی بیسوں شہادات پیش کی جاسکتی ہیں کہ جماعت اہل حدیث نے جہاد فی سبیل اللہ کو فروغ دیا اور انگریزی حکومت کے خلاف جدوجہد کی، مگر ہمارا مقصود استیعاب نہیں صرف یہ بتانا ہے کہ ماسٹر امین نے جہاں غلط بیانی کی ہے وہاں حقیقت پر پردہ ڈالنے کی بھی فضول کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں امامت کا مستحق کون ہے؟ اس مسئلہ کے ساتھ مذکورہ تاریخی واقعات کا کیا تعلق ہے؟۔ ان کو درمیان میں گھسیٹ لانا دراصل اصل مسئلہ پر سے فرار کا ایک بہانا ہے۔ جو پلہ چھڑانے کے لئے کافی نہیں، فقہ حنفی میں بتائی ہوئی ترتیب پر قرآن وسنت سے دلیل دینے کی ضرورت ہے۔

## پہلا عذر

فرماتے ہیں کہ:

مؤلف کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ امامت کا زیادہ حقدار بڑا قاری ہے، یہ حدیث تو نقل کر دی مگر آنحضرت ﷺ کا دوسرا فرمان کہ امامت کا زیادہ مستحق، افقہم فی الدین ہے جو دین کا بڑا فقیہ ہو پھر وہ جو بڑا قاری ہے۔ (مستدرك حاكم ص ۲۴۳ ج ۱ و دارقطنی ص ۱۰۴ ج ۱) کیا وجہ ہے کہ پہلی حدیث کو ماننے والا تو اہل حدیث کہلائے لیکن دوسری حدیث کو ماننے والا مخالف حدیث کہلائے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۶۔

الجواب: اولاً، یہ روایت آپ کے مؤقف پر تقریب تام نہیں، کیونکہ اس میں جو سب سے پہلے مستحق امامت بیان ہوا ہے وہ مہاجر ہے، حدیث کے ابتدائی الفاظ ہیں، **یؤم القوم اقدمهم هجرة**، یعنی قوم کی امامت وہ کرائے جس نے ان میں سے سب سے پہلے ہجرت کی ہو، (مستدرك ص ۲۴۳ ج ۱ و دارقطنی ص ۲۸۰ ج ۱) مگر آپ نے کمال دیانت داری سے اس حصہ کو حذف کر دیا ہے اور اس بددیانتی کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک سب سے مقدم امامت کا مستحق مہاجر نہیں بلکہ فقیہ ہے۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ہے جو متکلم فیہ ہونے کے علاوہ ضعفاء سے تدلیس بھی کرتا ہے۔ (طبقات المدلیسن ص ۴۹) اور زیر بحث روایت معنعن ہے علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں، **انه معلول بالحجاج بن ارطاة** یعنی یہ روایت حجاج کی وجہ سے معلول (ضعیف) ہے۔ (نصب الراية ص ۲۵ ج ۲)

## دوسرا عذر

فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، سب سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آخری وقت میں سب سے بڑے فقیہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو امام بنایا، یہ فقہاء کا گھڑا ہوا مسئلہ نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی آخری قولی اور فعلی سنت ہے۔ ملخصاً سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۷۔

الجواب: اولاً، آپ کی یہ ساری تقریر قیاس فاسد پر مبنی ہے۔ جو حدیث صحیح کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ثانیاً۔ (ھدایہ ص ۷۷ ج ۱) میں حدیث یوم القوم اقرء ھم لکتاب اللّٰہ کا یہ جواب دیا ہے کہ جو صحابہ کرام نبی مکرم ﷺ سے قرآن حاصل کرتے تھے وہ معانی و تفسیر سمیت حاصل کرتے تھے، ان میں جو اقراء ہوتا تھا وہ اعلم وافقہ بھی ہوتا تھا اور یہی دیوبندی علماء فرماتے ہیں دیکھئے (خزائن السنن ص ۶۵ حصہ دوم)

اس جواب سے ثابت ہوا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، اقراء تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اعلم وافقہ بھی تھے۔ مگر کوئی دیوبندی یہ بات تسلیم نہ کرے گا، جس سے ثابت ہو کہ آپ حضرات بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اقراء تسلیم کرتے ہیں، اور یہی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

## تیسرا عذر

فرماتے ہیں:

اس لامذہب کو یہ شکوہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیسرے نمبر پر مہاجر کو رکھا تھا، لیکن فقہاء نے اس مسئلہ کو بدل کر پرہیزگار کا لفظ رکھ دیا، یہاں بھی خالص فریب اور مغالطہ ہے، ایک ہجرت وہ تھی جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہو رہی تھی، اس کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ، لا ھجرۃ بعد الفتح، یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہے۔ جب ہجرت کی یہ قسم ختم ہوگئی تو فقہاء نے جستجو کی کہ کیا ہجرت کی کوئی قسم جاری بھی ہے۔ تو انہیں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مل گیا کہ المھاجرین من ھجر الخطایا والذنوب (رواہ الحاکم صححہ) یعنی وہ شخص بھی مہاجر ہے جو کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو چھوڑ دے، اس کی تفسیر فقہاء نے زیادہ پرہیزگار سے کردی۔ تو یہاں مراد رسول کو ہی بیان فرمایا ہے۔ لامذہب کا یہ کہنا کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے کتاب وسنت سے جہالت کی دلیل ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۸۔

الجواب: اولاً، جب کفار مکہ کے ظلم وستم کی داستان بڑھتی گئی تو مکہ مکرمہ سے ہجرت کا حکم نازل ہوا۔ پھر جب

مکہ مکرمہ فتح ہوگیا اور کفار مغلوب اور مسلمان غالب ہو گئے تو ہجرت کی وجہ ختم ہونے سے مکہ سے ہجرت ختم ہونے کا اعلان نبوی علیہ التحیۃ والسلام ہوا، نہ یہ کہ سرے سے ہجرت کا حکم ہی ختم ہوگیا اور اب کسی بھی جگہ سے مسلمان ہجرت نہیں کر سکتے، یہ بات صریحاً غلط اور حدیث کے مفہوم کو گڈمڈ کرنے کی سعی لاحاصل ہے۔

ثانیاً۔ حدیث کے الفاظ میں یہ قطعاً نہیں کہ مکہ کے مہاجر کو مقدم رکھا جائے، بلکہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے کہ مہاجر کو مقدم رکھا جائے، خواہ وہ کسی بھی جگہ سے ہجرت کر کے آیا ہو، اگر آپ کے نزدیک مہاجر وہی ہے جو صرف مکہ سے ہجرت کر کے آیا ہو، تو بتایا جائے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مہاجر تھے کہ نہیں؟ کیونکہ آپ فارس سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تھے، دیکھئے (سیرۃ المصطفی ص ۴۱۸ ج ۱)

ثالثاً۔ حدیث میں مہاجر سے مراد حقیقی مہاجر مراد ہے جبکہ حدیث، المھاجر من ھجر الخ میں حکمی مراد ہے۔ اور حقیقی کی بجائے حکمی مہاجر مراد لینا فقاہت نہیں بلکہ پرلے درجے کی حماقت ہے۔

## فضول بھرتی

ماسٹر امین جب اس مسئلہ پر مزید لکھنے سے عاجز ہوگیا اور اسے یہ بخوبی معلوم ہوگیا کہ حنفیت کے دامن میں قیاس فاسدہ اور تاویلات کاسدہ کے سوا کچھ بھی نہیں تو فقہ حنفی کے مسئلہ کو ثابت کرنے کی بجائے الزامات اور تبرا بازی پر اتر آیا، بار بار، لا مذہب، کہہ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کیا، حالانکہ ہم لا مذہب قطعاً نہیں ہمارا دین اسلام ہے، اور اس پر ہمارا سب کچھ قربان ہے۔ بہرحال آیئے ان الزامات کا جواب بھی ملاحظہ کریں۔

## مرزائی کی اقتداء

پہلا الزام یہ لگایا کہ اہل حدیث کے نزدیک مرزائی کی اقتداء جائز ہے۔ حالانکہ مرزائی کی عدم اقتداء پر علماء امت کا اتفاق ہے اور یہی اہل حدیث کا مؤقف ہے، حضرت میاں محمد نذیر حسین محدث دھلوی مرحوم فرماتے ہیں۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے۔ کتاب و سنت اور اقوال علماء امت اس کی صحت پر شاہد ہیں۔ اب مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے دجال، کذاب، سے احتراز اختیار کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداءً اسلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلائیں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، اگر انہیں اعتقادات واقوال پر یہ رحلت کرے۔ واللہ الموفق للعمل والقبول، الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین۔

پاک وہند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ ۸۶۔

حضرت مولانا محمد شمس الحق محدث عظیم آبادی اور شارح ابوداؤد فرماتے ہیں میرے نزدیک جیسا کہ اس وقت

ہم نے سمجھا ہے اقتداء فرق ضالہ مثل مرزا قادیانی واتباع مرزا وروافض وغیرھم من اھل البدعۃ والھوا، ہرگز جائز نہیں ہے۔(فیصلہ مکہ ص ۷)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم فرماتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی ایک دھریہ معلوم ہوتا ہے، مفتری علی اللہ ہے، اس کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اللہ پر بھی ایمان نہیں، کیونکہ اللہ پر ایمان رکھنے والا اس قسم کے افتراء نہیں کہا کرتا اس لئے میرا یقین ہے مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے، سب دنیا سازی کے لئے کرتا ہے، پس اس کی امامت جائز نہیں۔(ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری فتویٰ شریعت نمراغہ اول مندرجہ پاک وہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ ۱۷۶)

## حدیث رسول اللہ ﷺ میں معنوی تحریف

فرماتے ہیں:

ہم نے تو حدیث قولی وفعلی اور اجماع سے ثابت کر دیا کہ بڑا فقیہ امامت کا مستحق ہے اور الحمدللہ ہماری مساجد میں یہی سنت جاری ہے لیکن غیر مقلدین کی مساجد میں یہ سنت مردہ ہے۔ کیا آپ ایک بھی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر اور فقہ کے دشمن کو امام بناؤ، فقہ کے منکر کا امام بننا تو کجا امام کے قریب پہلی صف میں بھی (اولو الاحلام والنھی) یعنی فقیہ ہوں، دوسری صف میں بھی فقیہ کے ماننے والے ہوں، تیسری صف والے بھی فقہ کے ماننے والے ہوں۔ مسلم

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۹۔

الجواب: اولاً، آپ کے تمام دلائل کا رد کر دیا گیا ہے اور آپ کا دعویٰ اجماع خالص مغالطہ سوفی صد غلط بیانی اور سولہ آنے فراڈ ہے۔ کیونکہ آئمہ اربعہ میں سے تین (امام احمد رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ) اماموں کے علاوہ قاضی ابو یوسف بھی حدیث کے موافق اقراء کو متقدم رکھنے کا موقف رکھتے ہیں۔

(درس ترمذی ص ۴۹۱ ج ۱ و فتح الملھم ص ۲۳۰ ج ۲)

ثانیاً۔ حدیث، اولوالاحلام والنھی، کا جو آپ نے معنی، فقیہ کیا ہے یہ آپ کی جہالت کا کرشمہ ہے۔ کیونکہ اس کا معنی عاقل و بالغ ہوتا ہے۔(فتح الملھم ص ۶۴ ج ۲)۔ اور یہاں امامت کا بیان نہیں بلکہ جماعت کے وقت صف بندی کرتے ہوئے امام کے قریب کھڑے ہونے والوں لوگوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے اور اس کا قرینہ حدیث کا لفظ ولیلینی کا ہے(مسلم کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف.....(الحدیث ۹۷۲)

الغرض آپ نے یہاں دو غلط بیانیاں کی ہیں (۱) عاقل و بالغ سے فقیہ مراد لینا (۲) مقتدی سے امام مراد لینا۔

## بجو کی حلت وحرمت

فرماتے ہیں:

فقہ کا مسئلہ تو حدیث سے ثابت ہو گیا اب امام جماعت غرباء اہلحدیث نے فتاویٰ ستاریہ میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ جو شخص بجو کو حلال نہ سمجھے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ فتاویٰ ستاریہ، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۹۔

الجواب: اولاً، (فتاویٰ ستاریہ ص ۲۱ ج ۲) میں یہ بات سائل نے کہی ہے مفتی غرباء نے اس پر بجو کی حلت پر دلائل نقل کئے ہیں اور امامت پر سکوت کیا ہے۔ واضح رہے کہ بجو کے حلال ہونے پر حدیث صحیح صریح موجود ہے (ترمذی رقم الحدیث (۸۵۱) وابو دائود ص ۱۷۷ ج ۲ ونسائی ص ۲۲ ج ۲ وابن ماجه ص ۲۴۰ ودارمی ص ۴۰۰ ج او مسند احمد ص ۳۱۸ ج ۳ وابن حبان (الموارد) الحدیث ۱۰۶۸) ودارقطنی ص ۲۴۶ ج ۲ و مستدرك ص ۴۵۲ ج اُ بیهقی ص ۱۸۳ ج ۵)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بجو کھالیا کرتے تھے، اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام عطاء کا مذہب ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ صفاء اور مروہ کے درمیان بغیر کسی نکیر کے بجو کا گوشت فروخت ہوتا تھا، (شرح ترمذی ص ۵۲۷ ج اُللشیخ گوندلوی)

ثالثاً۔ اگر کوئی دیانت داری سے تحقیق کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہو کہ بجو حرام ہے تو بوجہ حدیث اس کے اقتداء ناجائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ کوئی شخص ہوائے نفس کی وجہ سے مذکورہ حدیث کو رد کرتا ہے۔ تو یہ چیز انکار میں شامل ہے، لہٰذا ایسے شخص کی اقتداء ناجائز ہے۔ خود علماء دیو بند کے نزدیک منکر حدیث کی اقتداء جائز نہیں، بلکہ اگر کوئی شخص منکر حدیث کا جنازہ پڑھاتا ہے اور پھر اس سے تائب بھی نہیں ہوتا تو اس کی بھی اقتداء کو ناجائز کہتے ہیں، ملاحظہ ہو (خیر الفتاویٰ ص ۳۵۰ ج ۲)

## خارجی اور رافضی کی اقتداء

ماسٹر امین نے علامہ وحید الزمان مرحوم کی تالیف (لغات الحدیث ص ۹۸ ج ۸) سے نقل کیا ہے کہ رافضی اور خارجی کی اقتداء جائز ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۹۔

مبتدعین کی اقتدا کا مسئلہ خیر القرون سے مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ جس کی اپنی نماز درست ہے خواہ وہ بدعتی بھی ہو تو تب اس کی اقتدا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ بعض صحابہ وتابعین مختار بن عبید کی اقتداء میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ مختار بالاتفاق ملحد اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والا تھا۔

(فقه السنة ص ۲۱۰ ج ۱) امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ

مجھے نہیں معلوم کہ کسی ایک صحابی نے بھی، مختار، عبید اللہ بن زیاد، اور حجاج کی اقتداء سے منع کیا ہو۔ حالانکہ ان

لوگوں سے بڑھ کر کسی کا فسق نہیں، (المحلی بالاثار ص ۱۳۰ ج ۳ مسئلہ نمبر ۴۸۸) جبکہ بعض حضرات مبتدعین کی اقتداء سے منع کرتے ہیں، ہمارے نزدیک یہی بات درست اور خالص حق ہے بالخصوص ایسے بدعتی جن کی بدعت حد کفر کو پہنچ چکی ہو، ان کی اقتدا حرام ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔

**فلیؤمکم خیارکم،** اپنے امام بہتر لوگوں کو بنایا کرو، (سنن دارقطنی ص ۸۸ ج ۲) (اس کی سند ضعیف ہے) مگر اس کی تائید بعض حدیث سے ہوتی ہے، حضرت ابوسھلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے ایک قوم کی امامت کی اور قبلہ کی جانب تھوکا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

**لا یصلی لکم.** اب وہ تمہاری امامت نہ کرے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث ۴۸۱ ومسند احمد ص ۵۶ ج ۴ وابن حبان رقم الحدیث ۳۳۴ (موارد) علامہ البانی نے اس کی سند کو شاہد کی وجہ سے صحیح کہا ہے۔ (تحقیق مشکوٰۃ ۷۴۷)

اس حدیث کی بنا پر بدعتی کی اقتداء جائز نہیں علمائے اہل حدیث میں اکثریت کا یہی قول ہے۔

## امام اور مقتدی کی نماز

فرماتے ہیں کہ:

نواب وحید الزمان نے لکھا ہے۔ ایک شخص نے جماعت کرائی اور سلام کے بعد اعلان کیا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھائی ہے تو نماز ہوگئی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، (کنز الحقائق ص ۲۴) ایک شخص نے نماز پڑھائی اور بعد میں بتایا کہ میں کافر ہوں۔ تو نماز ہوگئی دہرانے کی ضرورت نہیں (کنز الحقائق ص ۲۴) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۵۹ و ۶۰

**الجواب:** اولاً عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کوئی انسان بھی دوسرے شخص کے دلی خیالات معلوم کرنے کی قدرت واختیار نہیں رکھتا یہ بات کسی شک وشبہ سے خالی ہے کہ انسان نہیں جان سکتا کہ پیش امام طہارت سے ہے یا نہیں آیا کافر ہے یا موحد و مومن، کیونکہ یہ امام کے دل کا معاملہ ہے کہ وہ پکا مسلمان ہے یا درپردہ کافر و بے ایمان ہے۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے اختیار میں نہیں وہ کرنے کا مکلف نہیں، ارشاد ربانی ہے کہ

﴿لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا البقرۃ آیت ۲۸۶﴾

اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

ثانیاً۔ حدیث نبوی علیہ التحیۃ والسلام میں آتا ہے کہ

**قال رسول اللہ ﷺ یصلون لکم فان اصابوا فلکم وان اخطاوافلکم وعلیھم،**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ تم کو نماز پڑھاتے ہیں اگر ٹھیک ٹھاک پڑھیں گے تو تم کو ثواب ملے گا۔ اگر غلطی کریں گے (نماز غلط پڑھائیں) تو تب بھی تم کو ثواب مل گا اور غلطی کا وبال امام پر ہوگا،

(بخاری ص ۹۲ ج ۱)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی مرتضی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، امام حسن بصری، امام سعید بن جبیر، امام ابراہیم نخعی، امام اوزاعی، امام مالک امام شافعی کا مذہب ہے کہ مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے۔

(حاشیہ لا مع الداری ص ۲۶۷ ج ۱، والمحلی بالاثار ص ۱۳۳ ج ۳، و بیہقی ص ۴۰۱ ج ۲) قرآن کریم کی آیت، شرعی اصول حدیث نبوی، اقوال صحابہ اور فتاوی آئمہ عظام کے برعکس حنفیہ کے پاس قیاس فاسد کے سوا کچھ بھی نہیں پھر بھی اس مسئلہ پر اڑے بیٹھے ہیں۔

## امامت کی مزید شرائط

فقہاء احناف نے امام میں مزید بھی کئی اوصاف کا ہونا بیان کیا ہے۔ خوبصورت چہرہ ہو، شریف النسب ہو، آواز اچھی ہو، بیوی خوبصورت والا ہو، لباس اچھا ہو، عضو چھوٹا اور سر بڑا ہو، وغیرہ شرائط کے بارمیں ماسٹر امین کہتا ہے کہ یہ مسائل و شرائط حدیث کے خلاف نہیں، اگر ہے تو پیش کریں، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۶۱۔

الجواب: امامت عبادت کا معاملہ ہے، اور عبادات اصل ممنوع الاصل ہیں۔ یعنی ان کی اپنی طرف سے کیفیات و قیود لگانا بدعت ہے۔ اس کی پوری تفصیل راقم نے دین الحق حصہ دوم میں عرض کر دی ہے، مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ فرض نمازیں چھ ہیں، یا نماز مغرب کی فرض رکعات چار ہیں، یا ظہر کی نماز میں ہر رکعت میں تین رکوع ہیں۔ اور دلیل یہ دے کہ اس کے رد میں حدیث صحیح صریح پیش کی جائے کہ نمازیں چھ نہیں مغرب کی چار رکعات نہیں، ظہر کی نماز میں رکوع تین تین نہیں، اور اس پر ضد ہی کرتا چلا جائے۔ تو ہر صاحب عقل اور تمام علماء یہی کہیں گے کہ اس کے دماغ میں نقص ہے اور یہ نالائق ہونے کے علاوہ بدترین بدعتی ہے، مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر نے راہ سنت کے باب چہارم میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

عبادات میں اپنی طرف سے قیود لگا دینا یا ان کی کیفیت بدل دینا یا اپنی طرف سے اوقات کے ساتھ معین کر دینا یہ بھی شریعت کی اصطلاح میں بدعت ہوگی۔

(راہ سنت ص ۱۱۸)

حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

كل من احدث في الدين ما لم ياذن به الله ورسوله فليس من الدين في شيء

جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کی اجازت اللہ و رسول ﷺ نے نہیں دی تو اس کا دین سے کوئی

تعلق نہیں، (جامع العلوم والحکم ص ۴۲)

ماسٹر امین صاحب امامت میں مزید شرائط کا لگانا عبادت کے معاملہ میں دخل ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بدترین بدعت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔

من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد، جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری طرف سے کوئی ثبوت نہیں تو وہ کام مردود ہوگا، (بخاری ص ۱۰۹۲ج ۲و مسلم ص ۷۷ج ۲)

الغرض آپ کا امامت میں مزید شرائط کا لگانا چونکہ بے ثبوت ہیں لہٰذا بحکم حدیث یہ مردود ہیں، آپ کا دل اس حدیث کو قبول نہ کرے تو الگ بات ہے۔

## من گھڑت روایات

فرماتے ہیں:

(۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نمازیں قبول فرمائے تو اپنا امام نیک لوگوں کو بناؤ، ابن عساکر،

(۲) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ثم احسن وجها، پھر امام اس کو بناؤ جو خوبصورت چہرے والا ہو۔

(۳) آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جو رات کو زیادہ نماز پڑھتا ہے۔ اس کا چہرہ حسین وخوصورت ہوتا ہے۔ فتاویٰ شامی،

(۴) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں خوبصورت بیوی جنت کا خزانہ ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۶۱ تا ۶۳۔

## تبصرہ

روایات پر نمبر ہم نے لگائے ہیں تاکہ تبصرہ میں آسانی رہے۔ اب ترتیب وار ان روایات کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اس کو (دارقطنی ص ۸۸ج ۲، حاکم نے، مستدرک ص ۲۲۲ج ۳) میں، اور طبرانی نے (المعجم الکبیر ص ۳۲۸ج ۲) میں ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں یحییٰ بن یعلی الاسلمی راوی ہے، امام بخاری نے مضطرب الحدیث، ابو حاتم نے ضعیف کیا ہے ابن عدی کہتے ہیں کوفہ کے شیعہ میں سے تھا تہذیب ص ۳۰۴ج ۱۱)

(ھیثمی نے مجمع الزوائد ص ۶۴ج ۲) میں علامہ فتنی نے (تذکرہ ص ۴۰) میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں دوسری روایت حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (دارقطنی ص ۳۴۶ج ۱ وابن

عدی ص ۹۱۲ ج ۳) امام دار قطنی اور ابن عدی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ سند میں خالد بن اسماعیل راوی ضعیف ہے اور ابن جریج بدترین مدلس ہیں جبکہ زیر بحث روایت میں تحدیث کی صراحت نہیں، علامہ زیلعی نے (نصب الرایہ ص ۲۶ ج ۲) میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تیسری روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی جاتی ہے اور امام بیہقی نے صراحت کی ہے یہ ضعیف ہے، (السنن الکبری ص ۹۰ ج ۳) امام ابن قطعان فرماتے ہیں اس کا راوی حسین بن نصر مجہول ہے۔ ( نصب الرایہ ص ۲۶ ج ۲)

چوتھی روایت ابی امامۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کی جاتی ہے اور اس کی طرف ہی ماسٹر بددیانت نے اشارہ کیا ہے، علامہ علی متقی حنفی نے (کنز العمال ۲۰۴۲۸) میں ابن عساکر سے نقل کیا ہے اور صاحب کنز العمال کے اصول کے موافق یہ روایت ضعیف ہے۔ وہ خطبہ (کنز العمال ص ۱۹) میں فرماتے ہیں کہ عقیلی کی الضعفاء ابن عدی کی الکامل خطیب کی تاریخ اور ابن عساکر کی طرف نسبت کر دینا ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ یہ روایت ضعیف و بے اصل ہے۔

(۲) یہ روایت دو سندوں سے مروی ہے۔ پہلی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، (ابن عدی ص ۲۷۷ ج ۲) امام ابن جوزی نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کا راوی محمد بن مروان سدی غیر ثقہ ہے اور حضری مجہول ہے، (الموضوعات کبیر ص ۱۰۰ ج ۲) علامہ البانی نے بھی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ ۶۰۸)

دوسری سند سے حضرت ابی زید الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ( السنن الکبریٰ للبیھقی ص ۱۲۱ ج ۳) اس کی سند میں عبدالعزیز راوی منکر الحدیث ہے، امام بیہقی نے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ابن حبان، امام ابواحمد الحاکم اور علامہ البانی نے منکر اور بے اصل قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ ۶۰۹)

علاوہ ازیں یہ روایت صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

**ان اللّٰہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔**

یعنی خدا تعالیٰ تمہاری دولت وصورت کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (مسلم کتاب البر باب تحریم الظلم رقم الحدیث ۶۵۴۳)

(۳) اسے (ابن ماجہ ۱۳۳۳) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اس کی سند میں ثابت بن موسیٰ الضریر راوی ہے جسے امام یحییٰ نے کذاب اور ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔ (میزان ص ۳۶۷ ج ۱) اور اسکا شیخ، شریک بن عبداللہ مختلط ہے، (تقریب ص ۱۴۵) اور شریک کا استاذ، الاعمش (سلیمان بن مہران) مدلس ہے، (تقریب ص ۱۳۶)

العقیلی نے (الضعفاء الکبیر ص ۱۷۶ ج ۱' میں ابن عدی نے الکامل ص ۲۳۰۵ و ۲۳۴۷ ج ۶) میں ابن

جوزی نے (الموضوعات کبیر ص ۱۱۰ ج ۲) میں، (سیوطی اللالی الموضوعه ص ۲۹ ج ۲) میں فتنی نے (تذکرہ ص ۴۸) میں شوکانی نے (الفوائد المجموعه ص ۳۵) میں ملا علی قاری نے (الموضوعات الکبیر ص ۱۲۵) میں اور علامہ البانی نے (ضعیف ابن ماجه ص ۹۸) میں اس روایت کو ضعیف و باطل قرار دیا ہے۔

(۴) یہ روایت راقم کو نہیں ملی، واللہ اعلم

## نماز کا اول وقت

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۰۸ پر مذکورہ عنوان کے تحت فقہ حنفی اور حدیث نبوی علیہ التحیۃ والسلام کا اختلاف بیان کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی معلوم ہوا کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو یہ نماز عصر کا اوّل وقت اور نماز ظہر کا آخری وقت ہے، یعنی ظہر ختم اور عصر شروع ہے۔ لیکن حنفی مذہب اس کے برعکس حکم دیتا ہے وہ کہتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک آخری وقت ظہر کا، اور اول وقت عصر کا وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگناہ ہو جائے۔ سبیل الرسول ص ۱۰۸و۱۰۹۔

اس کا جواب تحریر کرتے وقت ماسٹر امین ادھر ادھر کی فضول بھرتی کرتے ہوئے، آئمہ اربعہ کا اختلاف اور امام ابوحنیفہ کی مختلف روایات نقل کرتا ہے کہ (۱) ظہر کا وقت دوگناہ سایہ پر ختم ہوتا ہے (۲) ایک مثل سایہ پر ختم ہوتا ہے (۳) ظہر کا ایک مثل پر وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اور عصر کا وقت دوگناہ سایہ ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے (۴) ظہر کا وقت دوگناہ سایہ سے کچھ پہلے ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس رام کہانی کو درج کرنے کے بعد علماء احناف کا اختلاف بیان کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

ظہر کا وقت ایک مثال تک تو بالیقین رہتا ہے۔ اور مثل ثانی کے ختم تک رہنے کا احتمال ہے۔ اور عصر وقت مثل ثالث سے بالیقین شروع ہوتا ہے۔ مگر مثل ثانی سے شروع ہونے کا احتمال ہے۔ ایک نظر ص ۷۷۔

اسی موقف کو مولانا محمود حسن خاں دیوبندی کی طرف منسوب کر کے آخر اپنے راگ کی تان اس پر توڑتے ہیں۔

حضرت قدس سرہ نے یہ نقطہ نظر دو وجہ سے اپنایا ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ مثلین تک ظہر کا وقت باقی رہنے کی کوئی صریح روایت نہیں اس لئے احتمال ہے کہ مثل ثانی عصر کا وقت ہو۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امامت جبرئیل والی حدیث کی تاریخ معلوم ہے، وہ اس وقت کی روایت ہے، جب پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں، اور باقی تمام روایتیں بعد کی ہیں، اس لئے احتمال ہے کہ مثل اور مثلین کے معاملہ میں نسخ ہوا ہو، یعنی عصر کا وقت کٹ کر مثلین سے کر دیا گیا

ہو، اور ظہر کا وقت بڑھا کر مثلین تک کر دیا ہو، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۷۔

## عبارت پر تبصرہ

اس عبارت سے واضح ہے کہ دوگناہ سایہ تک ظہر کا وقت وقت باقی رہنے کی کوئی صریح حدیث موجود نہیں حدیث موجود نہ ہونے کے باوجود ایک مثل کے منسوخ ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، حالانکہ اس پر کوئی دلیل موجود نہیں، محض کسی احتمال سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ یقین کو شک زائل نہیں کرتا، دوسری مثل سے عصر کا وقت شروع ہونا اور ظہر کا ختم ہونا حدیث صحیح صریح سے ثابت ہے۔ اس کے بالمقابل حدیث صحیح چاہیے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے اور عصر کا تیسری مثل پر شروع ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی حدیث موجود نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

**واما اخروقت الظهر فلم يوجد في حديث صحيح ولاضعيف انه يبقى بعد مصير ظل كل شيء مثله ولذاخالف ابا حنيفة في هذه المسئلة احباه و فقهاء الجمهور.**

اور کسی صحیح ضعیف روایت میں نہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی رہتا ہے۔ اور اسی وجہ سے صاحبین (امام محمد اور قاضی ابو یوسف) نے امام ابوحنیفہ کی مخالف کرتے ہوئے جمہور کی موافقت کی ہے۔

تفسیر مظہری بحوالہ (معیار الحق ص ۳۱۳ و انتصار الحق ص ۳۳۴)

مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں

**الانصاف في هذا المقام ان احاديث المثل صريحة صحيحة واخبار المثلين ليست صريحة في انه لا يدخل وقت العصر الى المثلين واكثر من اخبار المثلين انما ذكر فيه توجيهة احاديث استنبط منها هذا الامرو الامر المستنبط لا يعارض الصريح.**

اس مقام پر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ نماز ظہر کے ایک مثل پر وقت ختم ہونے کی احادیث صحیح اور صریح ہیں جبکہ دو مثل کی روایات صریح نہیں ہیں۔ کہ دو مثل کے بعد عصر کا وقت آتا ہے۔ اور جن روایات سے دو مثل پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ان میں توجیہات اور استنباط کیا جاتا ہے۔ جبکہ اصول یہ ہے کہ استنباط صریح کا معارض نہیں ہو سکتا۔

(التعليق الممجد ص ۴۵)' مزید فرماتے ہیں

**وقال ابو حنيفة اول وقت العصر من حين يصير الظل مثلين وهذا خلاف الاثار و خلاف الجمهور وهو قول عند الفقهاء من اصحابه وغيرهم مهجور.**

یعنی امام ابوحنیفہ نے کہا کہ عصر کا اوّل وقت تب ہوتا ہے جب سایہ دو مثل ہو جائے، مگر یہ قول آثار (حدیث نبوی) کے خلاف ہے۔ اور جمہور کے بھی، اور یہی قول انہی کے فقہاء تلامذہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک متروک و

مجبور ہے،(التعلیق الممجد ص ۴۳)

ناصر حنفیت مولانا نیموی فرماتے ہیں

**وانی لم اجد حدیثا صریحا صحیحا او ضعیفا یدل علی ان وقت الظهر الی ان یصیر الظل مثلیه۔**

میں نے کوئی ایسی صحیح یا ضعیف حدیث نہیں پائی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہنا چاہیے،(آثار السنن ص ۵۳)۔

مولانا تقی عثمانی دیو بندی فرماتے ہیں

مثلین پر ظہر کا وقت ختم ہونے کے سلسلہ میں عموماً احناف کی طرف سے بھی تین دلیلیں پیش کی جاتی ہیں لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث بھی اوقات کے تحریر پر صریح نہیں ہے۔اس کے برخلاف حدیث جبرئیل میں صراحۃً پہلے دن کی نماز عصر مثل اول پر پڑھنے کا ذکر موجود ہے۔اس لئے یہ حدیثیں حدیث جبرئیل کا مقابلہ نہیں کرسکتیں،(درس ترمذی ص ۳۹۶ ج ۱)

ان عبارات اکابر علمائے دیو بند سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ظہر کا دوگناہ سایہ تک باقی رہنا کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے صریحاً ثابت نہیں ہوتا،صرف استدلات کیئے جاتے ہیں جبکہ اصول یہ ہے کہ استدلال صریح احادیث کا معارض نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد ماسٹر امین کے عذرات ودلائل کا جواب تحریر کرنا ہمارے ذمہ باقی نہیں رہتا۔لیکن اس کے باوجود ہم تحریر کرتے ہیں تاکہ بات پوری طرح قارئین کرام پر کھل جائے،**واللہ یھدی من یشاء ۔**

## دلیل اول ودوم

اس دلیل کے تحت ماسٹر امین نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، پہلے موطا امام مالک سے پھر موطا امام محمد سے نقل کر کے اسے دودلیلیں قرار دیا ہے، حالانکہ یہ ایک ہی روایت ہے،سند کے لحاظ سے اور متن کے اعتبار سے بھی واضح رہے کہ موطا امام مالک جو یحییٰ بن یحییٰ کی روایت سے ہے وہ موطا امام مالک کے نام سے معروف ہے اور جو امام محمد کی روایت سے ہے وہ موطا امام محمد کے نام سے مشہور ہے۔اس کا اعتراض خود امین صاحب نے بھی ص ۴۷ پر کیا ہے مگر آگے چل کر انہیں علیحدہ علیحدہ قرار دے کر کذب بیانی کا ارتکاب کر کے اپنی آخرت خراب کی ہے۔

علاوہ ازیں یہ روایت موقوف ہے،اور اصول یہ ہے کہ جب موقوف مرفوع کے مخالف ہو تو تب موقوف قابل قبول نہیں ہوتی۔مولانا ظفر احمد تھانوی دیو بندی فرماتے ہیں۔**قول الصحابی حجة عندنا اذا لم یخالفه مرفوع۔**

یعنی صحابی کا قول ہمارے نزدیک حجت ہے جب مرفوع حدیث کے خلاف نہ ہو، (اعلاء السنن ص ۱۲۶ ج ۱)، مزید تفصیل راقم کی تالیف تحفہ حنفیہ ص ۲۷۶ ج ۱ میں ملاحظہ کریں۔

## تیسری دلیل

فرماتے ہیں کہ:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تو ظہر کی نماز تم سے جلدی پڑھتے تھے اور تم لوگ عصر کی نماز کو آنحضرت ﷺ سے جلدی پڑھتے ہو، (ترمذی ص ۱۵ و مسند احمد ص ۲۶۹ ج ۶)، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۲۔

الجواب: اولاً، حدیث کے کن الفاظ کا یہ معنی ہے کہ ظہر کا وقت دوگناہ سایہ ہونے تک رہتا ہے۔ اور اس کے بعد عصر کا شروع ہوتا ہے۔ اگر یہ بات سرے سے روایت میں موجود ہی نہیں تو آپ کا دعویٰ اور مذہب کیسے ثابت ہو گئے۔

ثانیاً۔ یہ روایت تو ثابت کرتی ہے کہ نبی ﷺ عصر کی بجائے ظہر میں جلدی کرتے تھے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں۔

**فانما یدل کو ن التعجیل فی الظهر اشد من التعجیل فی العصر لا علی استحباب تاخیر العصر.**

یعنی یہ روایات تو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ عصر کی بجائے ظہر کی نماز میں جلدی کرتے تھے۔ اس سے نماز عصر کو تاخیر سے پڑھنے کا استحباب ثابت نہیں ہوتا، (التعلیق الممجد ص ۴۶)۔

مولانا انور شاہ کاشمیری حنفی دیوبندی فرماتے ہیں کہ

**ان حدیث الباب ظاهره مبهم والتاخیر امر اضافی ولا لفاظ الاضافیة لایکاد ینفصل بها الامر**

یعنی اس کا مفہوم مبھم ہے۔ اور تاخیر امر اضافی ہے، اور الفاظ اضافیہ سے کسی چیز کا حکم مستنبط نہیں کیا جا سکتا، بحوالہ معارف السنن ص ۱۷ ج ۲

## چوتھی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھیں۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۲۔

الجواب: اولاً، تاخیر کا معنی کس لغت کی کتاب میں لکھا ہے کہ ظہر ذو مثل تک اور عصر کا اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وضاحت کیجئے۔

ثانیاً۔ امام بیہقی نے آگے (السنن الکبری ص ۴۴۳ ج ۱) میں اس روایت پر جرح کر کے ضعیف ثابت کیا تھا اسے آپ بد دیانتی سے ہضم کر گئے ہیں، واضح رہے کہ اس کی سند میں عبدالواحد بن نافع الکلاعی راوی ہے، امام ابن حبان اور امام حاکم اور ابونعیم فرماتے ہیں کہ یہ اہل شام سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اس کا ذکر جائز نہیں مگر قدح کے طور پر امام ابن قطان فرماتے ہیں مجہول الحال ہے، (میزان الاعتدال ص ۶۷۲ ج ۲ ولسان المیزان ص ۷۹ ج ۴) مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی مرحوم نے (التعلیق الممجد ص ۴۶) میں اور علامہ زیلعی نے (نصب الرایہ ص ۲۴۵ ج ۱) میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

مولانا تقی عثمانی کا یہ کہنا کہ معدلین کی تعداد جارحین سے زیادہ ہے درس (ترمذی ص ۴۱۰) غلط بیانی ہے کسی محدث سے اس کی توثیق منقول نہیں کوئی ادنیٰ کلمہ توثیق بھی راقم کو کتب رجال سے عبدالواحد کے متعلق نہیں ملا، یہ سب تقلیدی آفات ہیں کہ اپنے مؤقف کی پاسداری کے لئے جھوٹ بولا جا رہا ہے۔

## پانچویں دلیل

فرماتے ہیں:

(مصنف عبدالرزاق ص ۵۴۰ ج ۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور شاگرد ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۲۔

الجواب: اولاً، تاخیر کے متعلق بتایا جا چکا ہے کہ حنفی حضرات کا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔

ثانیاً۔ یہ تابعین کا عمل ہے جو حدیث نبوی کا معارض نہیں ہو سکتا۔

ثالثاً۔ اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس ہیں علامہ ذھبی فرماتے ہیں، (یدلس عن الضعفاء) یعنی ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے ہیں (میزان ص ۱۶۹ ج ۲) دوسرا راوی الاعمش ہے۔ یہ بھی مدلس ہے، تقریب اور زیر بحث روایت معنعن ہے جس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

## چھٹی دلیل

فرماتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲۷ ج ۱) میں ہے کہ سوار بن شبیب کہتے ہیں کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ عصر کو اتنا مؤخر کر کے پڑھتے تھے کہ میں یہ خیال کرتا تھا شاید سورج زرد ہو گیا ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۲۔

الجواب: اولاً، یہ روایت آپ کے بھی خلاف ہے، روایت کے الفاظ ہیں حتی اقول قد اصفرت الشمس، یہاں تک کہ میں کہتا کہ سورج زرد ہو گیا ہے اور یہ وقت بالاتفاق مکروہ ہے۔ مفتی خیر المدارس ملتان دیوبندی فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ عصر کا مکروہ وقت آفتاب کے متغیر ہونے سے شروع ہو جاتا ہے (خیر الفتاویٰ ص ۱۹۵ ج ۲)

اسی وجہ سے ماسٹر امین نے تقلیدی ہاتھ کی صفائی سے روایت کا معنی غلط کیا ہے۔ روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنی ہو، میں یہ خیال کرتا تھا شاید یہ ماسٹر امین کا کذب وافترا اور دجل وفریب ہے۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں عمرو بن عبداللہ بن یعلیٰ بن منیۃ، راوی ہے۔ امام احمد امام ابن معین، امام ابو حاتم امام نسائی منکر الحدیث کہتے ہیں امام جریر فرماتے ہیں شراب پیتا تھا، امام دارقطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ (تہذیب ص ۷۱ ج ۸، و میزان ص ۲۱۱ ج ۳، وابن عدی ص ۱۶۹۲ ج ۵) الغرض یہ روایت ضعیف ہے۔

## ساتویں دلیل

فرماتے ہیں (ابو داود ص ۵۹ ج ۱، ابن ماجہ ص ۴۸) میں ہے کہ علی بن شیبان کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آپ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھتے تھے جب تک سورج سفید اور صاف ہو جاتا تھا۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۲۔

الجواب: اولاً، مؤخر سے آپ کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

ثانیاً۔ روایت کے الفاظ نقیہ کے ہیں۔ اور ان کا معنی چمکنا ہوتا ہے، صاف نہیں جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے۔

ثالثاً۔ اس کی سند میں یزید بن عبدالرحمٰن راوی مجہول ہے، (تقریب ص ۳۸۳) علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف ابو داود ص ۴۰)، واضح رہے کہ یہ روایت ابن ماجہ میں نہیں۔ یہ آپ کی زبانی ہے۔

رابعاً۔ صحیح صریح احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم میں سے کوئی اپنے گھر لوٹتا تو سورج چمکتا ہوتا تھا، (بخاری ص ۷۸ ج ۱، و مسلم ص ۲۳۰ ج ۱)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم میں سے کوئی عوالی مدینہ میں جاتا تو سورج بلند ہوتا تھا۔ اور عوالی مدینہ سے چار میل ہے۔ (بخاری ص ۷۸ ج ۱، و مسلم ص ۲۲۵ ج ۱)

(۳) حضرت رافع خدیج رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اونٹ کو ذبح کر کے،

غروب آفتاب سے پہلے پکار کر کھالیا کرتے تھے۔ (بخاری ص ۳۳۸ ج ا و مسلم ص ۲۲۵ ج ا)۔

## آٹھویں دلیل

فرماتے ہیں کہ (مصنف عبدالرزاق ص ۵۴۰ ج ا) میں ہے کہ ابراہیم نخعی کہتے ہیں تم سے پہلے لوگ ظہر کی نماز کو تمہاری بہ نسبت جلدی پڑھتے تھے اور عصر کی نماز کو تم سے زیادہ مؤخر کرتے تھے، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۳۔

الجواب: اولاً، پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ تاخیر سے آپ کا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں سفیان ثوری ہیں جو مدلس ہیں۔ (میزان ص ۱۶۹ ج ۲) اور روایت میں تحدیث نہیں صیغہ عن سے مروی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔

ثالثاً۔ یہ تابعی کا قول ہے جو مرفوع حدیث کا معارض نہیں ہو سکتا۔

## کبھی اپنا بنا لیا کبھی بیگانا

فرماتے ہیں حدیث جبرئیل حکیم صاحب نے ص ۲۴۴ پر نقل کی ہے مگر نقل کرنے میں کئی خیانتیں کی ہیں (۱) حدیث آدھی نقل کی ہے (۲) اس حدیث کی سند میں راوی عبدالرحمٰن بن الحارث ضعیف ہے۔ (میزان ص ۵۵۴ ج ۲) مگر حکیم صاحب نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۳۔

(۱) اس حدیث کو آپ نے بھی ص ۶۹ پر بیان کیا ہے مگر آپ کو تو آدھی بیان کرنے کی بھی توفیق نہیں ملی۔ صرف ایک ٹکڑے کو نقل کیا ہے۔

(۲) اگر عبدالرحمٰن کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے تو آپ نے بھی استدلال تو کیا ہے مگر اس کا ذکر نہیں کیا جو چیز حکیم صاحب کے لئے خیانت ہے وہ آپ کے لئے امانت داری ہے۔

## پیر جی سید مشتاق علی شاہ

اوقات نماز کی بحث تحریر کرنے کے بعد ماسٹر جی نے ہمت ہار دی ہے۔ اور ان کے مرید جو اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ پیر جی کا لاحقہ ضرور کرتے ہیں) سید مشتاق علی میدان میں کود پڑے ہیں۔ اور ص ۸۴ تا ۱۵۲ آخر کتاب تک انہوں نے باقی ماندہ مسائل کا جواب لکھا ہے۔ کہیں علماء دیوبند کے فتاویٰ نقل کئے ہیں تو کہیں رجم الغیب یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ مسئلہ حکیم صاحب نے ظفر المبین سے لیا ہے۔ اور ظفر المبین کا جواب علماء دیوبند کی طرف سے فتح المبین کے نام سے دیا گیا ہے۔ اس میں مسئلہ کی تفصیل دیکھیں۔ بلاشبہ ظفر المبین کا جواب فتح المبین کے نام سے دیا گیا تھا مگر فتح المبین کا جواب، الکلام المتین فی اظہار تلبیسات المقلدین کے نام سے مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی مرحوم نے لکھا تھا، جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کا جواب پوری ذریت احناف پر تا حال ادھار ہے۔ اگر محض اتنا ہی کافی ہوتا تو

فلاں فلاں کتاب کی مراجعت کرو تو صرف، الکلام المتین کا نام ہی کافی وشافی تھا، مگر ہم پیر جی کے دلائل جو تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں ان کا ترتیب وار جواب تحریر کرتے ہیں تا کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ **واللہ یھدی من یشاء۔**

## دو نمازوں کا جمع کرنا

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۱۰ پر دو نمازوں کا جمع کر کے پڑھنا صحیح و صریح حدیث سے بیان کیا تھا، پھر حدیث سے فقہ حنفی کا اختلاف بیان کیا تھا۔ اس کا پیر جی رد تحریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فقہ کا مسئلہ تو خود بخاری و مسلم کی حدیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرت ﷺ کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا، مگر دو نمازیں مغرب اور عشاء حج کے موقعہ پر اور اس دن آپؐ نے فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے ادا فرمائی۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۵۔

**الجواب:** اولاً، یہ حدیث تو حنفیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ حج کے موقعہ پر عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے تو آپ بھی قائل ہیں، پیر صاحب نے اس اعتراض سے جان چھڑانے کی غرض متن روایت میں ہی تحریف کر دی اور اپنی طرف سے حج کے موقعہ پر کے الفاظ بڑھا دیئے۔ حالانکہ (بخاری رقم الحدیث ۱۶۸۲ و مسلم رقم الحدیث ۳۱۱۶) میں روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو ہے مگر حج کا اس میں ذکر نہیں۔

ثانیاً۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی دید بیان کرتے ہیں نبی مکرم ﷺ سے اس کی نفی نقل نہیں کرتے، جبکہ متعدد صحابہ کرام سے جمع بین الصلاۃ کی حدیث مروی ہے مثلاً۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، (بخاری ص ۴۲۱ ج ۱ و مسلم ص ۲۴۵ ج ۱)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، (بخاری رقم الحدیث ۱۱۰۷)

(۳) حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ، (بخاری ص ۴۷ ج ۱ و مسلم ص ۱۹۶ ج ۱)

(۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، (ابو دود ص ۱۷۲ ج ۱ و ترمذی مع تحفہ ص ۳۸۶ ج ۱ و مسند احمد ص ۲۲۹ ج ۵ و بیھقی ص ۱۶۳ ج ۳)۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، (بخاری ص ۱۵۰ ج ۱ و مسلم ص ۲۴۵ ج ۱)۔

اس کے علاوہ بھی جمع بین الصلاتین کی احادیث مروی ہیں جن کی تعداد چودہ ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان کی اپنی دید کا بیان ہے جبکہ دیگر صحابہ کرام سے جمع بین الصلاتین کا اثبات ہوتا ہے۔ اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ ثبوت نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ مولانا سرفراز خان صفدر حنفی دیوبندی فرماتے ہیں اور یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ (احسن الکلام ص ۲۵۹ ج ۱)

## ایک نئی دریافت

پیر صاحب فرماتے ہیں:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے، وقت پر، جب نماز وقت پر فرض ہوتی ہے اور وقت سے پہلے فرض ہی نہیں تو ادا کیسے ہوگی۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۵۔

الجواب: اولاً، جمع اگر دو نمازوں کا جمع کرنا۔ اس آیت کی رو سے غلط ہے اور نماز ادا ہی نہیں ہوتی تو حنفی حج میں جمع تقدیم اور جمع تاخیر کر کے کیوں نمازیں پڑھتے ہیں۔ فما کان جوابکم فھو جوابنا۔

ثانیاً۔ آپ کے استدلال کو اگر تسلیم کر جائے تو تب بھی جمع تاخیر جائز ثابت ہوگی کیونکہ وہ نماز فرض ہونے کے بعد ہی ادا ہوئی حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں۔

ثالثاً۔ قرآن نے نماز کو کتابا موقوتاً فرمایا مگر موقوتا (وقت) کی تفصیل بیان نہیں کی یہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے عمل سے تفسیر کی ہے، اور نبی ﷺ نے جس طرح سفر و حضر میں کتاباً موقوتا کی عملی تفسیر پیش کی ہے وہ ہی کتابا موقوتا ہے۔

لہٰذا آپ کسی نص سے سفر میں، جمع بین الصلاتین کو موقوتا سے خارج ثابت کریں، ورنہ آپ کے زبانی دعوٰی کو کون سنتا ہے، جو عمل نبوی علیہ التحیۃ والسلام کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

## قرآن میں معنوی تحریف

فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطی، پابندی کرو نمازوں کی یعنی ان کے وقتوں میں پڑھو، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۶۔

الجواب: اولاً، آپ نے جو متن ترجمہ میں یعنی ان کے وقتوں میں پڑھو کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے یہ قرآن پر افترا ہے اور حفاظت کا معنی وقت کسی لغت میں نہیں لکھا۔

ثانیاً۔ اگر دو نمازوں کا جمع کرنا حفاظت کے منافی ہے تو آپ حج کے موقعہ پر حفاظت کی مخالفت کرتے ہیں، فما کان جوابکم فھو جوابنا۔

## مفہوم القرآن وسعت میں تنگی کا مظاہرہ

فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف

یلقون غیا۔ پھر ہوئے ایسے ناخلف جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا (یعنی وقت سے بے وقت پڑھ کر) اور اپنی شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے۔ عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۶۔

الجواب: اولاً، اضاعوا میں فقط وقت ہی نہیں بلکہ نماز کی تمام شرائط وارکان شامل ہیں۔ مگر آپ اسے صرف وقت سے مخصوص کرتے ہیں حالانکہ اضاعوا بمعنی وقت کسی لغت میں نہیں لکھا، الغرض نماز کا جو بھی رکن سنت کے خلاف ہے وہ اضاعوا میں شامل ہے۔ اور حنفیوں کی نماز جس قدر سنت کے مخالف ہے۔ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی فرقوں میں سے کسی کی بھی نہیں۔

ثانیاً۔ نماز کے متعلق جو چیز سنت سے ثابت ہے وہ اضاعوا میں شامل نہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ نبی مکرم ﷺ کی نماز بھی ضائع تھی اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ سے دو نمازوں کا جمع کرنا ثابت ہے۔

ثالثاً۔ اگر سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا اس کا ضائع ہونا ہے تو یہ آپ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ حج میں آپ بھی اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فما کان جوابکم فھو جوابنا۔

## تفسیر بالرائے کا ایک مزید نمونہ

فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون، تباہی اور بربادی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، پس جو شخص ظہر کا سارا وقت نماز سے غافل رہا اور اسے عصر کے وقت میں پڑھا یا مغرب کا سارا وقت غافل رہا نماز ادا نہ کی اور عشاء کے وقت میں اسے پڑھا وہ بھی اس آیت کا مصداق ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۶

الجواب: اولاً، بجا فرمایا ہے جناب نے غور کیجئے اس میں آپ نے اپنے ہی مذہب پر تیر چلائے ہیں۔ کیونکہ حنفی ہی عموماً ظہر کو اتنا لیٹ کرتے ہیں کہ اس کا وقت مثل اول نکل جاتا ہے اور دوسری مثل میں اسے ادا کرتے ہیں جو نماز عصر کا وقت ہے، پھر حج کے موقعہ پر حنفی بھی نماز مغرب کو اتنا لیٹ کرتے ہیں کہ اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور نماز عشاء کا وقت شروع ہونے انہیں جمع کر کے پڑھتے ہیں، قدروی ص ۵۹، خلاصہ کلام یہ کہ جو مفہوم آپ نے بیان کیا ہے اگر وہی ہے تو اس کے حنفی بھی مرتکب ہیں۔

فما کان جوابکم فھو جوابنا

ثانیاً۔ نماز کے معاملہ میں جو چیز سنت سے ثابت ہے وہ ساھون میں شامل نہیں اور سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا سنت سے ثابت ہے لہٰذا ساھون میں داخل نہیں۔

## حدیث نبوی علیہ السلام سے استدلال

فرماتے ہیں: حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیند میں تفریط نہیں ہے۔ تفریط تو یہ ہے کہ آدمی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۷

الجواب: اولاً، اگر دو نمازوں کو جمع کرنا اس حدیث کی مخالفت ہے تو یہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کرنے کی ممانعت پر بھی دلیل ہے جیسا کہ علامہ سندھی حنفی مرحوم نے صراحت کی ہے۔ (بحوالہ فتح الملہم ص ۲۴۲ ج ۲)

ثانیاً۔ تفریط وہ ہے جو بلا عذر شرعی اور بلا رخصت نبوی ہو، جو چیز سنت سے ثابت ہو وہ تفریط میں شامل نہیں ہے۔ جیسا کہ خود حنفیہ کے نزدیک بھی حج کے موقعہ پر نمازیں جمع کرنا جائز ہے۔

## کیا یہ گناہ کبیرہ ہے

فرماتے ہیں: امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم سے ثقہ راویوں نے علاء بن الحارث سے انہوں ...... سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری دنیا کو یہ لکھ بھیجا اور ان کو ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ موطا امام محمد، حضرت فاروق اعظم کے اس حکم پر کسی نے انکار نہیں کیا گویا یہ مسئلہ امت میں اجماعی حیثیت رکھتا تھا لیکن نواب وحید الزمان غیر مقلد لکھتا ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں بلا عذر بھی جمع کر کے پڑھنا ہم اہل حدیثوں کی علامت ہے، سبحان اللہ، اس مذہب کی علامت ہی کبیرہ گناہوں سے بنتی ہیں۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۷

الجواب: اولاً، رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام تابعین عظام، آئمہ اربعہ میں سے تین امام سفر میں نمازیں جمع کرتے رہے۔ جیسے مؤلف، ایک نظر، امام محمد کی ایک روایت کی بنا کر گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار دے رہا ہے۔ یہ وہی امام محمد ہے جو آئمہ محدثین کے نزدیک سیئی الحفظ متروک اور غیر ثقہ ہے۔ جسے ان کے ساتھی قاضی ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ (ابن عدی ص ۲۱۸۳ ج ۵ و لسان المیزان ص ۱۲۲ ج ۵)

پھر ایسے راوی نے جو سند بیان کی ہے وہ بھی قابل دید ہے کہ اخبر نا بذلک الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول، یہ خبر دی ہے یہ کون سے ثقہ راوی تھے جن کا نام لینا امام محمد نے پسند نہیں کیا، الغرض یہ روایت من گھڑت اور باطل ہے۔

ثانیاً۔ اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے نمازیں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے تو پوری دنیا کے حنفی بھی اس کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ حج کے موقعہ پر یہ بھی جمع بین الصلاتین کرتے ہیں۔

ثالثاً۔ پیر جی کی عبارت میں جہاں نقاط ہیں یہ ہم نے لگائے ہیں، اصل کتاب ایک نظر میں یہاں پر بیاض

ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر جی نے کتابت کے بعد یا پہلی اشاعت کے بعد کسی ایڈیشن میں مکحول کا نام کاٹ دیا ہے اس کے کاٹنے کی وجہ کیا تھی یہ بھی قارئین کرام کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے بارے حدیث آتی ہے اور اس کی سند میں امام مکحول ہیں، (ابو داود مع عون ص ۳۰۴ ج ا وغیرہ)۔

اس حدیث سے انکار بوجہ مکحول کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، (احسن الکلام ص ۹۶ ج ۲)

اس جرح کے جواب تو یہ موقعہ نہیں باذوق حضرت، (توضیح الکلام ص ۳۲۳ ج ۱) کی مراجعت کریں سر دست ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پیر جی نے یہ بیاض بددیانتی سے کیا ہے تا کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جو دیوبند کی کوئی جرح میں ضعیف ہے۔

رابعاً۔ یہ روایت مکحول نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور امام ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ مکحول کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے، (بحوالہ مراسیل ابن ابی حاتم ص ۲۱۳ تہذیب ص ۲۹۲ ج ۱۰)

جس روایت میں ایک راوی سئی الحفظ ہو، بیان بھی مبہم راوی سے کرتا ہو، دوسرا راوی خود فریق مخالف کے نزدیک نا قابل حجت ہو، پھر اس کا طریق بھی مرسل ہو، علاوہ ازیں وہ صحیح وصریح مرفوع احادیث کے معارض ومخالف بھی ہو، اس کے باطل ومردود ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ مگر قربان جایئے پیر جی کی فقاہت پر کہ ایسی من گھڑت اور باطل روایت کو بنیاد بنا کر اسی فی صدامت مرحومہ پر گناہ کبیرہ، کا فتویٰ صادر کر رہے ہیں۔ شرم ہے نہ حیا۔

## مرد وعورت کی نماز کا امتیاز

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۲۱۲ پر دلائل و براہین سے ثابت کیا تھا کہ مرد وعورت کی نماز کا کوئی فرق نہیں، پھر احادیث کا فقہ حنفی سے تقابل کرتے ہوئے بتایا تھا کہ فقہ کا یہ مسئلہ غلط ہے، پیر جی نے اس کا جواب بھی تحریر کیا ہے، پہلے تو ادھر ادھر کی فضول بھرتی کی ہے آخر دلائل نقل کرتے ہیں جن کی حقیقت حسب ذیل ہے۔

## پہلی دلیل

فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنا گوشت (جسم) زمین کے ساتھ چمٹا دو کیونکہ عورت اس (نماز) میں مرد کی مثل نہیں، (رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۸۹ و ۹۰

الجواب: اولاً، یہ روایت مرسل ہے کیونکہ نبی ﷺ سے بیان کرنے والے راوی یزید بن ابی حبیب ہیں۔ مراسیل ابوداؤد ص ۸) اور یہ صغیر تابعی ہیں، تقریب۔ اور مرسل روایت آئمہ محدثین کے نزدیک ضعیف روایت کی ایک قسم ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں۔

والمرسل من الروایات فی اهل قولنا و قول اهل العلم بالاخبار لیس بحجة

یعنی مرسل روایات ہمارے اور احادیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

(مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۲)

اس پر مزید تفصیل کے لئے، دین الحق ص ۶۵ ج ۱ کی مراجعت کریں۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں ایک راوی سالم بن غیلان، ہے (بیہقی ص ۲۲۳ ج ۲) یہ مختلف فیہ ہے بعض نے اسے لاباس بہ کہا ہے، امام دار قطنی نے متروک قرار دیا ہے، میزان ص ۱۱۳ ج ۲ خلاصہ کلام یہ کہ یہ روایت بوجہ مرسل ضعیف ہے۔

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنے رانوں پر رکھے اور جتنا زیادہ ستر ہو سکے کرے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۰

الجواب: اولاً، اس کی سند میں ابو مطیع بلخی (حکم بن عبداللہ) راوی ہے۔ (بیہقی ص ۲۲۳ ج ۲ و ابن عدی ص ۶۳۱ ج ۲) امام بخاری، امام یحیٰی بن معین، امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے، امام احمد فرماتے ہیں کسی کے لائق نہیں اس سے روایت کرے، امام ابن حبان فرماتے ہیں مرجیہ کا سرکردہ تھا، اور سنت سے بغض رکھتا تھا، امام ابو حاتم فرماتے ہیں کذاب ہے، ابن سعد فرماتے ہیں ضعیف اور مرجی ہے جوزقانی فرماتے ہیں احادیث وضع کرتا تھا۔

(میزان ص ۵۷۴ ج ۱ و لسان ص ۳۳۵ ج ۲) علامہ محمد طاہر حنفی فرماتے ہیں، کذاب ہے۔

قانون الموضوعات والضعفاء ص ۲۵۱

الغرض یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

## تیسری دلیل

فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے آخری عمر میں حضرت وائل کو جب نماز سکھائی تو حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت چھاتیوں تک، (رواہ الطبرانی)۔
سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۱

الجواب: اس کی سند میں میمونہ بنت حجر اور ام یحییٰ بنت عبدالجبار، دو راویہ ہیں، (طبرانی کبیر ص ۱۶ ج ۲۲) یہ دونوں ہی مجہول ہیں، علامہ ھیثمی فرماتے ہیں کہ ولم اعرفھا انہیں میں نہیں جانتا، (مجمع الزوائد ص ۱۰۳ ج ۲ و ص ۳۷۴ ج ۹)

الغرض یہ روایت ان دو مجہول راویہ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ افسوس آپ کے معتمد مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں اسے مجمع الزوائد سے نقل تو کیا مگر جرح کو بلا ڈکار ھضم کر کے، انا للہ وانا الیہ راجعون

## چوتھی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا کہ عورتیں عہد رسالت میں نماز کیسے پڑھتی تھیں فرمایا۔ وہ چار زانو بیٹھتی تھیں، پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھیں۔ (جامع المسانید ص ۴۰۰ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۱۔

الجواب: اولاً، اس کی سند میں ابو حنیفہ ضعیف ہیں (میزان ص ۲۶۵ ج ۴) سفیان ثوری مدلس ہیں (میزان ص ۱۶۹ ج ۲) اور روایت بھی معنعن ہے تیسرا راوی ابراہیم بن مہدی ہے۔ اگر یہ ابلی ہے تو کذاب ہے امام ازدی فرماتے ہیں وضع احادیث میں مشہور ہے اس سے روایت لینا جائز نہیں (تہذیب ص ۱۴۸ ج ۱)

ثانیاً۔ جامع المسانید میں اسے مسند ابو محمد الحارثی سے نقل کیا گیا ہے یہ کذاب ہے امام ابن جوزی، ابو سعید اور احمد سلیمان فرماتے ہیں احادیث کو وضع کرتا تھا، ان کے علاوہ متعدد اہل علم نے ضعیف و متروک کہا ہے۔ (لسان المیزان ص ۳۴۹ ج ۳) الغرض یہ روایت ہر لحاظ سے باطل و مردود ہے۔

## پانچویں دلیل

فرماتے ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اسکو سمٹ کر سجدہ کرنا چاہئے۔ اور سارے جسم کو ملا کر سجدہ کرنا چاہئے۔

وجہ استدلال میں فرماتے ہیں دیکھئے اس طرح سجدہ کرنا مرد کے لئے بالاتفاق مکروہ ہے مگر عورت کے ستر کا اہتمام اسی میں زائد تھا اس لئے یہ حکم دیا گیا۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۲

الجواب: اس کی سند میں الحارث الاعور راوی ہے۔ (بیہقی ص ۲۲۲ ص ۲۲ ج ۲ و مصنف ابن ابی شیبہ

ص ۲۶۹ ج ۱) یہ خبیث العقیدہ رافضی تھا۔

امام شعبی، امام علی بن مدینی وغیرہ نے کذاب کہا ہے۔ امام جریر نے مردود قرار دیا ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں ۔غالی شیعہ اور واہی الحدیث ہے، (تہذیب ص ۱۲۶ ج ۲)۔

دوسرا راوی عمرو بن عبداللہ ابو اسحاق ہے جو تدلیس میں معروف ہے، (طبقات المدلیسن ص ۴۲)، اور روایت میں بھی معنعن ہے، جس روایت میں ایک راوی کذاب ہو دوسرا زبردست مدلس ہو، اس کے باطل ہونے میں کیا شک ہے۔

## رسول اللہ ﷺ پر افترا

فرماتے ہیں:

اسی طرح آئمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ بندھے اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آگیا لا نہ استرلھا کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۲۔

## تبصرہ

(۱) اس نالائق کو اتنا بھی علم نہیں کہ آئمہ اربعہ کے اتفاق کا نام اجماع نہیں بلکہ پوری امت مرحومہ کے اتحاد کا نام اجماع ہے۔ ویسے آئمہ اربعہ کا اتحاد باور کرانا بھی مؤلف کا خبط ہے۔

ثانیاً۔ جو الفاظ لانہ استرلھا تحریر کر کے حدیث قرار دیا ہے یہ بدترین جھوٹ ہے کسی حدیث میں یہ الفاظ مروی نہیں۔ جو اس کا مدعی ہے وہ کتب حدیث سے اس کی سند بیان کرے ویسے ہمارا برادرانہ مشورہ ہے کہ اس سے توبہ کر کے تجدید ایمان کر لیں۔ واضح رہے کہ فقہا احناف نے مرد و عورت کے ہاتھ باندھنے کی جگہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عورت سینہ پر باندھے، **لانہ استرلھا**، دیکھئے (البحر الرائق ص ۳۰۳ ج ۱، وفتاوی شامی ص ۴۸۷ ج ۱، وحلبی کبیرہ ص ۳۰۱ و نور الایضاح ص ۲۵۹ و بنایۃ و طحاوی بحوالہ السعایہ ص ۱۵۶ ج ۲، و شرح نقایہ ص ۷۳ ج ۱، و نماز مسنون ص ۳۲۰ وغیرھم) مگر افسوس پیر جی نے سید کہلا کر فقہاء احناف کے قول کو نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کا فرمان قرار دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## مسائل وتر

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۲۱۴ پر ایک وتر صحیح و صریح احادیث سے ثابت کر کے پھر فقہاء احناف کا اختلاف بیان کیا تھا، پیر صاحب نے اس مسئلہ کا جواب بھی تحریر کیا ہے اور درمیان میں وتر کے کئی اور مسائل کو بھی زیر بحث لایا ہے مثلاً وجوب وتر، رکعات وتر، اور اس کے پڑھنے کا طریقہ، مگر ایک رکعت وتر کی احادیث کا جواب نہیں دیا۔ دراصل پیر جی مسئلہ کی نوعیت سے کماحقہ واقف ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ خلط مبحث کر کے اپنے

قارئین کرام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں بہرحال آیئے ترتیب وار پیر صاحب کے دلائل کا حال ملاحظہ کریں تا کہ حق واضح ہو جائے۔

## وجوب وتر کے دلائل

فرماتے ہیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ان الله امركم بصلوٰة هی خير لكم من حمر النعم وهی الوتر فجعلها لكم فيما بين صلوٰة العشاء الى صلو الفجر. (مستدرك حاكم ص ۳۰۶ ج ۱)

حاکم وذھبی نے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک زائد نماز عطا کی ہے جو کہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اور وہ نماز وتر ہے۔ پس اس نے تمہارے لئے اسے عشاء اور فجر کی نماز کے درمیان رکھا ہے۔

(۱) یہ حدیث حضرت خارجہ بن حزافہ حاکم (۲) حضرت ابوسعید خدری طبرانی (۳) حضرت عمرو بن العاص (۴) حضرت عبداللہ بن عباس دارقطنی (۵) حضرت عمرو بن شعیب دارقطنی (۶) حضرت عقبہ بن عامر طبرانی (۷) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ خلافیات بیہقی (۸) حضرت عبداللہ بن عمر، دارقطنی فی غرائب مالک سے مروی ہے۔ اس لے قاضی ابوزید فرماتے ہیں، (وهو حديث مشهور عمدة القارى ص ۴۱۳ ج ۳)، اس مشہور حدیث سے وتر کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ زیادتی اس جنس میں ہوتی ہے مثلاً کہا جائے کہ اس سکول میں ایک استاد بڑھا دیا گیا تو وہ استاد ہی شمار ہوگا اسی طرح فرائض میں ایک نماز کا بڑھانا اس کے فرض ہونے کی دلیل ہے، لیکن اس کا ثبوت فرائض کی طرح متواتر نہیں اس لئے اس کو واجب کہا گیا، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۴ تا ۱۰۵،

الجواب: اولاً، آپ نے جس دلیل سے وتر کا وجوب ثابت کیا ہے اس سے تو اس کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے افسوس آپ نے اس بات کا اقرار کر کے پھر بہانے سے انکار کر دیا ہے۔

ثانیاً۔ ان اللہ امرکم سے آپ نے وجوب ثابت کیا ہے کہ زیادتی جنس میں ہوتی ہے، حالانکہ یہ آپ کا محض دعویٰ ہے جو بلا دلیل ہے۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ۔

**ان الله عزوجل زادكم صلوٰة الى صلوتكم هی خير لكم من حمر النعم الا وهی الركعتان قبل صلوٰة الفجر.**

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک زائد نماز عطا کی ہے، جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ آگاہ رہو وہ نماز فجر سے پہلے کی دو رکعت ہیں۔ (بيهقى ص ۴۶۹ ج ۲)

علامہ زیلعی حنفی نے، نصب الرایہ ص ۱۱۲ ج ۲ میں اور علامہ ظفر احمد تھانوی نے، (اعلاء السنن ص ۸ ج ۶) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

آپ نے جس طرح وتر کو واجب ثابت کیا ہے اس سے تو صبح کی سنتیں بھی واجب ثابت ہوتی ہیں حالانکہ حنفی بھی ان کے وجوب کے قائل نہیں۔

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں:

خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، **الوتر حق واجب علی کل مسلم،** (رواہ ابن حبان و صححہ، فتح الباری ص ۴۰۰ ج ۲) وتر لازم اور واجب ہے۔ ہر مسلمان پر

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۵

الجواب: اولاً، آپ نے غلط بیانی کی ہے آپ کے درج کردہ الفاظ فتح الباری میں قطعاً نہیں بلکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص ۳۸۵ ج ۲ باب ماجاء فی الوتر، میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ، الوتر حق کے ذکر کئے ہیں، آگے واجب کا لفظ نہیں۔ اور امام ابن حبان نے بھی (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۴۰۲، ۲۴۰۳) میں بھی واجب کا لفظ نہیں ہے۔

ثانیاً۔ اس حدیث کے پورے الفاظ وجوب وتر کی نفی کرتے ہیں مکمل حدیث اس طرح ہے کہ

**الوتر حق علی مسلم من احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحد فلیفعل**

یعنی وتر ہر مسلمان پر لازم ہیں۔ جو پانچ پڑھنا پسند کرتا ہے وہ پانچ ہی پڑھے، جو تین پڑھنا پسند کرتا ہے وہ تین ہی ادا کرے۔ اور جو ایک رکعت وتر پڑھنا چاہتا ہے وہ ایک پڑھے۔

(ابو دائود ص ۲۰۱ ج۱' و نسائی ص ۲۰۲ ج۱' وابن ماجہ ص ۸۴' وابن حبان ص ۶۳ ج۵' و مستدرك حاکم ص ۳۰۳ ج۱' و مسند احمد ص ۴۱۸ ج۵' ودارقطنی ص ۲۲ ج۲' وطحاوی ص ۲۰۰' ج۱' وبیهقی ص ۲۳ ج۳)

یہ حدیث اپنے معنیٰ و مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ وتر واجب نہیں، کیونکہ وجوب میں کمی بیشی نہیں ہوتی جبکہ اس حدیث میں ایک مسلمان کے دلی لگاؤ کی وجہ سے کمی و بیشی کی اجازت ہے۔

ثالثاً۔ رہا حق کے لفظ سے وجوب ثابت کرنا تو یہ سینہ زوری ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

**علی کل مسلم حق ان یغتسل فی کل سبعة ایام یوم،** یعنی ہر مسلمان پر جمعہ کا غسل حق (لازم) ہے، (بخاری ص ۱۲۳ ج۱' و مسلم ص ۴۸۰ ج۱) ان الفاظ کا مفاد تو یہ ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے بلکہ حدیث صحیح

صریح متفق علیہ میں یہ لفظ بھی موجود ہے۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
**غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم،** یعنی ہر بالغ (مسلمان) پر جمعہ (کے روز) غسل کرنا واجب ہے۔(بخاری ص ۱۲۰و۱۲۱ج ا'و مسلم ص ۲۸۰ ج ۱)
دیکھئے حق کے ساتھ واجب کا لفظ بھی موجود ہے مگر تمام حنفی غسل جمعہ کو واجب نہیں سنت غیر مؤکدہ قرار دیتے ہیں اور اس کا معنی ثابت ولازم کرتے ہیں (مرقاۃ ص ۹۲ ج ۲)
ہٹ دھرمی دیکھتے جانا کہ جس حدیث میں حق اور واجب کا لفظ ہے اسے تو واجب تسلیم نہیں کرتے اور جس حدیث میں واجب کا لفظ نہیں۔ اس میں اپنی طرف سے بددیانتی کرتے ہوئے واجب کا اضافہ کرتے ہوئے دلیل بنا لیتے ہیں۔ **فانا للہ و انا الیہ راجعون.**

## تیسری دلیل

فرماتے ہیں:
حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے الوتر حق (امر ثابت ولازم) ہے لہٰذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں، وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں، وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں اس کو حاکم اور ذھبی نے صحیح کہا ہے، ص ۳۰۶ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۵
الجواب: اولاً، امام حاکم نے تو صحیح کہا ہے مگر علامہ ذھبی نے اس کی تردید کی ہے۔(تلخیص مستدرك ص ۳۰۵ ج ۱) میں فرماتے ہیں۔ ابومنیب عبیداللہ بن عبداللہ کو امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ لہٰذا علامہ ذھبی کی طرف تصحیح منسوب کرنا آپ کا سولہ آنے جھوٹ اور سو فی صد فراڈ ہے۔
ثانیاً۔ اس کی سند میں ابومنیب عبیداللہ بن عبداللہ عتکی راوی ہے۔(ابو دائود ص ۲۰۱ ج ا' و مستدرك حاکم ص ۳۰۵ ج ا' و بیهقی ص ۴۷۰ ج ۲'و مسند احمد ص ۳۵۷ ج ۵)
امام عقیلی فرماتے ہیں کہ اس کی روایات میں اس کا کوئی بھی متابع نہیں، (الضعفاء الکبیر ص ۱۳۱ ج ۳)، امام ابن حبان فرماتے ہیں ثقات سے مغلوب روایات بیان کرنے میں منفرد ہے، (مجروحین ص ۶۴ ج ۲)، امام بیہقی فرماتے ہیں اس کی روایات سے احتجاج نہ کیا جائے امام نسائی ضعیف اور امام بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں، (تهذیب ص ۲۷ ج ۷و میزان ص ۱۱ ج ۳) علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل ص ۱۴۶ ج ۲(۴۱۷)

## چوتھی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، الوتر واجب علی کل مسلم، (رواہ البزار)، یعنی وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۵

الجواب: اس کی سند میں جابر الجعفی راوی ہے، (نصب الرایۃ ص ۱۱۳ ج ۲ و درایہ ص ۱۹۰ ج ۱) اور یہ کذاب ہے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔

میں نے جابر جعفی سے بڑا کوئی جھوٹا نہیں دیکھا، اس کے علاوہ متعدد آئمہ کرام نے اسے کذاب و متروک کہا ہے۔ خبیث العقیدہ تھا، غالی رافضی اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی رجعت کا قائل تھا، (میزان ص ۳۸۰ ج ۱)

# تین رکعت وتر کا ثبوت

## دلیل اول

فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں۔ اسی طرح تم رات کی نماز کو وتر بناؤ، ابن ابی شیبہ، احمد، علامہ عراقی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ (زرقانی شرح موطا ص ۲۳۳ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۵۔

الجواب: اولاً، آپ نے حدیث کے الفاظ میں معنوی تحریف کی ہے، حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا معنی، اس طرح ہو بلکہ الفاظ ہیں۔ فاوتروا صلاۃ اللیل، رات کی نماز کو طاق بناؤ، (طبرانی صغیر ص ۲۳۱ ج ۲ رقم الحدیث ۱۰۸۱ و مسند احمد ص ۳۰ و ۴۱ ج ۲) اور اس سے تہجد کی نماز مراد ہے۔ علامہ فتنی حنفی مرحوم فرماتے ہیں

**والمفهوم من احاديث الوتر ان جميع صلاة الليل وتر۔**

یعنی وتر کی احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ رات (تہجد) کی نماز طاق ہے۔ (مجمع بحار الانوار ص ۱۱ ج ۵)

آئمہ لغت، اوتروا کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

**امر بصلاة الوتر، هو ان يصلي مثنى مثنى ثم يصلي في آخر ها ركعة مفردة،**

نماز وتر کا حکم دیا ہے اور وہ اس طرح کہ نمازی دو دو رکعت پڑھے پھر آخر میں ایک رکعت اکیلی ادا کرے۔

(لسان العرب ص ۲۷۴ ج ۵ و تاج العروس ص ۵۹۸ ج ۳)۔

الغرض مذکورہ حدیث میں ایک رکعت وتر مراد ہے جو تہجد کی نماز کو طاق کر دیتا ہے۔

ثانیاً۔ آپ نے مذکورہ الفاظ کو ابن ابی شیبہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ حالانکہ (مصنف ص ۲۸۲ ج ۲)

میں صلوٰۃ المغرب وتر النہار کے الفاظ ہی ہیں، اگلے الفاظ نہیں۔ غالباً آپ نے کتاب کو اصل مراجع دیکھ کر تحریر نہیں کیا بلکہ رسائل سے مرتب کیا ہے۔

ثالثاً۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقصود قطعاً نہیں کہ

وتر نماز مغرب کی طرح ہیں جیسا کہ پیر صاحب، اسی طرح لکھ کر تاثر دے رہے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں وضاحت ہے کہ وتر کو نماز مغرب کی طرح ادا نہ کرو، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

**لا توتروا بثلاث تشبھوا بصلاۃ المغرب.**

تین وتر مغرب کی نماز کے مشابہ ادا نہ کرو۔ (مستدرك حاكم ص ۳۰۴ ج اُو دارقطنی ص ۲۵و ۲۷ ج ۲ وبیھقی ص ۳ ج ۳و ابن حبان رقم الحدیث ۲۴۲۰)

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ موطا امام محمد

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۶

الجواب: اس کی سند میں اسماعیل بن ابراہیم الجلی راوی ہیں، (موطا امام محمد ص ۱۴۶) امام ابن معین فرماتے ہیں ضعیف ہے امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث میں نظر ہے، امام نسائی، ابو حاتم، ابن جارود ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان فرماتے ہیں، فاش اغلاط کرتا ہے۔ (تھذیب ص ۲۴۴ ج ۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی نے (التعلیق الممحد ص ۱۴۶) میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

## تیسری دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں۔ جیسے دن کے وتر یعنی نماز مغرب اس کو دارقطنی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۶

الجواب: اس کی سند میں یحیٰی بن زکریا راوی ہے۔ (دارقطنی ص ۲۸ ج ۲)

امام ابن عدی اور ابن جوزی نے کذاب کہا ہے۔ علامہ ذھبی فرماتے ہیں۔

ولا ریب فی وضع الحدیث، یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ احادیث کو وضع کرتا تھا (میزان ص ۳۷۵ ج ۴) اس کی سند میں دوسرا راوی، سلیمان بن مھران (الاعمش) راوی ہے۔ جو مدلس ہے، (تقریب ص ۱۳۶) اور روایت بھی معنعن ہے۔ امام بیہقی (السنن الکبری ص ۳۱ ج ۳) امام دارقطنی، ابن جوزی، (العلل

المتناهیة ص ۴۵۵ ج ۱) اور حافظ ابن حجر نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (التلخیص الحبیر ص ۱۵ ج ۲) کسی محدث نے بھی اسے حسن قرار نہیں دیا یہ آپ کی زبانی ہے۔ شاہ جی جس روایت کی سند میں ایک راوی کذاب ہو اور دوسرا مدلس ہو اس روایت کے ضعیف ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے؟

## چوتھی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر کی تین رکعت ہیں جیسے نماز مغرب کی تین رکعت ہیں۔ طبرانی کبیر، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۶

الجواب: اولاً، یہ روایت (طبرانی کبیر) میں نہیں بلکہ، (طبرانی الاوسط ص ۸۳ ج ۸ رقم الحدیث ۷۱۶۶) میں ہے۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں اسماعیل بن ابراہیم بصری ثم کی راوی ہے، امام ابوزرعہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام احمد منکر الحدیث قرار دیتے ہیں امام نسائی کا کہنا ہے متروک الحدیث ہے (میزان ص ۲۴۸ ج ۱) حافظ ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تقریب اور اس میں دوسرا راوی ابوالبحر البکر اوی ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس میں کلام کثیر ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۲۴۵ ج ۲) اسے امام یحییٰ اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (میزان ص ۵۷۸ ج ۲) حافظ ابن حجر نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ (تقریب ص ۲۰۶)

## پانچویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت ابوخالدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کے تمام صحابہ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح پڑھی جاتی ہے۔ ماسوا اس کے کہ ہم اس کی تیسری رکعت میں بھی قرات کرتے ہیں۔ پس یہ رات کا وتر ہے اور مغرب کی نماز دن کا وتر ہے۔ (طحاوی ص ۱۴۳ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۶۔

الجواب: اولاً، روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ تمام صحابہ نے یہ تعلیم دی یہ اس نالائق کی زبانی اور خبط بے ربط ہے۔ ابوالعالیہ کا تو جلیل القدر اور خلیفہ راشد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے بھی سماع ثابت نہیں جیسا کہ امام شعبہ نے صراحت کی ہے۔ (مراسیل ابن ابی حاتم ص ۵۸ و تقدمہ الجرح و التعدیل ص ۱۳۱)

ثانیاً۔ مؤلف بیان کرتے ہیں کہ ابوخالدہ نے ابولعالیہ سے سوال کیا تھا اسی طرح علامہ زیلعی نے (نصب الرایہ ص ۱۲۱ ج ۲) میں علامہ نیموی نے (آثار السنن ص ۲۰۴) میں اور مولانا ظفر احمد تھانوی نے (اعلاء

السنن ص ۴۵ ج ۶) میں ابو خالدہ ہی ذکر کیا ہے۔
ان کی بحوالہ ثقات بیان کی جائے، واضح رہے کہ طحاوی نے (شرح معانی الاثار ص ۲۰۲ ج ۱) میں ابوخلدۃ، ذکر کیا ہے۔ جو غالباً تصحیف ہے۔ واللہ اعلم۔
ثالثاً۔ صحیح صریح مرفوع احادیث سے ایک اور تین سے زیادہ وتر ثابت ہیں اور موقوف و مرفوع کا تعارض ہو تو موقوف نا قابل حجت ہوتی ہے۔ تفصیل دین الحق ص ۴۴۰ ج ۱ میں دیکھیے۔

## چھٹی دلیل

اس دلیل کے تحت پیر جی نے متعدد احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نبی ﷺ تین وتر میں تین سورتیں پڑھا کرتے تھے، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۶

الجواب: اولاً، ان احادیث کا منشاء واضح ہے کہ نبی ﷺ جب تین وتر پڑھتے تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی، دوسری رکعت میں قل یایھا الکفرون، اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ، تلاوت کرتے تھے۔
ان احادیث کا یہ مقصد قطعاً نہیں کہ وتر فقط تین ہی ہیں اس سے کم و بیش نہیں کیونکہ راوی حدیث نے مسنون قرأۃ کو بیان کیا ہے۔ رکعات کا بیان کرنا مقصود نہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ مغرب کی نماز سورہ طور تلاوت کرتے تھے (بخاری رقم الحدیث ۷۶۵) دوسری حدیث میں ہے۔ مرسلات عرفا، تلاوت کرتے، بخاری رقم الحدیث ۷۶۳)
تو کیا ان احادیث کا منشا یہ ہے کہ مغرب کی نماز ایک رکعت ہے حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں سورہ الاعراف تلاوت کی، (نسائی ص ۱۲۰ ج ۱ و بیھقی ج ۲) تو کیا اس حدیث سے یہ استدلال درست ہے کہ نماز مغرب کی دو رکعت ہیں۔
ثانیاً۔ نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ آپ ان احادیث کو وتر کی رکعت میں تسلیم کرتے ہیں مگر قرأۃ کی باری ان کو بھول جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہیں (ھدایہ مع فتح القدیر ص ۲۹۳ ج ۱ و البحر الرائق ص ۴۳ ج ۲ و فتاوی شامی ص ۵۴۴ ج ۱) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

# نماز وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیرنا

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صلاۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی، یعنی رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو طلوع فجر کا اندیشہ ہو تو وہ ایک رکعت پڑھے یہ رکعت اس کی پہلی نماز کو طاق کر دے گی۔ (بخاری ۴۴۰،

ومسلم ۱۷۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ نبی مکرم ﷺ گیارہ رکعات نماز ادا فرماتے ہیں ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ ویوتر بواحدۃ اور وتر ایک رکعت پڑھتے، (مسلم رقم الحدیث ۱۷۱۸) یہی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (ابو دائود رقم الحدیث ۱۳۵۳و۱۳۵۵)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ وتروں کی دو رکعت پر سلام پھیرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بلکہ امام مروزی فرماتے ہیں فصل والی احادیث زیادہ ثابت ہیں اور بہت طرق سے مروی ہیں۔ (قیام اللیل ص ۲۰۴) امام حاکم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے تیرا گیارہ نو، سات، پانچ، تین اور ایک وتر پڑھنا بھی ثابت ہے۔ مگر صحیح ترین آپ کا ایک وتر پڑھنا ہے۔ (مستدرک ص ۳۰۶ ج ا)۔

ان حقائق کے برعکس پیر صاحب فرماتے ہیں کہ

ابتدائے اسلام میں نماز میں سلام کلام کی بھی گنجائش تھی اور وتر نفل تھے۔ اس لئے بعض اوقات آنحضرت ﷺ تین وتروں میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیتے اور ایک وتر علیحدہ پڑھ لیتے، دیکھنے والے اس کو دو طرح روایت کر دیتے بعض صرف آخری رکعت کا خیال کر کے اسے ایک رکعت ہی روایت کر دیتے اور بعض یوں بیان کر دیتے کہ تین دو سلاموں سے ادا فرمائے، لیکن جیسے باقی نمازوں میں سلام کلام جائز نہیں رہا ایسے ہی وتر کے درمیان سلام کلام جائز نہیں رہا۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۷۔

**الجواب:** اولاً، پیر جی نے ذو معنی لفظ سلام استعمال کر کے مغالطہ دیا ہے پہلے تو سلام کلام کا لفظ لکھ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ نماز میں اسلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام کہنا جائز تھا، پھر سلام کلام سے یہ مغالطہ دیا کہ ابتداء میں نماز میں دو رکعت وتر پر سلام پھیرا جاتا تھا، جو کلام کی طرح منع کر دیا گیا۔ یہ ساری تقریر مغالطہ پر مبنی ہے۔ اور دعویٰ پر دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ہم پیر جی کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس بات کا ثبوت دیں کہ کلام کی طرح دو رکعت وتر پر سلام پھیرنا بھی منسوخ ہو گیا تھا۔ مجھے میری زندگی کے مالک کی قسم ہے کہ اگر پیر مشتاق علی ساری زندگی بھی محنت کرے تو تب بھی اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا۔

ثانیاً۔ اگر پیر صاحب جی یہ کہہ دیں کہ سلام سے میری سلام تحیۃ ہے تو تب بھی جھوٹ ہے۔

## دلیل اول

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۷۔

الجواب: اولاً، اس کی سند میں قتادۃ راوی ہے (موطا امام محمد ص ۱۴۶ و نسائی ص ۲۰۱ ج ا و مستدرک ص ۳۰۴ ج ا و دارقطنی ص ۳۲ ج ۲ و طحاوی فی شرح معانی الاثار ص ۱۹۳ ج ا) اور قتادہ مدلس ہیں۔ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلیسن میں علامہ ذھبی نے (میزان ص ۳۸۵ ج ۳) میں علامہ خذرجی نے (خلاصہ ص ۳۵۰) میں مدلس قرار دیا ہے۔

ایسا ہی علامہ زیلعی حنفی نے (نصب الرایہ ص ۱۵۵ و ۱۵۹ ج ۳) میں علامہ ماردینی حنفی نے (الجوھر النقی ص ۴۹۸ ج ۲ و ص ۱۲۶ ج ۷ و ص ۲۳۷ ج ۷ و ص ۷ ج ۴ و ص ۲۰۹ ج ا) میں علامہ بنوری دیوبندی نے (معارف السنن ص ۶۷ ج ۳) میں علامہ عینی حنفی نے (عمدۃ القاری ص ۲۶۱ ج ا) میں قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے۔ اور زیر بحث روایت میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ معنعن مروی ہے۔ لہٰذا اصول حدیث کی رو سے یہ روایت ضعیف ہے۔

ثانیاً۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے علاوہ شاذ بھی ہے۔ تفصیل کے لئے (ارواء الغلیل ص ۱۵۰ ج ۲) کی مراجعت کریں۔

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں:

**حضرت مسعود بن مخرمہ فرماتے ہیں حضرت عمر نے ہمیں تین رکعتیں وتر پڑھائے جن میں صرف تیسری رکعت پر سلام پھیرا (طحاوی ص ۲۰۲ ج ا و مصنف عبدالرزاق ص ۲۰ ج ۳ و ابن ابی شیبہ ص ۲۹۳ ج ۲) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۸۔**

الجواب: اولاً، تین وتروں کو ایک سلام سے ادا کرنے کے جواز میں اختلاف نہیں بلکہ اختلاف فصل کرنے پر ہے۔ پیر جی نے یا تو عدم علم سے مغالطہ کھایا ہے یا پھر بد دیانتی سے مغالطہ دیا ہے۔

ثانیاً۔ راوی مسعود بن مخرمہ نہیں بلکہ مسور بن مخرمہ ہیں۔ اور مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کی سند بھی الگ ہے۔

ثالثاً۔ عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں صرف تین وتر کا بیان ہے، پڑھنے کی کیفیت بیان نہیں ہوئی۔ یہ پیر جی کا اپنی طرف سے اضافہ ہے ہاں البتہ (طحاوی ص ۲۰۲ ج ا) کی روایت میں، لم یسلم الا فی اخرھن کے الفاظ موجود ہیں۔ لیکن اس روایت سے دوسری رکعت پر سلام پھیرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ اور ایک سلام کے جواز کا ثبوت ضرور ملتا ہے اور یہ ہمارے مخالف نہیں۔

رابعاً۔ روایت مذکورہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ یہ واقعہ اس رات کا ہے جس رات کو خلیفہ راشد حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تھا اور دفن سے فارغ ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وتر کی امامت کروائی، دفنا ابا بکر لیلا فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات، (طحاوی ص ۲۰۲ ج ۱)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کب ہوئی؟ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ میں شب کو ہوئی اکمال فی اسماء الرجال ملحقہ مشکوٰۃ ص ۵۸۷ و تاریخ اسلام ص ۱۴۸ ج ۱ مؤلفہ شاہ معین الدین ندوی (تہذیب ص ۳۱۶ ج ۵)

جب آپ نے اتنی بات کو بخوبی سمجھ لیا کہ خلیفہ راشد کا انتقال جمادی الثانی میں ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو دفن کی رات نماز وتر کی جماعت کروائی تھی وہ بھی اسی مہینہ میں تھی۔ اور یہ چیز فقہ حنفی کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت جائز نہیں۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۱ و خیر الفتاویٰ ص ۵۱۶ ج ۲)

پیر جی نے اس اعتراض سے جان چھڑانے کی غرض سے تقلیدی ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے مخالف حصہ کو نقل ہی نہیں کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## تیسری دلیل

یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ دور فاروقی، دور عثمانی، اور مرتضوی میں جیسے بیس رکعت تراویح پر اجماع ہوا اسی طرح تین وتر پر بھی اجماع ہوا۔ حضرت ابی بن کعب امام التراویح تین وتر پڑھا کرتے اور دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۲۶ ج ۳)۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۸۔

الجواب: اولاً، بیس رکعت تراویح پر دعویٰ اجماع خالص جھوٹ اور سو فی صد غلط بیانی ہے۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات آتی ہیں ان کی حقیقت تو راقم نے دین الحق میں عرض کر دی ہے۔ قارئین کرام وہاں سے ہی ملاحظہ کریں۔ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھی جاتی تھی۔ اور آپ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو آٹھ رکعات پڑھانے کا ہی حکم دیا تھا۔ (موطا امام مالک ص ۹۸)۔

ثانیاً۔ پیر جی کی پیش کردہ روایت میں رمضان المبارک میں نماز وتر کی جماعت کرانے کا ذکر نہیں۔ صرف اتنا ہی ہے کہ ابی بن کعب تین وتر ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے۔

ثالثاً۔ اس بات کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے، حسن بصری ہیں اور یہ چیز دلیل سے ثابت کی جائے کہ حسن بصری کی ابی بن کعب سے ملاقات اور سماع ہے۔ علاوہ ازیں اس کی سند میں قتادہ ہیں ان کی تدلیس کی

صراحت پہلے بحوالہ گزر چکی ہے۔اورزیر بحث روایت میں تحدیث نہیں بلکہ صیغہ عن سے مروی ہے۔اصول حدیث کی رو سے یہ روایت ضعیف ہے۔

## چوتھی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے (ہزاروں) اصحاب (تین وتر پڑھتے تھے) اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۸۔

الجواب: اولاً، پیر جی نے بریکٹ میں جو اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے یہ ان کی سینہ زوری ہے۔ایسا ہی اور دو رکعتوں کے بعد کے الفاظ جو بغیر بریکٹ کے ہیں یہ بھی پیر صاحب نے اپنی طرف سے روایت میں داخل کئے، روایت کے الفاظ لا یسلمون فی رکعتی الوتر (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۰۵ ج ۲) ہیں۔کتنی رکعات وتر پڑھتے تو درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔روایت میں اس کا ذکر نہیں۔اور پیر صاحب کا اپنی طرف سے متن روایت میں اور دو رکعتوں کے بعد کے الفاظ داخل کرنا بہر حال غلط بیانی ہے۔

ثانیاً۔یہ تابعین کے اقوال ہیں، جو دین میں حجت نہیں، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ

جب ہمیں کوئی صحیح الاسناد حدیث مل جاتی ہے تو اسی کو لیتے ہیں اور جب صحابہ کے اقوال و آثار ملتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کے قول کو منتخب کر لیتے ہیں۔اور ان کے دائرہ سے نہیں نکلتے، ہاں البتہ جب ,اذاجاء عن التابعین زاحمنا هم، تابعین کا قول آتا ہے تو اس سے ہم مزاحمت کرتے ہیں،(الجواهر المضیه ص ۲۵۰ ج ۲ و مقدمه انوار الباری ص ۶۵ ج ۱)

لیکن کتنے ہی ستم کی بات ہے کہ پیر جی اپنے امام کے نظریہ سے بغاوت کرتے ہوئے تابعین کے اقوال بھی خصم پر حجت کے لیے نقل کر رہے ہیں۔

## پانچویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت ابوالزناد فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ساتوں فقہاء اس پر متفق تھے کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔اور سلام صرف تیسری رکعت کے بعد ہے اور اسی پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فیصلہ دیا (طحاوی ص ۲۰۳ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۸۔

الجواب: اولاً، پہلی بات تو وہی ہے جو چوتھی دلیل میں ثانیاً کے تحت گزر چکی ہے۔

ثانیاً۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد، راوی ہے۔ امام ابن معین، علی بن مدینی، عمرو بن علی ساجی، وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام صالح فرماتے ہیں کہ اپنے والد سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو کسی اور نے نقل نہیں کی، امام مالک نے فقہاء سبعہ کے متعلقہ اس نے جو کتاب اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اس بنا پر اس پر جرح کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ مختلط بھی تھا۔ (تہذیب ص ۱۵۶ ج ۶)

دوسرا راوی (عبدالرحمٰن) کا شاگرد خالد نذار ہے اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی صرف ابن حبان نے کتاب الثقات میں اسے ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی وضاحت کی ہے کہ یغرب ویخطی (تہذیب ص ۱۲۳ ج ۳)

ثالثاً۔ وتر کے درمیان سلام پھیرنے کے قائلین میں ابن عمر رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، سعد بن مالک رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، معاذ قاری رضی اللہ عنہ۔ آئمہ کبائر میں سے۔ سعید بن میسب، عطاء بن ابی رباح مالک، اوزاعی شافعی، احمد اسحاق ابوثور (التمهيد ۲۵۰ ج ۲)

## چھٹی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں جس کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۸۔

الجواب: اولاً، وتروں کے درمیان سلام نہ پھیرنے پر دعویٰ اجماع کذب وافترا اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ مؤلف وضاحت کرے کہ اوپر چوتھی دلیل کے جواب میں ثالثاً کے تحت جن لوگوں سے سلام پھیرنا ثابت کیا گیا ہے یہ مسلمان تھے کہ نہیں؟

ثانیاً۔ امام حسن بصری سے اس قول کو نقل کرنے والا عمرو (بن عبید) ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۴ ج ۲) اور یہ کذاب و دجال ہے، امام ابن معین فرماتے ہیں کہ اس کی روایت لکھی ہی نہ جائے۔ امام نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ امام یونس امام ایوب فرماتے ہیں جھوٹ بولتا ہے، امام حمید فرماتے ہیں حسن بصری کی طرف کذب وافترا اور جھوٹ منسوب کرتا تھا امام ابن حبان فرماتے خبیث صحابہ کرام کو گالیاں دیا کرتا تھا اور جھوٹی روایات وضع کرتا تھا۔ (میزان ص ۲۷۴ ج ۳ و تہذیب ص ۷۰ ج ۸)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

داعية الى بدعة اتهمه جماعة، یعنی بدعتی مسلک کا ترجمان تھا ایک جماعت محدثین نے اسے متہم بالکذب قرار دیا ہے۔ (تقریب ص ۲۶۰)

خلاصہ کلام یہ کہ یہ روایت من گھڑت اور باطل ہے۔

# فرمان نبوی علیہ التحیۃ والسلام سے مذاق

فرماتے ہیں: دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے پر عمل تو کیا جاری رہتا صرف حدیث ہی بیان کی تو شاگرد ہی کر کہنے لگا کہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اس طریقے کو دم کٹی نماز کہیں۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۸۔

الجواب: اولاً، پیر جی نے بددیانتی کرتے ہوئے پوری روایت درج نہیں کی۔ اور جتنا حصہ نقل کیا ہے اس میں بھی تقلیدی ہاتھ کی صفائی دکھا گئے ہیں۔ آیئے پورا متن ملاحظہ کریں مطلب بن عبداللہ مخزومی بیان کرتے ہیں۔

ان رجلا سال ابن عمره عن الوتر فامره ان يفصل ، فقال الرجل، انی اخاف ان يقول الناس هی البتيرا، فقال ابن عمر تريد سنة الله وسنة رسوله ﷺ هذه سنة الله وسنة رسوله ﷺ.

یعنی ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نماز وتر کے متعلق سوال کیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے درمیان میں سلام پھیرنے کا حکم دیا تو اس شخص نے کہا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ قطع کی ہوئی (نماز) اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیرا ارادہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم معلوم کرنا ہے اور یہ (درمیان میں سلام پھیرنا) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا راستہ ہے۔

(شرح معانی الآثار ص ۱۹۲ ج ۱)۔

قارئین کرام مذکورہ اثر کے الفاظ پر غور کیجئے کہ سائل کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا راستہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سائل کو مطمئن کیا ہے۔ اور اس کا مقصود یہ ہے کہ عوام الناس کے لعن طعن کی کوئی اہمیت نہیں۔ پیر جی اسے بوجہ ہضم کر گے۔ پھر مزید تقلیدی ہاتھ کی صفائی ملاحظہ کریں کہ کہتے ہیں کہ صرف حدیث بیان کرنے پر مذکورہ اعتراض ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان ہی نہیں کی، بلکہ سائل کے سوال کا جواب دیا ہے۔ افسوس پندروی صدی میں ایسے فاضل بھی مصنف بن بیٹھے ہیں جو، رجلا، اور فامرہ کا معنی بھی نہیں جانتے مزید دکھ اور ستم کی بات دیکھئے سید کہلا کر روایت کا مفہوم ہی بگاڑ دیتے ہیں۔ یہ عادت مومن نہیں بلکہ طریق عمر بن ھشام ہے۔

ثانیاً۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں مطلب کی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔ (تھذیب ص ۱۷۹ ج ۱۰)۔

الغرض یہ روایت اصول حدیث کی رو سے ضعیف ہے۔

# وتروں میں درمیانی تشہد

وتروں کے درمیان تشہد رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، بلکہ احادیث سے تشہد کی نفی ثابت ہے۔ ام المومنین صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ ؓ راویہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز تیرہ رکعات پڑھتے تھے ان میں پانچ رکعت وتر ہوتے تھے۔ لا تجلس فی شیء الا فی اخرھا، یعنی ان پانچ وتروں میں نہ بیٹھتے تھے کسی رکعت میں (تشہد کے لئے) مگر اس کے آخر میں (مسلم (۱۷۲۰) و ابوعوانہ ص ۳۲۵ ج۲، وابوداؤد (۱۳۳۸)، ومسند احمد ص ۵۰و۶۴ و ۱۲۳ج۶ وابن خزیمہ ص۱۰۷۶و۱۰۷۷، وحاکم ص۳۰۵ج۱، وبیہقی ص۵۰۰و۵۰۱ج۲، و ترمذی۴۵۹)۔

یہ حدیث کسی حاشیہ آرائی کی محتاج نہیں بلکہ اپنی تفسیر آپ ہے کہ نبی ﷺ وتروں میں درمیانی تشہد نہ بیٹھتے تھے۔

اس کے برعکس پیر جی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر دو رکعت پر التحیات ہے (مسلم ص ۱۹۴ج۱) ایک نظر ص۱۰۹

اس طرح کی جتنی روایات ہیں ان کے متعلق عرض ہے کہ عام اور خاص کے درمیان تعارض نہیں ہوتا۔ ہم نے جو حدیث پیش کی ہے وہ خاص نماز وتر کے متعلق ہے جبکہ آپ کی پیش کردہ حدیث وتر کے بارے میں نہیں، لہٰذا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

## ضعیف وموضوع روایات

(۱) فرماتے ہیں۔ فضل بن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز دو دو رکعت ہے۔ اور ہر دو رکعت کے بعد التحیات (ترمذی ص ۵۰ ج۱)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۰۹

اس کی سند میں عبداللہ بن نافع العمیاء راوی ہے۔ (ترمذی (۳۸۵) و ابوداؤد (۱۲۹۶) ومسند احمد ص ۲۱۱ ج۱، و ص ۱۶۷ ج۴، وبیہقی ص ۴۸۸ ج۲) وابن خزیمہ ۱۲۱۲) ودارقطنی ص ۴۱۸ ج۱) وغیرہ۔ اور یہ محتاج عدالت ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ مجہول ہے۔ تقریب ص ۱۹۱) راوی کی جہالت کے علاوہ اس کی سند میں اضطراب بھی ہے، علامہ ماردینی حنفی فرماتے ہیں۔ اسنادہ مضطرب ضعیف لا یحتج بمثلہ، یعنی سند مضطرب اور ضعیف ہے اور ایسی روایات سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔ (الجوہر النقی ص ۴۸۸ ج۲) امام عقیلی (الضعفاء الکبیر ص ۳۱۱ ج۲) امام بخاری ترمذی اور علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا

ہے۔(ضعیف ترمذی ۶۰)۔

(۲) فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے اپنی والدہ کو (جو آنحضرت ﷺ کی خادمہ تھیں) جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر خاص اس مقصد کے لئے بھیجا تا کہ وہ دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ نماز وتر کس طرح ادا فرماتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب وتر ادا فرمائے تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی۔ دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکفرون، پڑھی۔ اس کے بعد قعدہ اولیٰ کیا اس کے بعد کھڑے ہوئے اور ان دو رکعتوں کو سلام کے ساتھ تیسری رکعت سے جدا نہیں فرمایا، اس کے بعد تیسری رکعت میں (فاتحہ کے بعد) قل ھو اللہ احد پڑھی۔ یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر کہا اس کے بعد قنوت پڑھی اور پھر رکوع فرمایا رواہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۰ و ۱۱۱

اس کی سند میں ابان بن ابی عیاش راوی ہے (الاستیعاب ص ۴۵۰ و ۴۵۱ ج ۴)، اسے امام احمد امام یحییٰ بن معین، امام نسائی، امام دارقطنی، امام ابوحاتم، امام ابن سعد وغیرہ نے متروک الحدیث قرار دیا ہے، ساجی فرماتے ہیں، ساقط اعتبار سے گرا ہوا ہے، امام شعبہ فرماتے ہیں کہ اس سے روایت کرنا میرے نزدیک زنا کرنے اور گدھے کا پیشاب پینے سے بدتر ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۰ ج ۱ و تھذیب ص ۸۶ ج ۱ و ابن عدی ص ۳۲ ج ۱) دوسرا راوی اس کی سند میں ابان کا شاگرد حفص بن سلیمان ہے۔ اسے امام احمد، امام ابوحاتم، امام مسلم، امام نسائی، نے متروک الحدیث کہا ہے۔ امام ابن خراش اور ابن معین نے کذاب اور محدث ابواحمد نے ذاھب الحدیث کہا ہے امام علی بن مدینی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں محدثین نے اسے ترک کر دیا تھا۔

صالح بن محمد فرماتے ہیں اس کی تمام روایات مناکیر ہیں ساجی کہتے ہیں باطل ہیں۔

(میزان ص ۵۵۸ ج ۱ و تھذیب ص ۳۴۵ ج ۲) الغرض یہ روایت باطل و من گھڑت ہیں۔

(۳) فرماتے ہیں۔ حسن بصری سے جب کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے تو حسن بصری نے فرمایا کہ ان کے والد حضرت عمر بڑے فقیہ تھے وہ دوسری رکعت پر سلام پھیرتے بغیر تکبیر سے اٹھتے تھے۔ (مستدرک ص ۳۰۴ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۳۔

یہ روایت مرسل ہے حسن بصری کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں حسن بصری دو سال کا دودھ پیتا بچہ تھا۔ (تھذیب ص ۲۳۱ ج ۲) الغرض یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۴) حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک وتر کے متعلق فرماتے ہیں کہ (نسائی ص ۲۴۹ ج ۱) پر یہ بھی ہے کہ جو چاہے ایک وتر پڑھ لے اور جو چاہے اشارہ کر لے۔ یہ جملہ غیر مقلدین ہرگز بیان نہیں کرتے۔

کیونکہ اس سے تو ایک وتر سے بھی چھٹی ملتی ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۴۔

الف۔ ہماری طرف سے جو روایت بطور دلیل نقل کی جاتی ہے وہ حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرمان نبوی علیہ التحیۃ والسلام ہے جبکہ آپ کی بیان کردہ روایت مرفوع نہیں موقوف ہے اسے مرفوع قرار دے کر ہمیں مطعون کرنا آپ کی زیادتی ہے اور رسول اللہ ﷺ پر افترا بھی۔

ب۔ اس کی سند میں سفیان ثوری ہیں جو مدلس ہیں، علامہ ذھی فرماتے ہیں، یدلس عن الضعفاء یعنی ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۱۶۹ ج ۲)، اور زیر بحث روایت معنعن ہے اور مدلس کی روایت تحدیث کی صراحت کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔

ت۔ اثر کے آخری الفاظ **ومن شاء او ما ایماء** کے ہیں۔ (نسائی رقم الحدیث ۱۷۱۴) اس کا مفہوم پیر جی نے یہ بیان کیا ہے کہ نماز وتر سے چھٹی ہوگئی۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔

ان الفاظ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ نماز وتر سواری پر اشارے سے پڑھے جاسکتے ہیں اس کی تفسیر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ وتر سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے، یومی ایماء، رکوع وسجود اشارہ سے کرتے تھے، (بخاری رقم الحدیث ۱۰۰۰) اس کے برعکس پیر جی نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہ غلط ہونے کے علاوہ ان کے نالائق ہونے کی بھی دلیل ہے۔

(۵) فرماتے ہیں:

آخر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر کے اتنے مخالف ہو گئے تھے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے کو الحمار (گدھا) فرمایا۔ (طحاوی ص ۱۹۹ ج ۱) افسوس ہے کہ غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک (وتر والی) روایت جو پہلے دور کی ہے وہ تو پیش کرتے ہیں لیکن آخری دور کی روایات کو چھپا جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کتمان حق یا تو یہود کا طریقہ تھا یا پھر ان سے شیعہ نے لیا، یا اب غیر مقلدین کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۵۔

الف، حق کو چھپانا تو یہود وشیعہ کا شعار ہے، مگر پیر جی آپ حنفی ہو کر اس کے مرتکب کیوں ہوئے ہیں؟ آخر آپ نے یہ کیوں صراحت نہ کی کہ مذکورہ من گھڑت اور باطل روایت میں گدھا کس کو کہا گیا ہے؟ کاش آپ نے وضاحت کی ہوتی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سمجھ دار طبقہ آپ اور آپ کی دلیل تین حرف بھیج کر الگ ہو جاتے۔

ب۔ طحاوی نے جو اس کے لئے سند بیان کی ہے اس کا پہلا راوی ہی متروک ہے سنئے اس کی سند میں مالک بن یحییٰ ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں اس کی روایات میں نظر ہے ابن قطان فرماتے ہیں مجہول ہے، ابن حبان فرماتے ہیں سخت منکر الحدیث ہے اس کی روایات سے احتجاج کرنا درست نہیں یہ ثقات سے بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ (لسان المیزان ص ۷ ج ۵ و میزان ص ۴۲۹ ج ۳) اور آپ کے محدث کبیر نے اس حقیقت پر پردہ

ڈالنے کے لئے لکھ دیا ہے کہ اس کا ترجمہ راقم کو نہیں ملا۔ (اعلاء السنن ص ۵۷ ج ٦)

(٦) فرماتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بتیراء سے منع فرمایا ہے، یعنی اس سے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۵

الف۔ امام ابن عبدالبر نے آگے اس پر جرح بھی کی تھی کہ

**فی سنده عثمان بن محمد بن ربیعه قال العقیلی الغالب علی حدیثه الوهم،**

یعنی اس کی سند میں عثمان بن محمد راوی ہے اور عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی روایت میں وہم غالب ہے۔

**التمهید لمافی الموطا من المعانی والا سانید** ص ۲۵۴ ج ۱۳ (والجوهر النقی ص ۲۷ ج ۳)

امام ابن قطان نے اس روایت کو شاذ اور دار قطنی نے عثمان کو ضعیف کہا ہے، (لسان ص ۱۵۲ ج ۴ و میزان ص ۵۳ ج ۳)

ب۔ بتیراء کا معنی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ آدمی ایک رکعت کو صحیح طریقہ سے ادا کرے جبکہ دوسری کو غلط ادا کرے۔ (السنن الکبری للبیهقی ص ۲٦ ج ۳)۔

آئمہ لغت نے بھی یہ معنیٰ بیان کیا ہے، (لسان العرب ص ۳۷ ج ۴ و تاج العروس ص ۲۴ ج ۳ و مجمع بحار الانوار ص ۱۴۸ ج ۱)

(۷) آپ نے جو محمد بن کعب قرضی صغیر تابعی سے مرفوع روایت بتیراء کی ممانعت پر نقل کی ہے۔ ایک نظر ص ۱۱۵

(الف) اس پر آپ نے (نصب الرایة ص ۳۰۳) کا حوالہ سپرد قلم کیا ہے۔ حالانکہ بتیراء کی روایت ص ۱۲۰ ج ۲ پر ہے۔ لیکن آپ کی درج کردہ روایت راقم کو نہیں ملی، یہ آپ نے کسی پر اندھا اعتماد کیا ہے غالبًا، (اعلاء السنن ص ٦۵ ج ٦) آپ کا ماخذ ہے۔

(ب) اس کی سند تو راقم کو بوجہ نہیں مل سکی ہاں البتہ یہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ علامہ عراقی اور نووی نے کہا ہے کہ یہ مرسل ہونے کے علاوہ سنداً بھی ضعیف ہے۔ (اعلاء السنن ص ٦۵ ج ٦)۔

(۸) فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے صراحۃً کھل کر فرمایا ما اجزات رکعة واحدة قط۔ (موطا امام محمد ص ۱۵) وتر کی ایک رکعت کبھی بھی کافی نہیں ہو سکتی۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱٦۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس قول کو نقل کرنے والا حصین بن ابراہیم راوی ہے اس کی عدالت وثقات ثابت کی جائے اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکے، یقیناً ثابت نہیں کر سکیں گے تو یہ اصول حدیث کی رو سے مجہول قرار پائے گا۔ اور مجہول کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(۹) فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اهون ما یکون الوتر ثلاث رکعات مؤطا امام محمد ص ۱۵۰ کم از کم وتر کی رکعتیں تین ہیں۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۶۔

الف۔ یہ روایت آپ کے بھی مخالف ہے کیونکہ انہوں نے کم از کم کی تعداد بیان کی ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین سے زیادہ رکعات وتر کے قائل تھے، جبکہ احناف کے نزدیک تین سے زیادہ وتر ادا کرنے ناجائز ہیں۔

**فما كان جوابكم فهو جوابنا**

(ب) اس کی سند میں ابی حمزہ راوی ہے اس کی عدالت وثقات بیان کی جائے، مگر کوئی حنفی اس قرض کو اتارنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ انشاءاللہ، کیونکہ یہ مجہول ہے۔

(ت) اس کی سند میں ابراہیم نخعی ہے جو مدلس ہے (طبقات المدلسین ص ۲۸)۔

اور روایت بھی معنعن ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

(۱۰) فرماتے ہیں:

حضرت سعد نے ایک وتر پڑھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک رکعت وتر ہرگز جائز نہیں۔ وعاب ذلک علی سعد، اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو معیوب قرار دیا۔ طحاوی سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۶۔

(الف) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بات کو نقل کرنے والا، ابراہیم نخعی ہے (طحاوی ص ۲۰۳ ج ۱)، اور ابراہیم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کرتا ہے۔ علامہ ذھبی فرماتے ہیں۔

استقر الامر علی ان ابراهیم حجة وانه اذا ارسل عند ابن مسعود وغیره فلیس ذلك بحجة۔

یعنی معاملہ یہ ہے کہ ابراہیم حجت تو ہے مگر جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کرے تو تب حجت نہیں۔ میزان ص ۷۵ ج ۱۔

(ب) اس سے نیچے کی سند ثنا حماد عن حماد، ہے ان دونوں کی وضاحت کی جائے کہ یہ کون ہیں پھر ان کی عدالت وثقات بحوالہ بیان کی جائے جہاں تک ہم نے کتب رجال کو دیکھ کر نتیجہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ استاد حماد بن ابی سلیمان ہے اور شاگرد حماد بن سلمہ بصری ہے۔ اور علامہ ھیثمی فرماتے ہیں کہ

**ولا يقبل من حديث حماد (بن ابي سليمان) الاما رواه عنه القدماء شعبه وسفيان**

الثوری والدستوائی ومن عدا ھولاء رواعنه بعد الاختلاط.

یعنی حماد بن ابی سلیمان کی کوئی بھی روایت قبول نہ کی جائے گی مگر وہی جو اس کے قدیم شاگرد امام شعبہ امام سفیان ثوری اور دستوائی روایت کرتے ہوں ان کے علاوہ جنہوں نے بھی روایت حماد سے کی ہے۔ اس نے حافظہ بگڑنے کے بعد کی ہے۔

(مجمع الزوائد ص ۱۲۴ ج ا باب فی طلب العلم)۔

جبکہ زیر بحث روایت، حماد بن سلمہ بصری ان سے نقل کر رہے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت مختلط ہونے کے بعد کی ہے۔ اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب راوی عنہ نے حالت اختلاط میں سماع کیا ہو تو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ الغرض یہ روایت مرسل ہونے کے علاوہ سنداً ضعیف بھی ہے۔

اس کے بعد پیر جی نے چند آثار صحابہ کرام ایک وتر کے متعلق بیان کر کے ان کے جوابات بھی دیئے ہیں ان کا جواب الجواب تحریر کرنے کی ہم چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

## جلسہ استراحت

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۱۵ پر جلسہ استراحت کا حدیث نبوی علیہ التحیۃ والسلام سے ثبوت دینے کے بعد فقہ کا اختلاف بھی بیان کیا تھا، پیر صاحب نے اس حدیث پر نظر عنایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو نقل کرنے میں ایک زبردست خیانت کی ہے۔ اس حدیث کے راوی نے بتایا کہ ایک بوڑھے بزرگ نماز میں جلسہ استراحت کرتے تھے۔ لم أرھم یفعلونه میں نے اور کسی کو یہ کرتے نہیں دیکھا، (بخاری ص ۱۱۳) ظاہر ہے کہ بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱۹ و ۱۲۰۔

الجواب: اولاً آپ نے غلط بیانی کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک بوڑھے بزرگ نماز میں جلسہ استراحت کرتے تھے، حالانکہ روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنی ہو۔ سنئے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ابو قلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ:

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ سکھاؤں، پھر انہوں نے نماز پڑھ کر دکھائی...... فصلی صلوٰۃ عمرو بن سلمة شیخنا، انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔

(بخاری باب المکث بین السجدتین، الحدیث ۸۱۸)

دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ایوب راوی نے ابو قلابہ (اپنے استاد) سے پوچھا کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی نماز کیسی تھی تو انہوں نے کہا کہ مثل صلاۃ شیخنا ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح، (بخاری الحدیث ۸۲۴)،

مگر آپ نے شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھ کر، شیخنا کا معنی بوڑھا کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثانیاً۔ جلسہ استراحت کو رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے اس بات کو حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے مگر آپ کہتے ہیں کہ یہ عذر پر محمول ہے۔ یہی بات صاحب ھدایہ نے بھی کہی ہے اس کی تردید کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم حنفی کنز الدقائق، کی شرح میں فرماتے ہیں۔

**ان هذا الحمل يحتاج الى دليل وقد قال عليه الصلاة والسلام لمالک بن الحويرث لماارادان يفارقه صلوا كمارايتموني اصلي، ولم يفصل فكان الحديث حجة للشافعي**

یعنی عذر پر محمول کرنا، دلیل کا محتاج ہے۔ اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ سے واپس آنے کا ارادہ کیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں کہا کہ نماز اس طرح پڑھنا جس طرح مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔ اور نبی مکرم ﷺ نے (نماز کے کسی مسئلہ میں) فرق نہیں کیا لہٰذا یہ حدیث امام شافعی کی (قوی) دلیل ہے۔ (البحر الرائق ص ۳۲۲ ج۱)۔

ثالثاً۔ رہا آپ کا صاحب ھدایہ سے یہ نقل کرنا کہ یہ آرام کا قعدہ ہے اور نماز آرام کے لئے نہیں بنائی گئی۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۰۔ یہ سب جھوٹے بہانے اور طفل تسلی ہے آپ کسی دلیل سے ثابت کریں کہ یہ قعدہ آرام کے لئے تھا۔ محض دعویٰ سے بات ثابت نہیں ہوتی۔ مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی مرحوم فرماتے ہیں۔

**لكن السكوت عنه اولىٰ فان الصلاة وان كانت مشقة لكنها ليست مشقة محضة بل مع الراحة ولذا وضعت الجلسات فيها كجلست التشهد والجلسة بين السجدتين فلووضعت هذه الجلسة ايضاً لاسترحة لم يكن فيه باس لا سيما اذا ثبت فعلها عن صاحب الشرع فالاولى ان يتكلم في امثال هذا المقام بالمنقولات تكلمنالا بالمعقولات.**

لیکن اس قول سے خاموشی بہتر ہے کیونکہ نماز اگرچہ عمل مشقت ہے۔ لیکن یہ محض مشقت نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ راحت بھی ہے۔ اسی لئے اس میں اور بھی بیٹھنے کے مقامات ہیں۔ جیسے تشہد میں بیٹھنا اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا، لہٰذا اگر یہ بیٹھنا بھی استراحت کے لئے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، بالخصوص جبکہ اس کا عمل نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ اس لیے ایسے مقامات پر بہتر یہ ہے کہ منقولات کے اعتبار سے بات کی جائے۔ جیسے ہم نے کی ہے۔ اور معقولات یعنی محض عقل کا سہارا لے کر بات نہیں کرنی چاہئے۔ (السعایہ ص ۲۱۲ ج۱)۔

اب آیئے شاہ صاحب کے بیان کردہ دلائل کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

## پہلی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور مسیئ الصلوٰۃ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز سکھاتے ہوئے فرمایا کہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جا۔(بخاری ص ۹۲۴و ۹۸۹ ج ۲)۔

یہ صاف حکم ہے کہ جلسہ استراحت کی بجائے سیدھے کھڑے ہونا چاہئے۔نوٹ (بخاری ص ۱۰۵ ج ۱) پر جالسا، کا لفظ ہے مگر یہ راوی کا وہم ہے،(فتح الباری)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۱۔

**الجواب:** اولاً، حافظ ابن حجر نے جالسا کے لفظ (جس سے جلسہ استراحت ثابت ہوتا ہے راوی کا وہم قرار نہیں دیا، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مسئی الصلاۃ، بخاری کے پانچ مقامات پر ہے۔(بخاری رقم الحدیث ۷۵۷و ۷۹۳و ۶۲۵۱و ۶۲۵۲و ۶۶۶۷) ان تمام مقامات کو فتح الباری سے دیکھ لیا گیا ہے۔مگر کسی جگہ بھی حافظ ابن حجر نے اس کو راوی کا وہم قرار نہیں دیا غالباً آپ نے محض سنی سنائی بات لکھ دی ہے، فتح الباری کی مراجعت نہیں کی۔

ثانیاً۔دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہونا، جلسہ استراحت کے منافی نہیں، ہم کب کہتے ہیں کہ الٹا کھڑا ہونا چاہئے۔ہم بھی سیدھا ہی کھڑے ہوتے ہیں۔

## قیاس فاسد

فرماتے ہیں:

محدث کبیر امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نماز قولی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے۔اس میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال ہو تو ساتھ ذکر ہوتا ہے۔مثلاً قیام سے رکوع کو جائیں تو تکبیر رکوع سے قومہ کی طرف اٹھیں تو تسمیع، اسی طرح سجدوں میں جھکنے اور اٹھنے کے ساتھ تکبیریں ہیں لیکن اس جلسہ کے لئے شریعت نے کوئی تکبیر مقرر نہیں کی ورنہ چار رکعت میں ۲۴ تکبیریں ہوتیں تو نماز میں ایسا فعل جو ذکر سے خالی ہو وہ عبادت اور افعال نماز قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اقم الصلوٰۃ لذکری، کے خلاف ہے۔(طحاوی ص ۴۴۴ ج ۲)

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۱و ۱۲۲

**الجواب:** اولاً، طحاوی کو محدث کبیر قرار دینا آپ کی زیادتی ہے۔ بلاشبہ وہ حدیث سے واقف تھے مگر جو منصب آپ ان کو دے رہے ہیں اس کے وہ قابل نہ تھے، امام ابن تیمیہؒ طحاوی پر نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**لم تکن معرفة بالاسناد کمعرفة اهل العلم .**

یعنی طحاوی کو محدثین کی طرح علم حدیث کی معرفت نہ تھی۔(منہاج السنة ص ۱۹۴ ج ۴)۔

ثانیاً۔تکبیر انتقال سے آپ کی کیا مراد ہے۔کیونکہ جلسہ استراحت تو اتنا معمولی ہوتا ہے کہ تکبیر کے درمیان ہی ختم ہو جاتا ہے۔

ثالثاً۔آپ کا قیاس تو اپنے مذہب کے بھی خلاف ہے۔آپ کے نزدیک آخری دو رکعت میں قیام کے وقت قراۃ ہی نہیں۔تو کیا آپ کے ہاں قیام بھی عبادت سے خارج اور افعال نماز سے نہیں۔

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے،امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کا راوی خالد بن ایاس ضعیف ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے یعنی مؤید بالعمل ہونے کی وجہ سے ضعف مضر نہیں۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۲۔

**الجواب:** اولاً،امام ترمذی نے یہ بات قطعاً نہیں کہی مؤید بالعمل ہونے کی وجہ سے ضعف مضر نہیں۔یہ آپ کی زیادتی ہے اہل علم جانتے ہیں کہ امام ترمذی مذاہب بھی بیان کرتے ہیں انہوں نے یہاں بھی مؤقف کی ہی صراحت کی ہے تا کہ صحت حدیث کے لئے اسے بطور دلیل بیان کیا ہے۔

ثانیاً۔خالد کے ضعیف ہونے پر تمام آئمہ جرح وتعدیل کا اتفاق ہے،جیسا کہ امام عبدالبر نے صراحت کی ہے۔امام احمد،امام نسائی نے متروک اور ابو حاتم امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ ثقات سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔(تہذیب ص ۸۱ ج ۳) علامہ زیلعی حنفی نے (نصب الرایہ ص ۳۸۹ ج ۱) میں ابن ہمام نے (فتح القدیر ص ۲۶۸ ج ۱) مولانا عثمانی نے (درس ترمذی ص ۵۷ ج ۲) میں اس روایت کے ضعف کو بیان کیا ہے۔

## تیسری دلیل

فرماتے ہیں کہ:

حکیم صاحب حدیث ابوحمید کو دس صحابہ کی تائید کے ساتھ رفع الیدین میں تو بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں۔مگر شاید جلسہ استراحت کے بارہ میں ان کو یہ لفظ نظر نہیں آتا کہ آنحضرت ﷺ دوسرے سجدہ سے اٹھتے اور بیٹھتے نہیں۔(طحاوی ص ۴۴۴ ج ۲) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۲۔

**الجواب:** اولاً،مؤلف سبیل الرسول نے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کو سبیل الرسول میں بیان ہی

نہیں کیا، یہ پیرجی کا بہتان ہے ہاں انہوں نے صلوٰۃ الرسول میں اسے نقل کیا ہے مگر صرف رفع الیدین کے اثبات پر ہی نہیں بلکہ جلسہ استراحت پر بھی نقل کیا ہے۔ صلوٰۃ الرسل ص ۴۴۳ (محققہ نسخہ) لہٰذا آپ کا یہ سفید جھوٹ ہے کہ حکیم صاحب جلسہ استراحت کے بارہ میں انہیں یہ لفظ نظر نہیں آتا۔

ثانیاً۔ حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث جو دس صحابہ کی تصدیق شدہ ہے۔ اس میں جلسہ استراحت کا ذکر ہے۔ (ابو داؤد، رقم الحدیث ۷۳۰ و ۹۶۳، و ترمذی رقم الحدیث ۳۰۵)۔

اور آپ نے جو روایت نقل کی ہے، اس کی سند میں عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک راوی ہے۔ امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔ (تہذیب ص ۲۱۷ ج ۸)

کسی محدث نے اس کی توثیق بیان نہیں کی صرف ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن حبان کا تساہل مشہور و معروف ہے علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف ابوداؤد ص ۹۴۔

## چوتھی

فرماتے ہیں:

حضرت ابو مالک اشعری نے اپنے سارے قبیلہ کو اکٹھا کر کے رسول اقدس ﷺ والی نماز سکھائی نہ تو اس میں پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کیا اور نہ ہی جلسہ استراحت کیا، (مسند احمد)۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۲۔

الجواب: اولاً، اس کی سند میں شہر بن حوشب ہیں جو کثیر الارسال اور اوھام ہیں (تقریب ص ۱۴۷)

اس سے نیچے کا راوی عبدالحمید بن بھرام فزاری ہے (مسند احمد ص ۳۴۳ ج ۵) امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ شہر سے مقارب روایات نقل کرتا ہے۔ (تہذیب ص ۱۰۰ ج ۶)

ثانیاً۔ جلسہ استراحت کے متعلق یہ روایت صریح نہیں کیونکہ حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ کا مقصود تکبیرات، رکوع و سجود کو بتانا تھا، (اور راوی حدیث نے انہیں چیزوں کو ملحوظ رکھا) اختتام نماز پر ابو مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

احفظوا تکبیری وتعلموا رکوعی وسجودی فانها صلاة رسول الله ﷺ

یعنی میری تکبیرات نماز کو یاد کرلو، اور مجھ سے رکوع و سجود کو سیکھ لو، یہ نبی ﷺ کی نماز ہے۔

## پانچویں دلیل

فرماتے ہیں کہ:

امام شعبی (جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت علی اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ نماز میں اپنے قدموں پر سیدھے کھڑے ہوتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ نصب الرایہ ص ۳۸۹ ج ۱) ایک نظر ص ۱۲۲۔

الجواب: اس کی سند میں پہلا راوی، عیسیٰ بن میسرہ ہے، (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۴ ج۱)، امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن مدینی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام یحیٰ بن سعید نے منکرالحدیث قرار دیا ہے۔ ابن معین فرماتے ہیں ہیچ محض ہے اس کی روایات لکھی ہی نہ جائیں۔ امام عمرو بن علی امام ابوداؤد امام نسائی، امام دارقطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں قوی نہیں مضطرب الحدیث ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں سئی الحفظ ہے۔ (تھذیب ص ۲۲۵ ج۸)

حافظ ابن حجر نے متروک کہا ہے، (تقریب ص ۲۷۲) اور اس کا شاگرد ابو خالد الاحمر راوی ہے جو گو صدوق ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب ص ۱۳۳)، الغرض یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

## چھٹی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت نعمان بن ابی عباس (درست ابی عیاش ہے) فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے بہت سے صحابہ کو پایا وہ جب نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو ایسے کھڑے ہوتے گویا بیٹھے ہی نہیں۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۲۔

الجواب: اس کی سند میں ابو خالد الاحمر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۵ ج۱)، اس کے متعلق اوپر گزر چکا ہے کہ غلطیاں کرتا ہے۔ اور اس میں دوسرا راوی محمد بن عجلان ہے۔ اور یہ مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین ص ۴۴) اور سند میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ معنعن ہے۔ لہٰذا ضعیف ہے۔

## ساتویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودت، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی نماز میں جلسہ استراحت نہیں کیا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۱۷۹ ج۲)۔

الجواب: اولاً، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت کی طرف پیر جی نے اشارہ کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں، محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ راوی سئی الحفظ ہے۔ (تقریب ص ۳۰۸) مگر یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے بھی مروی ہے۔ کیونکہ ابن ابی لیلیٰ کا ثقہ متابع عبدۃ بن ابی لبابہ راوی ہے۔ (طبرانی کبیر ص ۲٦٦ ج ۹ رقم الحدیث ۹۳۲۷) مگر یہ جلسہ استراحت کے مسنون ہونے کی نفی نہیں بلکہ وجوب کی نفی ہے۔ ویسے بھی یہ موقوف ہے اور موقوف جب مرفوع کے مخالف ہو تو تب حجت نہیں ہوتی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کا اثر تو صحیح ہے لیکن ومتابعۃ السنۃ اولیٰ، مگر نبی ﷺ کی سنت پیروی کے لحاظ سے اولیٰ ہے۔ (السنن الکبریٰ ص ۱۲٦

ج ۲)۔

ثانیاً۔ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اثر کی سند میں، الاعمش راوی ہے۔اور یہ مدلس ہے۔(طبقات المدلسین ص ۳۳)اور سند میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ معنعن ہے۔لہٰذا ضعیف ہے۔

## آٹھویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیر نماز میں جلسہ استراحت نہیں فرماتے تھے ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۳

الجواب: اس کی سند میں ھشام بن عروہ ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۴ ج ۱) میں کتابت کی غلطی سے ابن عروبہ ہے اور یہ مدلس ہیں، (تقریب ص ۳۶۴ و طبقات المدلسین ص ۲۶) اور زیر بحث روایت میں تحدیث کی صراحت نہیں لہٰذا ضعیف ہے۔

## نویں دلیل

فرماتے ہیں:

ان کے علاوہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔(بیہقی نصب الرایہ ص ۳۸۹ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۳۔

الجواب: اس کی سند میں عطیہ العوفی ہے جو کثرت سے خطائیں کرتا ہے، مذہباً شیعہ ہے روایت میں تدلیس کرتا ہے۔تقریب ص ۲۴۰) امام بیہقی نے یہ روایت بیان کر کے عطیہ کو مجروح قرار دیا ہے۔(السنن الکبریٰ ص ۱۲۶ ج ۲)

## خلاصہ کلام

جلسہ استراحت نہ کرنے پر کوئی بھی صحیح یا حسن حدیث مروی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہ کرنا ثابت ہے باقی تمام آثار معلول ہیں۔اس کے برعکس جلسہ استراحت کرنے پر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ صحابہ کرام کے آثار بھی منقول ہیں۔لہٰذا دلیل کے اعتبار سے وہ صحیح ہے جو نبی مکرم حضرت محمد ﷺ سے ثابت ہے۔

اس کے بعد پیر جی نے نہایت فضول بحث کی ہے۔حضرت حکیم صاحب کو جاہل، حق پوش، طریق یہود پر گامزن وغیرہ الفاظ خبیثہ سے مخاطب کیا ہے۔ایسی چیزوں کا جواب ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نہیں دیا کرتے تھے اور ہم بھی اس پر بحکم قرآن خاموشی ہی بہتر سمجھتے ہیں۔گالیاں کا شمار دلائل میں نہیں بلکہ کمینہ ظرفی میں ہوتا ہے۔یہ چیزیں یقیناً حکیم صاحب کے لئے کفارہ سیات اور نجات اخروی کا سبب ہیں۔

# تیمّم کا مسئلہ

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۱۶ پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی صحیح صریح حدیث بخاری ومسلم سے نقل کی تھی کہ تیمّم میں ایک ضرب ہے۔ پھر اس صحیح حدیث کی مخالفت فقہ سے بیان کی تھی۔ اس کا جواب بھی پیر صاحب نے دیا ہے۔ اور عنوان "نقل حدیث میں فریب" کا باندھ کر فرماتے ہیں کہ

حکیم صاحب نے حضرت عمار بن یاسر کی حدیث کا ٹکڑا نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس کے تمام طرق حکیم صاحب کو پیش کر کے اس اضطراب کو ختم کرنا چاہئے تھا۔

(ا) ایک ضرب سے تیمّم کرے اور چہرے اور ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے۔ (بخاری ص ۴۸ ج او مسلم ص ۱۶۱ ج ۱)۔

(ب) تیمّم دو ضرب سے کرنا، ایک ضرب چہرے کے لئے دوسری دونوں ہاتھوں سے کندھوں اور بغلوں تک کے لئے۔ (ابو داؤد ص ۵۱ ج ا، نسائی ص ۶۰ ج ا، طحاوی ص ۶۶ ج ا، مسند احمد ص ۲۶۳ ج ا)۔

(ج) تیمّم دو ضرب ہے۔ ایک ضرب چہرے کے لئے دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کہنیوں تک، (رواہ البزار فی مسندہ و نصب الرایہ ص ۱۵۴ ج ا، قال الحافظ ابن حجر باسناد حسن الدرایہ ص ۳۶ ج ا)

حکیم صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے اس حدیث کے مکمل طرق نقل کرتے پھر ایک طریق کو قبول اور دو طریقوں کو رد کرنے کی وجہ کسی حدیث صحیح سے بیان کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ فلاں طریق قبول کر لینا کہ وہ صحیح ہے اور فلاں دو طریق حدیثوں کے رد کر دینا کہ وہ ضعیف ہیں۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۵۔

**الجواب:** اولاً، معلوم نہیں پیر جی جوانی میں علم کو پڑھ کر بھول کیوں گئے ہیں سنئے خبر کی تحقیق کرنے کا حکم ہے۔ "القرآن" اور تحقیق کے بعد جو خبر صحیح ہوگی وہ اللہ و رسول ﷺ کا حکم ہوگا اور جو ثابت نہ ہوگی وہ اللہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہ ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ تم ثابت کرو کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور دو ضرب والی حدیث پیش کی گئی اور نبی ﷺ نے اس کی تردید نہ کی۔

ثانیاً۔ طرق حدیث کو بیان نہ کرنا، فریب نہیں ہے یہ آپ کی زیادتی ہے۔ بالخصوص ضعیف طرق کی نشان دہی نہ کرنا، عدم ذکر میں تو اس کا شمار ہوتا ہے مگر فریب کا نام صرف آپ نے دیا ہے۔

ثالثاً۔ آپ نے جو حدیث "ب" کے تحت بیان کی ہے یہ جناب کا کھلا افترا اور رسول اللہ ﷺ پر بہتان ہے ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ مذکورہ الفاظ سے اگر آپ یہ حدیث ان کتب ثابت کر دیں تو آپ کو بطور انعام یہ کتب دی جائیں گی، انشاء اللہ مگر یاد رکھو پیر مشتاق تو کجا پوری دنیا کے حنفی اگلے پچھلے اکٹھے ہو جائیں تب بھی اس کو ثابت نہیں

کر سکتے۔

اب حدیث کے اصلی الفاظ ملاحظہ کریں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے تیمم کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ التحیۃ والسلام نے فرمایا کہ

ضربة واحدة للوجه والكفين ، تیمم ایک ضرب ہے چہرہ اور ہتھیلوں کے لئے۔ (ابو داؤد (۳۲۷) و مسند احمد ص ۲۶۳ ج ۴) علامہ البانی نے (ارواء الغلیل ۱۶۱) میں اس کی مفصل تخریج کی ہے۔ اور علامہ زیلعی حنفی نے (نصب الرایہ ص ۱۵۵ ج ۱) میں یہی الفاظ بیان کئے ہیں اور ایک ضرب کے دلائل میں اسے نقل کیا ہے۔ مگر پیر جی نے تقلیدی ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے ایک ضرب سے دو ضربیں بنالیں اور مزید بددیانتی کرتے ہوئے نسائی اور طحاوی کا حوالہ بھی بغیۃ الالمعی ص ۱۵۵ ج ۱ سے دیکھ کر بیان کر دیا اور اصل کتب کی مراجعت کی توفیق نہ ملی، مراجعت کے بغیر بھی پیر جی نے نالائق و جاہل ہونے کی وجہ سے مغالطہ کھایا یا پھر مغالطہ دیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ علامہ زیلعی نے پہلے دو ضرب کے دلائل بیان کئے ہیں پھر ایک ضرب کی احادیث نقل کی ہیں اور آخر میں تیمم الی المناکب کی روایات کو پیش کیا ہے۔ پیر جی نے اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ ایک ضرب اور تیمم الی المناکب، والی احادیث کو دو ضرب والی قرار دے کر حدیث میں اضطراب کا دعویٰ کر دیا ہے۔

اگر نصرۃ العلوم میں ایسے لائق و فائق لوگ ہی جنم لیتے ہیں تو پھر یہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی بجائے نصرۃ المجھول کہلانے کا مستحق ہے۔

رابعاً۔ آپ نے جو مسند بزار سے دو ضرب والی روایت نقل کی ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ بلاشبہ حافظ صاحب نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (الدرایہ ص ۶۸ ج ۱) مگر سند کے حسن یا صحیح ہونے سے متن کا حسن یا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں۔

**صحة الاسناد يتوقف على ثقة الرجال و لو فرض ثقة الرجال لم يلزم منه صحة الحديث**

صحت اسناد رجال کے ثقہ ہونے پر موقوف ہے اور اگر راویوں کی توثیق تسلیم کی جائے تو اس سے حدیث کی صحت لازم نہیں آتی، (نصب الرایۃ ص ۳۴۷ ج ۱) یہی بات علامہ بنوری نے (معارف السنن ص ۳۷۵ ج ۲) میں کہی ہے۔ اگر اب بھی آپ کی تسلی نہیں ہوئی تو اپنے استاذ محترم کا ایک حوالہ سن لیجئے۔

فرماتے ہیں:

امام حاکم، سیوطی اور علامہ جزائری اس کی تصریح کرتے ہیں کہ بسا اوقات ثقہ راوی کی حدیث بھی معلل ہو سکتی ہے، احسن الکلام ص ۱۰۷ ج ۲ ممکن ہے کہ پیر جی جلدی میں یہ کہہ دیں کہ

آخر اس میں کونسی علت ہے جس کی وجہ سے متن صحیح نہیں تو ہم عرض کرتے ہیں اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔(نصب الرایہ ص ۱۵۴ ج ۱)۔

اور یہ ضعیف و مجہول اور ان سے بھی بدتر لوگوں سے تدلیس کرنے میں مشہور ہیں۔(طبقات المدلسین ص ۵۱) اور یہاں سماع کی تصریح نہیں بلکہ معنعن ہے۔اور مدلس کی روایت تصریح سماع کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔

خامساً۔ممکن ہے کہ پیر جی یہ کہہ دیں کہ "ب" کے تحت میں نے جو روایت بیان کی ہے وہ میرا افترا نہیں بلکہ واقعی (ابو داؤد ۳۱۸) میں ہے جواباً عرض ہے کہ پیر جی نے مرفوع حدیث میں تعارض کے لئے اس روایت کو پیش کیا ہے اور (ابو داؤد ۳۱۸) میں مروی حدیث مرفوع نہیں بلکہ تیمم کا حکم نازل ہونے سے پہلے صحابہ کا اپنا اجتہاد ہے۔

خود پیر جی امام طحاوی سے نقل کرتے ہیں۔

جس حدیث میں کندھوں تک مسح کا ذکر ہے وہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ نزول آیت سے پہلے صحابہ کی اپنی اپنی رائے تھی۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۵۔

اور اسی روایت میں دو ضربوں کا ذکر ہے جس سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ پیر جی نے جان بوجھ کر نبی ﷺ پر افترا کیا ہے۔

## پہلی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تیمم دو ضربوں سے ہے۔ایک ضرب چہرہ کے لئے دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۷۔

الجواب: اولاً، اس کی سند میں علی بن ظبیان راوی ہے۔(مستدرک حاکم ص ۱۷۹ ج ۱ و سنن دارقطنی ص ۱۸۰ ج ۱) اسے امام ابو حاتم نے متروک الحدیث اور امام یحییٰ بن معین نے کذاب وخبیث کہا ہے۔(میزان ص ۱۳۴ ج ۳) امام ابن نمیر فرماتے ہیں اس کی تمام روایات خطاء ہیں۔ابوداؤد ہیچ محض اور نسائی متروک اور امام ابوزرعہ واھی الحدیث کہتے ہیں،(نصب الرایۃ ص ۱۵۰ ج ۱) امام دارقطنی، ابن عدی بیہقی وغیرہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ثانیاً۔اگر کہا جائے کہ امام حاکم نے (مستدرک ص ۱۸۰ ج ۱) دوسری سند سے بھی اسے روایت کیا ہے تو جواباً عرض ہے کہ اس کی سند میں سلیمان بن ابی داؤد الحدانی ہے۔اسے امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔(میزان

ص ۲۰۶ ج ۲)

امام ابوزرعہ نے اس روایت کو باطل کیا ہے۔(تلخیص الحبیر ص ۱۵۲ ج ۱' وعلل الحدیث ص ۵۴ ج ۱)۔

ثالثاً۔رہا پیر جی کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کرنا تو اس سلسلہ میں ہم متعدد بار عرض کر چکے ہیں کہ مرفوع احادیث کے بالمقابل اقوال صحابہ حجت نہیں ہوتے۔پیر جی کی تسلی کے لئے ان کے مرشد اور استاذ محترم کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں۔مولانا سرفراز خاں صفدر فرماتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن الصامت نے صحیح سمجھا یا غلط بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۵۶ ج ۲)۔

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا تیمم دو ضربوں سے ہے۔ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری دونوں بازوؤں کے لئے کہنیوں تک حاکم اور ذھبی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۸۔

الجواب:اولاً،اس کی سند میں ابوالزبیر راوی ہے۔(مستدرک حاکم ص ۱۸۰ ج ۱' و دارقطنی ص ۱۸۱ ج ۱)اور یہ مدلس ہیں۔مشہور بالتدلیس،یعنی تدلیس کرنے میں معروف ہے۔(طبقات المدلسین ص ۴۵ تقریب ص ۳۱۸) میں صدوق ہے مگر تدلیس کرتا ہے۔حافظ صلاح الدین کیکلدی نے جامع التحصیل ص ۱۲۶ میں علامہ ذھبی نے (تذکرہ ۱۲۷، ج ۱' و میزان ص ۳۷ ج ۴) میں علامہ ماردینی حنفی نے (الجوھر النقی ص ۲۳۸ ج ۷) میں،علامہ زیلعی حنفی نے (نصب الرایہ ص ۲۷۷ ج ۲) میں علامہ کوثری حنفی (الاشفاق علی احکام الطلاق ص ۲۲) میں مولانا ظفر احمد تھانوی نے (قواعد فی علوم الحدیث ص ۴۶۴) میں ابوالزبیر کو مدلس قرار دیا ہے۔اور زیر بحث روایت میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ معنعن ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

ثانیاً۔پیر جی جو (طحاوی ص ۸۱ ج ۱) سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے اس میں بھی ابوالزبیر ہے اور تحدیث کی صراحت نہیں خلاصہ کلام یہ کہ موقوف و مرفوع دونوں ہی بوجہ تدلیس ابوزبیر ضعیف ہے۔

## تیسری دلیل

فرماتے ہیں:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کے ہار گم ہونے کی وجہ سے اسی موقعہ پر آیت تیمم نازل ہوئی فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیمم دو ضربوں سے ہے۔ ایک چہرے کے لئے دوسری کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے۔ رواہ البزار فی مسندہ زیلعی ص ۱۵۱ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۸۔

الجواب: زیلعی نے آگے لکھا ہے۔ امام بزار فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی سند سے ہی مروی ہے (اور سند میں راوی) حریش اہل بصرہ سے ہے اور زبیر بن حریث کا بھائی ہے۔ ابن عدی نے بھی الکامل میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ حریش میں نظر ہے ابن عدی فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا حال معلوم نہیں۔ اور میں اس کی روایت پر اعتماد نہیں کرتا۔ (نصب الرایہ ص ۱۵۱ ج ۱)، اس عبارت کو پیر جی ہضم کر گئے ہیں۔ سنئے اس روایت کو امام ابو حاتم نے منکر کہا ہے۔ (التلخیص الحبیر ص ۱۵۳ ج ۱) حافظ ابن حجر نے (الدرایہ ص ۶۸ ج ۱) میں اور علامہ ھیثمی نے مجمع الزوائد ص ۲۶۸ ج ۱ میں ضعیف قرار دیا ہے۔

## چوتھی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بیت الخلاء سے نکلے ایک راہ گیر نے آپ کو سلام کیا آپ ﷺ نے دو ضربوں سے تیمم کر کے اس آدمی کو سلام کا جواب دیا۔ جب کہ وہ گلی کے موڑ سے چھپنے والا تھا۔ (ابو داؤد ص ۵۳ ج ۱ و طحاوی ص ۶۴ ج ۱ و دارقطنی ص ۶۵ ج ۱ و طیالسی ص ۲۵۳ ج ۱ و بیھقی ص ۲۰۶)۔ اگر ایک ضرب سے تیمم کی گنجائش ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس جلدی کے موقع پر ضرور اختصار سے کام لیتے۔

اذلیس فلیس۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۹۔

الجواب: (۱) اس کی سند میں محمد بن ثابت راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے مقبول کہا ہے (تقریب ص ۲۹۲) یعنی متابعت کی صورت ورنہ لین الحدیث ہے۔ جیسا کہ مقدمہ تقریب میں صراحت ہے اور یہاں اس کی کسی نے متابعت نہیں کی امام ابوداؤد مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

سمعت احمد بن حنبل یقول روی محمد بن ثابت حدیث منکراً فی التیمم قال ابن داسہ قال ابو داود لم یتابع محمد بن ثابت فی ھذہ القصۃ علی ضربتین عن النبی ﷺ ورووہ فعل ابن عمر

میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ محمد بن ثابت نے تیمم کے متعلق منکر روایت بیان کی ہے، ابن داسہ کہتے ہیں کہ اس قصہ میں نبی ﷺ سے دو ضربیں بیان کرنے میں محمد بن ثابت کی کسی نے متابعت نہیں کی۔ ہاں البتہ فعل

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے (ابو داؤد مع عون المعبود ص ۱۲۹ ج ۱) امام بخاری نے بھی اس روایت کو منکر کہا ہے۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں، حافظ ابن حجر نے (الدرایہ ص ۶۷ ج ۱) میں اور علامہ البانی نے (ضعیف ابو داؤد ص ۳۷) میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ثانیاً۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ نافع کے حفاظ شاگرد ایوب اور عبید اللہ وغیرہ اس کو ابن عمر کا فعل بیان کرتے اور یہی امام ابوداؤد کی رائے ہے۔ (تلخیص الحبیر ص ۱۵۱ ج ۱)۔

ثالثاً۔ یہ حدیث تو حنفیہ کے خلاف ہے امام ابن حزم فرماتے ہیں۔

**محمد بن ثابت العبدی ضعیف لا یحتج بحدیثہ ، ثم لو صح لکان حجة علیھم لان فیھم التیمم فی الحضر للصحیح. والتیمم لردالسلام وترک رد السلام علی غیر طھارة، وھم لا یقولون بشیء من ھذه کلہ.**

یعنی محمد بن ثابت عبدی ضعیف ہے۔ اس کی روایت سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا پھر اگر صحیح بھی ہو تو تب ان پر یہ حجت ہے کیونکہ اس میں حضر اور سلام کے جواب کے لئے تیمم کرنا ثابت ہوتا ہے اور بغیر طہارت کے سلام کے جواب کو ترک کرنا بھی، حالانکہ یہ ان چیزوں میں سے کسی کے بھی قائل نہیں۔

(المحلی بالاثار ص ۳۷۰ ج ۱ مسالة نمبر ۲۵۰)، بلاشبہ حنفیہ کا یہی مؤقف ہے کہ سلام کا جواب دینے کی غرض تیمم جائز نہیں۔ دیکھئے البحر الرائق ص ۱۵۰ ج ۱۔

## پانچویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت اسلع رضی اللہ عنہ بھی اس سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جس میں آیت تیمم نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت اسلع کو حکم دیا اے اسلع کھڑا ہو اور پاک مٹی سے تیمم کر ایک ضرب اپنے چہرے کے لئے اور دوسری ضرب اپنے بازوؤں کے لئے اندر باہر دونوں طرف۔

(اخرجه الطبرانی والدارقطنی والبیهقی زیعلی ص ۱۵۳ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۹۔

الجواب: اس کی سند میں ربیع بن بدر، راوی ہے (طحاوی ص ۱۸ ج ۱ و بیہقی ص ۲۰۸ ج ۱ و دارقطنی ص ۱۷۹ ج ۱ و طبرانی کبیر ص ۱۹۸ ج ۱) اسے امام ابن معین قتیبہ، ابو داؤد، نے ضعیف کہا ہے۔ امام نسائی، یعقوب بن سفیان، ابن خراش نے متروک الحدیث کہا ہے۔ جوزجانی نے واہی الحدیث اور ابو حاتم نے ذاهب الحدیث قرار دیا ہے۔ امام حاکم اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ سند میں گڑ بڑ کرتا تھا۔ ثقات سے مغلوب روایات اور ضعفاء سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے امام دار قطنی اور رازدی نے متروک کہا ہے۔

(تھذیب ص ۲۴۰ ج ۳) ھیثمی نے (مجمع الزوائد ص ۲۶۲ ج ۱) میں حافظ ابن حجر نے (التلخیص الحبیر ص ۱۵۳ ج ۱) امام بیہقی نے السنن میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

## چھٹی دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دیوار پر ہاتھ مار کر پہلے چہرے مبارک پر مسح فرمایا پھر دوسری ضرب کے بعد اپنے ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح فرمایا کہ میرے سلام کا جواب دیا۔ (دارقطنی ص ۶۵ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۹۔

الجواب: اولاً، یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے، تفصیل چوتھی کے تحت ثالثاً کے عنوان سے گزر چکی ہے۔

ثانیاً۔ حضرت ابو جھیم رضی اللہ عنہ کی روایت، (بخاری کتاب التیمم باب التیمم فی الحضر الحدیث ۳۳۷ و مسلم رقم الحدیث ۸۲۲) میں موجود ہے اور اس میں ایک ضرب کا بیان ہے۔ اور ذریعہ الی المرفقین (ہاتھوں کا کہنیوں تک) کی بجائے ویدیہ (اور ہاتھوں پر مسح کیا) کے الفاظ ہیں اور یہی روایت صحیح ہے۔

ثالثاً۔ (سنن دارقطنی ص ۱۷۷ ج ۱) کی روایت میں ابوعصمہ نوح بن ابی مریم راوی دجال وکذاب ہے جو وضع احادیث میں معروف اور عند المحدثین متروک ہے۔ (تھذیب ص ۴۸۷ ج ۱۰)، اس سے نیچے دو راوی ہیں۔ ابومعاذ، اور محمد بن خلف اس کی علالت وثقات بحوالہ بیان کی جائے، واضح رہے کہ کتب رجال سے ان کا حال معلوم نہیں ہوسکا، حافظ ابن حجر نے (الدرایہ ص ۶۷) میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مولانا ظفر احمد تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں کہ منقطع ہے کیونکہ الاعرج اور ابوجھیم کے درمیان راوی عمیر ساقط ہے۔ (اعلاء السنن ص ۳۳۴ ج ۱)۔

رابعاً۔ روایت مذکورہ کے راوی ابوجہم رحمہ اللہ نہیں جیسا کہ پیر جی نے تحریر کیا ہے بلکہ سیدنا ابوجھیم رضی اللہ عنہ جو انصاری تھے اور سیدنا ابوجہم رضی اللہ عنہ دیگر صحابی تھے جو قریشی تھے دیکھئے۔ (فتح الباری ص ۳۵۱ ج ۱ وفتح الملھم ص ۴۹۷ ج ۱)۔

## ساتویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ جنگل کے رہنے والے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ...... تو آپ نے ان کو تیمم کا طریقہ خود اس طرح سکھایا کہ زمین پر ایک ضرب لگا کر چہرہ مبارک کا مسح فرمایا پھر زمین پر دوسری ضرب لگا کر اپنے ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح فرمایا۔ (بیھقی ص ۲۰۶ ج ۱) سبیل الرسول پر ایک نظر ص

۱۲۹۔

الجواب: اولاً، پیر جی یہاں نہایت ہی دیدہ دلیری کا مظاہرہ ہے وہ یہ کہ اپنی طرف سے حدیث وضع کر دی ہے، سنئے جو آپ پیش کر رہے ہیں یہ قطعاً بیہقی میں نہیں یہ آپ کا رسول مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کھلا افترا اور بہتان ہے رب محمد (ﷺ) کی قسم پیر مشتاق علی نے اپنی طرف سے روایت بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی ہے۔اس جرم کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے اس کے اس فعل شنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر مشتاق کو اللہ و رسول (ﷺ) کا پاس و لحاظ قطعاً نہیں یہ حنفیت کی وکالت میں سب کچھ کرنے کو تیار ہے۔پیر جی اور ان کے گرو ماسٹر امین نے بار بار لکھا ہے کہ صادق یہود کے راستہ پر چلا ہے ہم یہاں پر یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ بتائیں یہودیوں کے نقش قدم پر کون چلا ہے؟ رسول اللہ ﷺ پر افترا کرنا یہود کا شیوہ ہے یا اہل ایمان کا؟ وضاحت کیجئے۔

اب آیئے حدیث کے اصل الفاظ ملاحظہ کریں۔

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اعرابی آئے اور کہنے لگے ہم صحرا میں چار مہینے قیام کرتے ہیں اور پانی نہیں ملتا۔اور ہم میں حائضہ، جنبی، اور نفاس (والی عورتیں) ہوتی ہیں تو پھر ہم کیا کریں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علیک بالتراب یعنی التیمم تیمم کرلیا کرو، (السنن الکبریٰ للبیھقی ص ۲۱۶ ج ۱)، حدیث کے الفاظ صرف اس قدر ہی ہیں، یہی روایت امام احمد نے (مسند ص ۲۷۸ و ۳۵۲ ج ۲) میں امام (طبرانی معجم الاوسط ص ۲۳ ج ۳ رقم الحدیث ۲۰۳۲' و ابو یعلی ص ۳۳۳ ج ۵ رقم الحدیث ۵۸۴۴' و عبدالرزاق ص ۲۳۶ ج ۱' رقم الحدیث ۹۱۱) میں موجود ہے۔مگر کسی ایک میں بھی پیر جی کے نقل کردہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

ہاں البتہ یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے۔المثنیٰ بن الصباح اور عبداللہ بن لھیعہ کے طریق سے اور ان کے الفاظ میں قدرے فرق ہے۔بعض میں علیکم بالارض اور بعض میں علیک بالتراب اور بعض میں عَلَیْکَ بالارض وغیرہ کے الفاظ ہیں۔

علامہ علی متقی حنفی نے (کنزالعمال ص ۲۵۸ ج ۹' رقم الحدیث ۲۷۵۶۶' و ص ۱۷۵ ج ۹' رقم الحدیث ۲۶۶۹۳' مطبوعہ نشر السنہ) میں علامہ ھیثمی نے (مجمع الزوائد ص ۲۶۱ ج ۱' وفی نسخہ الاخریٰ ص ۲۶۶ ج ۱) میں اور مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی نے (السعایہ ص ۴۸۸ ج ۱) میں مذکورہ کتب میں سے بعض کا حوالہ دے کر یہ حدیث نقل کی ہے مگر کسی میں بھی پیر جی کا اضافہ موجود نہیں ہے۔

ثانیاً۔ممکن ہے کہ پیر یہ جھوٹا بہانہ کرے کہ زیلعی نے (نصب الرایہ ۱۵۶ ج ۱) میں اور حافظ ابن حجر نے (الدرایہ ص ۶۸ ج ۱) میں میرے بیان کردہ الفاظ بیان کئے ہیں۔جواباً عرض ہے کہ پیر نے نصب الرایہ کا حوالہ ہی نہیں دیا بلکہ براہ راست بیہقی سے بقید صفحات نقل کیا ہے۔علاوہ ازیں یہ گپ اور افترا سب سے پہلے حنفیت کی

وکالت میں ابن ھمام نے ھدایہ کی شرح، (فتح القدیر ص ۱۱۲ ج ۱) میں ماری ہے اور علامہ زیلعی کو غالباً وہاں سے ہی غلطی لگی ہے اور حافظ ابن حجر نے مستقل ھدایہ کی احادیث کی تخریج نہیں کی بلکہ زیلعی کی تخریج کی تخلیص کی ہے مولانا سرفراز خاں صفدر فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں مؤلف نتائج التقلید اور اس کے جملہ مصدقین حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ حافظ ابن حجر نے مستقل طور پر احادیث ھدایہ کی تخریج نہیں کی جیسا کہ مؤلف اور اس کے حواریوں نے غلط سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ حافظ موصوف نے زیلعی کی تخریج ھدایہ کی تلخیص کی ہے۔ اور اس کا نام الدرایہ رکھا ہے اور ص ۲ میں انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور مقدمہ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۳۸) میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ مقام ابی حنفیہ ص ۲۶۰۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس افتراء سے حافظ ابن حجر کا دامن صاف ہے بلکہ اس کو گھڑنے والے پیر جی کے اکابر ہیں اور انہیں کی اندھی تقلید میں پیر مشتاق نے رسول اللہ ﷺ پر افترا کیا ہے۔

ثالثاً۔ یہ روایت علیکم بالارض بھی ضعیف ہے۔ ایک سند میں المثنی بن الصباح راوی ہے جو مختلط اور ضعیف ہے، (تقریب ص ۳۲۸) دوسری سند میں، عبداللہ بن لھیعۃ ہے اور یہ بھی ضعیف ہے۔ (تقریب ص ۱۸۶)

## آٹھویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت علی نے تیمم کا طریقہ یوں بیان فرمایا کہ ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک، (کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۳۲) بحوالہ عب، نوٹ عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخہ میں رسغین ہے اور کنز العمال کے نسخہ میں مرفقین ہے۔ اب مرفقین تک مسح کرنے میں رسغین بھی یقیناً شامل ہو جاتے ہیں۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۰۔

الجواب: اولاً، عربی زبان میں رسغین ہاتھوں کے گٹ کو کہتے ہیں اثر کے الفاظ یہ ہیں۔ الی الرسغین یعنی گٹوں تک مسح کیا پیر جی اصل کتاب کی بجائے کنز العمال سے (الی المرفقین) کہنیوں تک مسح کیا کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ پھر ان کی موافقت ثابت کرتے ہیں۔ جو غلط بیانی ہی نہیں بلکہ ان کے جاہل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ حرف الی انتہاء کے لئے آتا ہے۔ اور الی الرسغین کا مطلب یہ ہے کہ تیمم میں مسح صرف ہاتھوں کے گٹوں تک ہی کیا۔

ثانیاً۔ مصنف عبدالرزاق اصل ہے اور کنز العمال اصل نہیں۔ اختلاف ہو تو اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور اسی پر ہی اعتماد ہوتا۔ اور ناقل کی بھول اور سہو تصور کیا جاتا ہے۔ جیسے کسی کتاب میں قرآن کی آیت یا حدیث نبوی غلط نقل ہو تو اس پر اعتبار نہیں بلکہ مصحف قرآن اور کتب حدیث پر اعتبار کیا جاتا ہے مگر پیر مشتاق اتنا فضول ہے

کہ اصل کی بجائے نقل پر اعتماد کرتا ہے۔ پھر نقل کی (کنز) سے بھی دیکھ کر نہیں بلکہ مصنف عبدالرزاق کے حاشیہ سے نقل کرتا ہے مگر نام نہیں لیتا۔ پیر جی پر واضح ہو کہ (کنز العمال ص ۲۵۶ ج ۹ رقم الحدیث ۲۷۵۴۸) میں یہ اثر منقول ہے۔ اور ابی البختری کی بجائے ابی البحری ہے جو یقیناً ابی الرفقین کی طرح تصحیف ہے۔

ثالثاً۔ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا راوی ابی البختری ہے (مصنف عبدالرزاق ص ۲۱۳ ج ا رقم الحدیث ۸۲۴) امام شعبی امام ابو حاتم اور امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ ابی البختری نے سیدنا علیؓ مرتضی کو دیکھا تک نہیں۔ (مراسیل ابن ابی حاتم ص ۷۶) اور یہی بات امام ابن معین کہتے ہیں، (تھذیب ص ۶۵ ج ۴)، الغرض یہ روایت مرسل ہے جس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

رابعاً۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ مرفوع کے بالمقابل موقوف حجت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایک ضرب کی مرفوع احادیث سے اس کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔

## نویں دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت حسن بصری بھی تیمم کا یہی طریقہ سکھایا کرتے تھے کہ ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔ (عبدالرزاق ص ۲۱۲ ج ا۔ و طحاوی ص ۸۱ ج ا) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۰۔

الجواب: اولاً، امام حسن بصری صغیر تابعی ہیں اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب تابعین کا کوئی قول آتا ہے تو اس سے ہم مزاحمت کرتے ہیں (مقدمہ انوار الباری ص ۶۵ ج ۱ والجواھر المضیہ ص ۲۵۰ ج ۲)۔

بلاشبہ یہ ہمارے اسلاف تھے جو اپنے وقت میں دین کے خادم اور ملت اسلامیہ کے مجاہد تھے۔ مگر دین میں بات صرف اللہ اور رسول کی حجت ہے ہم کسی بصری و کوفی پر ایمان نہیں لائے۔

ثانیاً۔ عبدالرزاق کی سند میں ثوری اور طحاوی کی سند میں قتادہ مدلس ہیں ان کی تدلیس کی صراحت بحوالہ پہلے عرض کر دی گئی ہے۔ جبکہ زیر بحث روایت کی سند میں تحدیث کی صراحت نہیں جس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

## خلاصہ کلام

یہ کہ پیر جی نے اپنے مؤقف پر نو دلائل بیان کئے ہیں جس میں سات مرفوع احادیث ہیں جو تمام کی تمام ضعیف ہیں علاوہ ازیں پیر جی نے ان سات میں سے ایک کو خود وضع کیا ہے، آٹھویں دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو سنداً ضعیف ہونے کے علاوہ پیر جی کے فقہی مسلک و مذہب کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک تیمم کہنیوں تک ہے جبکہ اثر میں تیمم گھٹنوں تک ہے، آخری دلیل ایک تابعی کا قول ہے جو سنداً بھی ضعیف ہے تفصیل گزر چکی

ہے۔

## پگڑی پر مسح

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول میں حدیث اور فقہ حنفیہ کا اختلاف ثابت کرتے ہوئے پگڑی پر مسح کرنے کی صحیح وصریح حدیث بیان کی تھی، پھر ھدایہ سے نقل کیا اور کہا۔ حضور انور ﷺ تو پگڑی پر مسح کریں لیکن فقہ کا فتویٰ کہ پگڑی پر مسح جائز نہیں! یہ بلا دلیل لا یجوز کہنے والے کون ہیں؟ ص ۱۱۷۔

اس پر پیر مشتاق علی صاحب فرماتے ہیں۔

یہ مسئلہ ظفر المبین ص ۷۳ حصہ اول سے سرقہ کیا ہے۔ اس کا جواب بھی فتح المبین میں دیکھیں ہم یہاں پر مختصر ہی نقل کرتے ہیں، حکیم صاحب نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف پگڑی کے مسح کا ذکر نہیں بلکہ ساتھ ناصیہ کا ذکر بھی ہے۔ اور ناصیہ کا ترجمہ خود حکیم صاحب نے پیشانی کے اوپر کے بالوں کیا ہے، ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ اگر سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کر لیا، اور بقایا پورے سر کا مسح پگڑی پر کر لیا تو اس طرح کرنا جائز ہے کیونکہ فرض تو ناصیہ پر کرنے سے پورا ہو گیا کیونکہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ اور وضو ہو جائے گا۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۲۔

## تبصرہ

اولاً، پیر صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہ مسئلہ ظفر المبین سے سرقہ ہے رجماً بالغیب ہے ان کے پاس آخر کیا ثبوت ہے جس کا یہ اظہار کر رہے ہیں۔

ثانیاً۔ فتح المبین کا شافی جواب مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی مرحوم نے **الکلام المتین فی اظہار تلبیسات المقلدین** کے نام سے تحریر کیا۔ جو مطبع صدیقی لاہور سے ۱۳۰۳ھ کو سات صفحات پر بڑی تقطیع پر شائع ہوا۔ اس کے علاوہ بھی دو جواب شائع ہوئے۔ اور ان کا جواب آج تک نظر سے نہیں گزرا شاید پیر جی کو ان حقائق کا علم نہیں یا جان بوجھ کر اس سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔

ثانیاً۔ محترم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ناصیہ کا ساتھ ذکر ہے اور ہمارے نزدیک بھی اگر سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کر لیا جائے تو پھر پگڑی پر مسح جائز ہے۔ حالانکہ ناصیہ کا معنیٰ چوتھائی نہیں بلکہ پیشانی ہوتا ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جتنا حصہ سر کا کھلا تھا اس پر مسح کیا اور باقی عمامہ پر پورا کر لیا۔ احادیث میں پورا مسح عمامہ پر کرنا بھی ثابت ہے۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

**رایت النبی ﷺ یمسح علی عمامتہ وخفیہ**

میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ پگڑی اور موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری رقم الحدیث

۲۰۵)۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ مسح علی الخفین و الخمار

رسول اللہ ﷺ موزوں اور خمار پر مسح کرتے تھے۔(مسلم حدیث ۶۳۷) عربی زبان میں عمامہ کو خمار کہتے ہیں۔(مجمع بحار الانوار ص ۱۱۲ ج ۲)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ پوری پگڑی پر مسح کرنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے خلاصہ کلام یہ کہ مسح کی تین صورتیں حدیث سے ثابت ہیں (آ) پورے سر کا مسح (ب) پیشانی اور عمامہ پر مسح (ث) پورے عمامہ پر مسح کرنا۔

اب آیئے ان دلائل کی طرف جو پیر صاحب نے عمامہ پر مسح نہ کرنے کے درج کئے ہیں۔

## پہلی دلیل

فرماتے ہیں۔ سورہ المائدہ آیت ۶ میں اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۳۔

الجواب: اولاً، قرآن میں بروٴسکم کا لفظ ہے، اور یہ پورے سر پر بولا جاتا ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ربانی کا مقصود بھی یہی ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے، حالانکہ احناف کے نزدیک سر کے چوتھائی حصہ کا مسح فرض ہے۔ آپ نے کس حدیث اور لغت کی بنا پر، راس کا معنی سر کا چوتھائی حصہ کیا ہے۔ دلیل دو، جو آپ پوری زندگی محنت کر کے بھی نہیں دے سکتے ثابت ہوا کہ آپ کا موٴقف قرآن کے خلاف ہے۔

ثانیاً۔ رؤس سر کو کہتے ہیں حالانکہ بالاتفاق بالوں پر مسح جائز ہے۔ اس لئے کہ بالوں کا حکم سر کا ہے۔ ایسے ہی پگڑی پر مسح کرنا بھی سر کا مسح کرنا ہی ہے

ثالثاً۔ نبی ﷺ حکم ربانی کے مفسر تھے اور جو تفسیر انہوں نے اپنے عمل سے بیان کی ہے اسے آپ کے فضول اعتراض رد نہیں کر سکتے۔

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں کہ:

امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ مجھے جابر بن عبداللہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ان سے عمامہ کے بارہ میں سوال کیا گیا انہوں نے کہا عمامہ کا مسح نہ کرے جب تک سر کے بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۳ و ۱۳۴۔

اس کے بعد انہوں نے صفیہ بنت عبیدہ (تابعیہ) کا قول بھی نقل کیا ہے کہ وہ اوڑھنی اتار کر سر کا مسح کرتی

تھیں۔ایضاً۔

الجواب: اولاً، پہلے متعدد بار میں عرض کر چکا ہوں کہ مرفوع کے بالمقابل کسی صحابی کا قول یا تابعی کا عمل حجت شرعی نہیں مولوی غلام رسول صاحب سعید حنفی بریلوی فرماتے ہیں کہ یاد رکھئے کہ جب کوئی مسئلہ حدیث سے ثابت ہوا اور اس کے معارض اور مخالف کتاب وسنت میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح دین ہے۔اور کوئی شخص اپنی جگہ پر کتنا ہی بڑا بزرگ اور عالم دین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ حدیث صریح کے خلاف کوئی بات محض اپنی رائے سے بلا دلیل کہتا ہو۔تو صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں اس کی ذاتی رائے کو چھوڑ دینا ہی ہدایت اور راہ استقامت ہے۔ بعد کا کوئی شخص علم وفضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو، صحابہ سے نہیں بڑھ سکتا۔اور جب اصول یہ ہے کہ قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہو تو حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔(ذکر بالجهر ص ۱۰۵)۔

علامہ ابن ہمام حنفی ھدایہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

**ان قول الصحابی حجة فیجب تقلیده عندنا اذا لم ینفه شی ء آخر من السنة**

یعنی ہمارے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے جب تک سنت سے کوئی چیز اس کی نفی نہ کرے فتح القدیر ص ۳۷ ج ۲۔

ملا علی القاری نے (مرقاۃ ص ۲۶۹ ج ۳) میں مولانا ظفر احمد تھانوی نے (اعلاء السنن ص ۱۲۶ ج ۱' و ص ۱۴۰ ج ۱' و ص ۲۳۸ ج ۱) میں مولانا عبدالحی لکھنوی نے (امام الکلام ص ۲۲۲ وظفر الامانی ص ۱۸۰) میں مولانا اشرف علی تھانوی نے احیاء السنن ص ۳۹ میں مولانا سرفراز خاں صفدر نے (حکم الذکر بالجهر ص ۱۰۵) میں بھی یہ اصول بیان کیا ہے۔

ثانیاً۔احناف کے ہاں یہ بھی مسلمہ اصول ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال مختلف ہوں تو ایسے مسئلہ میں صحابہ کا قول حجت نہیں ہوتا۔صاحب توضیح فرماتے۔

**فصل فی تقلید الصحابی رضی اللہ عنہ ، یجب اجماعاً فیما شاع فسکتوا مسلمین ولا یجب اجماعاً فیما ثبت الخلاف بینهم.**

یعنی صحابہ کے ان اقوال کی پیروی واجب ہے جو ان کے مابین مشہور ومعروف ہوں اور انہوں نے اسے تسلیم کیا ہو، اور جن مسائل میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اجماع کے ساتھ ان کی پیروی ضروری نہیں، (توضیح ص ۳۲۲) طبع نول کشور۔یہ بات درست ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف تھا۔

ثالثاً۔آپ نے صرف ایک صحابی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق موطا امام محمد سے بغیر سند کے نقل کیا ہے۔ معلوم نہیں اس کی سند ہے بھی یا نہیں؟ پھر اگر ہے تو صحیح یا حسن یا ضعیف یا اس سے بھی گری ہوئی۔اس کے برعکس ہم

آپ کو متعدد صحابہ کرام سے دکھاتے ہیں کہ وہ عمامہ پر مسح کے قائل تھے۔اور ان کے عمل کی صحیح وحسن اسناد موجود ہیں۔

1. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3. حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ
4. حضرت بلال رضی اللہ عنہ
5. ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
6. حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
7. حضرت ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ
8. حضرت ابی امامۃ باہلی رضی اللہ عنہ
9. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(مصنف عبدالرزاق ص ۱۸۷ ج ۱، و مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۱ و المحلی بالاثار ص ۳۰۵ ج ۱ مسالہ نمبر ۲۰۱)۔

## دعویٰ نسخ

فرماتے ہیں کہ امام محمد کہتے ہیں کہ پگڑی اور اوڑھنی پر مسح نہ کیا جائے ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابتداء میں عمامہ پر مسح تھا پھر ترک کر دیا گیا۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۴۔

الجواب: اولاً۔اس دعویٰ سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ پگڑی پر مسح کرنا اسلام میں ثابت ہے۔اب اس کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کریں،اور جو آپ نے بیان کی ہے وہ تو خود دلیل کی محتاج ہے۔امام محمد سے آگے کی سند صحیح نقل کیجئے اور امام محمد کا کوئی ثقہ متابع بھی بیان کیجئے کیونکہ امام محمد سیئ الحفظ ہیں۔

ثانیاً۔قرآن و حدیث میں سے کسی ایک کا حکم یا دونوں کا،منسوخ قرار دینے کے لئے نص کی ضرورت ہوتی ہے۔محض کسی کے کہہ دینے سے کوئی شرعی مسئلہ منسوخ نہیں ہوتا۔

## شراب کا سرکہ بنانا

حضرت حکیم صاحب نے شراب کا سرکہ بنانے کی ممانعت پر صحیح صریح حدیث نقل کر کے پھر فقہ حنفی سے اس کا جواز نقل کرتے ہوئے کہا تھا کہ

رسول اللہ ﷺ فتویٰ دیں کہ شراب کا سرکہ بنانا ہرگز جائز نہیں لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا

جائز ہے۔اب آپ فیصلہ کریں کہ حدیث کی مخالفت کا کیا انجام ہوسکتا ہے؟ سبیل الرسول ص ۲۱۸۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پیر جی فرماتے ہیں۔

یہ مسئلہ(ظفر المبین حصہ اول ص ۶۷ و ۲۴۰) سے سرقہ کیا گیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی زمانہ میں (فتح المبین ص ۶۴) میں دیا گیا ہے ہم وہ یہاں پر نقل کرتے ہیں کہا علامہ عینی نے شرح (کنز الدقائق ص ۳۵) مطبوعہ بمبئی میں کہ ہماری دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے کہ حلال کی گئیں واسطے تمہارے پاک چیزیں اور تحقیق میں شراب کا متغیر ہوگیا ہے اور سرکہ بالطبع پاک ہوتا ہے۔تو حلال ہوگا اور دوسری دلیل قول علیہ السلام کا اچھا نان خورش سرکہ ہے روایت کیا اس کو مسلم نے اور یہ مطلق ہے پس شامل ہوگا اس کی تمام صورتوں کو اور مراد نہی سے جو کہ حدیث میں وارد ہے۔ یہ ہے کہ شراب کا استعمال سرکے کا سا ہو بایں طور کہ اس سے نفع مثل سرکہ کے لیا جائے مثلاً نان خورش بنانے وغیرہ کے اگر کہے تو کہ روایت کی ابوداود اور امام احمد نے انس سے کہ ابوطلحہ نے سوال کیا نبی ﷺ سے یتیم شراب کے وارث ہوگئے ہیں۔فرمایا بتادو اس کو،عرض کیا گیا سرکہ اسکا نہ بنالیں فرمایا نہیں۔ میں (عینی) کہتا ہوں روایتیں آپس میں مختلف آئی ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ فرمایا آپ نے سرکہ بنالو اس کا پس حجت نہیں ہوسکتی اور اگر ثابت ہو جیسا کہ کہا انہوں نے حمل کیا جائے گا اس پر کہ ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی جس وقت کہ آنحضرت ﷺ بابت خمر کے مبالغہ فرماتے تھے واسطے زجران کے اور واسطے چھوڑ دینے عادت مالوفہ کے کیا نہیں جانتا تو کہ آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا مٹکے توڑنے کا اگرچہ اب جائز نہیں اسی طرح سرکہ بنانے کو سمجھنا چاہئے اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ مذہب اوزاعی اور لیث کا ہے اور امام مالک سے بھی ایک روایت میں یہ آیا ہے۔سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۶۔

پیر جی پر واضح رہے کہ اس جواب کا جواب الجواب اسی زمانہ میں مولانا ابوالحسن مرحوم سیالکوٹی نے لکھا تھا۔ہم بھی اسے یہاں نقل کرتے ہیں،فرماتے ہیں۔

اقول:جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔اولاً،یہ کہ اس سرکہ کا پاک ہونا مسلم نہیں ہے،بلکہ سرکہ جو کہ شراب سے بنتا ہے۔وہ ویسے ہی نجس و ناپاک ہے چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے شافعی اور جمہور علماء کی کہ نہیں جائز سرکہ بنانا شراب کا اور نہیں پاک ہوتا ساتھ سرکہ بنانے کے اور اس طرح لکھا ہے امام شوکانی نے بھی پس جبکہ وہ پاک نہ ہوا تو حلال نہ ہوا۔

ثانیاً۔اصول فقہ میں قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ جب حلال اور حرام جمع ہو جاویں تو ترجیح حرام کو ہوتی ہے پس اب جب مبیح اور محرم ایک جگہ میں جمع ہو تو ترجیح محرم کو دی جاوے گی اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔پس سرکہ بنانا جائز نہ ہوگا

ثالثاً۔اگر بالفرض تغیر عین سے اس کا پاک ہونا تسلیم بھی کیا جائے تو پاک ہونا محض اس کے حلال ہونے کو مستلزم

نہیں ہے جیسا کہ خاک پاک ہے۔ اور حلال نہیں ہے

رابعاً۔ اور آیت عام ہے حدیث خاص ہے۔ پس یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہو جاوے گی ساتھ انہی چار وجوہ مذکورہ کے جو مسئلہ نہم میں گزریں اور یہی جواب ہے اس حدیث کا کہ اچھا نان خورش سرکہ ہے۔ اور حدیث نہی کی تاویل کرنا کہ شراب سے نفع مثل سرکہ کے نہ اٹھاؤ۔ باطل ہے۔ (۱) یہ حدیث کے خلاف ہے (۲) جو حدیث عینی نے نقل کی ہے کہ فرمایا آپ نے سرکہ بنالو اس سے بھی یہی مراد ہوگی کہ مثل سرکہ کے اس سے نفع اٹھاؤ، پس اس سے شراب کا حلال ہونا لازم آوے گا۔ حالانکہ شراب بالاجماع حرام ہے (۳) یہ حدیث جواز تخلیل کی ضعیف ہے۔ اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو حدیث مسلم کو اس پر ترجیح دی جاوے گی ساتھ ان چار وجھوں کے جو سابقاً بیان ہوئیں۔

خامساً۔ احتمال ہے کہ وہی سرکہ بنانا مراد ہو جو کہ خود بخود آپ ہی بنفسہ سرکہ ہو جاوے اس لئے کہ وہ سرکہ بالاجماع حلال ہے۔ اور دعویٰ نسخ مردود ہے ساتھ ان تین وجھوں کے جو مسئلہ نہم میں بیان ہو چکی ہیں الکلام المتین ص ۴۴۵۔

## کتے کی خرید و فروخت

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول میں کتے کی خرید و فروخت کرنے کی ممانعت پر صحیح بخاری و مسلم کی حدیث نقل کی تھی۔ پھر فقہ سے اس کا جواز نقل کرتے ہوئے کہا تھا۔

حنفی بھائیو! تقلید جامد کو چھوڑ دو اور دلیل (حدیث) کی روشنی میں کتے کی خرید و فروخت کو ناجائز مان لو کہ اتباع رسول اللہ ﷺ کی قرآن میں تاکید آئی ہے۔ سبیل الرسول ص ۲۱۹۔

اس نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے پیر جی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ بھی ظفر المبین سے سرقہ کیا ہے اس کا مفصل جواب، فتح المبین میں موجود ہے، جو ہم یہاں مختصر نقل کرتے ہیں پھر پیر جی خلط مبحث کرتے ہوئے درمیان نفس مسئلہ سے ہٹ کر ادھر ادھر کی باتوں میں الجھاتے ہیں کہ کتے کا شکار ہے۔ شکاری اور ریوڑ کا کتا رکھنا جائز ہے آخر نفس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے دلائل کتے کو فروخت کرنے پر نقل کرتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ کریں۔

## پہلی دلیل

فرماتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شکاری کتے کی قیمت سے منع نہیں فرمایا۔ (نسائی ص ۱۹۵ و بیہقی ص ۱۱ ج ۶)۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۸۔

الجواب: اولاً، فتح المبین کی دفاعی پوزیشن کو خوب کھلی اسی زمانہ میں مولانا ابو الحسن نے (الکلام المتین ص

۳۷۳ تا ۳۹۰) میں کھول دی تھی کاش پیر صاحب نے اسے بھی ملاحظہ کیا ہوتا۔

ثانیاً۔ امام مسلم نے صحیح مسلم ص ۲۰ ج ۲ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر اس میں شکاری کتے کی قید نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ امام نسائی نے (السنن ص ۸۸ ج ۲ کتاب الصید باب الرخصة فی ثمن کلب الصید الحدیث ۴۳۰۰) میں اسے روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ لم یصحح، یعنی یہ صحیح نہیں، مگر پیر صاحب اتنے نالائق ہیں کہ فرماتے ہیں کہ عدم صحت سند مضمون حدیث کی عدم صحت کو مستلزم نہیں ہوتا۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۳۹۔

حالانکہ جب کوئی محدث مطلق، لم یصحح کا لفظ بولتا ہے تو اس سے ان کا مقصود ضعف بیان کرنا ہوتا ہے، پیر جی کے استاذ محترم جناب مولانا سرفراز خاں صفدر فرماتے ہیں

کوئی محدث جب مطلق لم یصحح کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے راہ سنت ص ۲۴۰۔

علاوہ ازیں پیر جی پر واضح رہے کہ امام نسائی نے محض لم یصحح ہی نہیں بلکہ مزید یہ بھی فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے (نسائی مجتبیٰ ص ۲۲۵ ج ۲ کتاب البیوع باب بیع الکلب الحدیث ۴۶۷۲ والسنن الکبری للنسائی ص ۵۳ ج ۴ رقم الحدیث ۶۲۶۴)

ثالثاً۔ اس کی سند میں ابو الزبیر راوی ہے۔ جو مدلس ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں مشھور بالتدلیس کہ تدلیس کرنے میں مشہور ہے۔ (طبقات المدلیسن ص ۱۰۸)۔

حافظ صلاح الدین کیکلوری نے (جامع التحصیل ص ۱۲۶) میں ذھبی نے (میزان ص ۳۷ ج ۳) خزرجی نے (خلاصه ص ۳۶۰) میں علامہ ماردینی نے (الجوھر النقی ص ۲۳۸ ج ۷) میں علامہ زیلعی نے (نصب الرایه ص ۲۷۷ ج ۲) میں ابو زبیر کو مدلس قرار دیا ہے۔ جبکہ زیر بحث روایت میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ معنعن ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

## دوسری دلیل

فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت دی ہے۔ (مسند احمد ص ۱۶۹)۔

الجواب: اولاً، اس کی سند میں ھشیم بن بشیر السلمی راوی ہیں (جامع المسانید ص ۱۰ ج ۲) اور یہ مدلس ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں تدلیس کرنے میں مشہور ہیں (طبقات ص ۴۷) علامہ ذھبی فرماتے ہیں ان کا موقف تھا

عن کر کے تدلیس جائز ہے، (میزان ص ۳۰۷ ج ۴) امام عجلی امام ابن سعد امام ابن مبارک امام حاکم امام ابن حبان وغیرہ نے مدلس کہا ہے۔ (تہذیب ص ۶۱ تا ۶۳ ج ۱۱)۔

اور زیر بحث روایت میں سماع کی صراحت نہیں بلکہ معنعن ہے۔

اس سے نیچے امام ابوحنیفہ سئی الحفظ ہیں اس سے نیچے کا راوی حسن بن زیاد ہے اسے امام یحییٰ بن معین امام ابو داود نے کذاب اور دارقطنی نے ضعیف و متروک کیا ہے، (میزان ۴۹۱ ج ۱) اس سے نیچے کا راوی محمد بن شجاع ثلجی ہے۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں احادیث وضع کرتا تھا، اور محدثین کی طرف منسوب کرتا تھا، زکریا ساجی کہتے ہیں کہ احادیث کا رد کرنے کی غرض سے احادیث گھڑا کرتا تھا۔ معتزلی تھا قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل تھا اس کا کہنا تھا کہ قرآن ایسے ہی ہے جیسا میں کلام کرتا ہوں۔ (میزان ص ۵۷۷ ج ۳) اس سے نیچے کا راوی محمد بن ابراہیم بن حبیش ہے امام دارقطنی فرماتے ہیں قوی نہیں، (میزان ص ۴۴۹ ج ۳) سند میں اس کے علاوہ بھی کئی ضعیف من گھڑت اور باطل ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

ثانیاً۔ ممکن ہے کہ پیر صاحب یہ کہہ دیں کہ اس سند کے علاوہ بھی تین اسناد ہیں جو خوارزمی نے پیش کی ہیں، راقم عرض کرتا ہے کہ ان تمام میں ھشیم راوی کی تدلیس ہے اور کوئی ایک سند بھی کذاب راوی سے خالی نہیں۔

## تیسری دلیل

فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ ایک شخص نے کسی کے شکاری کتے کو قتل کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمرو العاص نے فیصلہ فرمایا کہ کتے کا قاتل اس کے مالک کو چالیس درھم ادا کرے، (بیہقی ص ۸ ج ۶ و طحاوی ص ۲۲۸ ج ۲) اگر شکاری کتے کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی تو مندرجہ بالا فیصلہ ہرگز نہ فرمایا جاتا، سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۰۔

**الجواب:** اولاً، اس کی سند میں ابن جریج راوی ہیں، (طحاوی ص ۲۵۱ ج ۲ و بیہقی ص ۸ ج ۶) اور یہ زبردست مدلس ہیں، (تقریب ص ۲۱۹ و میزان ص ۶۵۹ ج ۲ و تہذیب ص ۴۰۵ ج ۶)، مولانا سرفراز خاں صفدر فرماتے ہیں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ابن جریج قبیح التدلیس تھے ان کی تدلیس سے پرہیز کرنا ضروری ہے (راہ سنت ص ۲۸۸ بحوالہ تہذیب ص ۴۰۵ ج ۶)، اور زیر بحث روایت میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ صیغہ عن سے مروی ہے۔

ثانیاً۔ مرفوع کے بالمقابل قول صحابہ حجت نہیں ہوتا۔

ثالثاً مولوی حبیب احمد کیرانوی دیوبندی نے یہاں نہایت فضول بحث کی ہے کہ معاصر کا عن سماع پر محمول ہوتا ہے (اعلاء السنن ص ۲۴۰ ج ۱۴) اللہ اکبر، محترم معاصر کا عن تو سماع پر محمول ہوتا ہے مگر مدلس کا عن سماع پر محمول

نہیں ہوتا۔امام بخاری پر اعتراض کے شوق نے کیسا خبط بے ربط دکھایا ہے۔

## متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۲۰ میں متنفل کی اقتداء میں فرائض ادا کرنے پر حدیث بیان کر کے پھر فقہ حنفی سے اس کے خلاف قول نقل کیا تھا، پیر صاحب نے اس کے جواب سے پہلے حسب عادت کہا ہے کہ یہ ظفر المبین سے سرقہ ہے پھر اس پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

### پہلا عذر

حکیم صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں کسی نماز کا ذکر نہ تھا۔مگر حکیم صاحب نے ترجمہ میں عشاء کا لفظ اپنے پاس سے بخاری و مسلم سے بڑھایا ہے۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۰۔

الجواب: اولاً، حکیم صاحب نے عشاء کا لفظ بریکٹ میں تحریر کیا ہے اور بریکٹ کا لفظ بطور تفہیم لکھا جاتا ہے اسے بد دیانتی کہنا ہی جھوٹ اور فریب ہے۔

ثانیاً۔(بخاری ص ۹۷ ج ۱ رقم الحدیث ۷۰۱ و مسلم ص ۱۸۷ ج ۱ رقم الحدیث ۱۰۴۰) میں نماز عشاء کی صراحت ہے۔لہذا پیر جی کا انکار محض ضد کی پیدائش ہے۔پیر جی آپ نے حدیث کو پڑھا نہیں صرف آپ کو ایک سال دورہ پڑا تھا۔

### دوسرا عذر

فرماتے ہیں کہ:

حضرت معاذ کس نیت سے پڑھتے اس کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ نیت تو ایک باطنی امر ہے اس پر دوسرا مطلع نہیں ہوسکتا، جب تک نیت کرنے والا خود نہ بتائے۔اس لئے یہ بات درست ہوگی کہ حضرت معاذ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نفل کی نیت سے نماز پڑھتے ہوں تاکہ وہ آنحضرت ﷺ سے نماز کا طریقہ سیکھ سکیں اور آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر برکت حاصل کرسکیں اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر فرض نماز پڑھاتے ہوں۔جب اس بات کا احتمال ہے تو دوسرے حضرات کا استدلال درست نہ ہوگا۔سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۱۔

الجواب: اولاً، یہاں ہوگی سے بات نہیں بنے گی کوئی وزنی دلیل پیش کیجئے محض احتمال دلیل نہیں۔

ثانیاً۔اس وہم کا ازالہ حدیث کے حسب ذیل الفاظ کرتے ہیں کہ

**كان معاذ بن جبل يصلي مع النبي ﷺ العشاء ثم يرجع الى قومه فيصلي بهم العشاء وهي له نافلة.**

یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے پھر قوم کو جا کر عشاء کی نماز پڑھاتے اور یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے نفل ہوتے تھے۔

(مسند شافعی ص ۲۰۴ ج۱' و مصنف عبدالرزاق ص ۸ ج۲' و طحاوی ص ۲۷۹ ج۱' و دارقطنی ص ۲۷۴ ج۱' و بیھقی ص ۸۶ ج۳)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص ۱۵۶ ج ۲ میں اسے صحیح کہا ہے اور یہ اپنے معنی و مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اقتداء میں فرائض ادا کرتے تھے اور قوم کو امامت کراتے وقت نوافل پڑھا کرتے تھے۔

## تیسرا عذر

فرماتے ہیں:

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا۔ **یا معاذ بن جبل لا تکن فتانا اما ان تصلی معی واما ان تخفف علی قومک**،(مسند احمد ص ۷۴ ج ۵) یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو اور یا پھر اپنی قوم کے ساتھ ہلکی نماز پڑھو۔

اس کا معنی یہی ہے کہ یا تو تم فرض نماز میرے ساتھ پڑھو اور اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ فرض نہ پڑھو اور یا میرے ساتھ فرض نہ پڑھو تا کہ وہ تمہارا انتظار نہ کریں۔

سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۱ و ۱۴۲۔

**الجواب**: اولاً، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور قوم کے درمیان اختلاف کا سبب لمبی قراۃ تھی اسی وجہ سے صحابی نے نماز توڑ کر علیحدہ نماز ادا کی، اسی چیز کی ہی رسول اللہ ﷺ کے حضور شکایت کی گئی۔ لیکن حنفیت پر افسوس جو ہمیشہ تفقہ تفقہ کا راگ آلاپتے رہتے ہیں۔ وہ ان تمام چیزوں کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ سوال گندم اور جواب چنے کے مصداق کہتے ہیں کہ شکایت تو لمبی قرات کی ہی ہوئی مگر نبی ﷺ نے منع امامت سے فرمایا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیر جی کی پیش کردہ روایت میں بھی یہ الفاظ ہیں۔

**اما ان تصلی معی واما ان تخفف علی قومک.**

یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو یا پھر اپنی قوم کو نماز ہلکی (تھوڑی قراۃ والی) پڑھایا کرو۔ مگر پیر جی کا اصرار ہے کہ اس حدیث میں امامت سے منع فرمایا ہے حالانکہ روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا مقصود امامت سے منع کرنا ہو۔

ثانیاً۔ یہ روایت مرسل ہے حافظ ابن حجر نے (فتح الباری ص ۱۵۴ ج ۲) میں امام ابن حزم (المحلی بالآثار ص ۱۴۸ ج ۳) میں اور حافظ ھیثمی (مجمع الزوائد ص ۷۵ ج ۲) اور (نصب الرایہ ص ۳۰ ج ۲) کے حنفی محشی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ روایت مرسل و منقطع ہے۔

لیکن پیر مشتاق علی پر کوفی فقہ کی وکالت کا بھوت سوار ہے۔ کہ صحیح حدیث کی بجائے ضعیف روایت کو بنیاد بناتے ہیں پھر اس کے معنی میں تاویل کرتے ہوئے حنفیت کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دینے کی فضول کوشش کرتے ہیں۔

## جماعت کھڑی ہونے پر صبح کی سنتیں پڑھنا

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۲۴ میں صحیح حدیث پیش کی تھی کہ جماعت کے ہوتے ہوئے کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی۔ پیر جی نے اس پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ادھر ادھر کی فضول بھرتی کے بعد فرماتے ہیں کہ:

### پہلا عذر

اس حدیث کے موقوف و مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک نظر ص ۱۴۵۔

الجواب: اسے ایک جماعت محدثین مرفوع بیان کرتی ہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ مرفوع ہی صحیح ہے۔ (ترمذی مع تحفہ ص و ۳۲۳ ج ۱) اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب مرفوع و موقوف روایت بیان کی جائے تو اس کا مرفوع ہونا ہی درست ہوتا ہے۔ اس پر ہم نے محدثین کرام کے متعدد حوالے نقل کئے ہیں۔ تفصیل دین الحق ص ۶۵ ج ۱ میں دیکھئے یہاں پیر جی کے اطمینان قلب کے لئے ان کے استاد محترم مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب کا حوالہ نقل کیا جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں:

ہم بیان کر آئے ہیں کہ صحیح بلکہ خالص حق بات یہ ہے کہ جس پر فقہاء علماء اصول اور محقق محدثین متفق ہیں کہ جب کوئی حدیث مرفوع اور موقوف روایت کی گئی ہو، یا موصول اور مرسل بیان ہوئی ہو تو اس صورت میں حدیث مرفوع اور متصل ہی سمجھی جائے گی چاہے رفع اور وصل کرنے والے حفظ اور عدد میں زیادہ ہوں یا کم حدیث بہر حال مرفوع ہوگی۔ احسن الکلام ص ۲۸۲ ج ۱۔

### دوسرا عذر

فرماتے ہیں کہ ان سب احادیث کو جمع کر لیا گیا ہے کہ مسجد کے باہر یا درمیان میں کوئی چیز حائل ہو تو ایک رکعت مل سکنے کی صورت میں فجر کی سنتیں ادا کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ ایک نظر ص ۱۴۶۔

الجواب: اولاً، آپ نے احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے مگر سوال ہے کہ کن احادیث میں تطبیق دی ہے۔

کیونکہ کسی روایت میں جماعت کے ہوتے ہوئے سنتیں ادا کرنے کی رخصت مروی نہیں ہے رہا آپ کی طرف سے بیہقی کی روایت پیش کرنا تو یہ موضوع کے قریب ہے کیونکہ اس کی سند میں حجاج بن نصیر راوی ہے۔(بیھقی ص ۴۸۳ ج ۲) یہ بالاتفاق آئمہ محدثین ضعیف ہے، امام بخاری فرماتے ہیں۔سکتوا عنہ، یہ اس قدر بدتر تھا کہ محدثین نے اس سے خاموشی اختیار کر لی، (میزان ص ۴۶۵ ج ۱) علاوہ ازیں یہ مختلط بھی تھا لقمہ کو قبول کر لیتا تھا، تقریب دوسرا راوی عباد بن کثیر ہے جسے پیر جی نے الدملی قرار دیا ہے حالانکہ سند میں بصری ہے جو متروک الحدیث ہے امام احمد فرماتے ہیں جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔(تقریب ص ۱۲۲ طبع دہلی ۱۲۹۰ھ)

ایسے راویوں کی روایت کو صحیح احادیث کے بالمقابل پیش کرنا ہی علمی خیانت ہے پھر پیر جی کا اس کو حسن قرار دینا کوتاہ علم کی بدترین مثال ہے۔کیا کذاب راوی کی روایت بھی حسن ہوتی ہے۔امام بیہقی نے اس روایت کرنے کے بعد لکھا ہے۔ **ھذہ الزیادۃ لااصل لھا،** یعنی اس زیادت کی کوئی اصل نہیں۔ص ۴۸۳ ج ۲) علامہ نیموی (جنہیں فریق ثانی امام شوکانی پر بھی فوقیت دیتے ہیں) حنفی نے بھی اس جرح کو قبول کیا ہے۔(آثار السنن ص ۲۲۶) مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں۔یہ روایت نہایت ضعیف ہے۔درس ترمذی ص ۱۸۹ ج ۲)

ثانیاً۔یہ ترجیح آپ کے عمل کے خلاف ہے تمام حنفی مساجد میں سنت فجر جماعت سے متصل مسجد میں ادا کی جاتیں ہیں۔لہٰذا پلہ چھوڑانے کے لئے یہ بہانا کافی نہیں۔آپ صریحاً حدیث صحیح یا حسن بیان کریں جو آپ کے عمل کی دلیل ہو اور مذکورہ حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ میں عموم ہے جو سنت فجر کو بھی شامل ہے کہ جماعت کے ہوتے ہوئے پڑھنی ناجائز ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں۔

**ان حدیث الباب شامل لرکعتی الفجر کشمولہ لسائر الرواتب والنوافل**

یعنی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث فجر کی سنت (جو جماعت کے وقت نماز نہ پڑھنے کی ممانعت پر ہے) اس نہی میں سنت فجر بھی داخل ہے جیسا کہ تمام باقی سنن ونوافل داخل ہیں۔**فتح الملھم** ص ۲۷۱ ج ۲۔

## تیسرا عذر

فرماتے ہیں:

عبداللہ بن بحینہ بخاری ص ۹۱ ج ۱ مسلم ص ۲۴۷ ج ۱ پر ہے کہ آنحضرت ﷺ حجرہ سے جماعت کے لئے مسجد میں آتے تھے آپ نے مسجد میں ہی کسی کو نماز پڑھتے دیکھا اور فرمایا۔ **لا تجعلوا ھذہ مثل صلوٰۃ الظھر قبلھا وبعدھا اجعلوا بینھما فصلاً** ص ۲۱۱ ج ۱ مسند احمد ص ۳۴۵ ج ۵ اور مسلم میں دوسری جگہ ہے **فان رسول اللہ** ﷺ **امرنا ان لا نوصل صلوٰۃ بصلوٰۃ** ص ۲۸۸ ج ۱، **والعبرۃ لعموم اللفظ لا لخوص المورد،** ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بالکل جماعت کے ساتھ وصل نہ ہو بلکہ فاصلہ پر پڑھی جائیں، **عن عبداللہ بن**

**عمر قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول لا صلوٰة لمن دخل المجسد والامام قائم یصلی فلا ینفرد وحده بصلوٰة ولکن یدخل مع الامام فی الصلوٰة رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیه یحییٰ بن عبداللّٰه البابلتی وھو ضعیف** (مجمع الزوائد ص ۷۵ ج ۲) سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۷۔

**الجواب:** پیر جی کے اس خبط بے ربط سے آپ کیا سمجھے ہیں یقیناً قارئین کرام اس میں تفہیم کی کمی محسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ پیر جی نے کتب حدیث کی ورق گردانی تو کی ہے مگر مسئلہ کی نوعیت کو سمجھ نہیں سکے۔ اب ترتیب وار پیر جی کی عبارت پر ہم تبصرہ کرتے ہیں تاکہ حق واضح ہو جائے۔ **واللّٰه یهدی من یشاء۔**

(۱) پیر جی نے سیدنا عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری ص ۹۱ ج ا و مسلم ص ۲۴۷ ج ا سے نقل کی ہے اور حسب ذیل الفاظ بیان کئے ہیں۔

**لا تجعلوا هذه مثل صلوٰة الظهر قبلها و بعدها.**

حالانکہ یہ الفاظ بخاری و مسلم میں قطعاً نہیں بلکہ طحاوی نے (شرح معانی الآثار ص ۲۵۶ ج ۱) میں اور حاکم نے (مستدرك ص ۴۳۰ ج ۳) میں اور امام احمد نے (مسند ۳۴۵ ج ۵) میں روایت کئے ہیں اور ان کی سند میں یحییٰ بن ابی کثیر راوی ہے جو زبردست تدلیس کرتے ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں تدلیس کرتا ہے۔ تقریب وصفه النسائی بالتدلیس، (طبقات ص ۳۶) امام نسائی نے ان کی تدلیس کی صراحت کی ہے۔ علامہ نیموی فرماتے ہیں یحییٰ بن کثیر یدلس یعنی یحییٰ تدلیس کرتا ہے (آثار السنن ص ۲۲۸) الغرض یہ روایت یحییٰ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ سماع کی صراحت نہیں بلکہ معنعن ہے۔

(۲) فصل دو ہوتے ہیں زمانی اور مکانی، یعنی وقت کے لحاظ سے فصل اور جگہ کے اعتبار سے فصل۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے کسی دلیل سے یہاں مکانی فصل مراد لیا ہے۔ کیونکہ دوسری احادیث میں اقامت کے بعد نماز سے منع فرمایا ہے جس سے فصل زمانی کی تعیین ہوتی ہے۔

(۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت طبرانی کے درج کرنے کی وجہ پیر صاحب نے درج نہیں کی غالباً پیر جی نے اسے فصل مکانی کی دلیل کی غرض سے نقل کیا ہے پھر اس کے ضعیف ہونے کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ البابلتی راوی ضعیف ہے ایک نظر ص ۱۴۷ حالانکہ اس سند میں ایک دوسرا راوی ایوب بن نھیک بھی ہے، (طبرانی کبیر ص ۳۴۰ ج ۱۲ رقم الحدیث ۱۳۶۱۴) اسے امام ابو حاتم نے ضعیف اور ازدی نے متروک کہا ہے۔ اور امام ابوزرعہ نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان ص ۴۹۰ ج ۱)۔ صحیح احادیث جن میں فصل مکانی کی تعیین ہوتی ہے ان کو ترک کر کے ایک ضعیف روایت کو پیش کرنا دیانت کے خلاف ہے۔ امام طحاوی نے بھی یہی کہا تھا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں۔

بل سیاق بعض الروایات یخالفه، یعنی بعض احادیث اس تاویل کے بالکل خلاف ہیں۔ (التعلیق الممجد

ص ۸۶) یہاں تفصیل کی تو گنجائش نہیں اہل علم حضرات مولانا محمد شمش الحق محدث عظیم آبادی کی تالیف، اعلام اھل العصر کا مطالعہ کریں صرف ایک دلیل نقل کی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ **دخل رجل المسجد ورسول اللّٰہ ﷺ فی صلاۃ الغداۃ فصلی رکعتین فی جانب المسجد ثم دخل رسول اللّٰہ قال یا فلان بای الصلاتین اعتددت ابصلاتک وحدک ام بصلاتک معنا؟۔**

یعنی ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ صبح کی جماعت کروا رہے تھے تو آنے والے شخص نے مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت صبح کی سنت پڑھیں پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوا (جب آپ علیہ السلام نے سلام پھیرا) تو فرمایا کہ اے فلانے تو نے نماز کس کو شمار کیا ہے؟ وہ جو ہمارے ساتھ ادا کی ہے یا جو اکیلے پڑھی ہے۔ (مسلم ص ۲۴۷ ج ا' و ابو داؤد ص ۱۸۰ ج ا' نسائی ص ۱۰۱ ج ا' و ابن ماجہ ص ۸۲' و بیھقی ص ۴۸۲ ج ۲' و مسند احمد ص ۸۲ ج ۵' و المحلی بالاثار ص ۱۵۰ ج ۲' و طحاوی ص ۲۵۶ ج ا' و عبدالرزاق ص ۴۴۰ ج ۲' و ابن خزیمہ ص ۱۷۰ ج ۲ و اللفظ للمسلم)۔

اس صحیح حدیث سے فصل زمانی کی تعین ہوتی ہے کیونکہ صحابی نے مسجد کے گوشہ میں نماز ادا کی ہے اس صحیح و صریح حدیث کے جواب میں پیر جی فرماتے ہیں جماعت سے متصل پر محمول ہوگی۔ ایک نظر ص ۱۴۸۔

صریح حدیث کے بالمقابل ہوگی سے بات نہیں بنے گی۔ دلیل دیجئے۔

## عبداللہ بن عمرؓ کا عمل

فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر مسجد سے باہر سنتیں پڑھ لیتے تھے۔ اور مسجد میں آ کر جماعت میں مل جاتے تھے۔ (آثار السنن ص ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ ج ۲) ایک نظر ص ۱۴۷۔

**الجواب:** اولاً، (آثار السنن ص ۲۲۸) میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو علامہ نیموی نے دو سندوں سے بیان کیا ہے پہلی محمد بن کعب کے طریق سے دوسری زید بن اسلم کے طریق سے، زید بن اسلم والے اثر کے متعلق علامہ نیموی فرماتے ہیں اس کی سند میں یحیٰی بن ابی کثیر راوی مدلس ہے (آثار السنن ص ۲۲۸)

یحیٰی کی تدلیس کی صراحت بحوالہ پہلے عرض کر دی گئی ہے جبکہ زیر بحث سند میں تحدیث کی صراحت نہیں معنعن ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ جبکہ محمد بن کعب کی سند میں عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہے (طحاوی ص ۲۵۸ ج ا) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ **صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ و کانت فیہ غفلۃ** یعنی سچا تو ہے مگر کثرت سے غلطیاں کرتا ہے کتاب میں مثبت ہے مگر اس میں غفلت پائی جاتی ہے۔ تقریب ص ۱۷۷۔

الغرض یہ روایت بھی مجروح ہے۔

ثانیاً۔اس کے برعکس ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ آپ اس سے منع فرماتے تھے آپ کے بیٹے نافع فرماتے ہیں۔

**ان ابن عمر رای رجلا یصلی والموذن یقیم فقال ابن عمر اتصلی الصبح اربعاً.**

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا جبکہ مؤذن امامت کہہ رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو صبح کی چار رکعت نماز پڑھے گا۔(المحلی بالاثار ص ۱۵۳ج۲)

## ایک حدیث سے استدلال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

**خرج النبی ﷺ حین اقیمت الصلاۃ فرای ناسایصلون رکعتین بالعجلة فقال: اصلاتان معاً؟ فنهی ان یصلی فی المسجد اذا اقیمت الصلاۃ.**

نبی ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے جب جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور آپ علیہ التحیۃ والسلام نے دیکھا کہ لوگ جلدی جلدی دو رکعت ادا کر رہے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ دو رکعت ہمارے ساتھ ہیں؟ اور آپ نے جماعت کے ہوتے ہوئے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ،(صحیح ابن خزیمہ ص ۱۷۰ج۲' رقم الحدیث ۱۱۲۶)

پیر جی نے اس حدیث کو بھی ایک نظر ص ۱۴۷ میں بحوالہ (عمدۃ القاری ص ۳۰ ج۲) درج کیا ہے۔مگر حدیث کا مفہوم یا ترجمہ تحریر نہیں کیا نہ ہی اپنا استدلال بیان کیا ہے۔ہاں آگے نصف سطر کی عبارت یہ ہے کہ

اور تعلیقاً پڑھنا بھی حاشیہ بخاری ص ۹۱) اپنا عمل پڑھنے کا تھا۔ایک نظر ص ۱۴۷ اس عبارت کی صحت کو چھوڑ کر نفس اعتراض کو لئے تو یہ ہے کہ

حاشیہ صفحہ ۹۱ میں نبی ﷺ کا اقامت کے بعد سنتیں پڑھنا ثابت ہیں۔گویا پیر جی اعتراض کا اصل مقصود یہ ہوا کہ گو نبی ﷺ پڑھنے سے منع کرتے تھے مگر خود آپ علیہ التحیۃ والسلام پڑھ لیا کرتے تھے۔

اب آیئے ملاحظہ کیجئے کہ حاشیہ بخاری میں کیا ہے۔مولانا احمد علی سہارنپوری فرماتے ہیں۔

**وقدروی ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی عند لاقامة فی بیت میمونة،**

یعنی نبی ﷺ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر اقامت کے قریب نماز پڑھتے تھے۔

(حاشیہ بخاری ص ۹۱ ج انمبر ۵)۔

اقامت کے قریب سے مراد اقامت سے پہلے ہے جیسا کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے صراحت کی ہے۔(بخاری

رقم الحدیث ٦٢٦) مگر پیر جی اسے اقامت کے بعد قرار دیتے ہیں۔ جو جہالت کے علاوہ بدترین تحریف معنوی ہے۔

ثانیاً۔ اگر پیر جی کہیں حدیث انس رضی اللہ عنہ سے فصل مکانی کی تعین ہوتی ہے کیونکہ مسجد کی قید صاف الفاظ میں موجود ہے راقم عرض کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسجد میں سنتیں ادا کرنا بھی جائز ہے۔ (اعلاء السنن ص ۱۱۷ ج ۷) اور احناف کا بھی یہی ہے کہ یہ لوگ مسجد میں ہی ادا کرتے ہیں۔

ثالثاً۔ مولانا سہارنپوری نے جو روایت ابن عباس کے حوالے سے بیان کی ہے وہ راقم کو نہیں ملی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا اثر

فرماتے ہیں کہ:

ابوموسیٰ منع روایت کرتے ہیں، (آثار السنن ص ۳۰ ج ۲) مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسطوانہ کی اوٹ میں سنتیں پڑھیں تو انہوں نے منع نہیں فرمایا۔ (آثار السنن ص ۳۲ و ۳۳) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک منع کی روایت ساتھ جماعت کے پڑھنے پر محمول ہے۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۷ و ۱۴۸۔

الجواب: اولاً، آثار السنن میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تین اثر منقول ہیں۔ اور جس اثر میں ستون کی اوٹ میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اس کی سند میں ابو اسحاق السبیعی راوی ہے (طحاوی ص ۲۵۷ ج ۱) جو مختلط ہیں یعنی ان کا آخری عمر میں حافظ بگڑ گیا تھا (تقریب ص ٢٦١) اور ابو اسحاق سے روایت بیان والا راوی زہیر بن معاویہ ہے اور آئمہ فن نے صراحت کی ہے کہ زہیر کی ابو اسحاق سے ملاقات حالت اختلاط میں ہوئی تھی۔ تقریب ص ۱۰۹) جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ مزید تفصیل کیے لئے دین الحق ص ۴۸۳ ج ۱ کی مراجعت کریں۔

ثانیاً۔ دوسرا اثر حارثہ بن مضرب کے واسطہ سے منقول ہے علامہ نیموی حنفی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (آثار السنن ص ۲۲۸) بلاشبہ راوی تو ثقہ ہیں مگر سند میں ابو اسحاق السبیعی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ ج ۱) اور یہ مدلس ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں مشھو بالتدلیس، یعنی تدلیس میں مشہور ہیں۔ (طبقات المدلسین ص ۴۲) اور زیر بحث روایت معنعن ہے جس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ثالثاً۔ تیسری روایت عبداللہ بن ابی موسیٰ سے مروی ہے۔ علامہ نیموی حنفی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (آثار السنن ص ۲۲۹) حالانکہ اس کی سند میں بھی ابو اسحاق السبیعی ہے۔ (طبرانی کبیر ص ۲۷۷ ج ۹ رقم الحدیث ۹۳۸۵، وطحاوی ص ۲۵۷ ج ۲) اور سند میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ معنعن ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے تصدیق تو کجا یہ عمل سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں ہے۔

## مزید دعویٰ

فرماتے ہیں:

عہد صحابہ و تابعین میں مدینہ میں حضرت عمر کے زمانے میں عام لوگ پڑھتے تھے۔ خود حضرت ابن عمر پڑھتے تھے کسی نے انکار نہ کیا مکہ میں ابن عباس کوفہ میں ابن مسعود بصرہ میں حسن بصری وغیرہ پڑھتے تھے۔ ایک نظر ص ۱۴۸۔

الجواب: اولاً، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے آثار کا جواب گزر چکا ہے۔

ثانیاً۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اثر میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ **فصلی ابن عباس الرکعتین خلف الامام** یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ (طحاوی ص ۲۵۸ ج ۲) اور یہ چیز احناف کے بھی خلاف ہے، خود پیر جی نے لکھا ہے۔

ہم بھی کہتے ہیں کہ بالکل جماعت کے ساتھ وصل نہ ہو بلکہ فاصلہ پر پڑھی جائیں۔ ایک نظر ص ۱۴۷ علاوہ ازیں یہ روایت بھی سنداً منقطع ہے۔

## ترکش کا آخری تیر

مسند احمد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ **عن علی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلی رکتی الفجر عند الاقامۃ** معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے سنت فجر پڑھ کر نمونہ پیش فرمایا صحابہ حضور کے زمانہ میں بھی پڑھتے تھے۔ آپ صرف ساتھ مل کر پڑھنے سے روکتے تھے۔ اور خلافت راشدہ و خیر القرون میں بلا نکیر اس پر عمل جاری تھا۔ سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۴۸۔

الجواب: اولاً، پیر جی نے اس حدیث کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ترجمہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ ترجمہ نہ کرنا مطلب برآری کے لئے ہے۔ پھر آگے جو انہوں نے تاثر دیا ہے وہ قطعاً باطل ہے عند الاقامۃ کا معنی ہے فجر کی سنتیں اقامت کے قریب کے وقت ادا فرماتے، اور اس معنی کو اسی حدیث میں مروی الفاظ **کان یوتر عند الاذان** یعنی وتر اذان کے قریب ادا کرتے (مسند احمد ص ۱۱۱ و ۱۱۵ ج ۱) اس کا یہ مطلب نہیں کہ وتر اس وقت پڑھتے جب صبح کی اذان شروع ہو جاتی۔

ثانیاً۔ صبح کی سنتیں اقامت سے پہلے ادا کرتے، اس معنی کی تائید دوسری احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایہ ہیں کہ نبی ﷺ رات کی نماز تیرہ رکعت ادا فرماتے، **ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح، رکعتین خفیفتین**، پھر آپ جب علیہ التحیۃ والسلام صبح کی اذان سنتے تو دو رکعت نماز ہلکی (جلدی) پڑھتے تھے۔ (بخاری ص ۱۵۶ ج ۱ و مسلم ص ۲۵۰ ج ۱)۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں مؤذن جب صبح کی اذان سے

فارغ ہوتا تو نبی ﷺ ہلکی سی دو رکعت پڑھتے تھے۔ (مسلم ص ۲۵۰ ج ۱)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی سنتیں اذان اور تکبیر کے درمیان پڑھتے۔ (مسلم ص ۲۵۰ ج ۱)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی سنتیں اذان سنتے ہی پڑھتے تھے۔

(بخاری ص ۱۳۵ ج ۱ و مسلم ص ۲۵۷ ج ۱)۔

ان احادیث سے عندالاقامۃ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ تکبیر سے پہلے پڑھتے تھے نا کہ تکبیر کے بعد یا تکبیر کے وقت۔

ثالثاً۔ پیر جی کی پیش کردہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں حارث الاعوار راوی ہے۔ (ابن ماجہ ۱۱۴۷ و مسند احمد ص ۸۷ و ۱۱۵ ج ۱) اسے امام شعبی امام علی بن مدینی نے کذاب کہا ہے۔ امام جریر فرماتے ہیں مردود ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں غالی رافضی اور واہی الحدیث ہے (تہذیب ص ۱۴۶ ج ۲)۔

اس سے نیچے کا راوی ابو اسحاق ہے جو مختلط ہونے کے علاوہ تدلیس میں مشہور ہے (طبقات المدلسین ص ۴۲) اور روایت بھی معنعن ہے۔ الغرض یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

رابعاً۔ پیر جی کا ترمذی کی طرف اس روایت کی نسبت کرنا غلطی ہے۔

## حلالہ کی لعنت

حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول میں حلالہ کے متعلق بھی وضاحت کی تھی پیر جی نے اس کا جواب بھی تحریر کیا ہے کہ مشروط نکاح جو حلالہ کی غرض سے کیا جاتا ہے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ یک نظر ص ۱۵۱۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مروجہ نکاح حلالہ کن لوگوں میں کیا جاتا ہے یقیناً ایسے لوگ خود کو حنفی ہی کہتے ہیں۔ اس کا انکار دن کے وقت سورج کا انکار ہے پاکستان کے تمام علاقوں سے اس پر ہزاروں شہادتیں مل سکتیں ہیں کہ احناف میں نکاح حلالہ کا عام دستور ہے۔ بلکہ احناف کے نزدیک تو جو حلالہ کرتا ہے۔ ثواب کا مستحق بھی ہے۔

ماسٹر امین لکھتا ہے۔

تین طلاق کے بعد عورت کا کسی سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا۔ یہ شرط باطل ہے۔ اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے تاہم ملعون ہونے کے باوجود اگر دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت کے بعد عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے گا لیکن اس شخص کا اپنا خیال یہ ہو کہ وہ عورت کو صحبت کے بعد فارغ کر دے گا تو یہ صورت موجب لعنت نہیں۔ اسی طرح اگر عورت کی نیت ہو کہ وہ دوسرے

شوہر سے طلاق حاصل کر کے پہلے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے لائق ہو جائے گی تب بھی گناہ نہیں (تین طلاق اور حلالہ مندرجہ خیر الفتاویٰ ص ۴۴۶ ج ۵)

دیو بندیوں کے فقیہ العصر مفتی اعظم رشید احمد صاحب فرماتے ہیں۔

اگر کسی کو میاں بیوی کی حالت پر رحم آئے (بالخصوص جب عورت جوان اور خوبصوت ہو تو کئی حنفی رحم کرنے کے لئے تیار ہوں گے میں ابو صھیب) اور وہ ان پر احسان کی نیت سے نکاح کر لے اور صحبت کے بعد طلاق دے دے تو کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ اس کی نیت کا دوسرے کسی کو بھی قطعاً کوئی علم نہ ہو، اسی طرح عورت کے دل میں یہ نیت تھی کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کے بعد اس سے طلاق حاصل کر کے پھر پہلے شوہر سے نکاح کرے گی۔ اور اس کی نیت کا کسی دوسرے کو قطعاً علم نہ ہو تو عورت پر کوئی گناہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۵۴ ج ۵)

مروجہ نکاح حلالہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ

ہمارے نزدیک عدم جواز تو ہے مگر نفاذ ہو جاتا ہے یعنی ایسا کرنا جائز تو نہیں البتہ اگر کوئی ایسا کر دے تو شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح شمار ہو کر عورت زوج اول کے لئے حلال ہوگی۔ خیر الفتاویٰ ص ۴۰۴ ج ۵۔

ان تینوں عبارات کو ملا کر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یقیناً مروجہ حلالہ کی حوصلہ افزائی ہی ہے۔ اگر پیر صاحب کا دل نہیں مانتا تو بہانے ہزار ہیں۔

اللہ ہم سب کی خطائیں معاف کرے۔

**تمت**

**الحمد للّٰہ الذی تتم بہ الصالحات و ﷺ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین**

ابو صہیب محمد داؤد ارشد، خطیب جامع مسجد محمدی اہل حدیث۔
کوٹلی ورکاں نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ
یکم اپریل ۲۰۰۲ء مطابق ۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
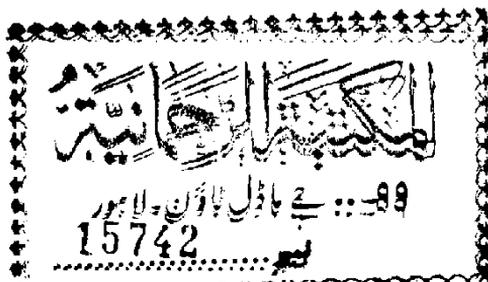
- دین اسلام پر چلنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے راستہ کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔
- حضور ﷺ کی سنت کی شمعیں، حدیث کے چراغ، سیرت کی قندیلیں، فانوس، اخلاق وکردار کے اجالے بہشت بریں کی راہ کو روشن کر رہے ہیں۔
- رسول اللہ ﷺ کا قول، فعل، حدیث، سیرت، اُسوہ، اخلاق اور کردار ہی سبیل رسول ﷺ ہے۔

منزل ملی ' مراد ملی ' مدعا ملا
سب کچھ ملا مجھ کو ترا نقشِ پا ملا

پاکستان میں کتاب وسنّت کی اشاعت کا قدیم ادارہ
نُعمانی کُتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
E-Mail: nomania2000@hotmail.com
NOMANI